یا اللہ جل جلالہٗ

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)

اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تم علم نہیں رکھتے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سینکڑوں مسائلِ شرعیہ کے حل کا بیش بہا خزانہ

العطایا السیفیة فی الفتاوٰی النقشبندیة

المجلد الخامس عشر

تصنیف

فخر المتاخرین العالم العارف باللّٰہ

مفسر کلام اللّٰہ تعالیٰ و خادم حدیث رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الشیخ السید احمد علی شاہ

الحنفی الترمذی الماتریدی السیفی

النقشبندی الجشتی القادری السهروردی

ناشر

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ

فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن نمبر ۱۰ کراچی غربی

نام کتاب: العطایا السیفیۃ فی الفتاوی النقشبندیۃ، المجلد الخامس عشر

تصنیف و تالیف: پیر طریقت رہبر شریعت آفتاب ہدایت حضرت علامہ سید احمد علی شاہ سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

تعلیق و ترتیب: پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ صاحبزادہ سید عبد الحق شاہ ترمذی سیفی نقشبندی دامت برکاتہم القدسیہ

طباعت اول: مئی ۲۰۲۴ء بمطابق ذوالقعدہ ۱۴۴۵ھ

طباعت ثانی:

کمپوزر: صوفی سید فرحان الحسن سیفی

ناشر: جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی، فقیر کالونی، اورنگی ٹاؤن، کراچی

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

فہرست

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

(۱) باب نمبر ایک: الکواکب في حلق الشوارب

مونچھوں کے حلق کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے اہلِ سنت وجماعت (احناف) اس مسئلے میں کہ مونچھیں مونڈوانا (حلق کرنا) جائز ہے یا ناجائز؟ بین هذه المسئلة بالادلة الشرعية۔

المستفتی: سید ضیاء الحق شاہ حنفی ترمذی سیفی

الجواب ومنه الصدق والصواب

الحمدلله الذی رفع اهل الحق ووضع اهل الباطل واحق الحق وابطل الباطل والصلٰوة والسلام علی نبینا وسیدنا وسندنا ووسیلتنا فی الدارین محمد النبی المکمل الاکمل وعلی اٰله واصحابه الذین جاهدوا لاحقاق الحق وابطال الباطل ورفعوا الحق ووضعوا الباطل وعلی التابعین الذین ناظروا لاظهار الحق واخفاء الباطل وعلی تبعهم الذین لایخافون لومة لائم فی احقاق الحق الراسخ وابطال الباطل الزائل اللهم انانسئلک الفتح والغلبة فی المناظرات مع اهل الباطل بجاه الرسول الاکمل (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) امابعد!

مرقات شرح مشکوٰۃ شریف باب السواک میں مونچھوں کے منڈوانے کے بارے میں تین اقوال ذکر کیے گئے ہیں:

۱: ایک قول مکروہ   ۲: دوسرا قول حرام   ۳: تیسرا قول سنت کا ہے[1]

حرام اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مُثلہ پایا جاتا ہے اور مُثلہ حرام ہے۔

لیکن شرح سفر سعادت اور نووی شرح مسلم میں ہے:

مُثلہ کو حرام کہنا یہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب میں ہے۔[2]

اور ہدایۃ الابرار میں ہے کہ یہ کراہت اور بدعت کا قول حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے اور یہ قول مرجوح ہے۔ اور یہ دلیل صرف امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے لئے ہے۔ ہمارے احناف کی نہیں ہے کیونکہ ہم حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد اور پیروکار ہیں۔

---

1 (مرقات المفاتیح، جلد: ۱: صفحه: ۲۰۱: طبع بیروت)

2 (شرح سفر سعادت صفحه: ۴۹۴، نووی شرح مسلم صفحه: ۱۲۹: جلد: ۱)

اور فتح القدیر میں ہے کہ مونچھوں کے قصر کرنے (یعنی قینچی سے تراشنے) کا مذہب بعض متاخرین احناف کا مذہب ہے۔[1]

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مفتیٰ بہ قول ذکر کیا ہے:

"وذکر الطحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ان الحلق سنۃ ونسب ذٰلک الی علماء الثلٰثۃ (ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین)"۔

یعنی حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ مونچھوں کا مونڈھوانا (حلق کرنا) سنت ہے اور یہ قول انہوں نے علماء ثلاثہ حضرت امام ابو حنیفہ، امام ابی یوسف او امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی طرف منسوب کیا ہے۔

مولوی عبد الحیٔ لکھنوی تحریر کرتے ہیں:

امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجتہد تھے۔ چونکہ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عظیم مجتہد ہیں اور ان کا مونچھیں مونڈنے کو سنت کہنا ایک قوی دلیل ہے۔[2]

صاحبِ کشف المبہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ:

"واما المقلد فعندہ قول مجتھدہ۔۔۔الخ"۔

یعنی مقلد اپنے مجتہد کے قول سے استدلال کرے گا۔[3]

شرح طریقہ محمدیہ کے مؤلف لکھتے ہیں:

"ولذا کان دلیل المقلد ھو قول المجتھد۔۔۔الخ"۔

یعنی مقلد کے لئے دلیل مجتہد کا قول ہے۔[4]

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ:

"ومن شان المقلد ان لا یخرج عن قول امامہ۔۔۔الخ"۔

یعنی مقلد کی شان یہ ہے کہ وہ امام کے قول سے تجاوز نہ کرے۔[5]

---

[1] (فتح القدیر جلد:۲:صفحہ:۴۶۴)

[2] (الفوائدِ البھیہ فی تراجم الحنفیہ، ص ۳۲)

[3] (کشف المبہم، ص ۱۱)

[4] (شرح طریقہ محمدیہ: جلد:۲:صفحہ:۶۵)

[5] (میزان شعرانی، صفحہ:۱۳)

اسی بات کو امام شعرانی نے بیان کیا ہے:

”فیجب علی کل مقلد ان لا یعترض علی قول مجتهد الی ان قال و کذٰلک یجب علیه الاعتقاد الجازم بان ذٰلک الامام علی هدی من ربه فی ذٰلک“۔

ترجمہ: ہر مقلد پر واجب ہے کہ وہ مجتہد کے قول پر اعتراض نہ کرے.....اسی طرح مقلد پر واجب ہے کہ وہ پختہ یقین کرے کہ اس مسئلے میں امام مذہب، اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہے۔[1]

آگے مزید لکھا ہے:

”فاعتقادک یا اخی الصحة فی کلام ائمة الهدی واجب علیک۔۔۔الخ“۔

ترجمہ: اے میرے بھائی! آپ پر واجب ہے کہ ہدایت آئمہ کے کلام میں آپ میرا اعتقاد رکھیں کہ وہ صحیح ہے۔[2]

مسلم الثبوت کے شروع میں اجمالی طور پر ذکر کیا ہے کہ:

”اما المقلد فمستنده قول المجتهد“۔

یعنی مقلد اپنے مجتہد کے قول سے استدلال کرے گا (نہ کہ اپنی رائے سے)۔

اور صاحبِ تلویح نے ذکر کیا ہے کہ مقلد یہ عقیدہ رکھے گا:

”هٰذا حق لانه ادی الیه رأی ابی حنیفة و کل ما ادی الیه رأی ابی حنیفة فهو حق فهٰذا حق“۔

یعنی یہ مسئلہ حق ہے کیونکہ یہ امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے سے ثابت ہے اور جو امام ابو حنیفہ کی رائے سے ثابت ہو تو وہ حق ہے لہذا یہ حق ہے۔

اور فقہ کی کتابوں سے یہ بات ثابت ہے کہ:

”نعمل بقول المجتهد وان لم نعلم من أین قال“۔

یعنی ہم مجتہد کے قول پر عمل کریں گے اگرچہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ یہ حکم کہاں سے نکالا۔[3]

اور فتح القدیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

”اذا ثبت عنده قول المجتهد وجب علیه العمل به“۔

---

[1] (میزان الکبریٰ جلد: ۱ :صفحہ: ۵۹)

[2] (میزان الکبریٰ ج ۱، ص ۶۲)

[3] (بحر الرائق: جلد: ۵: صفحہ: ۲۶۹)

یعنی مجتہد کا قول جب ثابت ہو جائے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

اور تفسیر احمدی میں صاحبِ کتاب لکھتے ہیں:

"ولیس للمقلد ان ینازع المجتہد فی حکمه"۔

اور مقلد کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مجتہد کے قول میں جھگڑے۔[1]

اور کسی کو یہ زیبا نہیں کہ مجتہد کو خطاوار ٹھہرائے اور اس کے کلام میں طعن کرے کیونکہ مجتہد وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کو اچھی طرح جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا حکم ماننا لازم کیا ہے (کہ وہ اولوا الامر میں داخل ہیں) پس جس نے کسی مجتہد کی طرف خطا کی نسبت کی تو گویا اس نے شارع کی طرف خطا کی نسبت کی۔

اور اسی بات کو صاحبِ میزانِ شعرانی اپنی کتاب میزان الکبریٰ میں یوں لکھا ہے کہ:

"ان لاینبغی لاحد قط ان یخطئ مجتهدا او یطعن فی کلامه لان الشرع الذی هو حکم اللہ تعالٰی قد قرر حکم المجتهد فصار شرع اللہ تعالی بتقریر اللہ تعالی ایاه فکل من خطا مجتهدا بعینه فکأنه خطأ الشارع فیما قرّره حکمًا"۔

ترجمہ: کسی شخص کیلئے بھی مناسب (جائز) نہیں کہ وہ کسی مجتہد کو کسی اجتہاد میں غلط قرار دے یا ان کے کلام میں لعن طعن (زبان درازی) کرے کیونکہ اس شریعت نے جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، مجتہد کے قول ثابت اور مقرر کیا ہے تو گویا کہ اللہ تعالیٰ کے ثابت کرنے سے مجتہد کا قول شریعت قرار پایا، تو ہر وہ شخص کہ جو کسی مجتہد کو غلط کہتا ہے تو گویا وہ شارع (اللہ ورسول ﷺ) کو اس حکم میں غلط قرار دے رہا ہے جو اس نے ازروئے حکم مقرر فرمایا ہے۔[2]

کسی کو یہ زیبا نہیں کہ وہ کسی مجتہد کو مخطی سمجھے یا اس کے کلام میں طعن کرے کیونکہ شریعت جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے نے مجتہد کے قول کو مقرر اور لازم کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی تقریر سے شرع اللہ تعالیٰ کا ہوا خاص اس کے لئے تو مجتہد کو بعینہ خطاوار سمجھا تو گویا اس نے شارع کو خطاوار سمجھا۔ اس نے اس کے حکم کو مقرر کیا ہے۔

لہٰذا ان تمام دلائل سے امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مجتہد ہونا اور مجتہد کے قول کا دلیل قوی ہونا ثابت ہوا اور امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول مونچھیں مونڈھنے (حلق کرنے) کے بارے میں قوی دلیل ہے۔ یعنی مونچھیں مونڈھنا سنت ہے۔

---

[1] (تفسیراتِ احمدیہ:صفحہ:۲۰۹)

[2] (میزان الکبریٰ:صفحہ:۲۶)

پس مونچھیں مونڈھنا سنت ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ:

"والحلق سنة وهو احسن من القص وهٰذا قول ابی حنيفة وصاحبيه رحمهما تعالى كذا فى محيط السرخسى"۔

اور مونچھوں کا حلق کرنا (مونڈھوانا) سنت ہے اور یہ تراشنے سے زیادہ بہتر ہے اور یہ قول امام اعظم اور صاحبین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا قول ہے۔اسی طرح محیط سرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بھی ہے۔[1]

فتاویٰ عالمگیری چار سو علماء(احناف) نے آٹھ سال میں تحریر فرمایا تھا اور اس وقت اس پر دو لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔

اور اسی طرح علامہ زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تبیین الحقائق شرح کنز میں اور محدثِ شہیر شارح بخاری شریف علامہ بدر الدین عینی حنفی رمز الحقائق میں فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب میں مونچھوں کو مونڈھوانا سنت ہے۔[2]

لہٰذا حلق کرنا اور قصر کرنا(یعنی مونڈھنا اور تراشنا) دونوں درست ہیں اس میں کسی کو بُرا بھلا نہیں کہنا چاہئے لیکن تراشنے کے مقابلے میں مونڈھنا زیادہ بہتر اور افضل اور احسن ہے۔

جیسا کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ باب حلق الشوارب کے آخر میں فرماتے ہیں:

"وفيه من اصابة الخير ماليس فى القص"۔

اور مونچھون کے مونڈھوانے میں جو خیر (ثواب) ہے وہ تراشنے میں نہیں ہے۔

اور ہدایۃ الابرار میں ہے:

"الحلق بالموسٰى ايسر منه بالمقصّة"۔

یعنی اُسترے سے صاف کرنا قینچی سے کاٹنے سے زیادہ آسان ہے۔[3]

رحمتِ بیان شرح رشید البیان میں لکھا ہے کہ امام اعظم اور صاحبین اور امام احمد بن حنبل اور اہلِ کوفہ اور صوفیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو حلق پسند ہے اور اسے اچھا سمجھتے تھے اور فرمایا کہ یہ سنت ہے اور احسن ہے۔

---

[1] (مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ:جلد:۵:صفحہ:۳۵۸)

[2] (تبیین الحقائق شرح کنز:جلد:۲:صفحہ:۵۵،رمز الحقائق:جلد:۱:صفحہ:۱۰۲)

[3] (هداية الابرار:صفحہ:۲۶)

اس کی تین دلیلیں ذکر کی ہیں:

(۱) قال رسول اللہ ﷺ احفوا الشوارب۔ قال رسول اللہ ﷺ انھکوا الشوارب۔ قال رسول اللہ ﷺ جزّوا الشوارب۔ قال رسول اللہ ﷺ طرّوا الشوارب۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مونچھوں کو جڑسے کاٹو، آپ ﷺ نے فرمایا مونچھیں کاٹنے میں مبالغہ کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مونچھوں کو خوب کاٹو حتٰی کہ جلد نظر آجائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مونچھوں کو بالکل باریک کردو۔[1]

صاحبِ کنزالعمال فی سُنن الاقوال والافعال فرماتے ہیں:

الفطرۃ خمس الختان وحلق العانۃ ونتف الابط وتقلیم الاظفار وحلق الشوارب۔

یعنی دین میں پانچ چیزیں سنت ہیں۔ ختنہ کرنا، زیرِ ناف بال صاف کرنا، بغل کے بال کاٹنا، ناخن کاٹنا اور مونچھیں مونڈھنا۔[2]

احادیث کے تمام الفاظ مونچھیں مونڈھوانے پر دلالت کرتے ہیں

(۲) حضرت ابنِ عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت واثلۃ بن الاسقع، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوسعید الساعدی، حضرت رافع بن خدیج، جابر بن عبداللہ، حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین یہ تمام حضرات مونچھیں مونڈھواتے تھے اور ایک بال بھی نہیں چھوڑتے تھے۔

سنن ابوداؤد کے حاشیہ میں ہے۔ کبھو کوئی سنت طریقہ پر عمل کرنا چاہتے ہیں یا تو وہ احفاء اور حلقپر عمل کریں ہے اور یا قص پر۔ لیکن کاٹنا (مونڈوانا) زیادہ بہتر ہے۔[3]

اس مسئلے میں مفتئ اعظم کے پی کے جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ مولانا محمد شائستہ گل صاحب نوّر اللہ مرقدہ نے ایک رسالہ بنام "حلق الشوارب من السنن الرواتب" تحریر فرمایا ہے جس میں انہوں نے بہت سے دلائل ذکر کئے ہیں۔

ہدایۃ الابرار میں ہے:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال النبی ﷺ حلقوا الشوارب واعفوا اللُحی"۔

---

[1] (رحمتِ بیان شرح رشید البیان مصنف الحاج القاری القادری الحنفی المولوی رحمت اللہ ابن ملا موسی مندوخیل: جلد: ۱: صفحہ: ۳۵۱)

[2] (کنزالعمال فی سُنن الاقوال والافعال، جلد: ۱: صفحہ: ۶۵۳)

[3] (ابوداؤد: صفحہ: ۸: حاشیہ: نمبر ۳)

یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ مونچھیں کٹواؤ(منڈھواؤ) اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ۔[1]

اور افغانستان، بخارا، تاشقند، سمرقند، غزنی اور پاکستان کے صوبہ سرحد کے کثیر اولیائے کرام کا معمول مونچھیں مونڈھوانا ہے اور ان کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ اور اس کے علاوہ عظیم عالمِ دین، قائدِ اہل سنت، امام انقلاب ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ حضرت علامہ مولانا الحافظ القاری الشاہ احمد النورانی نوّر اللہ مرقدہ کا عمل بھی مونچھیں مونڈھوانا ہی تھا۔

(۳) مونچھوں کو حاجی کے سر کے بالوں پر قیاس کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح حاجی کے لئے سر کے بال تراشنا جائز اور مونڈھوانا افضل و بہتر ہے اسی طرح مونچھیں تراشنا جائز اور مونڈھوانا افضل و احسن و بہتر ہیں۔[2]

حتیٰ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مونچھوں کے مقام کی سفید جلد واضح نظر آتی تھی۔ لہٰذا ان تمام آثار سے معلوم ہوا کہ حلق کرنا سنت اور احسن ہے۔ لہٰذا ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ مونچھیں تراشنا اور مونڈوانا دونوں جائز ہیں اور مونڈوانا افضل ہے۔ بعض لوگ مونڈھوانے کو خوارج کی علامت بتاتے ہیں لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اگر اس طرح ہو تو پھر امام اعظم اور صاحبین اور کثیر احناف علماء اور صوفیاء اور صوبہ سرحد کے علماء و صلحاء اور عالمِ اسلام کے مقتدر علماء و صوفیاء اور حضرت قائدِ ملتِ اسلامیہ الشاہ احمد نورانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان تمام حضرات پر خوارج ہونے اور کافر ہونے کا فتویٰ لگتا ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری کے چار سو جید علماء پر خوارج ہونے کا الزام لگانا ہے جبکہ یہ بات ثابت ہے کہ مذکورہ بالا تمام علمائے کرام اور صوفیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحیح العقیدہ حنفی سُنی مسلمان تھے۔

اور مطلوب شرعی کو کسی مشابہت کی وجہ سے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ مثلاً عمامہ باندھنے، نماز پڑھنے، عصا پکڑنے، دعا کرنا، شلوار قمیص پہننا، ڈاڑھی رکھنا، اذکار و اوراد وغیرہ یہ تمام گمراہ فرقے بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام کام اسلام کے ہیں اور جو بھی مدعی اسلام ہو وہ یہ کام اختیار کر سکتا ہے۔ اصل اختلاف عقیدے کا اختلاف ہے کہ ان خوارج وہابی، رائیونڈی وغیرہ کے۔ کفریہ عقائد ہیں اور اہلِ سنت و جماعت کے مخالف ہیں۔ اور ہم الحمد للہ اہلِ سنت و جماعت کے صحیح اور مضبوط عقائد پر ہیں۔ اور اگر وہ لوگ مونچھیں مونڈواتے اور عمامہ باندھتے ہیں تو صرف مؤمنین کو دھوکہ دینے کے لئے لیکن ہم ان کی وجہ سے یہ اچھے اعمال ترک نہیں کر سکتے۔ اور ان کا عمل ہمارے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔

[1] (ھدایۃ الابرار، صفحہ:۲۷)

[2] (طحاوی، الدعامۃ، محیط، ھندیہ، عینی، بحوالۂ: رحمت بیان: جلد: ۱: صفحہ: ۳۵۲)

(۱) باب نمبر ایک:الكواكب في حلق الشوارب

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذِ ابۡتَلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ۔ (البقرہ ۱۲۴)

اور یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں۔

عن ابن عباس فی قوله عزوجل:(وَ اِذِ ابۡتَلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ)،قال :ابتلاه الله بالطهارة خمس فی الرأس، و خمس فی الجسد،وفی الرأس: قص الشارب و المضمضة و الاستنشاق و السواک و،وفی الجسد: تقليم الأظفار و حلق العانة و الختان و نتف الابط و غسل مكان الغائط و البول بالماء۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے :وَاِذِ ابۡتَلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ۔ کے قول کے تحت روایت ہے کہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کا جسم کی صفائی کے بارے میں امتحان لیا۔پانچ کا تعلق سر سے ہے اور پانچ کا تعلق پورے جسم سے ہے۔

سر میں یہ پانچ چیزیں ہیں:

(۱) مونچھوں کو (جڑ سے) کاٹنا

(۲) کلی کرنا

(۳) ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا

(۴) مسواک کرنا

(۵) سر کی مانگ نکالنا۔

اور جسم میں پانچ چیزیں یہ ہیں:

(۱) ناخن کاٹنا

(۲) زیرِ ناف بال مونڈنا

(۳) ختنہ کرنا

(۴) بغلوں کے بال نوچنا

(۵) پاخانہ اور پیشاب کی جگہ کو پانی کے ساتھ دھونا۔ (یعنی پانی سے استنجاء کرنا)[1]

کلی کرنا:

کلی کرنا وضو میں سنت اور غسل جنابت میں فرض ہے۔ بغیر اس کے غسل نہ ہوگا، لیکن کلی میں مبالغہ کرنا (غرغرہ کرنا) اور اگر روزہ نہ ہو تو مسنون ہے، نیز کلی داہنے ہاتھ سے کرنا چاہیئے کہ یہ بھی سنت ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی سنت:

عن مليح بن عبدالله الخطمي، عن ابيه، عن جده، قال: قال رسول الله ﷺ: خمس من سنن المرسلين: الحياء، والحلم، والحجامة، والسواک، والتعطر۔ (رواه البزاز (مجمع))

حضرت ملیح بن عبد اللہ خطمی اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: پانچ چیزیں رسولوں کی سنت ہیں: حیاء، بردباری، پچھنے لگوانا، اور مسواک کرنا اور عطر لگانا۔

عن أبي أيوب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أربع من سنن المرسلين: الحياء، والتعطر، والسواک، والنكاح".

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں: ختنہ کرنا، عطر لگانا، مسواک کرنا، نکاح کرنا۔[2]

عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله ﷺ: ثلث من اخلاق المرسلين: تعجيل الفطر، وتاخير السحور، والسواک، اخرجه الطبراني في معجمه، وابن ابی شيبة في مصنفه موقوفاً، والدارقطني رواه في الأفراد من حديث حذيفة مرفوعاً نحو حديث أبي الدرداء۔

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تین اعمال انبیائے کرام علی نبینا و علیہم السلام کی عادات و اخلاق میں سے ہیں:

۱۔ افطاری (کا وقت ہوتے ہی) جلدی

---

[1] (عبدالرزاق، عبدبن حميد، ابن جرير، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاكم، ج، ۲، ص، ۲۹۳، بیهقی فی السنن الكبرىٰ كتاب الطهارة باب السنة فی الاخذ من الاظفار والشارب، ج، ۱، ص، ۳۱۶، رقم: ۶۸۵، دارالحديث القاهرة، تفسيرطبرى، زير آيت هذا، ج، ۱، ص، ۵۹۹، و تفسير درمنثور، ج، ۱، ص، ۳۰۱، ضياء القرآن پبلی كيشنز لاهور، كراچی، حاشيه الجمل على الجلالين، ج، ۱، ص، ۱۵۳، مكتبه رشيديه كوئٹه، تفسير ابن كثير، ج، ۱، ص، ۱۷۶، مير محمد كتب خانه كراچی)

[2] (ضعيف المشكاة 382، الارواء 75، الرد على الكتاني ص 12 (ضعيف الجامع الصغير وزيادته 760، سنن الترمذی ج ۳ ص ۸۰، رواه احمد و الترمذی)

۲۔ سحری کو آخری وقت میں کرنا

۳۔ مسواک کرنا۔(البنایۃ)

معلوم ہوا مسواک میں جہاں اور بہت سی خوبیاں ہیں وہاں ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی سنت اوران کی عادات میں سے ہے۔جو لوگ مسواک استعمال کرتے ہیں وہ بڑے خوش قسمت ہیں کہ مسواک کے اور منافع کے ساتھ ساتھ انبیاء علیہم السلام کی اس سنت کا ثواب بھی حاصل کر لیتے ہیں۔اور جو لوگ اپنی سستی اور غفلت کی وجہ سے مسواک نہیں کرتے وہ بڑے ہی نقصان اور خسارے میں ہیں کہ دیگر منافع کے ساتھ ساتھ انبیاء علیہم السلام کی اس سنت عظمیٰ کے ثواب سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔

علامہ ابن اسماعیل فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جو مسواک جیسی اہم سنت کو ترک کر دیتے ہیں، جس کے بارے میں بہت سی احادیث حضور ﷺ سے منقول ہیں جن میں اس کے فضائل کو بیان کیا گیا ہے۔یادرکھو مسواک کا چھوڑنا بڑا ہی خسارہ اور نقصان ہے۔

طہارت کی اقسام:

عَن أَبِي الدَّرْدَاءِ، رَضِيَ اللہُ عَنهُ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللہُ عَلَيهِ وَسَلَّم: الطَّهَارَاتُ أَرْبَعٌ قَصُّ الشَّارِبِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَتَقْلِيمُ الأَظْفَارِ وَالسِّوَاکُ۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ طہارت (کی) چار (قسمیں) ہیں: مونچھیں کاٹنا، موئے زیر ناف مونڈنا، ناخن کاٹنا اور مسواک استعمال کرنا۔[1]

فائدہ:

پاکی کی صرف یہی چار قسمیں نہیں، بلکہ بہت سی قسمیں ہیں، جو کتب فقہ میں اپنے مقام پر تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہیں ،لیکن حضور اقدس ﷺ نے یہاں صرف ان مذکورہ بالا چار قسموں کو خصوصیت کے ساتھ ذکر فرما کر ان کی اہمیت اور فضیلت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

[1] (المسند البزار/البحر الزخار، الجزء ۱۰ ص ۸۰)

حق تعالیٰ کی خوشنودی:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "عَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ، فَإِنَّهُ مَطْيَبَةٌ لِلْفَمِ، وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسواک کا استعمال اپنے لیے لازم کر لو۔ کیوں کہ اس میں منہ کی پاکیزگی اور حق تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔[1]

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ انسان کے اعضاء میں منہ کا عضو ایک امتیازی مقام وشان رکھتا ہے، اور عادتاً جسم کو غذا اور ایندھن فراہم کرنے کیلئے منہ ہی ذریعہ اور واسطہ بنتا ہے۔ اور دوسرے سے گفتگو اور کلام کرنے بلکہ اللہ تعالیٰ سے (ذکر و تلاوت وغیرہ کی شکل میں) ہمکلامی اور مناجات کیلئے بھی عموماً منہ ہی استعمال ہوتا ہے، اور سانس کی آمد ورفت کی شکل میں زندگی کا چراغ روشن رہنے کیلئے بھی منہ ہی واسطہ بنتا ہے۔

اس لئے اس اہم اور کثیر الاستعمال عضو کی نظافت کو حاصل وباقی رکھنے کیلئے زیادہ صفائی درکار تھی، اس لئے شریعت کی طرف سے مسواک کی شکل میں ایک عمدہ اور جامع نظام فراہم کر دیا گیا۔ اور رات دن میں کم از کم پانچ مرتبہ ہر نماز کیلئے وضو کرتے وقت مسواک کی تعلیم دی گئی، اور تبدیلیٔ احوال کے موقع پر بھی اس کو سنت قرار دیا گیا، اور اس پر عظیم الشان فضائل بتلائے گئے ہیں۔

چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

استاکوا وتنظفوا۔

مسواک کرو، اور نظافت وصفائی حاصل کرو۔[1]

---

[1] (وأخرجه البيهقي في "الشعب" (11074) من طريق محمد بن جعفر الطالقاني، عن عقيل، به. ومحمد بن جعفر لم نقع له على ترجمة، وأخرجه ابن ماجه (3172) من طريق ابن لهيعة، عن قرة بن عبد الرحمن بن حيويل المعافري، عن الزهري، به، وأخرجه البيهقي في "السنن" 280/9 من طريق ابن وهب، عن قرة بن عبد الرحمن المعافري، عن الزهري، أن عبد الله بن عمر، به، مرفوعاً. وهذا إسناد منقطع. قال أبو حاتم في "العلل" 45/2: هو الصحيح، وأخرجه ابن ماجه (3172) من طريق عبد الله بن لهيعة، عن يزيد بن أبي حبيب، عن سالم، به، مثله. وهو إسناد ضعيف أيضاً لضعف ابن لهيعة، والحديثُ الصحيح في هذا الباب حديثُ شداد بنِ أوس عند مسلم (1955) (57)، ولفظه: "إن الله كتب الإحسان على كل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة، وإذا ذبحتم فأحسنوا الذبح، وليحدَّ أحدكم شفرته، فليُرح ذبيحته"، وسيرد 123/4، قوله: "بِحَدَ الشِّفار"، قال السندي: ضبط بكسر الشين، جمع شفرة، بمعنى السكين، وقوله: "وأن تُوارى"، أي: الشفار، أي: تُخفى، على بناء المفعول، وقوله: "فليجهز" من أَجْهَزَ، أي: ليسرع في الذبح. في: مرضاة، دون واو)

قال الهيثمی:رواه الطبرانی فی الأوسط،وفيه اسماعيل بن عمرو البجلی ضعفه أبو حاتم و الدارقطنی و ابن عدی،ووثقه ابن حبان و ابراهيم بن أورمة ذكره فأحسن الثناء عليه۔[2]

وقال بدر الدين العينی:وفی سنده اسماعيل بن عمرو،وثقه ابن حبان وضعفه الدارقطنی۔[3]

وقال المناوی: قال الهيثمی فيه اسماعيل بن عمرو البجلی ضعفه أبو حاتم و الدارقطنی و ابن عدی ووثقه ابن حبان اه۔وبه يعرف مافی رمز المصنف لحسنه الاأن يراد أنه حسن لغيره۔[4]

مسواک سے منہ کی صفائی تو ہوتی ہی ہے ،اسی کے ساتھ گلے،جبڑے اور دانتوں کی ورزش بھی ہو جاتی ہے۔اور ایک حدیث میں ہے کہ:

السواک مطهرة للفم،ومرضاة للرب۔

مسواک منہ کی صفائی اور رب تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے۔[5]

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

امرت بالسواک حتی خشيت ان يكتب علی۔

مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مسواک کا اتنا زیادہ حکم دیا گیا، کہ مجھے اپنے اوپر اس کے فرض ہو جانے کا خوف ہونے لگا۔[6]

اور ایک موقع پر کچھ لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

حَدِيثُ تَمَّامِ[7] بْنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبه،رقم الحديث:۱۸۱۷، كتاب الطهارة، باب فی أی ساعة يستحب السواک؟المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث:۲۴۴۷،عن سليمان بن سعد)

[2] (مجمع الزوائد،ج۲ص ۲۴۱،۲۴۰)

[3] (عمدة القاری،ج۷،ص ۱۳)

[4] (فيض القدير للمناوی،تحت رقم الحديث ۲۶۷ ۹)

[5] (بخاری، كتاب الصوم،باب سواک الرطب واليابس للصائم،دار طوق النجاة،بيروت،نسائی،رقم الحديث ۵،مسند احمد،رقم الحديث ۲۴۳۳۲،عن عائشة،ابن ماجة،رقم الحديث ۲۸۹،عن ابی امامة)

[6] (مسند احمد:رقم الحديث :۱۶۰۰۷، عن واثلة بن الاسقع،مؤسسة الرسالة،بيروت۔قال الهيثمی:رواه احمد والطبرانی فی الكبير،وفيه:ليث بن أبی سليم وهو ثقة مدلس وقد عنعنه (مجمع الزوائد،ج۲ص ۹۸)وفی حاشية مسند احمد:حديث حسن لغيره،وهذا اسناد ضعيف لضعف ليث:وهو ابن ابی سليم،وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين۔وقال الالبانی:قلت:وهذا اسناد حسن فی الشواهد رجاله كلهم ثقات غير ليث وهو ابن أبی سليم، وهو ضعيف لاختلاطه(السلسلة ضعيفة،تحت رقم الحديث ۱۵۵۶)

[7] هو أصغر ولد العباس، وكانوا عشرة، وهو شقيق كثير بنِ العباس، وكان العباس يحمله ويقول:تموا بتمَّام فصاروا عشره يارب فاجعلهم كراما برره واجعل لهم ذِكراً وانمِ الثمره وقال أبو عمر بن عبد البر:وكل بني العباس لهم رؤية، وللفضل ولعبد الله رواية ورؤية.وقد تاب تمام هذا على المدينة من جهة ابن عمه علي، ثم عزله بأبي أيوب الأنصاري، ومات زمن المنصور.("جامع المسانيد"1/الورقة163، وانظر "سير أعلام النبلاء"443/3)

(١) باب نمبر ایک:الکواکب في حلق الشوارب

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُمَرَ أَبُو الْمُنْذِرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الزَّرَّادِ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ تَمَّامِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَوِ أُتِيَ - فَقَالَ: "مَا لِي أَرَاكُمْ تَأْتُونِي قُلْحًا، اسْتَاكُوا، لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي، لَفَرَضْتُ عَلَيْهِمُ السِّوَاكَ كَمَا فَرَضْتُ عَلَيْهِمُ الْوُضُوءَ"۔

”یہ کیابات ہے کہ میں تمہیں پیلے دانتوں کی حالت میں آتا ہوا دیکھ رہا ہوں، تم مسواک کیا کرو، اور اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑجانے کا خوف نہ ہوتا تو میں (بحکم الہی) ان پر مسواک کو فرض قرار دے دیتا، جس طرح سے ان پر وضو کو فرض قرار دیا۔“[1]

اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

مُحَمَّدٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ، عَنْ تَمَّامٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: مَا لِي أَرَاكُمْ تَدْخُلُونَ عَلَيَّ قُلْحًا اسْتَاكُوا، وَلَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي، لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يَسْتَاكُوا عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ» قَالَ مُحَمَّدٌ: وَالسِّوَاكُ عِنْدَنَا مِنَ السُّنَّةِ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُتْرَكَ۔

”یہ کیابات ہے کہ میں تمہیں پیلے دانتوں کی حالت میں آتا ہوا دیکھ رہا ہوں، تم مسواک کیا کرو، اور اگر مجھے اپنی امت کے مشقت میں پڑجانے کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارے ہاں مسواک کرنا سنت ہے لہذا اس کو ترک کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے دانتوں کو صاف نہ کرنے پر سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ سے رات کو سونے سے پہلے ، سوکر اٹھنے بعد، کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد اور دیگر مختلف اوقات میں مسواک کرنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَانَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ بَدَأَ بِالسِّوَاكِ۔

نبی ﷺ گھر میں داخل ہوتے وقت سب سے پہلے مسواک فرماتے تھے۔[2]

إسناده ضعيف، أبو علي الزراد - واسمه الصيقل - قال أبو علي بن السكن وغيره: مجهول، قال الحافظ في "لسان الميزان" 83/7: ورواية الثوري عنه في مسند۔

[1] (مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۴)

[2] (مسلم، باب سواک، ج ا ص ۲۲۰)

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ۔

نبی ﷺ جب رات کو تہجد کیلئے اٹھتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف فرمایا کرتے تھے۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

حَدَّثَنَا أَبُو الْعَلَاءِ الْحَسَنُ بْنُ سَوَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ - إِنْ كَانَ قَالَهُ - " لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ الْوُضُوءِ"، وقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَقَدْ كُنْتُ أَسْتَنُّ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ، وَبَعْدَمَا أَسْتَيْقِظُ، وَقَبْلَ مَا آكُلُ، وَبَعْدَمَا آكُلُ حِينَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا قَالَ۔

میں سونے سے پہلے اور سو کر اٹھنے کے بعد؛اور کھانے سے پہلے؛اور کھانے سے فارغ ہو کر مسواک کرتا ہوں،جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں آپ کا ارشاد سنا کہ اگر مجھے اپنی امت پر مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کو ہر وضو میں مسواک کا حکم دیتا۔[2]

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: " دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْتَنُّ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلَى لِسَانِهِ وَهُوَ يَقُولُ: عَأْعَأْ"۔

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا،اور اس وقت آپ ﷺ مسواک فرما رہے تھے اور مسواک کا کنارہ آپ کی زبان پر تھا،اور آپ ﷺ عاعا کی آواز نکال رہے تھے"۔[3]

---

[1] (صحیح البخاری، باب طول القیام فی صلاۃ اللیل، ج ۲ ص ۵۱)

[2] (مسند احمد الرسالۃ باب مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ج ۵ ص ۱۰۴، حديث صحيح، وهذا إسناد قوي، الحسن بن سوار صدوق لا بأس به، ومن فوقه ثقات من رجال الشيخين. الليث: هو ابن سعد، وخالد بن يزيد: هو الجمحي المصري. وانظر (7339). قوله: "إن كان قاله"، قال السندي: لتحقيق أنه قاله وتقريره وتأكيد على أن "إنْ" مخففة من الثقيلة، وحَذْف اللام بعدها جائز وارد في كلام العرب كما صرح به بعض أهل التحقيق، وإن كان ظاهر كلام النحاة خلافه)

[3] (صحیح، سنن النسائی رقم الحدیث ۳، ج ۱ ص ۹)

اسی قسم کی حدیث حضرت بردہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلاَنَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ «يَسْتَنُّ بِسِوَاكٍ بِيَدِهِ يَقُولُ أُعْ أُعْ، وَالسِّوَاكُ فِي فِيهِ، كَأَنَّهُ يَتَهَوَّعُ».

حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت حاضر ہوا تو میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اع اع کر رہے تھے جبکہ مسواک آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے دہن ﴿منہ﴾ مبارک میں تھا کیونکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الٹی کر رہے تھے۔[1]

(يستن) بذلك أسنانه بالسواك أو غيره. (يقول أع أع) حكاية لصوته أثناء الاستياك، (يتهوع) يتقيأ.

مطلب یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مسواک سے زبان مبارک کو بھی اہتمام کے ساتھ صاف فرما رہے تھے، اور اس کی وجہ سے مخصوص آواز پیدا ہو رہی تھی۔

اس کے علاوہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا مسواک کا دوسروں کو ہدیہ فرمانا بھی احادیث سے ثابت ہے۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَائِلَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ، قَالَ، ثنا شَبَابٌ الْعُصْفُرِيُّ، ثنا عَوْنُ بْنُ كَهْمَسٍ، ثنا دَاوُدُ بْنُ الْمُسَاوِرِ، عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ هَمَّامٍ، عَنْ أَبِي خَيْرَةَ الصَّبَاحِيِّ، قَالَ، كُنْتُ فِي الْوَفْدِ الَّذِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَزَوَّدَنَا الْأَرَاكَ نَسْتَاكُ بِهِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، عِنْدَنَا الْجَرِيدُ وَلَكِنَّا نَقْبَلُ كَرَامَتَكَ وَعَطِيَّتَكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ الْقَيْسِ إِذْ أَسْلَمُوا طَائِعِينَ غَيْرَ مُكْرَهِينَ إِذْ قَعَدَ قَوْمِي لَمْ يُسْلِمُوا إِلَّا خَزَايَا مَوْتُورِينَ.

حضرت ابوخیرہ صباحی فرماتے ہیں کہ میں عبدالقیس قبیلے کے اس وفد میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہمیں پیلو ﴿پودے کی ایک ٹہنی یا شاخ﴾ عطا فرمائی کہ اس سے ہم مسواک کریں۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمارے ہاں یہ ٹہنیاں بہت زیادہ ہیں لیکن ہم آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سخاوت اور عطیہ کی بناء پر ﴿تبرک سمجھتے ہوئے﴾ قبول کرتے ہیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا یا اللہ عبدالقیس کی مغفرت فرما کیونکہ بلاجبر واکراہ خود مطیع اور فرمانبردار بن کر آئے ہیں جبکہ میری قوم نے اس وقت اسلام قبول کیا جب وہ مجبور ورسوا ہو گئے تھے۔[2]

منہ اور دانتوں کی صفائی سے جہاں ایک طرف دانت ستھرے رہتے ہیں اور خوبصورتی اور دوسروں کی کشش کا باعث ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ کیڑا لگنے سے اور میل کچیل سے محفوظ ہو کر ایک لمبی مدت تک پائیدار اور مضبوط ہو جاتے ہیں، اس

[1] (بخاری رقم الحدیث ۲۴۴، کتاب الوضوء، باب السواک، دار طوق النجاۃ، بیروت وأخرجه مسلم في الطهارة باب السواك رقم254)

[2] (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۹۲۴)

کے علاوہ کئی بیماریوں سے بھی حفاظت رہتی ہے۔اگر منہ گندہ ہو تو غذا منہ سے گندگی (خوراک کے سڑے ہوئے ذرات وغیرہ) کولے کر معدہ میں جاتی ہے اور انسان طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔علماء نے مسواک کے بہت سے فائدے شمار کیے ہیں۔ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "منبہات" میں مسواک کے بیس فائدے ذکر کیے ہیں۔مصنف "نہر فائق" رحمۃ اللہ علیہ نے تیس سے کچھ اوپر منافع بتائے ہیں، جن میں سب سے ادنیٰ گندگی کا دور ہونا اور سب سے اعلیٰ موت کے وقت کلمۂ شہادت یاد دلاتی ہے اور موت کے علاوہ ہر بیماری کیلئے شفا ہے۔

"نہایت الامل" میں ہے کہ مسواک میں بہتّر فائدے ہیں۔جن میں سے ایک یہ ہے کہ موت کے وقت کلمۂ شہادت یاد آجاتا ہے۔اوراس کے بر خلاف حشیشہ (بھنگ) کھانے میں ستر نقصان ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ موت کے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "مراقی الفلاح" کے حاشیہ میں مسواک کے فوائد نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

من فضائله ماروى الأئمة عن علي وابن عباس وعطاء رضي الله تعالى عنهم أجمعين: عليكم بالسواك فلا تغفلوا عنه وأديموه فإن فيه رضا الرحمن وتضاعف صلاته إلى تسعة وتسعين ضعفا أو إلى أربعمائة ضعف وإدامته تورث السعة والغنى وتيسير الرزق ويطيب الفم ويشد اللثة ويسكن الصداع وعروق الرأس حتى لا يضرب عرق ساكن ولا يسكن عرق جاذب ويذهب وجع الرأس والبلغم ويقوي الأسنان ويجلو البصر ويصحح المعدة ويقوي البدن ويزيد الرجل فصاحة وحفظا وعقلا ويطهر القلب ويزيد في الحسنات ويفرح الملائكة وتصافحه لنور وجهه وتشيعه إذا خرج إلى الصلاة وتستغفر حملة العرش لفاعله إذا خرج من المسجد وتستغفر له الأنبياء والرسل والسواك مسخطة للشيطان مطردة له مصفاة للذهن مهضمة للطعام مكثرة للولد ويجيز على الصراط كالبرق الخاطف ويبطىء الشيب ويعطي الكتاب باليمين ويقوي البدن على طاعة الله عز وجل ويذهب الحرارة من الجسد ويذهب الوجع ويقوي الظهر ويذكر الشهادة ويسرع النزع ويبيض الأسنان ويطيب النكهة ويصفي الخلق ويجلو اللسان ويذكي الفطنة ويقطع الرطوبة ويحد البصر ويضاعف الأجر وينمي المال والأولاد ويعين على قضاء الحوائج ويوسع عليه في قبره ويؤنسه في لحده ويكتب له أجر من لم يستك في يومه ويفتح له أبواب الجنة وتقول له الملائكة هذا مقتد بالأنبياء يقفو آثارهم ويلتمس هديهم في كل يوم ويغلق عنه أبواب جهنم ولا يخرج من الدنيا إلا وهو طاهر مطهر ولا يأتيه ملك الموت عند قبض روحه إلا في الصورة التي يأتي فيها الأولياء وفي بعض العبارات الأنبياء ولا يخرج من الدنيا حتى يسقي شربة من حوض نبينا محمد صلى الله عليه وسلم وهو الرحيق المختوم وأعلى هذه أنه مطهرة للفم مرضاة للرب۔

مسواک کے وہ فضائل جن کو ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے حضرت علی، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین اور حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا، یہ ہیں، فرماتے ہیں کہ مسواک کو لازم کرلو، اس سے غافل نہ رہو، اس پر مداومت کرتے رہو، کیوں کہ اس میں حق تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور اس سے نماز کا ثواب ننانوے یا چار سو گنا بڑھ جاتا ہے، اور ہمیشہ مسواک کرنے سے کشادگی اور مالداری پیدا ہوتی ہے روزی آسان ہو جاتی ہے، منہ پاکیزہ اور مسوڑھے مضبوط کر دیتی ہے۔ درد سر کو اور سر کی تمام رگوں کو سکون ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ کوئی ساکن رگ حرکت نہیں کرتی اور نہ ہی کوئی حرکت کرنے والی رگ ساکن ہوتی ہے، بلغم کو دور کرتی ہے، دانتوں کو مضبوط بناتی ہے، بینائی کو صاف کرتی ہے، معدہ کو درست اور بدن کو قوی بناتی ہے، انسان کی فصاحت و حافظہ و عقل کو بڑھاتی ہے، دل کو پاک کرتی ہے، نیکیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے، ملائکہ خوش ہوتے ہیں، اور اس کے چہرے کے نور کی وجہ سے مصافحہ کرتے ہیں، اور جب وہ نماز کیلئے نکلتا ہے تو فرشتے اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں، اور جب وہ مسجد سے نکلتا ہے تو عرش کو اٹھانے والے فرشتے اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، اور انبیاء اور رسول اس کیلئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ مسواک شیطان کو ناراض کر دیتی ہے اور اس کو دھتکارتی ہے، ذہن کو صاف، کھانے کو ہضم کرتی ہے۔ بچوں کی پیدائش بڑھاتی ہے۔ پل صراط پر سے کوندنے والی بجلی کی طرح (بہت جلد) اتار دیتی ہے۔ بڑھاپے کو مؤخر کرتی ہے۔ نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دلاتی ہے۔ بدن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیلئے قوت دیتی ہے۔ اور حرارت کو بدن سے دور کرتی ہے۔ پیٹھ کو مضبوط بناتی ہے۔ کلمۂ شہادت یاد دلاتی ہے۔ حالت نزع کو بہت جلد ختم کرتی ہے۔ دانتوں کو سفید، منہ کو خوشبودار، حلق اور زبان کو صاف، سمجھ کو تیز کرتی ہے۔ رطوبت کیلئے قاطع ہے، نظر کو تیز اور حاجتوں کے پورا ہونے میں مدد کرتی ہے، قبر کو کشادہ بناتی ہے اور مردہ کیلئے غمخوار ہو جاتی ہے اور مسواک نہ کرنے والے کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ فرشتے اس کے بارے میں ہر دن کہتے ہیں کہ یہ (شخص) انبیاء کا اقتداء کرنے والا ہے، ان کے نشان قدم پر چلتا ہے، ان کی سیرت کا متلاشی ہے۔ اس کی طرف سے دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، مسواک کرنے والا شخص دنیا میں (گناہوں سے) پاک صاف ہو کر جاتا ہے اور موت کا فرشتہ روح نکالنے کیلئے اس کے پاس اس صورت میں آتا ہے جس صورت میں اولیاء کے پاس آتا ہے، بعض عبارات میں ہے کہ جس صورت میں انبیاء کے پاس آتا ہے اسی صورت میں آتا ہے۔ مسواک کرنے والا دنیا سے اس وقت تک نہیں جاتا جب تک کہ وہ حضور ﷺ

کے حوض سے شراب نہ پی لے اور وہ رحیق مختوم ہے۔(اوران سب فوائد سے) بڑھ کر یہ ہے کہ اس میں حق تعالیٰ کی رضا ہے اور منہ کی صفائی ہے۔[1]

استنشاق الماء:(یعنی ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا)

اور یہ کلی کی طرح ہے جس کا ذکر آرہاہے یہ دونوں وضو میں سنت ہیں اور غسل میں ہمارے نزدیک فرض ہیں اورامام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں غسل میں سنت ہیں اورامام احمد اور مالک رحمہمااللہ کی ایک روایت میں ان کا واجب ہونا مذکور ہے۔

سر کے بالوں میں مانگ نکالنے کے متعلق

جاننا چاہیئے ! سر کی ابتداء پیشانی کی جانب سے بال نکلنے کی جگہ سے ہوتی ہے اور اس میں اعتبار عام لوگوں کا ہے پس بعض لوگوں کی جو پیشانی پر ہی بال اگ آتے ہیں یہ جگہ سر کی حدود میں داخل نہیں بلکہ چہرے کی حد میں داخل ہے (کیونکہ یہ پیشانی کا حصہ ہے) اور ,,نزعتان،، اور ''صلع،، سر کے حدود میں داخل ہے۔(پیشانی کے حدود میں داخل نہیں) اس لئے وضو میں اس کو دھونے کی ضرورت نہیں، اور ,نزعتان،، سے مراد پیشانی کے وہ دونوں اطراف ہیں کہ سر کا حصہ ہونے کے باوجود بعض لوگوں کے ان دونوں اطراف میں بال نہیں ہوتے، پس بال نہ ہونے سے مغالطہ کھا کر ان اطراف کو پیشانی کا حصہ نہیں سمجھنا چاہیئے ۔اور ''صلع،، سے مراد پیشانی کے متصل سر کا بالکل ابتدائی حصہ ہے، بعض لوگوں کے اس حصہ پر بال نہیں ہوتے جس سے اس کے پیشانی کا حصہ ہونے کا گمان ہوتا ہے۔

لیکن شرعاًاس کو سر ہی کا حصہ شمار کیاجائے گا،اس لئے وضو میں اس کو چہرہ دھونے کے ساتھ نہیں دھویاجائے گا۔''نزعتان،، کی اس ہیئت کو اہل عرب پسند کرتے ہیں۔ اور لغت کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ جس مرد کی پیشانی کے دونوں جانب بال نہ ہوں اس کو ''انزع'' اور جو عورت ایسی ہو اس کو ''زعرا'' کہتے ہیں (حالانکہ ازروئے قاعدہ اس کو ''نزعا'' کہنا چاہیئے) پس نزعتان نزع سے ماخوذ ہے یعنی الگ ہونا گویا کہ بال اس جگہ سے ہٹ گئے۔

[1] (الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، باب فصل فی سنن الوضوء، ج ۱ ص ۲۹)

اور تہذیب میں یہ بھی مذکور ہے:

النزعتان من الرأس عندنا وعند جماهیر العلماء واستحب الشافعی واصحابه غسلهما مع الوجه للخروج من خلاف من قال هما من الوجه۔

ترجمہ: "نزعتان سر کا حصہ ہیں ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک۔ اور امام شافعی رحمھم اللہ اور ان کے اصحاب نے چہرے کے ساتھ اس کا دھونا مستحب قرار دیا ہے تاکہ جن لوگوں نے اس کو چہرے کا حصہ سمجھا ہے، احتیاطاً ان کے قول پر بھی عمل ہو جائے"۔[1]

اور "صلع" سے مراد پیشانی کے متصل سر کے سامنے کے حصہ پر بال نہ ہونا ہے جیسا کہ بعض لوگوں میں ایسا ہوتا ہے، بالوں سے خالی سر کا یہ حصہ "صلع" کہلاتا ہے۔

"اصلع" صلعاء مثل احمر، حمراء اس کے صیغہائے صفت ہیں۔

اور آنکھ اور کان کے درمیان رخسار کی ابھری ہوئی ہڈی کی بالائی جانب کا حصہ جس کو صدغ کہتے ہیں یہ سر کا حصہ ہے۔ جس کی دلیل عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ تلقین ہے جو انہوں نے نائی کو کی تھی:

"ابلغ العظمین فانهما منتهی اللحیة"۔

ترجمہ: سر کے بال کنپٹی کی دونوں ہڈیوں تک مونڈ ڈالو! اس لئے کہ وہاں تک داڑھی کی حد ہے۔

اور ان دونوں ہڈیوں کو عربی میں "فنبکین" بھی کہتے ہیں جیسا کہ صاحب نہایہ نے حدیث کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

"امرنی جبرئیل ان اتعاهد فنبکی"۔

ترجمہ: "جبرائیل علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فنیکین کی رعایت رکھوں"۔[2]

اور گدی کی جانب سر کی حد گردن تک ہے لیکن گردن سر کی حد سے خارج ہے اس لئے گردن کا مسح سر کے مسح میں داخل نہیں۔ البتہ موضع تحذیف یعنی وہ حصہ جو "صدغ" (کنپٹی) اور "نزعتان" (پیشانی کے اطراف) کے درمیان ہے جس پر ہلکے ہلکے بال ہوتے ہیں اس کے متعلق اختلاف ہے۔[3]

---

1 (تہذیب الاسماء للنووی واللغات ج۴ ص ۲۴۶)

2 (کنز العمال ج ۹ ص ۳۰۲ حدیث نمبر ۲۶۱۰۵)

3 (تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج، باب الوضوء، ج ۲ ص ۳۷۳)

ابن سریج کے بقول یہ حصہ چہرے میں شامل ہے کیونکہ چہرے کی رنگ (سپیدی) اس حصہ میں نمایاں ہے، اس وجہ سے شرفاءگھرانوں میں اس حصہ پر اگنے والے بالوں کو دور کیا جاتا ہے۔اوراس جگہ کو موضع تحذیف کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس جگہ کے بالوں کو دور کیا جاتا ہے۔

''کتاب البرکہ'' میں لکھا ہے:

قدتعودالناس التحذیف ولابأس به قال الغزالی وھوالقدرالذی اذاوضع الخیط علی رأس الاذن والطرف الثانی علی الجبین وقع فی جانب الجبھة ولیس من القزع فی شئ۔

ترجمہ: لوگوں کی عادت موضع تحذیف سے بال دور کرنے کی ہے اوراس میں کوئی حرج نہیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تحذیف وہ جگہ ہے کہ اگر دھاگے کاایک کنارہ کان کے سرے پر رکھاجائے اور دوسرا سرا پیشانی پر رکھاجائے توپیشانی کی جانب کامقام موضع تحذیف ہے اور یہ عمل (موضع تحذیف سے بال صاف کرنا) قزع میں داخل نہیں ہے۔

ابواسحاق اوراس کے متبعین کے نزدیک یہ بال سر کے بالوں کے متصل ہونے کی بناءپر اسی کے حکم میں ہیں:

وھوالموافق لنص الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ والاول اظھر والثانی اشھر۔

ترجمہ: یہ قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے موافق ہے اورپہلا قول ظاہر کے زیادہ مناسب ہے جبکہ زیادہ مشہوردوسرا قول ہے۔[1]

اورامام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح منہاج،، میں فرمایاہے:صحح الجمھوران موضع التحذیف من الرأس۔،،

ترجمہ: جمہورنے اس قول کو صحیح قرار دیاہے کہ موضع تحذیف سر کا حصہ ہے۔،،

''لِاِتِّصَالِ شَعْرِہٖ بِشَعْرِ الرَّأسِ وَنَقَلَ الرَّافِعِیُّ فِیْ شَرْحَیْہِ تَرْجِیْحَہٗ عَنِ الْاَکْثَرِیْنَ''

ترجمہ: ''بوجہ ان بالوں کے سر کے بالوں کے ساتھ متصل ہونے کے اور رافعی نے اپنے دونوں شرحوں میں اکثراہلِ علم سے اسی کی ترجیح نقل کی ہے۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ مواضعِ مذکورہ سر کی حد میں داخل ہیں پس ان جگہوں کے بالوں کو بھی سر کے بالوں کا حکم حاصل ہے یعنی سر منڈانے کے ساتھ ان کو منڈایاجائے ورنہ نہیں۔

---

[1] (کذافی فتح العزیزشرح الوجیزللرافعی، ج ۱ ص ۳۹۹)

(۱) باب نمبر ایک: الکواکب فی حلق الشوارب

مسئلہ: مردوں کیلئے پورے سر کے بال رکھنا مسنون ہے اوران کو منڈانا جائز (مباح) ہے۔اور نبی کریم ﷺ سے حج وعمرہ کے علاوہ سر منڈانا ثابت نہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی طرز عمل اور معمول اسی کے مطابق تھا۔البتہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سر کے بال منڈاتے تھے۔

مواہب میں مذکور ہے:

ولم یروأنه-صلی الله علیه وسلم-حلق رأسه الشریف فی غیر نسک حج أو عمرة فیما علمته، فتبقیة الشعر فی الرأس سنة ومنکرها مع علمه یجب تأدیبه، ومن لم یستطع التبقیة فیباح له إزالته۔

ترجمہ: نبی ﷺ سے حج وعمرہ کے علاوہ جہاں تک مجھے معلوم ہے سر منڈوانا مروی نہیں، پس سر پر بال چھوڑنا سنت ہے اور جاننے کے باوجود اس کی سنیت کا منکر لائق تعزیر ہے اور جو شخص بال رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کیلئے بال نہ رکھنا جائز ہے۔[1]

اور جو کوئی بالوں کی نگہداشت (تیل، کنگھی وغیرہ) پر قادر ہو تب بھی اس کیلئے سر منڈانا مباح ہے۔ اسی طرح "روضہ" اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی "مجموع" میں یہ روایت مذکور ہے۔

اور ابن قیم نے بھی زادالمعاد باب تنبیہات میں نقل کیا ہے:

لم یحلق صلی الله علیه وسلم رأسه الشریف إلا أربع مرات.

ترجمہ: "نبی ﷺ نے صرف چار مرتبہ سر مبارک منڈوایا"۔[2]

قَدُومَاتٌ أَرْبَعَةٌ: بِمَكَّةَ عُمْرَةُ الْقَضَاءِ، وَفَتْحُ مَكَّةَ، وَعُمْرَةُ الْجِعْرَانَةِ، وَحَجَّةُ الْوَدَاعِ۔

ترجمہ: عمرۂ قضاء میں، فتح مکہ کے موقع پر، عمرۂ جعرانہ میں اور حجۃ الوداع کے موقع پر کہ ان ہی چار مواقع پر ہجرت کے بعد نبی کریم ﷺ کو مکہ معظمہ میں حاضری کے مواقع میسر آئے۔[3]

---

[1] (المواهب اللدنیه فی منح المحمدیه، الفصل الاول فی کمال خلقته وجمال صورته ﷺ ج ۲ ص ۸۰، منتهی السؤل علی وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ، الفصل الثالث فی صفة شعره ﷺ ج ۱ ص ۳۴۲)

[2] (زادالمعاد باب تنبیهات ج ۲ ص ۱۸)

[3] (مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح، باب الترجل، ج ۷ ص ۲۸۲۵)

اور نیز ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح مشکوۃ **باب ترجل** میں حدیث **احلقوا کلہ او اترکوا کلہ** کے ذیل میں فرمایا ہے:

فی الحدیث اشارۃ الی ان الحلق فی غیر الحج و العمرۃ جائز و ان الرجل مخیر بین الحلق و ترکہ لکن الافضل ان لا یحلق الا فی غیر احد النسکین کما کان ﷺ یفعلہ و اصحابہ و انفرد منھم علی کرم اللہ وجھہ۔

ترجمہ: اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حج و عمرہ کے علاوہ بھی سر منڈانا جائز ہے اور آدمی کو سر منڈانے اور بال رکھنے میں اختیار ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ حج و عمرہ کے علاوہ سر نہ منڈائے جیسا کہ نبی علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دستور تھا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس معاملے میں منفرد تھے "(کیونکہ آپ ہر جمعہ کے دن سر منڈاتے تھے)۔

عینی شرح بخاری میں ہے:

ادعیٰ ابن عبدالبرّ الاجماع علی اباحۃ حلق الجمیع و ھو روایۃ عن احمد۔

یعنی ابن عبدالبر نے پورے سر کے بال منڈانے کی اباحت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔[1]

اور محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صراط مستقیم میں فرمایا ہے کہ سر کے بال منڈانا مرد حضرات کے لئے بالاتفاق جائز ہے اور جو لوگ بالوں کو تیل لگانے اور درست رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں ان کے لئے (سنت کے مطابق) بال رکھنا افضل ہے۔

اور مدارج النبوۃ میں ہے کہ سر کے بال (سنت کے مطابق) رکھنا سنت ہے اور قدیم عرب کی یہی عادت تھی لیکن تیل کنگھی کے ذریعہ بالوں کی نگہداشت رکھنی چاہیئے، اوراب تو عام و خاص اکثر لوگوں میں بال منڈانے ہی کا رواج ہے خصوصا مشائخ، صوفیاء اور درویش صفت لوگ (مولف کی مراد اس سے اپنے زمانہ کے اہلِ ہند ہیں)۔بظاہر اس کی وجہ بالوں کی نگہداشت سے ان کی عدیم الفرصتی ہے۔

---

[1] (عمدۃالقاری ج ۲۲ باب القزع)

(۱) باب نمبر ایک:الکوا کب في حلق الشوارب

سر کے بالوں کی نظافت

سر کے بالوں کے بارے میں شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ ان کی صفائی ستھرائی کا خاص اہتمام کیا جائے، رسول اللہ ﷺ بالوں میں کنگھا فرمایا کرتے تھے اور تیل کا استعمال بھی فرمایا کرتے تھے۔

اس عمل سے بالوں کا گرد وغبار اور میل کچیل دور ہو جاتا ہے اور بالوں میں جوئیں پڑنے سے بھی حفاظت رہتی ہے۔

اور اگر کوئی مرد سر پر بال رکھے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرے اور اگر یہ نہ کر سکے تو پھر بالوں کو منڈوا دے۔

وعن ابی ھریرۃ أن رسول اللہ ﷺ قال من کان لہ شعر: بفتح العین ویسکن, والظاھر أن المراد بہ شعر الرأس (فلیکرمہ): أی فلیزینہ ولینظفہ بالغسل والتدھین ولا یترکہ متفرقا، فان النظافۃ وحسن المنظر محبوب۔

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق کے ساتھ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے بال ہوں عین کے فتح کیساتھ، اس سے مراد سر کے بال ہیں، بس اس کی عزت کرو یعنی اسے مزین رکھو، اسے صاف رکھو، دھونے کے ساتھ، تیل لگانے کے ساتھ اور اسے بکھرے ہوئے نہ چھوڑو کیونکہ صفائی اور خوبصورت دکھنا پسند کیا جاتا ہے۔[1]

من اتّخذ شعر افلیحسن الیہ او لیحلقہٗ۔

ترجمہ: جو بال رکھے تو اچھی طرح رکھے (دھوئے، تیل کنگھی وغیرہ کرے) ورنہ منڈا دے۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من کان لہ شعر فلیکرمہ۔

ترجمہ: جس کے بال ہوں تو اسے چاہیئے کہ ان کا اکرام کرے۔[3]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

ان النبی ﷺ قال: من اتخذ شعر افلیکرمہ۔

یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو بال رکھے تو ان کا اکرام کرے۔[1]

---

[1] (رواہ أبو داود) مرقاۃ المفاتیح، ج۷ ص۲۸۲۷، کتاب اللباس، باب الترجل)

[2] (رواہ الطبرانی فی الاوسط، حدیث ۸۰۴۰، ج۹ ص۱۳۳، وفی مجمع الزوائد، باب ماجاء فی الشارب)

[3] (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۴۱۶۳، کتاب الترجل، باب فی اصلاح الشعر، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، واللفظ لہ المعجم الأوسط للطبرانی، رقم ۸۴۸۵، شعب الایمان للبیھقی رقم ۶۰۳۶، مشکل الآثار للطحاوی، رقم ۳۳۶۵)

(۱) باب نمبر ایک: الکوا کب فی حلق الشوارب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان لابی قتادۃ جمۃ فسأل النبی ﷺ فیھا؟ فقال: اکرمھا وادھنھا۔

یعنی حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے جمہ (کندھوں تک) بال تھے، انہوں نے اس بارے میں نبی ﷺ سے سوال کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان کا اکرام کیجئے اور ان میں تیل لگایئے۔[2]

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سمعت النبی ﷺ یقول: من ربی منکم شعرا فلیکرمه، قیل: یا رسول اللّٰہ، وما کرامته؟ قال: یدھنه، ویمشطہ کل یوم۔

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ تم میں سے جو بال رکھے تو اسے چاہیئے کہ ان کا اکرام کرے، رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ بالوں کا اکرام کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں روزانہ تیل لگائے اور کنگھی کرے۔[3]

سر منڈانے کو معمول بنانا سنت ہے اس لئے کہ یہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی تقریری سنت کے قبیل سے ہے اور پھر خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سر منڈانے پر مواظبت (ہمیشگی) بھی تنہا سنت ہونے کے لئے کافی ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے ہیں۔

اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔

ترجمہ: میرے اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو۔[4]

فتاویٰ عالمگیری میں روضہ زندویسی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

و ان السنۃ فی شعر الرأس اما الفرق و اما الحلق و ذکر الطحطاویؒ الحلق سنۃ و نسب ذالک الی العلماء الثلاثۃ۔

---

1 (ج ۱ ص ۱۵۹، دار ابن الجوزی، السعودیۃ/الریاض، واللفظ لہ، الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۳ ص ۴۱۴، الترغیب والترھیب لقوام السنۃ، رقم الحدیث ۲۰۳، اخبار اصبھان، رقم الحدیث ۱۷۳۹)

2 (رقم ۶۱۷، در الحرمین، القاھرۃ، واللفظ لہ؛ شعب الایمان للبیھقی، رقم ۶۰۴۱)

3 (ج ۱ ص ۲۶۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

4 (مشکوۃ المصابیح، باب الاعتصام بالسنۃ، ابن ماجہ ج ۱، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین)

ترجمہ: تحقیق سنت طریقہ سر کے بالوں کے حق میں یہ ہے کہ یا تو بال رکھ کر درمیان سے سیدنی مانگ نکالی جائے اور یا پھر سر منڈھایا جائے اور امام طحاوی نے سر منڈانے کو سنت کہا ہے اور یہ بات ائمہ ثلاثہ احناف کی طرف منسوب کی ہے (جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے)۔[1]

مسئلہ: مردوں کے لئے حج کے دوران مقررہ وقت پر بال کٹوانے کے بجائے منڈوانا افضل ہے، اگرچہ کٹوانا بھی جائز ہے:

مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ (الفتح ٢٧)

(اپنے سروں کے بال منڈانے والے اور کٹوانے والے ہیں۔

اور نبی علیہ السلام نے فرمایا:

اللھم ارحم المحلقین۔

اے اللہ تعالیٰ منڈوانے والوں پر رحم فرما۔

صحابہ کرام نے عرض کیا:

و المقصرین؟۔

(اور کٹوانے والے بھی؟)

تب بھی آپ ﷺ نے پہلا جملہ ہی ارشاد فرمایا یہاں تک کہ انہوں نے چوتھی بار "و المقصرین" کے ساتھ استفسار کیا تب آپ نے و المقصرین کہہ کر محلقین کے لئے رحم کی دعا میں ان کو شامل فرمایا: (ان الفاظ کے ساتھ: اللھم ارحم المحلقین و المقصرین)۔[2]

فتاویٰ عالمگیری میں شرح طحاوی سے نقل کیا ہے:

یحلق او یقصر و الحلق افضل۔

حلق کرے یا قصر کرے، لیکن حلق افضل ہے۔[3]

و حلق الکل افضل اقتداء بالنبی ﷺ۔

ترجمہ: پورے سر کو منڈانا افضل ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام (کے عمل) کی اتباع کی وجہ سے۔

---

[1] (فتاویٰ عالمگیری ج۵ کتاب الکراهیۃ، الباب التاسع عشر فی الختان الحصاء و حلق المراۃ شعرها و وصلها شعر غیرها)

[2] (بخاری، باب الحلق و التقصیر عند الاحلال، رقم ١٦١٢)

[3] (کتاب المناسک و فیہ سبعۃ عشر بابا، الباب الخامس فی کیفیۃ اداء الحج)

پس کہتا ہے بندہ عاجز فقیر سید احمد علی شاہ ترمذی سیفی کہ زلفیں رکھنا اور منڈوانا دونوں جائز ہیں۔

جیسا کہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

حلق الرأس مع الصدغین سنة۔

یعنی کنپٹی سمیت سر منڈوانا سنت ہے۔[1]

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

یستحِبّ حلق الرأس فی کل جمعة کذافی الغرائب۔

ہر جمعہ کو سر منڈوانا مستحب ہے۔[2]

فتاویٰ سلطانیہ میں لکھا ہے:

و لو حلقت المرأة رأسها فان فعلت لوجع اصابها فلا بأس به. فان فعلت تشبها بالرجل فهو مکروه۔

اگر کسی خاتون نے سر میں کسی بیماری کے سبب اپنا سر مونڈوایا تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر مردوں کے ساتھ تشبیہ کی وجہ سے ایسا کیا تو پھر مکروہ ہے۔[3]

وفی زین الحلم شرح عین العلم لملا علی قاری رحمه الله تعالیٰ :ویحلق رأس أی شعره ان اراد التنظیف و الاحتیاط فی الغسل کما اختارهٔ علی کرم الله وجهه حیث کان کثیر الاغتسال و قد سمع النبی ﷺ تحت کل شعرة جنابة و لذا قال و من ثم عادیت رأسی الی قوله و حیث قرّر علیه السلام فعل علی رضی الله عنه صار سنة ای حلق الرأس مع انه قال علیه السلام علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ کی عین العلم کی شرح زین الحلم میں ہے کہ غسل میں احتیاط یاصفائی کی وجہ سے اگر سر کا حلق کیا جائے تو جائز ہے جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سر مونڈوانے کو اختیار کیا تھا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ غسل فرمانے والے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ہر بال کے نیچے جنابت ﴿ ناپاکی ﴾ ہوتی ہے۔ اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے سر ﴿ کے بالوں ﴾ کے ساتھ دشمنی کرلی، اور جب

---

1 (خلاصۃ الفتاویٰ ص ۳۴۲، جلد ۴)

2 (فتاوی عالمگیری، ص ۳۵۷، ج ۵، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ)

3 (فتاویٰ سلطانی ص ۴۵۵)

(۱) باب نمبر ایک: الکواکب في حلق الشوارب

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فعل کو برقرار رکھا تو سر منڈوانا سنت قرار پایا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔[1]

وفی فصول العبادیة رجل قال لآخر حلق رأسک أو قلم أظافرک فان هذا سنة النبی ﷺ وقال ذالک الرجل لا أفعل وان کان سنة فهذا کفر لانه قال ذالک علی سبیل الانکار والرد۔ کذا فی سائر السنن خصوصا فی السنة هی معروفة وثبوتها بالتواتر کالسواک ونحوه۔ وفی الغرائب وروی محمد رحمه الله تعالیٰ عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ قال خطانی حجام فی سفر القبلة فی ثلاثة اشیاء اذا جلست لحلق الرأس قال لی استقبل القبلة فاستقبلت الیها فقدمت جانب یساری فقال لی قدم جانب یمینک فقدمت جانب یمینی فاذا فرغت اردت ان اخرج فقال دفن شعرک ثم اخرج فدفنت کان ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنه یقول للحلاق ابلغ العظمین فانهما منتهی اللحیة یعنی حدها ولذلک سمیت لحیة لان حدها اللحی۔

فصول العبادية میں ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ اپنا سر منڈواؤ یا اپنے ناخن کاٹو کیونکہ یہ آپ ﷺ کی سنت ہے اور دوسرا اس کے جواب میں کہے کہ میں ایسا نہیں کروں گا اگرچہ سنت ہے تو یہ قول کفریہ ہے ﴿یعنی یہ کلمہ کفر ہے﴾ کیونکہ اس نے جو جواب دیا یہ بطور انکار اور رد تھا۔ یہی حکم آپ ﷺ کی تمام سنن کے بارے میں ہے خاص کر ان سنن کے بارے میں کہ جو معروف ہو اور ان کا ثبوت تواتر سے ہو جیسے مسواک وغیرہ۔

غرائب میں ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سفر قبلہ ﴿حرم شریف﴾ میں حجام نے مجھے تین غلطیوں پر تنبیہ کی:

۱۔ جب میں سر مونڈوانے کیلئے بیٹھا تو حجام نے کہا کہ قبلہ رو ہو جاؤ تو میں قبلہ رو ہو گیا۔

۲۔ میں نے حجام کی طرف سر مونڈوانے کیلئے بائیں طرف کو آگے کیا تو اس نے کہا کہ پہلے دائیں طرف کا حلق ہو گا تو میں نے دائیں طرف آگے کر دی۔

۳۔ جب میں فارغ ہوا اور باہر جانے لگا تو حجام نے کہا اپنے بال دفن کر دو پھر نکلو تو میں نے بال دفن کر دیئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حجام سے فرمایا سر مونڈتے ہوئے بڑی ہڈیوں تک پہنچو کہ یہ داڑھی کی انتہاء ہے اور اس لئے داڑھی کو لحیہ کہتے ہیں کہ یہ داڑھ کی انتہاء تک ہوتی ہے۔[2]

---

[1] (بحوالۂ ھدایہ الابرار ص ۳۱)

[2] (ھدایۃ الابرار ص ۳۲)

(۱) باب نمبر ایک: الکوکب فی حلق الشوارب

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان افغانی رحمۃ اللہ علیہ کا سر منڈانے کے متعلق فتویٰ

مسئلہ ۲۳۵: از قادر گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسین حسینی قادری رزاقی ۲۲ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

تمام سر کا منڈانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو حضور سرورِ کائنات ﷺ یا حضرت مولائے کائنات سیدنا امام علی مرتضی رضی اللہ عنہ یا حضرت امامین مطہرین رضی اللہ عنہما یا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہم ان حضرات نے سر منڈایا ہے یا نہیں؟ اور اس کا جواز فقہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب: سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت تمام سر کے بال رکھنا ہے اور امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی سنت سارا سر منڈانا۔

وقد روی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تحت کل شعرۃ جنابۃ ثم قال من ثم عادیت راسی من ثم عادیت راسی من ثم عادیت راسی۔

بلا شبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت کی ہے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے لہذا اس وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں۔[1]

دونوں صورتیں جائز ہیں آدمی اپنے لئے جس میں مصلحت سمجھے، اور اول اولی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۹: ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ ایھا العلماء الکرام اندریں مسئلہ کہ مروی وماثور است کہ موئے مرغول سرآن سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر از حلق بستہ کیفیت متکیف بودند یعنی گاہ بگوش وگاہ بدوش وگاہ از گوش فرود آمدہ و نزدیک بدوش رسیدہ آیا رجل امت اجابت آن تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رانیز لازم است کہ ہمیں جادہ مستقیم راا خذ نمودہ سالک شوند بازو بر تقدیر اول آیا کہدام صنف است از اصناف سنن ہدی ست کہ تارکش مستحق لوم وعتاب است یا زائد کہ تارکیش لائق ایں امر نبود چنانچہ در رسالہ منارمی نویسند: وھی نوعان سنۃ الھدی وتارکھا یستوجب اساءۃ

---

[1] (سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ ۱/۳۳ وجامع الترمذی ابواب الطہارۃ ۱/۱۶) (سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ آفتاب عالم پریس لاھور ۱/۳۳)

کالجماعۃ و الاذان والزوائد وتارکھا لایستوجب اسائۃ کسیر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی لباسہ وقعودہ وقیامہ الخ رسالہ شرح نور الانوار قمر الاقمار۔

اے علماء کرام! اللہ تعالٰی تم پر رحمت کے پھول برسائے تمھارا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ کے بارے میں کہ مروی اور منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سر مبارک کے (کسی قدر) گھنگھریالے مقدس بال منڈائے بغیر، تین حالتوں میں سے کسی ایک حالت سے متصف تھے:

(۱) یعنی کبھی کانوں تک

(۲) کبھی کندھوں تک

(۳) اور کبھی کانوں سے نیچے لٹکے ہوئے اور کندھوں کے قریب پہنچے ہوئے تھے

(اب سوال یہ ہے کہ) کیا تاجدار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی امت اجابت (یعنی امت مسلمہ) کے کسی مسلمان فرد کے لئے بھی یہی لازم اور ضروری ہے کہ وہ اسی ٹھیک طریقہ کو اختیار کرکے اس پر چلے۔ نیز پہلی صورت میں یہ سنن ہدی میں سے کونسی قسم ہے کہ جس کا چھوڑدینے والا ملامت اور سرزنش کے لائق ہے یا سنت زائدہ ہے کہ جس کا ترک کرنے والا سزا مذکور کے لائق نہیں۔

چنانچہ رسالہ "منار" میں لکھتے ہیں سنت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایک سنت ہدٰی، جس کا تارک مستحق اساءت ہے۔ جیسے نماز باجماعت اور اس کے لئے اذان۔

(۲) دوسری قسم سنت زوائد کہ جس کا تارک اساءت کا سزاوار نہیں جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک عادات، پہننے، بیٹھنے اور قیام میں الخ۔ (قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار، از مولانا عبد الحکیم لکھنوی)[1]

الجواب: عادت کریمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر تمام سر موئے داشتن است از گوش تا دوش در غیر حج وحجامت ہیچ گاہ حلق ثابت نیست امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم دائما حلق فرمودہ واز ان روکہ زیر ہر موجنابت ست مبادا کہ آب بجائے نرسد وے فرمود ومن ثم عادیت راسی ومن ثم عادیت راسی ومن ثم عادیت راسی وسنت خلفائے

[1] (نور الانوار شرح المنار بحث سنن الھدی والزوائد مطبع علیمی دھلی ص ۱۶۷)

راشدین نیز سنت ست ہر چہ مناسب حال خود مبیند برآں عمل کنند موئے راا کرام باید فی الحدیث من کان له شعر فلیکرمه اگراکرام تواند و بحد اسراف نرساند موئے داشتن بہتر ست ورنہ در حلق فارغ البال وبرہر چہ ازیں عمل کند مستحق لوم وعتاب نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت عالیہ اپنے پورے سر مبارک پر بال رکھنے کی تھی اور یہ کیفیت کان سے کندھوں تک ہوتی، لہذا بغیر حج کبھی سر منڈوانا ثابت نہیں البتہ مومنوں کے امیر حضرت مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم ہمیشہ بال منڈواتے اس وجہ سے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے کہیں ایسانہ ہو کہ وہاں تک پانی نہ پہنچے، اور فرمایا کرتے یہی وجہ ہے کہ میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں، اسی وجہ میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوں اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بال رکھنے کا مخالف ہوں، اور خلفائے راشدین کی سنت بھی درجہ سنت رکھتی ہے لہذا جو بھی اپنے حال کے مناسب سمجھے وہی روش اختیار کرے، بہر حال بالوں کا احترام کرنا چاہئے، چنانچہ حدیث پاک میں مذکور ہے جس آدمی کے بال ہوں اسے ان کا احترام واکرام کرنا چاہئے لہذا اگر عزت توقیر کرسکے اور اسے اسراف کی حد تک نہ پہنچائے تو پھر بال رکھنے بہتر ہیں ورنہ منڈوا کر فارغ البال ہوجائے لہذا ان میں سے جو طریقہ اپنائے (اور اس پر عمل کرے) تو ملامت اور عتاب کا سزاوار نہ ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم۔[1]

حلق العانۃ (زیر ناف بال) صاف کرنا

زیر ناف بال صاف کرنا مرد وعورت دونوں کے لئے مسنون ومشروع ہے۔ بلکہ تمام انبیاء سابقین علیہم السلام کے ادیان میں مشترک مشروع ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں اس کو انسان کی فطرتی عادات میں سے شمار کیا گیا۔

والاستحداد أی حلق العانة وھو۔۔ استعمال الحدید من نحو موسی وغیرہ فی حلق العانۃ ای الشعر الذی حوالی ذکر الرجل وفرج المرأۃ وزاد ابن شریح وحلقۃ الدبر۔

[1] (سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب فی الغسل من الجنابۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۳) (سنن ابی داؤد کتاب الرجل باب فی اصلاح الشعر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۱۸) (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۲۳۰) (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲ کتاب الحظر والاباحۃ ص ۶۸۶۔۶۹۲)

استحداد یعنی موئے زیر ناف صاف کرنااوراستحداد کا معنٰی ہے بالوں کی صفائی کیلئے استرا وغیرہ کی شکل میں لوہے کو استعمال کرنا اورموئے زیرناف سے مراد وہ بال ہیں جو مرد کے آلۂ تناسل کے ارد گرد ہوں اور عورت کے عضو مخصوص ﴿شرمگاہ﴾ کے ارد گرد ہوں۔ابن شریح نے کہا کہ مقام پاخانہ کے ارد گرد کے بالوں کو بھی عانة کہتے ہیں۔[1]

قلت وعلیہ الفتوٰی کمافی الشامیة۔

میں کہتاہوں اسی پر فتویٰ ہے جیسے کہ شامی میں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پرزیرناف بال مونڈنا بھی فرض تھا،ہم پر سنت ہے۔خیال رہے کہ زیرناف بال دور کرنے کیلئے زیادہ طورپر احادیث میں(**استحداد**)کے الفاظ استعمال ہیں،یعنی نبی کریم ﷺ نے لوہے کے آلہ(استرا وغیرہ)کو استعمال کیا۔

ایک اور حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،وہ فرماتے ہیں:

ان النبی ﷺ کان لایتنور،وکان اذا اکثر الشعر علی عانته حلقه۔

کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے زیرناف بالوں کو دور کرنے کیلئے چونہ(پاؤڈر وغیرہ)استعمال نہیں کیا،بلکہ جب بال دور کرنے کی ضرورت درپیش آتی تو آپ ﷺ ان بالوں کو مونڈ کر دور کرتے۔

لیکن ایک دوسری حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

ان النبی ﷺ کان اذا اطلی ولی عانته بیده۔

کہ بے شک نبی کریم ﷺ زیرناف بالوں پر چونہ(پاؤڈر وغیرہ)استعمال کرکے ہاتھوں سے بالوں کو صاف کردیتے۔

خیال رہے کہ "**اطلی**"کا معنی یہ بیان کیا گیاہے:

اطلی یعنی بالنورة وھی حجر یتخذ منه طلائ لازالة الشعر من بواطن الجسد۔

کہ آپ ﷺ نے چونہ کا استعمال کیا،کیونکہ پتھر سے حاصل ہونے والے چونہ کو جسم کے اندرونی حصہ کے بال دور کرنے کیلئے جب استعمال کیاجائے تو اسے بھی طلائی کہہ لیا جاتا ہے۔

---

[1] (المرقاة ۸/۲۸۹ومجمع الزوائد ۵/۳۰۳)

دونوں حدیثوں میں تطبیق:

ابن خویز منداد کہتے ہیں:

وھذایدل علی ان الاکثر من فعلہ کان الحلق وانماتنور نادر الیصح الجمع بین الحدیثین۔

اس سے واضح ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے اکثر طور پر زیرناف بالوں کو مونڈا ہے لیکن کبھی کبھی چونہ وغیرہ سے بھی بالوں کو دور کیا ہے۔اس طرح دونوں حدیثوں میں مطابقت ہو جائے گی۔[1]

خیال رہے کہ زیرناف بالوں کو دور کرنا مردوں اور عورتوں کیلئے برابر ہے۔اور دور کرنے کے دونوں طریقے بھی مردوں اور عورتوں کیلئے برابر ہیں۔

لہٰذا مرد وعورت دونوں کو کسی بھی طریقے سے ان بالوں کا زائل کرنا ضروری ہے لیکن مردوں کو استرے (بلیڈ) سے صفائی بہتر جبکہ عورتوں کو نورہ بال صفا پاؤڈر سے دور کرنا افضل ہے۔اور عورتوں کو انگلیوں سے نکالنا مستحب ہے۔[2]

ختنہ کرنا:

مسلم شریف میں اور مسند احمد میں یحییٰ کی روایت میں ہے:

انہ اختتن حین بلغ ثمانین سنۃ واختتن بالقدوم۔

بیشک ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کیا اور آپ نے تیسہ سے ختنہ کیا۔

یعنی جب آپ علیہ السلام پر ختنہ کے فرض ہونے کا حکم نافذ ہوا اس وقت آپ کی عمر اس سال تھی، آپ نے لکڑی کاٹنے چھیلنے کا آلہ تیسہ لیا، اور اپنا ختنہ خود ہی کر دیا۔سبحان اللہ یہ انبیاء کرام کے کام ہی ہیں جو مشکل مشکل امتحانات میں پورے اترے ورنہ عام انسان ایسے امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

خیال رہے "قدوم" قاف پر فتحہ، دال مشدد بھی استعمال ہے اور مخفف بھی، معنی اس کا تیسہ۔

قال عکرمۃ اختتن ابراھیم علیہ السلام وھو ابن ثمانین سنۃ" قال: ولم یطف بالبیت بعد علی ملۃ ابراھیم الا مختون"۔

حضرت عکرمۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا، حضرت عکرمۃ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کے بعد ملت ابراہیمی پر قائم کسی شخص نے بغیر ختنہ طواف نہیں کیا۔

---

[1] (نجوم الفرقان ص ۸۰۸ ج ۳)

[2] (فتاویٰ حقانیۃ ۲/۴۶۴)

مسئلہ:

جمہور احناف اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے:

ان ذلک من مؤکدات السنن و من فطرۃ الاسلام التی لا یسع ترکھا فی الرجال۔

کہ ختنہ کرنے کا فعل سنت مؤکدہ ہے اور فطرۃ اسلامیہ سے ہے۔ مردوں کیلئے اس سنت کو چھوڑنے کی گنجائش نہیں ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال الفطرۃ خمس الاختتان الخ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا ارشاد بیان فرمایا کہ فطرت اسلامیہ پانچ چیزیں ہیں، ان میں آپ ﷺ نے ختنہ کا بھی ذکر کیا۔

اس حدیث سے بھی ختنہ کا سنت ہونا واضح ہے۔ خیال رہے کہ ایک ضابطہ یہ ہے ذکر قلیل ذکر کثیر سے مانع نہیں لہذا کسی محل اور موقع کی مناسبت سے پانچ کا ذکر کرنا دوسری جگہ دس کے ذکر کے منافی نہیں۔

مسئلہ:

اگر کوئی بچہ ختنہ شدہ پیدا ہوا تو وہ ختنہ کی مشقت سے بچ گیا ہے۔ اب اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ختنہ کرنے کی کوئی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ اس کا ختنہ پہلے قدرتی طور پر ہو چکا ہے۔ حضرت میمونی کہتے ہیں، مجھے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ہمارے علاقہ میں ایک شخص تھا جس کا بچہ پیدا ہوا جس کا ختنہ قدرتی طور پر ہو چکا تھا۔ وہ شخص پریشان تھا کہ میں بچے کا ختنہ کیسے کروں گا۔

تو آپ نے اس شخص کو فرمایا:

"اذا کان اللہ قد کفاک المؤنۃ فما غمک بھذا"۔

جب رب تعالیٰ نے تمہیں اس بچے کے ختنہ کی مشقت سے آزاد کر دیا ہے تو تمہیں اس کا کیا غم ہے۔

فائدہ جلیلہ:

عن محمد بن حبیب الھاشمی خلق من الانبیاء اربعۃ عشر مختونین آدم و شیث و نوح و ھود و صالح و لوط و شعیب و یوسف و موسیٰ و سلیمٰن و زکریا و عیسیٰ (و حنظلۃ بن صفوان نبی اصحاب الرس) و محمد ﷺ۔

محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں کہ چودہ انبیاء کرام ختنہ شدہ پیدا ہوئے، حضرت آدم علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت سلیمٰن علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، (حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام اصحاب الرس کے نبی علیہ السلام) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔

لیکن یہ بھی خیال رہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ختنہ شدہ ہونے کے قول کو ترجیح دی ہے۔

اعتراض:

حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ختنہ ہوا ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ آپ ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے کیسے صحیح ہے؟

"عن ابن عباس ان عبد المطلب ختن النبی ﷺ یوم سابعة و جعل له مأدبة و سماه محمد ﷺ"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کا ختنہ ساتویں دن کرایا اور اسی دن احباب کی دعوت کی اور اسی دن آپ کا نام محمد ﷺ رکھا۔

جواب: یہ حدیث محمد بن ابی سری نے روایت کی ہے۔ اس حدیث کے متعلق یحیٰ بن ایوب فرماتے ہیں:

"طلبت هذا الحديث فلم اجده عند احد من اهل الحديث ممن لقيته الا عند ابن ابی السری"۔

میں نے اس حدیث کو بہت تلاش کیا، لیکن حدیث بیان کرنے والے حضرات میں سے میں نے جس سے بھی ملاقات کی مجھے کسی کے پاس بھی یہ حدیث نہیں ملی سوائے ابن ابی السری کے۔

اس سے واضح ہوا کہ یہ حدیث دوسری معتبر احادیث کے مقابل قابل حجت نہیں، کیونکہ اس حدیث کے متعلق ابو عمرو نے فرمایا: **"هذا حديث مسند غريب"**۔ یہ حدیث مسند غریب ہے۔ اس سے بھی اس کے قابل حجت نہ ہونے کا ذکر کیا گیا۔ یہ ذکر کرنے کے بعد ابو عمرو نے کہا: **"و قد قيل ان النبی ﷺ و لد مختونا"**۔ تحقیق بیان کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے ہیں۔

فذكر ابو نعيم الحافظ فی "كتاب الحلية"، باسناده ان النبی ﷺ و لد مختونا۔

ابو نعیم رحمہ اللہ علیہ نے "کتاب الحلیۃ" میں ذکر فرمایا ہے اسناد صحیحہ سے کہ نبی کریم ﷺ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

مسئلہ: ختنہ بالغ ہونے سے پہلے کر دیا جائے۔ بچہ سات دن کا ہو تو ختنہ کرنا بہتر ہے۔ اس مسئلہ پر مختلف روایات ہیں، علماء کے اقوال سے یہ بھی ملتا ہے۔

"ختن ابراھیم اسماعیلَ لثلاث عشر سنة"۔

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ جب کیا تو ان کی عمر تیرہ سال تھی۔

"و ختن ابنه اسحاق لسبعة ایام"۔

اور آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کا جب ختنہ کیا تو وہ سات دن کے تھے۔

"و روی عن فاطمة رضی اللہ عنها انها کانت تختن ولدها یوم السابع"۔

اور روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنے بچوں کا ختنہ ساتویں دن کرایا۔

و قال اللیث بن سعد: یختن الصبی مابین سبع سنین الی عشر۔

لیث بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بچوں کا ختنہ سات اور دس سال کے درمیان کرادیا جائے۔

و قال احمد "لم اسمع فی ذلک شیئا"۔

حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ختنہ کے متعلق معین مدت کے متعلق کوئی روایت سننے میں نہیں آئی۔

بخاری میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

"سئل ابن عباس مثل من انت حین قبض رسول اللہ ﷺ قال انا یومئذ مختون"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کتنے تھے۔ آپ نے فرمایا میں اس وقت مختون تھا۔

آپ نے مختون کا معنی قریب البلوغ لیا ہے۔ واضح ہوا کہ بالغ ہونے سے پہلے ضرور ختنہ کرادیا جائے، سات دنوں پر کرائیں یا بعد میں کرائیں جائز ہے۔

بالغ ہونے کے بعد اسلام قبول کرنے کیلئے:

اگرچہ مالکی مذہب میں تو اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ ختنہ کسی سے کرائے بعض حضرات نے زیادہ ہی کی تاکید کی ہے۔

لیکن احناف کے نزدیک بلاعذر شرعی کسی کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے، اس لئے سنت پر عمل کرنے کیلئے حرام کا ارتکاب تو جائز نہیں۔ البتہ وہ شخص کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو ختنہ کرنا جانتی ہو، تو وہ نکاح کے بعد اس کا ختنہ کر دے، کیونکہ زوجہ اپنے خاوند کی شرمگاہ کو دیکھ سکتی ہے، اس طرح نہ حرام کا ارتکاب ہوگا۔ اور نہ سنت کی ترک لازم آئے گی۔

غسل البراجم:

باء کے فتح اور جیم کے کسرہ کے ساتھ) وہ گرہیں اور جھریاں جو انگلیوں کے جوڑوں کے ظاہری حصہ پر ہوتی ہیں اور جو باطنی حصہ پر ہوتی ہیں ان کو رواجب کہتے ہیں ابن العرافی رحمہ اللہ نے اسی طرح فرمایا ہے۔ علامہ تورپشتی نے فرمایا ہے کہ براجم سے مراد وہ جوڑ ہیں جو اساجع اور رواجب کے درمیان میں اور رواجب وہ جوڑ ہیں جو پوروں سے ملے ہوئے ہیں اور ان کے بعد براجم ہوتے ہیں اور براجم کے بعد اساجع۔ ابھری رحمہ اللہ نے اسی طرح نقل کیا ہے اور مراد اس سے (ہاتھ پاؤں) کے تمام قسم کے جوڑوں کی گرہیں اور پوشیدہ جگہوں کا دھونا ہے۔ (مرقاۃ)

بغلوں کے بال دور کرنا:

بغلوں کے بال دور کرنا بھی مرد و عورت دونوں کے لئے کسی بھی طریقے سے ضروری ہے البتہ اس میں دونوں کو اکھیڑنا بہتر ہے۔

وفی الابط یجوز الحلق والنتف أولی۔

بغلوں کے بالوں کے بارے میں حلق کرنا جائز اور اکھیڑنا بہتر ہے۔[1]

قلت ولفظ الابط فی الحدیث یدّل علی العموم فتأمل۔

حدیث میں لفظ ابط عموم پر دلالت کرتا ہے یعنی مرد و عورت دونوں کیلئے حکم ہے۔[2]

ناخن کاٹنے کا حکم:

مرد و عورت دونوں کے لئے بڑے ناخن کاٹنا سنت مؤکدہ ہے۔ اور حدیث شریف نے اسے بھی انسان کے امور فطرت میں سے بتایا لہٰذا مرد و عورت کو بڑے بڑے ناخن رکھنا فیشن کی خاطر یا سستی کی وجہ سے مکروہ اور ناجائز ہے۔

قال العلامہ العینی رحمہ اللہ تحت قول الامام البخاری رحمہ اللہ باب تقلیم الأظفار ھذا باب فی سنیّۃ تقلیم الخ۔[1]

---

[1] (الھندیۃ ۵/۳۵۸)

[2] (المنتقی للحرانی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱/۶۷)

وفی الھندیۃ: وقلم الأظفار سنۃ اِلاّ فی دار الحرب فان ترکھا مندوب الیہ۔

ناخن کاٹنا سنت ہے مگر دار الحرب میں نہ کاٹنا مستحب ہے۔[2]

ناخن کاٹنے کا افضل طریقہ:

ہاتھ کے ناخن کاٹنے میں علماء نے دو طریقے افضل قرار دیئے پہلا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کے ناخن کاٹنے میں ابتداء اور انتہاء دونوں دائیں ہاتھ پر ہو جس کی ترتیب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کر کے بالترتیب دائیں کے چھنگلی انگلی تک کاٹ لئے جائیں اور پھر بائیں ہاتھ کے چھنگلی انگلی سے لے کر بالترتیب بائیں کے انگوٹھے تک کاٹ لئے جائیں اور آخر میں دائیں کا انگوٹھا سے کاٹ لیں۔

قال فی الھدایۃ عن الغرائب: وینبغی الابتداء بالید الیمنیٰ و الانتھاء بھا فیبدأ بسبابتھا ویختم باِبھامھا۔

ہدایۃ میں غرائب کے حوالے سے ہے کہ مناسب یہ ہے کہ ابتداء وانتہاء دونوں دائیں ہاتھ سے ہو، دائیں ہاتھ کے انگشت شھادت سے ابتداء ہو اور انگوٹھے پر اختتام ہو۔[3]

ہاتھ کے ناخن کاٹنے کا دوسرا افضل طریقہ:

اور وہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے شہادت کی انگلی سے شروع کیا جائے پھر دائیں ہی کے درمیانی پھر ساتھ والی اور پھر چھنگلی اور آخر میں دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اس کے بعد بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے لے کر انگوٹھے تک۔

کذا ذکر العلامۃ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ عن الامام النووی رحمہ اللہ تعالیٰ۔[4]

پاؤں کے ناخن کاٹنے کا طریقہ:

ثمّ یبدا بخنصر الرجل الیمنیٰ ویختم ببنصر ا الیسریٰ۔

اس کے بعد دائیں پاؤں کے چھنگلی انگلی سے شروع کر کے بالترتیب بائیں کے چھنگلی انگلی تک کاٹ لیں۔[5]

---

1 (عمدۃ القاری ۴۵/ج۲۲)

2 (الھندیۃ ۳۵۷/۵ وحقانیۃ ۴۲۰/۲)

3 (الشامیۃ ۲۶۰/۵)

4 (عمدۃ القاری ۴۵/ج۲۲ والمرقاۃ ۲۰۹/۸)

5 (الفتاویٰ الھندیۃ ۳۵۸/۵)

مسئلہ:

یہ طریقہ محض افضل ہے اور بڑے ناخن کاٹنا ضروری ہے گو کسی بھی طریقے سے کاٹے جائیں نیز اگر دن میں فرصت نہ ملے یا رات کو بڑے معلوم ہوں تو رات کو بھی کاٹنا جائز ہے۔

حکی أن ھارون الرشید سأل أبا یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ عن قص الاظافیر فی اللیل فقال ینبغی فقال ما الدلیل علی ذلک فقال قولہ ﷺ الخیر لا یؤخر۔

ہارون الرشید نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے رات کے ناخن کاٹنے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ مناسب ہے کہ کاٹے جائیں۔ پوچھا اس پر کیا دلیل ہے؟ فرمایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھے کام کو مؤخر نہ کیا جائے۔[1]

ناخن کاٹنے اور زیر ناف بال کی صفائی کا وقت:

صحیح یہی ہے کہ اسلام میں ان چیزوں کی صفائی کا کوئی خاص وقت متعین نہیں بلکہ جب کبھی ناخن، مونچھ وغیرہ حد میعاد سے تجاوز کر جائیں اور بڑے ہو جائیں تو اسی وقت کاٹنے کا حکم ہے۔

قال القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: والمعنیٰ أن لا تترک ترکا یتجاوز أربعین لا أنہ وقت لھم الترک أربعین لأن المختار أن یضبط الحلق والتقلیم والقص بالطول فإذا طال حلق وقص وقلم ذکرہ النووی رحمہ اللہ تعالیٰ۔[2]

ناخن اور زیر ناف بال کی صفائی کا مستحب وقت:

البتہ چونکہ اسلام میں صفائی کی بہت ہی تاکید آئی ہے۔ اس لئے فقہاء اسلام نے ہر ہفتہ یعنی جمعہ میں غسل کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کی صفائی کو بھی افضل و مستحب قرار دیا۔ کسی مجبوری کی وجہ سے دو ہفتوں کے بعد اور آخری حد چالیس دن تک ہے اور اس کے بعد بغیر کسی شدید مجبوری کے مؤخر کرنے والا گناہ اور وعید کا مستحق ہو گا۔

فالأسبوع ھو الأفضل والخمسۃ عشر الأوسط والأربعون الأبعد ولا عذر فیما وراء الاربعین ویستحق الوعید۔

ایک ہفتے میں صفائی افضل ہے، درمیانی مدت پندرہ دن اور لمبی مدت چالیس دن کے بعد کوئی عذر قابل قبول نہیں اور تارک وعید (سزا) کا مستحق ہو گا۔[3]

---

[1] (الفتاویٰ الھندیۃ ۵/۳۵۸)

[2] (المرقاۃ ۸/۲۹۱)

[3] (الھندیۃ ۵/۳۵۷ والمرقاۃ ۸/۲۹۱ والشامیۃ ۵/۲۶۰)

ماحول کی صفائی کے بارے میں اسلام کے سنہری اصول:

اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے انسانیت کو پاکی وصفائی کے سنہرے اصول بتائے ہیں۔ اے کاش کہ مسلمان ان سنہری اصولوں کو اپنائیں اوررب تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں بہر حال ان سنہری اصول میں سے یہ بھی ہے کہ کٹے ہوئے سر کے بال ہوں یا کسی اور جگہ کے اور ناخن وغیرہ مردوعورت دونوں کے لئے مناسب اور بہتر یہی ہے کہ ان کو گھر یا دوسری جگہ کے ایک کونے میں دفن کردے اور اگر ایسی جگہ پھینک دے کہ جہاں لوگوں کی آمدورفت نہ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن بالوں اور ناخنوں کو غسل خانے، گندگی کے ڈھیر یا نالے یا ویسے ادھر ادھر پھینکنا اعضائے انسانی کی توہین ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں نیز فقہ کی کتابوں میں اسے بیماری پیدا ہونے کا سبب اور مکروہ کہا گیا۔

جیسے کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

فإذاقلم اظفاره۔أوجزّشعره ينبغي أن يدفن ذلک الظفروالشعرالمجزوروفِإن رمى به فلابأس أي في مكان طاهر لايوطأوإن القاه في الكنيف أوفي المغتسل يكره ذالک لأن ذالک يورث داءً۔[1]

ولفظه عن رجل من بنى هاشم اَن رسول الله ﷺ اَمربدفن الشعروالظفروالدم، انتهى۔

قبیلہ بنی ہاشم کے ایک شخص نے کہا کہ آپ ﷺ نے بالوں، ناخن اور خون کو دفنانے کا حکم دیا ہے۔[2]

مسئلہ: حالت جنابت میں بال وناخن کاٹنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

ج: مطلق کراہت کا قول ملتا ہے جس سے بالعموم کراہت تحریمیہ مراد ہوتی ہے مگر یہاں قرائن سے کراہت تنزیہیہ معلوم ہوتی ہے۔

قال في الهندية حلق الشعر حالة الجنابة مكروه وكذاقص الاظافير۔كذافي الغرائب۔

ہندیہ میں ہے کہ جنابت کی حالت میں بالوں اور ناخن کا کاٹنا مکروہ ہے۔[3]

عن ابن عباس رضى الله عنهما: هى عشرخصال كانت فرضافي شرعه وهن سنة في شرعنا۔

---

1 (ایضاالفتاویٰ الهندية عن الخانية ۵/۳۵۷ ومصنف ابن ابی شيبة رحمه الله تعالیٰ)

2 (فتاویٰ عالمگیری، ۶/۱۳۱)

3 (عالمگیریة ص ۳۵۸ ج۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: یہ دس خصلتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں فرض تھیں اور وہ ہماری شریعت میں سنت ہیں۔[1]

انتقاص الماء(پاخانہ اور پیشاب کی جگہ کو پانی کے ساتھ دھونا یعنی پانی سے استنجاء کرنا)

انتقاص الماء قاف اور صاد کے ساتھ ہے اور یہی صحیح ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے "انتقاص البول بالماء،، یعنی پیشاب کرنے کے بعد شرمگاہ وغیرہ کو پانی کے ساتھ دھونا تاکہ پانی کے روکنے کیوجہ سے پیشاب کے قطرات آنا بند ہو جائیں اور اگر یہ دھوئے گا نہیں تو بار بار کچھ نہ کچھ خارج ہوتا رہے گا تو پھر صفائی حاصل کرنا اور استنجاء کرنا مشکل ہو جائے گا،پہلی تشریح کے مطابق ماء سے مراد پیشاب ہے اور اس صورت میں ماء سے مراد مغسول بہ ہے(کہ جس کے ذریعے دھویا جائے) لیا جائے، تو اضعاف مصدر فاعل کی طرف ہوگی۔ای انتقاص الماء بالبول۔انتقاص: یہ لازم بھی استعمال ہوتا ہے اور متعدی بھی۔اکثر لازم استعمال ہوتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہاں تصحیف ہوئی ہے اصل میں یہ انتفاض الماء تھا(یعنی فا اور ضاد کے ساتھ یا صاد کے ساتھ)اور اس سے مراد ذکر پر پانی کا چھینٹا دینا ہے اور یہ معنی سے زیادہ قریب ہے کیونکہ ابو داؤد شریف میں الانتضاح ہے،انتقاص کو انہوں نے ذکر نہیں کیا۔زین العرب نے سید رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو نقل کیا ہے۔(الاستنجاء: یہ راوی کی تفسیر ہے وہ راوی عند البعض وکیع ہیں اور پہلی تفسیر وہ ابو عبید کا قول ہے۔[2]

مونچھیں منڈانا احادیث وآثار کی نظر میں

مونچھیں مونڈنا سنت ہے

أخبرنا محمد بن عبداللہ بن یزید المقریء المکی قال حدثنا سفیان عن الزھری عن سعید بن المسیب عن أبی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال: الفطرۃ خمس: الختان و حلق العانۃ و نتف الابط و تقلیم الأظفار و حلق الشارب۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین میں پانچ چیزیں قدیم سنت ہیں:(۱)ختنہ کرنا،(۲)زیر ناف بالوں کو مونڈنا،(۳) بغل کے بال نوچنا،(۴)ناخن کاٹنا،(۵)مونچھیں مونڈنا۔[3]

---

[1] (تفسیر ابی السعود،ج،۱،ص،۱۸۹،داراحیاء التراث العربی بیروت)

[2] (مرقاۃ)

[3] (سنن الکبریٰ للنسائی،کتاب الطھارۃ،ابواب الفطرۃ، ج،۱،ص،۲۵،رقم:۹،دارالکتب العلمیہ بیروت،کنز العمال،ج،۶،ص،۲۵۳،رقم:۱۷۲۲۹،مؤسسۃ الرسالۃ،بیروت)

(۱) باب نمبر ایک:الکواکب فی حلق الشوارب

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الفطرۃ خمس: الختان و الاستحداد و قص الشارب و تقلیم الاظفار و نتف الابط۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا: پانچ چیزیں فطرت (قدیم سنت) سے ہیں: (۱)ختنہ کرنا، (۲) زیر ناف بال مونڈنا، (۳) مونچھیں (جڑ سے) کاٹنا، (۴) ناخن کاٹنا، (۵) بغل کے بال اکھیڑنا۔[1]

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ عشر من الفطرۃ قص الشارب و اعفاء اللحیۃ و السواک و استنشاق الماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاص الماء قال مصعب و نسیت العاشرۃ الا تکون المضمضۃ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں: (۱) مونچھیں (جڑ سے) کاٹنا، (۲) داڑھی بڑھانا، (۳) مسواک کرنا، (۴) ناک میں پانی ڈالنا، (۵) ناخن کاٹنا، (۶) جوڑوں کو دھونا، (۷) بغلوں کے بال نوچنا، (۸) زیرِ ناف بال مونڈنا، (۹) اور پانی سے استنجاء کرنا، (۱۰) مصعب فرماتے ہیں دسویں چیز میں بھول گیا، الا یہ کہ وہ کلی کرنا ہو۔[2]

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ حلقوا الشوارب و اعفوا اللحی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھوں کو منڈاؤ اور داڑھی کو بڑھاؤ۔[3]

---

[1] (اخرجہ البخاری فی صحیحہ، ج۱۰، ص۳۴۹، رقم: ۵۸۹۱، ومسلم، ج۱، ص۲۲۲، رقم: ۲۵۷، ۵۰، وابوداؤد فی السنن، ج۴، ص۴۱۲، رقم: ۴۱۹۸، والترمذی فی السنن، ج۵، ص۸۵، رقم: ۲۷۵۶، والنسائی فی السنن" ج۸، ص۱۸۱، رقم: ۵۲۲۵، وابن ماجہ فی السنن، ج۱، ص۱۰۷، رقم: ۲۹۲، ومالک فی الموطأ، ج۲، ص۹۲۱، رقم: ۳، من کتاب صفۃ النبی ﷺ، واحمد فی المسند، ج۲، ص۴۱۰، ومشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ص۳۸۰، قدیمی کتب خانہ کراچی، شعب الایمان، ج۵، ص۲۲۱، رقم: ۶۴۳۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، سنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الطھارۃ، ابواب الفطرۃ، ج۱، ص۶۵، رقم: ۱۰، دارالکتب العلمیہ بیروت)

[2] (صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ، ج۱، ص۱۲۹، نور محمد کارخانہ کراچی، سنن ابو داؤد، کتاب الطھارۃ، باب السواک من الفطرۃ، ج۱، ص۸، میر محمد کتب خانہ کراچی، سنن نسائی، ج۲، ص۲۳۷، نور محمد کراچی، سنن ابن ماجہ، ص۲۵، نور محمد کراچی، سنن کبریٰ للبیہقی، ج۱، ص۵۲، نشر السنۃ ملتان، کنز العمال، ج۶، ص۶۵۴، رقم: ۱۷۲۳۴، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطھارۃ، باب السواک، ص۵۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

[3] (احکام المذاھب، ص۷، ھدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص۲۷، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

فائدہ:

اس حدیث مبارک میں داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کو فطرت بتلایا گیا، اور فطرت ان چیزوں کو کہا جاتا ہے کہ انسان کی طبیعتِ سلیمہ پیدائشی طور پر ان کو پسند اور قبول کرتی ہو اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام بھی لازماً اختیار اور پسند کرتے ہیں، اس لئے امور فطرت ایسے کاموں کو بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ جن پر تمام انبیاء اور رسولوں کا عمل ہو اور جو سب کا متفق علیہ طریقہ ہو اور ساتھ ہی ہم کو ان پر عمل کرنے کا بھی حکم ہو۔

داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کو فطرت اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ انسان کی فطرت اور پیدائش میں داخل ہے، یعنی انسان کی فطرتِ سلیمہ (سلامتی والی فطرت) داڑھی رکھنے کا اور مونچھیں کٹانے کا تقاضا کرتی ہے، اور جب فطرت کے ساتھ شریعت کا بھی حکم ہو تو اس کی تاکید اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

نیز حدیث میں داڑھی بڑھانے کو فطرت بتلایا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ چھوٹی چھوٹی یا بالفاظ دیگر خشخشی داڑھی رکھنا فطرت اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا طریقہ نہیں ہے۔ مذکورہ حدیث میں داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کو جو فطرت بتلایا گیا ہے، آگے چند مستند محدثین کی عبارات کی روشنی میں اسکی تشریح ذکر کی جاتی ہے۔

صحیح بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں ہے کہ:

وَأَرَادَ بالفطرة السّنة الْقَدِيمَة الَّتِي اخْتَارَهَا الْأَنْبِيَاء عَلَيْهِم السَّلَام, و اتفقت عَلَيْهَا الشَّرَائِع فَكَأَنَّهَا أَمر جلي فطروا عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اور فطرت سے مراد قدیم (وپرانا) طریقہ ہے، جس کو تمام انبیاء علیہم السلام نے اختیار کیا ہے، اور اس پر تمام شریعتیں متفق رہی ہیں، گویا کہ یہ ایسا واضح حکم ہے کہ جس پر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو پیدا کیا گیا ہے۔[1]

اور ابن ماجہ کی شرح میں ہے:

والمراد هاهنا: هي السنةَ القديمة التي اختارها الله تعالى للأنبياء, فكأنها أمرُ جبلّي فُطِرُوا عليها۔

ترجمہ: اور فطرت سے مراد پرانا طریقہ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کیلئے اختیار کیا ہے، پس گویا کہ یہ ایک فطری حکم ہے کہ جس پر تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو پیدا کیا گیا ہے۔[2]

[1] (عمدۃالقاری، ج ۲۲ ص ۴۵، کتاب اللباس)

[2] (شرح ابن ماجہ، باب الفطرۃ، ج ۱ ص ۱۰۷)

وقال النووی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرح ھذا الحدیث قالوا معناہ انھا من سنن الانبیاء صلواۃ اللہ وسلامہ علیھم۔

یعنی امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ فطرت میں داخل ہونے کا مطلب علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ داڑھی تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت مستمرہ رہی ہے۔[1]

فرشتوں کی تسبیح:

نیز داڑھی مردوں کیلئے وقار وزینت کی چیز ہے۔

صاحب البحر الرائق فرماتے ہیں:

لان اللحیۃ فی اوانھا جمال۔

یعنی داڑھی اپنے وقت میں جمال ہے۔[2]

اس کو منڈا دینا زینت کو ختم کرنا ہے، آسمانوں میں فرشتوں کی ایک جماعت مقرر ہے ان کی تسبیح درج ذیل ہے۔

قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً تَسْبِيحُهُمْ سُبْحَانَ مَنْ زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللِّحَى وَالنِّسَاءَ بِالْقُدُودِ وَالذَّوَائِبِ۔

یعنی فرشتے یہ تسبیح پڑھتے ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھی سے زینت بخشی اور عورتوں کو چوٹیوں سے۔[3]

پس کتنے افسوس کی بات ہے کہ کوئی مسلمان داڑھی منڈا کر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے شیطان کے حکم کی تعمیل کر کے اس کے حصے میں چلا جائے اور خسران مبین اٹھائے۔

عن ابن عباس قال: قدم علی رسول اللہ ﷺ وفد من العجم قد حلقوا الحاھم و ترکوا شواربھم، فقال رسول اللہ ﷺ: خالفوا علیھم فحفّوا الشوارب و أعفوا اللحی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عجمی وفد جنھوں نے اپنی داڑھیاں منڈا رکھی تھیں اور مونچھیں بڑھا رکھی تھیں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ان لوگوں کی مخالفت کرو مونچھیں منڈاؤ اور داڑھیاں چھوڑ دو۔[4]

---

[1] (شرح مسلم شریف ج ا ص ۱۲۸)
[2] (البحر الرائق ص ۳۷۷ ج ۸)
[3] (البحر الرائق ص ۳۷۷ ج ۸، ۳۳ ج ۸)
[4] (ابن النجار، کنز العمال، ج، ۲، ص، ۲۷۲، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

داڑھی اور بالوں کے احکام

داڑھی منڈوانے اور کٹوانے کا حکم:

مردوں کیلئے داڑھی رکھنا واجب ہے اور اسکی مقدار شرعی ایک قبضہ یعنی ایک مشت ہے داڑھی رکھنا تمام انبیاء علیہم السلام کی متفقہ سنت مستمرہ ہے۔ اسلامی اور قومی شعار ہے شرافت وبزرگی کی علامت ہے چھوٹے بڑے میں فرق وامتیاز کرنے والی ہے۔ اسی سے مردانہ شکل کی تکمیل اور صورت نورانی ہوتی ہے آنحضرت ﷺ کا دائمی عمل ہے حضور ﷺ نے اسے فطرت سے تعبیر فرمایا ہے اور آپ ﷺ نے اپنی امت کو داڑھی رکھنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے۔ لہٰذا داڑھی رکھنا واجب اور ضروری ہے منڈانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اس پر امت کا اجماع ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

حلق کردن لحیہ حرام است۔

داڑھی منڈانا حرام ہے۔[1]

داڑھی مونڈنا منڈانا ممنوع ہے۔[2]

مرد کیلئے داڑھی مونڈنا حرام ہے۔[3]

مردوں کیلئے داڑھی کٹانا حلال نہیں۔[4]

اسی لیے مرد پر داڑھی کا مونڈنا حرام ہے۔[5]

نہ داڑھی کا منڈانا جائز ہے نہ اکھیڑنا اور نہ ہی کٹانا جائز ہے۔

داڑھی کا کٹانا جب کہ وہ قبضہ سے کم ہو جائے یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں۔[6]

---

1 (اشعۃ اللمعات)

2 (شرح شفا)

3 (فتح العین از لمعۃ الضحیٰ)

4 (دجیز کردری از لمعۃ الضحیٰ)

5 (درمختار)

6 (دردغرر از لمعۃ الضحیٰ)

داڑھی کٹانایہ عجمیوں کی روش تھی لیکن اس زمانہ میں بہت سے مشرکوں انگریزوں ہندوؤں اوران لوگوں کی روش ہے جن کا دین میں حصہ نہیں ہے۔[1]

آخرزمانہ میں ایسی قومیں ہوں گی جو داڑھیاں کٹائیں گی۔ان کا دین میں اور آخرت میں حصہ نہیں ہے۔[2]

اے مسلمان!داڑھی منڈوانے سے معاذاللہ رسول اللہ ﷺ کی دل شکنی ہوتی ہے حضور ﷺ ناراض ہوتے ہیں۔

وعَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ: وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ۔

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہمافرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایاکہ مشرکین کی مخالفت کرو۔داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہماجب کبھی حج یاعمرہ کرتے تھے توداڑھی کو مٹھی میں پکڑلیاکرتے تھے۔بس جو مٹھی سے زیادہ ہوتی اس کو کتروادیتے۔[3]

علامہ محمود خطاب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اسی وجہ سے تمام ائمہ مجتہدین جیسے امام ابو حنیفہ،امام مالک،امام شافعی اورامام احمد رحمہم اللہ علیہم وغیرہ کے نزدیک داڑھی منڈانا حرام ہے۔[4]

دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھاہے:

داڑھی رکھناواجب ہے منڈاناکٹاناایک مشت سے کم کرناحرام ہے۔

لقولہ علیہ السلام خالفواالمشرکین اوفرو االلحیٰ متفق علیہ وفی الدرالمختاریحرم علی الرجل قطع لحیتہ والسنۃفیھاالقبضہ۔

آپ ﷺ نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیاں بڑھاؤ۔الدرالمختار میں ہے کہ مرد کیلیئے داڑھی کاٹناحرام ہے اور سنت ایک مشت داڑھی ہے۔[5]

---

[1] (ازلمعۃالضحیٰ)

[2] (سیدناکعب رضی اللہ عنہ ازلمعۃالضحیٰ)

[3] (بخاری ص ۸۷۵ ج ۲)

[4] (المنھل ص ۱۸۶ ج ۱ فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۵ ج ۶)

[5] (امدادالفتاویٰ ص ۲۲۳ ج ۴)

داڑھی کا فلسفہ اور اسکے رکھنے کا حکم:

مسلم قوم ایک مستقل و ممتاز ملت ہے جو تمام اقوام و ملل سے بالکل علیحدہ فطرت سلیمہ کی حامل و مالک ہے اللہ نے اس کو اقوام عالم پر شاہد و عادل بنا کر بھیجا ہے۔

وَ كَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (البقرة ۱۴۳)

ہم نے تم کو ایک ایسی امت بنایا ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں پر شاہد ہو اور تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ شاہد ہوں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران ۱۱۰)

تم لوگ بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے ظاہر کی گئی ہے۔

لیکن افسوس کہ یہ قوم اپنی دینی و مذہبی خصوصیات کو تو عرصہ ہوا کھو چکی تھی آج اپنی تمدنی و معاشرتی امتیازات کو بھی فنا کرتی جارہی ہے۔ رسم ورواج میں ہنود کی اتباع اور تمدن و معاشرت میں اہل مغرب (انگریزوں) کی تقلید مسلمان کے رگ وریشہ میں سرایت کرتی جارہی ہے۔

آج جبکہ دنیا کی ہر قوم اپنی زندگی اور اپنی قومی و ملی خصوصیت کے بقاء و تحفظ کیلئے سرگرم عمل نظر آرہی ہے۔ لیکن مسلمان اپنی قومی و ملی خصوصیت و امتیازات کو فرنگیت کے بھینٹ چڑھا کر ان ہی میں جذب ہوتی جارہی ہے۔

یاللعجب، کل جو قوم اقوام عالم کیلئے جاذب و مصلح تھی، (مقتداء و رہنماء تھی، ہر قوم اسلام کے دامن میں پناہ کی متلاشی تھی) وہ آج کس سرعت کے ساتھ دوسروں میں جذب ہوتی جارہی ہے۔ اور دوسروں کی نقالی ہی کو معیار ترقی خیال کیا جاتا ہے، حالانکہ اہل بصیرت کے نزدیک یہ انتہائی تنزل و انحطاط اور قومیت کیلئے زہر ہلاہل سے کم نہیں۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی   کہ ایں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

میں ڈرتا ہوں کہ تم کعبے تک نہیں پہنچو گے اے شخص کیونکہ جس راستے پر تم جارہے ہو وہ ترکستان کی طرف جاتا ہے۔

داڑھی اسلام کے اہم شعار میں سے ہے، بلکہ انسانی و فطری اصول سے خواص رجولیت میں سے ہے لیکن افسوس سب سے زیادہ مسلمان ہی اسکی صفائی کے درپے ہیں اور اس طور سے قومی و ملی امتیاز سے قطع نظر فطرت و انسانیت کیلئے بھی مضحکہ خیزی کا ذریعہ بن رہی ہے، اس لئے جب داڑھی اسلام کا شعار ہے، اور داڑھی کٹوانا یا منڈانا، اور مونچھوں کا بڑھانا یہود و نصارٰی

اور مشرکین کا شعار ہے، آپ ﷺ نے اپنی امت کو داڑھی رکھ کر اس شعار کی حفاظت کا اور دوسری اقوام کی مخالفت کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ: وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو، (وہ مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھی کٹاتے ہیں) تم داڑھی بڑھاؤ اور مونچھوں کو منڈاؤ۔[1]

مرزا بیدل کا واقعہ

ہندوستان میں مرزا بیدل نامی ایک شاعر تھا اس نے جناب نبی کریم ﷺ کی شان میں فارسی میں نعتیہ قصیدہ کہا۔

اس سے ایک ایرانی بہت ہی متاثر ہوا کہ یہ کتنا بڑا عاشقِ رسول ﷺ ہو گا۔ لہٰذا اس شاعر کی زیارت کا شوق ہوا اس غرض سے ایران سے سفر کر کے ہندوستان پہنچے جب ان کے گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ نائی کی دوکان میں داڑھی منڈوا رہے ہیں۔ اس ایرانی شخص کو بہت افسوس اور دکھ پہنچا۔ اس نے تعجب سے کہا کہ "آغا می ریش تراشی؟" یعنی جناب داڑھی منڈوا رہے ہیں؟

شاعر نے جواب میں کہا کہ "بلے ولکن دل کسے نمی خراشم" یعنی جی داڑھی منڈوا رہا ہوں لیکن کسی کا دل نہیں دکھاتا ہوں۔ (یعنی کسی کا دل دکھانا بہت بڑا گناہ ہے اس سے بچتا ہوں)

ایرانی مسافر نے برجستہ کہا کہ "آرے دل رسولِ خدا می خراشی" یعنی بلکہ تم رسولِ خدا ﷺ کے دل کو دکھا رہے ہو۔

تب جا کر شاعر کی آنکھیں کھلیں اور قالاً یا حالاً کہا:

جزاک اللہ چشمم باز کردی   مرا با جان جاناں ہمراز کردی

---

[1] (صحیح بخاری، کتاب اللباس، با اعفاء اللحی، ج، ۲، ص، ۸۷۵، کراچی، ج، ۱۰، ص، ۳۵۱، رقم الحدیث: ۵۸۹۳، وصحیح مسلم، کتاب الطهارة، ج، ۱ ص، ۱۲۹، کراچی، ج، ۱، ص، ۲۲۲، رقم: ۵۲، ۲۵۹، وابوداؤدفی السنن، ج، ۴، ص، ۴۱۳، رقم: ۴۱۹۹، والترمذی فی السنن، ج، ۵، ص، ۸۸، رقم: ۳۷۶۳، والنسائی فی السنن، ج، ۸، ص، ۱۸۱، رقم: ۵۲۲۶، واحمدفی المسند، ج، ۲، ص، ۵۲، و مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ص، ۳۸۰، مطبوعه قدیمی کتب خانه کراچی)

یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے میری آنکھیں کھول دیں اور مجھے جان جاناں (رسول اللہ ﷺ) سے ملا دیا (پہنچادیا)۔

یعنی یقیناً داڑھی منڈانا اتنابڑا گناہ ہے کہ اس سے سید الکونین ﷺ کو زندگی میں تکلیف پہنچتی تھی اور وفات کے بعد بھی تکلیف پہنچے گی۔ جس کا مجھے اس سے قبل اندازہ نہیں تھا، آج آپ نے میری اس طرف رہنمائی کی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور اسی وقت سے داڑھی رکھ لی۔

داڑھی منڈوانے والا ہر حال میں گناہ گار ہے

مولوی محمد زکریا سہارن پوری نے کہاہے: مجھے ایسے لوگوں کو دیکھ کر یہ خیال آتا ہے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں اور اس حالت میں اگر موت واقع ہوئی تو قبر میں سب سے پہلے سید الرسول ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت ہوگی تو کس منہ سے چہرہ انور کا سامنا کریں گے؟ اس کے ساتھ ہی بارہا یہ خیال بھی آتا ہے کہ گناہ کبیرہ زنا، لواطت، شراب نوشی، سودخوری وغیرہ تو بہت سے ہیں مگر سب وقتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

لایزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن (الحدیث)

یعنی کوئی زنا نہیں کرتا اس حالت میں کہ وہ مؤمن ہو۔

مشائخ نے اس حدیث کا مطلب یہ لکھاہے کہ زنا کے وقت ایمان کا نور اس سے جدا ہو جاتا ہے لیکن زنا کے بعد وہ نور ایمانی جو ہر وقت اسکے ساتھ رہتا ہے نماز پڑھتاہے تو بھی یہ گناہ ساتھ ہے روزہ کی حالت میں، حج کی حالت میں غرضیکہ ہر عبادت کے وقت یہ گناہ اس کے ساتھ لگا رہتاہے۔ (داڑھی کا وجوب)

گناہ بے لذت

یہ اتنا عظیم گناہ ہونے کے باوجود بالکل بے لذت ہے۔ شراب وغیرہ میں تو وقتی لذت ہے، لیکن داڑھی منڈانے کے گناہِ کبیرہ میں کوئی لذت بھی نہیں ہے، اس میں وقت کا ضیاع ہے حالانکہ مسلمان کا وقت بہت قیمتی ہوتا ہے مسلمان وقت کا کوئی حصہ بیکار ضائع نہیں کرتا ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے وقت کا جو حصہ بغیر یاد الٰہی کے گزر جائے وہ قیامت کے روز حسرت وندامت کا سبب بنے گا کیونکہ داڑھی منڈانے میں جو وقت ضائع ہو رہاہے وہ خالص گناہ کے کام میں ضائع ہو رہاہے۔

اور اس میں مال کو ضائع کرنا ہے اس لئے داڑھی خود مونڈے یا منڈوائے بہر حال مال کا بہت بڑا حصہ اس میں خرچ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اپنے آپ کو تکلیف پہنچاتا ہے، کبھی چمڑا چھیل گیا کبھی کھال کٹ گئی اور طرح طرح کی اپنے جسم کو بھی بلا ضرورت تکلیف پہنچانا یہ ایک مستقل گناہ ہے۔

لہٰذا عقل مندی کا تقاضہ یہ ہے کہ اس قبیح فعل کو چھوڑ دیا جائے۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ انهكوا الشوارب واعفوا اللحى۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھیں منڈاؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔ [1]

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ جزوا الشوارب وارخوا اللحى خالفوا المجوس۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم مونچھیں منڈاؤ اور داڑھیاں بڑھنے دو، آتش پرستوں کا خلاف کرو۔ [2]

ان روایات کے مثل اور بہت سی روایات کتب حدیث میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مشرکین اور مجوس داڑھی منڈاتے تھے اور مونچھیں بڑھاتے تھے جیسا کہ آجکل عیسائی اور ہندو قوم کر رہی ہے۔ تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے شعار کی حفاظت کریں، ایک مٹھی کی مقدار داڑھی رکھے، اسکو ہرگز کم نہ کرے اور مونچھوں کو کٹوائے۔

در مختار کتاب الصوم میں ہے:

وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُونَ ذَلِكَ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ، وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ أَحَدٌ اهـ مُلَخَّصًا۔

داڑھی کو مٹھی سے کم کرنا جیسا کہ بعض اہل مغرب اور ہیجڑے کرتے ہیں اس کو کسی نے بھی جائز نہیں کہا اور ان کے ساتھ تشبہ حرام ہے۔ [3]

عن عبدالله عمر قال: ذكر رسول الله ﷺ المجوس فقال: انهم يوفون سبالهم ويحلقون لحاهم فخالفوهم۔ قال: فكان ابن عمر يستعرض سبلته فيجزها كما تجز الشاة او يجز البعير۔

---

1 (شعب الایمان، ج، ۵، ص، ۲۱۹، رقم: ۶۴۳۰، دار الکتب العلمیہ بیروت، صحیح بخاری، ج، ۲، ص، ۸۷۵، نور محمد کراچی)

2 (شعب الایمان، ج، ۵، ص، ۲۱۹، رقم: ۶۴۳۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب خصال الفطرۃ، ج، ۱۲۹، ۱، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، مسند احمد بن حنبل، ج، ۲ ص، ۳۶۲، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

3 (درمختار کتاب الصوم، ج ۲ ص ۴۱۸ وفتح القدیر) والتشبہ بھم حرام۔ (الطحطاوی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجوسیوں کا ذکر کیا اور فرمایا: وہ لوگ اپنی مونچھیں بڑھاتے ہیں، اور داڑھیاں منڈواتے ہیں، تم لوگ ان کی مخالفت کرو، لہٰذا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی مونچھوں کے کناروں کو پکڑتے تھے اور ان کو ایسے مونڈتے تھے جیسے بکری کو مونڈتے ہیں یا اونٹ کو مونڈتے ہیں۔ [1]

ایک مشت سے زائد داڑھی کو کتروانا:

مٹھی سے زیادہ داڑھی کو کتروانا جائز ہے۔

والقصر سنة فیها وهو ان یقبض الرجل لحیته فان زاد منها علی قبضة قطعه كذا ذكر محمد رحمه الله۔

جب کوئی شخص اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے لے اور وہ مٹھی سے زائد (لمبی) ہو تو اس زائد حصے کو کاٹنا جائز ہے اور یہ سنت ہے۔ [2]

داڑھی تینوں جانب سے ایک مٹھی ہو:

ہر جانب سے ایک مٹھی ہونا ضروری ہے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے مٹھی پکڑ کر زائد کو کاٹے اسی طرح دونوں جانب سے بھی مٹھی بھر ہونا ضروری ہے۔

داڑھی کہاں سے شروع ہوتی ہے:

کنپٹی کے نیچے جو ہڈی ابھری ہوئی ہے یہاں سے داڑھی شروع ہے اس سے اوپر سر کا حصہ ہے۔ پس سر کی حد تک منڈانا درست ہے۔ داڑھی کی حد سے درست نہیں۔

داڑھی کے نام کی تحقیق اور چہرہ پر داڑھی کی حدود اربعہ:

داڑھی کو عربی میں اللحية اور پشتو میں گیرہ کہتے ہیں جس کی جمع عربی میں اللحیٰ آتی ہے۔ قرآن و سنت میں داڑھی کے بارے میں اللحية اور جمع کیلئے اللحیٰ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، یہ احادیث پہلے ذکر کی جا چکی ہیں۔ (اور اللحیٰ لام پر پیش اور زیر دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

---

[1] (رواه الطبرانی، فی الاوسط، رقم: ۱۰۵۱، وابن حبان، رقم: ۵۴۷۶، وابونعیم فی الحلیة، ج،۳، ص، ۹۴، السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الطهارة، ج، ۱، ص، ۳۱۹، رقم: ۶۹۶، دارالحدیث القاهرة، وشعب الایمان، ج، ۵، ص، ۲۲۲، رقم: ۶۴۴۸، دارالکتب العلمیه بیروت)

[2] (عالمگیری ص ۲۳۹ ج ۴)

(۱) باب نمبر دس: الكوا كب في حلق الشوارب

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي (طه ۹۴)

کہا اے میرے ماں جائے نہ میری داڑھی پکڑو اور نہ میرے سر کے بال مجھے یہ ڈر ہوا کہ تم کہو گے تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور تم نے میری بات کا انتظار نہ کیا۔

عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ عشر من الفطرة قص الشارب و اعفاء اللحية، اھ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں: (۱) مونچھیں (جڑ سے) کاٹنا، (۲) داڑھی بڑھانا، (۳) مسواک کرنا، (۴) ناک میں پانی ڈالنا، (۵) ناخن کاٹنا، (۶) جوڑوں کو دھونا، (۷) بغلوں کے بال نوچنا، (۸) زیرِ ناف بال مونڈنا، (۹) اور پانی سے استنجاء کرنا، (۱۰) مصعب فرماتے ہیں دسویں چیز میں بھول گیا، الا یہ کہ وہ کلی کرنا ہو۔

اور عربی لغت میں لَحی اور لِحی (یعنی لام کے زبر اور زیر کے ساتھ) منہ کی اس ہڈی یا جبڑے کو کہا جاتا ہے، جس پر دانت اگتے ہیں۔

(اللحیان: العظمان فیھما منابت الاسنان (المحیط فی اللغة، مادة "لحی،، حرف الحاء) قال اللیث: اللحیان العظمان اللذان فیھما الاسنان من کل ذی لحی (تھذیب اللغة، مادة "لحی،، باب الحاء و اللام) اللحیان: العظمان اللذان فیھما منابت الأسنان من کل ذی لحی، و الجمیع: ألحٍ و اللحا مقصور۔ و اللحاء ممدود:

اللحیان: ان دونوں ہڈیوں (جبڑوں) کو کہتے ہیں جن پر دانت نکلتے ہیں۔ لیث نے کہا، اللحیان: وہ دو ہڈیاں (جبڑے) ہیں جن پر ہر جبڑے والے کے دانت نکلتے ہیں لحیة کی جمع الح، لحیٰ اور لحاء ہے۔[1]

اور جس ہڈی پر دانت اگتے ہیں، وہ انسانی چہرے میں دو قسم کی ہڈیاں ہیں، ایک اوپر کی ہڈی، جس کو اوپر کا جبڑا بھی کہا جاتا ہے، اور ایک نیچے کی ہڈی، جس کو نیچے کا جبڑا بھی کہا جاتا ہے۔ نیچے کی ہڈی یا جبڑے کو عربی زبان میں "الفک الاسفل،، یا "الفک السفلی،، اور انگریزی میں MANDIBLE کہا جاتا ہے، اور اس کے مقابلے میں اوپر کی ہڈی یا جبڑے کو عربی زبان میں "الفک الاعلیٰ،، یا "الفک العلوی،، اور انگریزی زبان میں MAXILLA کہا جاتا ہے۔ (کمپوزر ڈاکٹر محمد افضل احمدی سیفی)

کئی احادیث میں منہ کے دونوں جبڑوں یا دانت اگنے والی دونوں ہڈیوں کیلئے "لحیین،، کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

---

[1] (کتاب العین لخلیل بن احمد، ج۳ ص ۲۹۷، ۲۹۶، مادة "لحی،، باب الحاء و اللام)

چنانچہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الجَنَّةَ۔

ترجمہ: جو میرے لئے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (یعنی زبان) اور دونوں پاؤں (رانوں) کے درمیان کی چیز (یعنی شرمگاہ کی حفاظت) کی ضمانت دے، تو میں اس کیلئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ [1]

اس طرح کی احادیث میں "لحيين" یا "لحييه" کے الفاظ سے منہ میں اوپر نیچے کے دونوں جبڑے یا وہ دونوں ہڈیاں مراد ہیں، جن پر دانت اگتے ہیں۔

(لَحْيَيْهِ): بِفَتْحِ اللَّامِ مَنْبَتُ الْأَسْنَانِ، أَيْ: مَنْ يَكْفُلُ لِي مُحَافَظَةَ مَا بَيْنَهُمَا مِنَ اللِّسَانِ وَالْفَمِ عَنْ تَقْبِيحِ الْكَلَامِ وَأَكْلِ الْحَرَامِ۔

ترجمہ: لام کے زبر کے ساتھ لحييه کا معنی ہے دانت اگنے کی جگہ (داڑھ) مراد یہ کہ جو مجھے زبان اور منہ کی قبیح کلام اور حرام خوری سے بچانے کی ضمانت دے گا۔ [2]

اور اوپر، نیچے کے ان دونوں جبڑوں یا دانت اگنے والی دونوں ہڈیوں کو عربی میں "لحيين" کے علاوہ "فكّين" بھی کہا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

(الفكّان): اللحيان۔ [3]

اور اسی مناسبت سے اس ہڈی پر اگنے والے بالوں کو عربی زبان میں "لحية" اور اردو زبان میں "داڑھی" کہا جاتا ہے۔

(وَاللَّحْيُ مَنْبِتُ اللِّحْيَةِ مِنْ الْإِنْسَانِ وَغَيْرِهِ وَالنِّسْبَةُ إلَيْهِ لَحَوِيٌّ، وَهُمَا لَحْيَانِ وَثَلَاثَةُ أَلْحٍ عَلَى أَفْعِلٍ إلَّا أَنَّهُمْ كَسَرُوا الْحَاءَ لِتَسْلَمَ الْيَاءُ وَالْكَثِيرُ لُحِيٌّ عَلَى فُعُولٍ وَفِي الْمُغْرِبِ اللَّحْيُ الْعَظْمُ الَّذِي عَلَيْهِ الْأَسْنَانُ، اھ۔

اللحیٰ انسان وغیرہ کی داڑھی کے اگنے (نکلنے) کی جگہ کو کہتے ہیں۔ جب اس لفظ کی طرف نسبت کریں گے تو "لحوی" (داڑھی والا) کہا جائے گا۔ اس کی تثنیہ "لحیان" اور جمع "الح" بروزن "افعل" آتی ہے؟ لیکن علماء نے "حا"

[1] (بخاری، باب حفظ اللسان، ج۸ ص ۱۰۰)

[2] (مرقاۃ المفاتیح، ج۷ باب حفظ اللسان و الغیبۃ و الشتم)

[3] (المعرب فی ترتیب المعرب، ص ۳۶۵، باب الفاء مع الکاف)

کو کسرہ دیا تاکہ "یاء" کے ساتھ مناسبت آجائے۔لفظ "لحية" کی جمع کثرت "لحيى" بروزن "فعول" آتی ہے۔
"مغرب" (لغت کی کتاب میں ہے کہ "اللحی" اس کو ہڈی کو کہتے ہیں جس پر دانت نکلتے ہیں۔)[1]

داڑھی اور اس کی مقدار اطباء و حکماء کی نظر میں

اب تک داڑھی کے شرعی پہلو کے اعتبار سے بحث کی گئی ہے، اور اگر طبی پہلو سے غور کیا جائے تو طبی اعتبار سے بھی داڑھی کی افادیت اور اس کے منڈانے کا ضرر اور نقصان طے شدہ ہے۔

چنانچہ قدیم طب میں تو یہ بات پہلے ہی طے شدہ تھی کہ داڑھی مرد کے لئے زینت اور گردن و سینہ کے لئے بڑھی محافظ ہے، مگر بعد کے تحقیق دانوں کی تحقیق سے بھی معلوم ہوا کہ داڑھی صحت کے لئے انتہائی مفید چیز ہے، اور اس کو منڈانے سے صحت پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔

چنانچہ ماہرین کی رائے ہے کہ:

- داڑھی کے موجود ہونے سے مضر جراثیم حلق اور سینے میں پہنچنے سے رکے رہتے ہیں۔
- اور اس کے برعکس متعدد ماہرین کی رائے کے مطابق داڑھی منڈانے سے مردانہ قوت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔
- اور اسی وجہ سے ان کا کہنا ہے کہ اگر سات نسلوں تک داڑھی منڈانے کی عادت قائم رہے تو آٹھویں نسل بغیر ڈاڑھی کے پیدا ہوتی ہے۔
- داڑھی مونڈنے سے دماغ پر برا اثر پڑتا ہے اور دماغ کمزور ہو جاتا ہے اور دیگر کئی دماغی بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔
- داڑھی منڈانے سے پھیپھڑوں کی متعدد بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔
- داڑھی کو بار بار مونڈنے سے آنکھوں کی رگوں پر برا اثر پڑتا ہے اور نظر کمزور ہو جاتی ہے۔
- اور اگر داڑھی کو ایک مٹھی ہونے کے بعد بھی نہ کاٹا جائے اور اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو داڑھی کے بالوں کا اوپر والا حصہ پتلا ہوتا چلا جاتا ہے جس کے نتیجے میں سر میں اثر پیدا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے عقل اور دماغ میں فتور اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔

حکماء و عقلاء نے بھی داڑھی کے متعلق شریعت کی معتدل تعلیم کو عقل و نظر میں انتہائی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔

[1] (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، باب اركان الطهارة)

حافظ جمال الدین ابو لفرج عبد الرحمٰن بن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "اخبار الحمقٰی و المغفلین" میں غیر معتدل، طویل داڑھی کو جو شرعی مقدار سے زائد ہو، حماقت کی علامت میں شمار کیا ہے اور اس سلسلے میں حکماء و اہل بصیرت کے اقوال اور احوال پیش فرمائے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

و من العلامات التی لا تخطیء طول اللحیة فان صاحبها لا یخلو من الحمق و قد روی انه مکتوب فی التوراة ان اللحیة مخرجها من الدماغ فمن افرط علیه طولها قل دماغه و من قل دماغه قل عقله و من قل عقله کان احمق۔

قال بعض الحکماء سماد اللحیة فمن طالت لحیته کثر حمقه۔

ترجمہ: اور حماقت کی ان علامات میں سے جو کبھی غلط ثابت نہیں ہو سکتیں، ایک علامت داڑھی کا غیر ضروری لمبا ہونا ہے، اس لئے کہ داڑھی کا مخرج دماغ ہے تو جو شخص اس کی لمبائی میں افراط و غلو کرے گا، تو اس کا دماغ کم ہو جائے گا، اور جس کا دماغ کم ہو گا، اس کی عقل کم ہو جائے گی۔ اور جس کی عقل کم ہو گی تو وہ احمق ہو گا۔ بعض حکماء کا قول ہے کہ داڑھی کا لمبا ہونا حماقت ہے، پس جس کی داڑھی جتنی لمبی ہو گی اس کی حماقت اتنی ہی زیادہ ہو گی۔[1]

نیز فرماتے ہیں:

و قال اصحاب الفراسة اذا کان الرجل طویل القامة و اللحیة فاحکم علیه بالحمق و اذا انصاف الی ذٰلک ان یکون رأسه صغیرا فلا تشک فیه۔

ترجمہ: اور اصحاب فراست کا قول ہے کہ جب آدمی کا قد لمبا ہو اور اس کی داڑھی بھی لمبی ہو تو اس پر احمق ہونے کا حکم لگادو، اور اگر اس کے ساتھ اس کا سر بھی چھوٹا ہو تو اس کی حماقت میں کوئی شک نہیں۔

و قال بعض الحکماء موضع العقل الدماغ و طریق الروح الانف و معضع الرعونة طویل اللحیة۔

اور بعض حکماء کا قول ہے کہ عقل کی جگہ دماغ ہے اور روح کا راستہ ناک ہے، اور بے وقوفی کی جگہ لمبی داڑھی ہے۔

وعن سعد بن منصور انه قال قلت لابن ادریس أرأیت سلام بن ابی حفصة قال نعم رأیته طویل اللحیة و کان احمق۔

اور سعد بن منصور سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابن ادریس کو کہا کیا تم نے سلام بن ابی حفصہ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں میں نے اس کو لمبی داڑھی والا دیکھا تھا اور وہ احمق تھا۔

و عن ابن سیرین انه قال اذا رأیت الرجل طویل اللحیة لم فاعلم ذالک فی عقله۔

---

[1] (اخبار الحمقی و المغفلین لابن الجوزی، ص ۳۱، الباب الخامس فی ذکر صفات الاحمق)

اور حضرت ابن سیرین سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تم کسی لمبی داڑھی والے کو دیکھو تو آپ یہ بات جان لو کہ اس کی عقل میں کچھ کمی ہے۔

قال زیاد ابن ربیۃ مازادت لحیۃ رجل علی قبضتہ الا کان مازاد فیھا نقصا من عقلہ۔

اور زیاد بن ربیہ نے فرمایا کہ جس آدمی کی بھی داڑھی ایک مٹھی سے زیادہ ہو جائے وہ جتنی بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے اتنا ہی اس کی عقل کو کم کرتی جاتی ہے۔

اس بحث کا خلاصہ

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ شریعت نے داڑھی رکھنے کا جو حکم دیا ہے اور اس میں کم از کم ایک مٹھی کی مقدار کو مقرر کر دیا ہے اور اس سے زیادہ کو ضروری یا سنت قرار نہیں دیا۔ یہ شریعت کا معتدل حکم ہر قسم کی افراط تفریط سے پاک اور طب و حکمت کے اصولوں کے بھی عین مطابق ہے۔ اور جس طرح داڑھی منڈانا طب و حکمت کے اعتبار سے نقصان دہ اور مضر ہے اسی طرح اسے ایک مٹھی کے بعد لمبا چھوڑے رکھنا بھی عقلی و طبی اصولوں کے خلاف ہے۔

اور اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اعتدال ہر چیز میں مفید اور نفع بخش ہوتا ہے اور افراط و تفریط مضر و نقصان دہ ہوتی ہے۔ بحمد اللہ یہی حکم داڑھی کے بارے میں بھی کار فرما ہے۔

رخسار کے بالوں کا حکم:

جبڑے کی ہڈی پر جو بال ہوں وہ داڑھی میں شامل ہیں ان کو چھوڑ کر جبڑے کی ہڈی کے اوپر جہاں سے رخسار شروع ہوتا ہے ان کو برابر کر دینا خط بنوانا درست ہے۔ کیونکہ رخسار کے بال داڑھی کے حکم میں نہیں ہیں۔

کمافی بحر الرائق :قال:وَظَاهِرُ كَلَامِهِمْ أَنَّ الْمُرَادَ بِاللِّحْيَةِ الشَّعْرُ النَّابِتُ عَلَى الْخَدَّيْنِ مِنْ عِذَارٍ وَعَارِضٍ وَالذَّقَنِ وَفِي شَرْحِ الْإِرْشَادِ اللِّحْيَةُ الشَّعْرُ النَّابِتُ بِمُجْتَمَعِ اللَّحْيَيْنِ وَالْعَارِضِ مَا بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الْعِذَارِ وَهُوَ الْقَدْرُ الْمُحَاذِي لِلْأُذُنِ يَتَّصِلُ مِنْ الْأَعْلَى بِالصُّدْغِ وَمِنْ الْأَسْفَلِ بِالْعَارِضِ۔[1]

قال ابن منظور فی لسان العرب قال ابن سیدا اللحیۃ اسم یجمع من الشعر ما نبت علی الخدین و الذقن و قال فی تاج العروس و القاموس اللحیۃ مانبت علی الخدین و الذقن و ھی اسم لما نبت من شعر العارضین و الذقن۔ الخد ھو ما یبدأ من انف الانسان من الیمین و الشمال الی جانب العارضی الوجہ۔(العارض قال فی مجمع البحار و فی النہایۃ

[1] (بحرالرائق،ص ١٦ ج ١)

العارض من اللحية ماينبت على عرض اللحية فوق الذقن وقال فی مجمع البحار ايضاًجانبی الوجه فوق الذقن الی ماتحت الاذن تسمیٰ العارضين)(الذقن قال فی القاموس وفی لسان العرب الذقن مجمع اللحيين من اسفلهماوقال ابوعبيدة الذقن مجمع اطراف اللحيةوقال فی تاج العروس الذقن ماينبت علی مجمع اللحيين من الشعر)(الحنک قال فی تاج العروس الحنک هوالاسفل من طرف مقدم اللحيين من اسفلهماوقال النووی رحمه الله تعالیٰ اماشعرالعارضين ففيه وجهان الصحيح الذی قطع به الجمهوران له حکم اللحية)(وقال الشيخ احمدالدهلوی رحمه الله تعالیٰ حد اللحية طولامن الانفقة ائ من الشعر النابت علی الشفة السفلیٰ مع شعر الذقن الی اشعر النابت تحت الذقن وعرضاًمن شعر الخدين وهماالعارضان ای من جانبه الوجه مع شعرالصدغين الی ماتحت الحنک الاسفل من الشعرهذاکله لحية۔

ابن منظور نے لسان العرب میں کہاہے کہ ابن سیدنے کہاکہ "لحية"ان بالوں کے مجموعے کوکہتے ہیں کہ رخسار اور ٹھوڑی پر اگتے ہیں۔تاج العروس اور قاموس میں ہے کہ "لحية"رخساراور ٹھوڑی کے بالوں کوکہتے ہیں۔ رخسار سے مراد چہرے کاوہ حصہ ہے جوناک کے دائیں بائیں سے لے ٹھوڑی سے اوپر تک ہوتاہے اور ٹھوڑی کے بارے میں قاموس اور لسان العرب میں ہے کہ جہاں پر دونوں جبڑے نیچے کی طرف ملتے ہیں ابوعبیدہ نے کہاکہ ٹھوڑی،داڑھی کے اطراف کے جمع ہونے کی جگہ ہے تاج العروس میں ہے کہ ٹھوڑی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پر دونوں جبڑوں کے بال مل کر اگتے ہیں اسی کو حنک بھی کہتے ہیں۔[1]

حلق کے بالوں کا حکم:

حلق کے بالوں کوکاٹنایامنڈانامکروہ ہے۔

وفی الشامية:قال:وَلَايَحْلِقُ شَعْرَ حَلْقِهِ,وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ لَا بَأْسَ بِهِ ط

حلق کے بالوں کو نہیں منڈوایاجائے گااورامام ابویوسف کے نزدیک اس کے دور کرنے میں کوئی حرج نہیں۔[2]

ریش بچہ کاحکم:

ریش بچہ تو داڑھی کاحصہ ہے اس کاحکم داڑھی کاحکم ہے۔بچی کے دونوں جانب لب زیریں کے بال منڈوانے کوفقہاء نے بدعت لکھاہے۔

---

[1] (شمس الضحیٰ فی احکام الشعرو اللحیٰ ص ۹۰)

[2] (شامی ص ۲۸۸ ج۵ کتاب الحضرو الاباحة)

وفی الشامیة قال: نَتْفُ الْفَنْبَكَيْنِ بِدْعَةٌ وَهُمَا جَانِبَا الْعَنْفَقَةِ وَهِيَ شَعْرُ الشَّفَةِ السُّفْلَى كَذَا فِي الْغَرَائِبِ۔

فنبکین یعنی بچی کے ارد گرد کے حصے کے بال اکھاڑنا بدعت ہے۔[1]

سفید بال اکھاڑنے کا حکم:

ایک دو سفید بال بغیر نیت زینت اکھاڑنے کی گنجائش ہے ،یعنی اسکی عادت نہ بنائے کہ جب بھی کوئی بال سفید نظر آئے اسکو اکھاڑ دیا جائے۔

کیونکہ حدیث میں سفید بال کو مومن کیلئے نور قرار دیا ہے:

عَن عَمْرو بن شُعَيْب عَن أَبِيه عَن جده قَالَ قَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لَا تنتفوا الشيب فَإنَّهُ مَا من مُسلم يشيب شيبَة فِي الْإِسْلَام إِلَّا كَانَت لَهُ نورا يَوْم الْقِيَامَة۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفید بال نہ اکھاڑو کیونکہ جو بندہ حالت اسلام میں سفید ریش ہو جائے تو وہ سفیدی اس کے لئے قیامت کے دن نور ہو گا۔[2]

لا تنتفوا الشیب فإنه نور المسلم یوم القیامة۔

سفید بال نہ اکھاڑو کیونکہ یہ قیامت کے دن مسلمان کا نور ہو گا۔[3]

وفی الشامیة قال: وَلَا بَأْسَ بِنَتْفِ الشَّيْبِ۔

سفید بال اکھاڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[4]

کٹے ہوئے بالوں کا حکم:

کٹے ہوئے بال ہوں یا ناخن یا جسم کا کوئی اور حصہ ان کو دفن کر دینا چاہیئے۔اور اگر دفن نہ کرے بلکہ کسی محفوظ جگہ ڈال دے تو یہ بھی جائز ہے مگر نجس اور گندی جگہ نہ ڈالے۔اس سے بیماری کا اندیشہ ہے۔اور انسانی اعضاء کے احترام کے بھی خلاف ہے۔

---

[1] (شامی ص ۴۰۷ ج ۶ کتاب الحضر والاباحة)

[2] (الترغیب والترھیب ص ۱۸۳ ج ۴)

[3] (حاشیه الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب جمعة ج ۱ ص ۵۲۶)

[4] (شامی ص ۴۰۷ ج ۶ کتاب الحضر والاباحة)

وفی الشامیة قال : فَإِذَا قَلَّمَ أَظْفَارَهُ أَوْ جَزَّ شَعْرَهُ يَنْبَغِي أَنْ يَدْفِنَهُ فَإِنْ رَمَى بِهِ فَلَا بَأْسَ وَإِنْ أَلْقَاهُ فِي الْكَنِيفِ أَوْ فِي الْمُغْتَسَلِ كُرِهَ لِأَنَّهُ يُورِثُ دَاءً۔

کٹے ہوئے سر کے بال ہوں یا کسی اور جگہ کے اور ناخن وغیرہ مرد وعورت دونوں کے لئے مناسب اور بہتر یہی ہے کہ ان کو گھر یا دوسری جگہ کے ایک کونے میں دفن کردے اور اگر ایسی جگہ پھینک دے کہ جہاں لوگوں کی آمد ورفت نہ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن بالوں اور ناخنوں کو غسل خانے، گندگی کے ڈھیر یا نالے یا ویسے ادھر ادھر پھینکنا اعضائے انسانی کی توہین ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں نیز فقہ کی کتابوں میں اسے بیماری پیدا ہونے کا سبب اور مکروہ کہا گیا۔[1]

داڑھی کو برا سمجھنا:

کسی ادنیٰ سے ادنیٰ سنت اور مستحب کو برا سمجھنا یا اس کا مذاق اڑانا در حقیقت اسلام اور حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ استہزاء ہے، جس کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اس وجہ سے صاحب عصام نے فرمایا:

وَاستقباح ما جعل اللہ مندوبا ایضاً کفر۔

یعنی جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مندوب ﴿جائز و مستحب﴾ قرار دیا ہو اس کو برا کہنا بھی کفر ہے۔[2]

جب سنت اور مستحب کا مذاق اڑانا کفر ہے تو داڑھی تو واجب ہے، اور شعار اسلام ہے ایک مشت سے کم کرنا بالاجماع حرام ہے اسکا مذاق اڑانا بطریق اولیٰ کفر ہے۔

شرح عقائد میں ہے کہ:

الاستهانة والاستهزاء على الشريعة كفر۔

شرح مواقف میں ہے کہ شریعت کی اہانت اور مذاق اڑانا کفر ہے۔[3]

(وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِي) أَيْ: الْمُعْرِضُ عَنْهَا بِالْكُلِّيَّةِ، أَوْ بَعْضِهَا اسْتِخْفَافًا وَقِلَّةَ مُبَالَاةٍ كَافِرٌ وَمَلْعُونٌ، وَتَارِكُهَا تَهَاوُنًا، وَتَكَاسُلًا لَا عَنِ اسْتِخْفَافٍ عَاصٍ۔

---

[1] (ص ۲۸۷ ج ۱ مکتبہ ماجدیة)

[2] (حاشیہ بیضاوی ص ۴۸ ج ۱، مفتاح السلوک ص ۴۳۱)

[3] (شرح عقائد، ص ۱۲۰)

میری سنت کا تارک یعنی اس سے مکمل یا بعض سنتوں سے اعراض کرنے والا بنیت اہانت وبے حیثیت سمجھنے والا کافر اور ملعون ہے اور بغیر اہانت کے سستی سے سنت کو ترک کرنے والا گناہگار ہے۔[1]

فی العلانیة قال: وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُونَ ذَلِکَ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ، وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ أَحَدٌ اهـ مُلَخَّصًا۔

داڑھی کو مٹھی سے کم کرنا جیسا کہ بعض اہل مغرب اور ہیجڑے کرتے ہیں اس کو کسی نے بھی جائز نہیں کہا اوران کے ساتھ تشبہ حرام ہے۔[2]

اسے دوبارہ مسلمان کر کے نکاح بھی دوبارہ کیا جائے۔

داڑھی منڈانے کی تاریخ:

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے یہ عمل قوم لوط سے شروع ہوا۔ اغلب یہی ہے کہ وہ امرد پرست تھے۔ غالباً جب ان کے مردوں کی داڑھیاں آجاتی تھیں توامر دہی رہنے کی غرض سے وہ داڑھی منڈوایا کرتے تھے۔ چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "دس برے کاموں کی وجہ سے قوم لوط ہلاک کی گئی ہے جن میں سے ایک لواطت ہے اور شراب پینا اور داڑھی منڈوانا اور مونچھیں بڑھانا بھی ہے۔[3]

اس آیہ کریمہ سے نیچے:

وَلُوطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَاسِقِينَ (الانبیاء ۷۴)

اور لوط کو ہم نے حکمت، فیصلہ کرنے کی صلاحیت اور علم دیا اور اسے اس بستی سے نجات بخشی جو گندے کام کرتی تھی بیشک وہ بُرے لوگ بے حکم تھے۔

تاریخ میں داڑھی منڈانے کا ابتدائی ثبوت تو شیطان لعین کے اس چیلنج سے ملتا ہے جو لعین نے اللہ تعالیٰ کو دیا تھا۔

لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِکَ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمۡ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ۔ ﴿النساء ۱۱۹﴾

---

[1] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح باب الایمان بالقدر، ج ۱ ص ۱۸۴)

[2] (درمختار کتاب الصوم، ج ۲ ص ۱۸۴ وفتح القدیر)

[3] (درمنثور ص ۳۲۴ ج ۴، روح المعانی ص ۶۴ ج ۱۷)

جس پر اللہ نے لعنت کی اور بولا قسم ہے میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ ٹھرایا ہوا حصہ لوں گا قسم ہے میں ضرور بہکادوں گا اور ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں گے اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔

مفسرین کرام نے فلیغیرن خلق اللہ کی تفسیر میں لکھاہے کہ داڑھی منڈوانا بھی تغییر خلق اللہ ہے،یعنی اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں ﴿شکلوں﴾ کو بگاڑنا ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ جو لوگ داڑھی منڈاتے ہیں وہ شیطان کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور شیطان ان کو اپنے بندے اوراپنا حصہ مُقررہ سمجھتا ہے شیطان لعین کے اس چیلنج کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے بھی اعلان فرمادیا کہ اور جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ صریح ٹوٹے میں پڑا۔

پس کتنے افسوس کی بات ہے کہ کوئی مسلمان داڑھی منڈا کر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے شیطان کے حکم کی تعمیل کرکے اس کے حصے میں چلا جائے اور خسران مبین اٹھائے۔(پناہ بخدا)

داڑھی میں گرہ لگانا:

عن رويفع بن ثابت رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي، فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ، أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا، أَوْ اسْتَنْجَى بِرَجِيعِ دَابَّةٍ، أَوْ عَظْمٍ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ بَرِيءٌ۔

روایت ہے حضرت رویفع بن ثابت سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے رویفع شاید میرے بعد تمہاری زندگی لمبی ہو گی تو لوگوں کو خبر دے دینا کہ جو اپنی داڑھی میں گرہ لگائے یا تانت ﴿دھاگہ﴾ باندھے یا کسی جانور کی پلیدی یا ہڈی سے استنجاء کرے تو حضور انور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔[1]

تو معلوم ہوا کہ داڑھی لٹکانے کے بجائے اوپر چڑھانا یا اس پر گرہ لگانا بڑا گناہ ہے اس کو اپنی اصلی حالت پر چھوڑنا چاہیئے۔

ملازمت کی خاطر داڑھی منڈانا:

ملازمت کرنا یا کسی اور ذریعہ ٔمعاش کو اختیار کرنا شرعاًاس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ شریعت مطہرہ نے اسکا حکم دیا ہے کہ انسان فرائض کی ادائیگی کے بعد کوئی بھی حلال ذریعہ معاش اختیار کرے۔ لیکن معاش کی خاطر شریعت مطہرہ کے کسی حکم کو

---

[1] (ابو داؤد)

چھوڑنا، حرام کا ارتکاب کرنا شرعاً اسکی قطعاً اجازت نہیں۔داڑھی رکھنا شرعاًواجب اسکا منڈانا، مٹھی سے کم کرنا حرام ہے۔ لہٰذا ملازمت کی خاطر داڑھی منڈانے یا کٹانے کی شرعاًہر گز اجازت نہیں۔اگر اسکے بغیر ملازمت نہ مل رہی ہو توتب بھی داڑھی منڈانے کے جرم عظیم کا ارتکاب نہ کریں۔بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے اسی سے دعامانگتے رہیں اور فراخیٔ رزق کا انتظار کریں۔

وَمَنۡ یَتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا (۲) وَّیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ وَمَنۡ یَّتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسۡبُہٗ (الطلاق ۳)

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

وَلَا یَحۡمِلُکُمۡ اسۡتِبۡطَاءُ الرِّزۡقِ عَلَی أَنۡ تَطۡلُبُوہُ بِمَعَاصِي اللّٰہِ۔

یعنی تمہیں رزق دیر سے ملنا اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ذریعہ رزق طلب کرنے لگو۔[1]

ہدایت الابرار میں ہے کہ:

فاخذ الاجرۃ لحلق اللحیۃ او لقصہا دون القبضۃ حرام وخبث۔

ترجمہ: ایک مٹھی سے کم داڑھی کاٹنے یابالکل منڈوانے کی اجرت حرام اور ناپاک ہے۔[2]

وفی تنویر الایمان فی اتباع مذہب نعمان قال ﷺ من قصر او حلق لحیتہ فھو ملعون ومردود فی الدنیا والآخرۃ واذا کانت زائدۃ عن القبضۃ فلابأس بتقصیرھا وعن الطحاوی من شرب الخمر ثم تاب ولکن حلق اللحیتہ اوقصھادون القبضۃ یقال لہ تارک ولا یقال لہ تائب وتوبتہ ناقصۃ واخذ الاجرۃ لحلق اللحیۃ او لقصھادون القبضۃ حرام وخبیث وحلق اللحیۃ وقصھادون القبضۃ وحلق المرأۃ رأسھا کلھا حرام۔

تنویر الایمان نامی کتاب میں ہے کہ جو شخص داڑھی منڈوائے یا ایک مٹھی سے کم کرے تو دنیا اور آخرت میں ملعون ومردود ہے اور اگر داڑھی مٹھی سے زیادہ ہو تو اس اضافی بال کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔طحاوی میں ہے کہ جو شخص شراب پیتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اس کو توبہ کرنے والا کہا جاتا ہے لیکن جو داڑھی منڈواتا ہے یا مشت سے کم کرتا ہے اور پھر اس

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبۃ ج۷ص ۷۹)

[2] (ھدایت الابرار، ص ۴۴)

سے رک جاتا ہے تو اس کو چھوڑنے والا کہا جاتا ہے مگر توبہ کرنے والا نہیں کہا جاتا اور اس کی توبہ ناقص ہے۔ داڑھی منڈوانے یا مشت سے کم کرنے کی اجرت حرام و ناپاک ہے، داڑھی منڈوانا یا مشت سے کم کرنا یا عورت کا اپنے سر کو منڈوانا حرام ہے۔[1] لہٰذا داڑھی کی کٹائی پر اجرت لینے اور دینے والا دونوں گناہگار ہیں۔ اور مسرفین میں داخل ہیں اللہ جل شانہ شیطان کو کہتا ہے۔

وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوٰلِ (الاسریٰ)

اور ان کا ساتھی ہو مالوں میں۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

هو امرهم به من انفاق الاموال فی معاص الله تعالیٰ۔

یعنی شیطان اسے حکم کرتا ہے کہ ناجائز کاموں میں پیسہ خرچ کر دو۔[2]

داڑھی کٹانے والا شفاعت سے محروم ہے:

مَنْ تَرَكَ سُنَّتِي لَمْ يَنَلْ شَفَاعَتِي۔[3]

ترجمہ: دوسری حدیث میں ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى) قِيلَ: وَمَنْ أَبَى؟ قَالَ: (مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيّ)

روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ منکر کے سوا میری ساری امت جنت میں جائے گی عرض کیا گیا منکر کون ہے؟ فرمایا جس نے میری فرمانبرداری کی بہشت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً وہ منکر ہوا۔ (بخاری)

داڑھی منڈوانے والے پر سلام کرنا:

قال العلامة علاؤ الدين صاحب الخازن المسألة الرابعة في الأحوال التي يكره السلام فيها: فمن ذلك الذي يبول أو يتغوط أو يجامع ونحو ذلك لا يسلم عليه فلو سلم فلا يستحق المسلّم جوابا لما روي عن ابن عمر: «أن رجلا

---

[1] (تنویر الایمان، ص ۳۴۶)

[2] (ابن کثیر، ص ۲۹ ج ۳)

[3] (الشامیة ج ۶ ص ۳۳۷)

(۱) باب نمبر ایک: الکواکب فی حلق الشوارب

مر ورسول الله صلّى الله عليه وسلّم يبول فسلم عليه فلم يرد عليه» أخرجه مسلم قال الترمذي إنما يكره إذا كان على الغائط أو البول ويكره التسليم على من في الحمام وقيل إن كانوا امتزرين بالميآزر سلم عليهم وإلاّ فلا, ويكره التسليم على النائم والناعس والمصلي والمؤذن والتالي في حال الصلاة والأذان والتلاوة ويكره الابتداء بالسلام في حال الخطبة لأن الجالسين مأمورون بالإنصات للخطبة ويكره أن يبدأ المبتدع بالتسليم عليه وكذلك المعلن بفسق وكذلك الظلمة ونحوهم فلا يسلم على هؤلاء۔

ترجمہ: علامہ خازن چوتھے مسئلے میں ان حالات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ جن میں سلام کرنا مکروہ ہے۔ وہ یہ ہیں جو شخص بول وبراز (پیشاب وپاخانہ کرنے) میں مشغول ہو یا ہمبستری کر رہا ہو تو اس پر سلام نہ کرے، اگر کوئی سلام کرے گا تو جواب کا مستحق نہیں ہے جیسے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس سے گزرا اور سلام کیا جبکہ آپ ﷺ مبارک پیشاب فرما رہے تھے تو آپ ﷺ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص بول وبراز میں مصروف ہو تو اس پر سلام کرنا مکروہ ہے اس طرح جو شخص نہا رہا ہو تو بھی اس پر سلام کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر اس نے ستر عورت کیا ہو تو پھر جائز ہے۔ سوتے ہوئے شخص کو، اونگھنے والے، نمازی، مؤذن اور تلاوت کرنے والے پر ان ہی حالات میں مصروف ہوتے وقت سلام کرنا مکروہ ہے، خطبہ سننے والے پر سلام کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ لوگ خطبہ سننے پر مامور ہیں، بدعتی پر سلام میں پہل کرنا مکروہ ہے اسی طرح علی الاعلان فسق وفجور کرنے والے اور ظالموں پر سلام نہیں کیا جائے گا۔[1]

عن ام عاش قالت كان رسول الله ﷺ يحفی شاربه۔

حضرت ام عاش رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی مونچھوں کو مونڈتے تھے۔[2]

عن عثمان بن عبيد الله بن ابی رافع انه رای ابا سعيد الخدری وجابر بن عبدالله وعبدالله بن عمر وسلمة بن الاكوع وابا اسيد البدری ورافع بن خديج وانس بن مالك :ياخذون من الشوارب كاخذ الحلق ويعفون اللحی وينتفون الآباط، وفی رواية: ويقصون الاظفار۔

حضرت عثمان بن عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو سعید خدری، جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عمر، سلمہ بن اکوع، ابو اسید بدری، رافع بن خدیج اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ: مونچھیں مونڈنے کی طرح جڑ

---

[1] (تفسير خازن سورة النساء آيت ٨٦، ج ١ ص ٤٠٦)

[2] (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب اللباس باب ماجاء فی الشارب واللحية، ج، ٥، ص، ١٦٩ ، مؤسسة المعارف بيروت)

سے ختم کرتے تھے اور داڑھی بڑھاتے تھے اور بغلوں کے بال صاف کرتے تھے۔ایک روایت میں ہے کہ: ناخنوں کو کاٹتے تھے۔[1]

عن عبداللہ بن بسر قال رایت رسول اللہ ﷺ یطرّ شاربہ طرّا۔

حضرت عبداللہ بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا: آپ اپنی مونچھوں کو خوب کاٹتے تھے۔[2]

قال رسول اللہ ﷺ: طرّوا الشوارب طرّا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھوں کو خوب کاٹو۔[3]

عن رجل من بنی غفار ان النبی ﷺ قال: من لم یحلق عانتہ ویقلم اظفارہ ویجز شاربہ فلیس منا۔

بنی غفار کے ایک شخص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے زیر ناف بال نہ مونڈے اور اپنے ناخن نہ کاٹے اور اپنی مونچھیں نہ مونڈے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[4]

عن ابن عمر عن النبی ﷺ انہ امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحیۃ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مونچھوں کو مونڈنے اور داڑھی کے بڑھانے کا حکم دیا۔[5]

---

1 (رواہ الطبرانی فی معجم الکبیر، ج، ۱، ص ۲۸۹، رقم: ٦٦٨، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب اللباس باب ماجاء فی الشارب واللحیۃ، ج، ۵، ص، ۱٦۹، مؤسسۃ المعارف بیروت)

2 (رواہ الطبرانی فی مسند الشامیین، رقم: ۱۰۲٦، الاحادیث المختارہ، رقم: ۲۹۲۹، فوائد تمام، ج، ۳، ص، ۴۷، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب اللباس باب ماجاء فی الشارب واللحیۃ، ج، ۵، ص، ۱۷۰، مؤسسۃ المعارف بیروت،)

3 (قوت القلوب، الفصل السادس والثلاثون فی فضائل اهل السنت والطریقۃ، ج، ۲، ص، ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء العلوم الدین، کتاب اسرار الطهارۃ، القسم الثالث، ج، ۲، ص، ٦۵۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

4 (رواہ احمد فی المسند، ج، ۵، ص، ۴۱۰، وزوائد المسند، رقم: ۴۳۰۳، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب اللباس باب ماجاء فی الشارب واللحیۃ، ج، ۵، ص، ۱۷۰، مؤسسۃ المعارف بیروت)

5 (صحیح مسلم، ج، ۱، ص، ۱۲۹، نور محمد کراچی، سنن ابو داؤد، کتاب الترجل، باب فی اخذ الشارب ج، ۲، ص، ۵۷۷، میر محمد کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم، کتاب الطهارۃ باب خصال الفطرۃ، ج، ۱، ص، ۱۲۹، قدیمی کتب خانہ کراچی، جامع ترمذی، ابواب الاد، باب ماجاء فی اعفاء اللحیۃ، ۲، ص، ۱۰۰، آفتاب عالم پریس لاہور، و، ص، ۳۹۴، نور محمد کراچی، مؤطا امام مالک، ص، ۷۲۱، مجتبائی لاہور)

(۱) باب نمبر ایک: الکوکب فی حلق الشوارب

لمبی مونچھیں رکھنا مجوسیوں کا دین ہے

عن عبیداللہ بن عتبۃ قال: جاء رجل من المجوس الی رسول اللہ ﷺ و حلق لحیتہ و اطال شاربہ فقال لہ النبی ﷺ ماھٰذا؟ قال: ھٰذا فی دیننا، قال: فی دیننا ان نجز الشارب و ان نعفی اللحیۃ۔

حضرت عبیداللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مجوسی آیا اس حال میں کہ اس نے داڑھی منڈائی ہوئی تھی اور مونچھیں لمبی رکھی ہوئی تھیں، نبی کریم ﷺ اس سے ارشاد فرمایا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ ہمارے دین میں ہے! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم مونچھیں منڈائیں اور داڑھی بڑھائیں۔[1]

عن ابن عباس قال: اخذ الشارب من الدین۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مونچھیں کٹوانا دین میں سے ہے۔[2]

عن مغیرۃ شعبۃ ان رسول اللہ ﷺ رأی رجلا طویل الشارب فدعا بسواک و شفرۃ فقص شارب علی عود السواک۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لمبی مونچھوں والے ایک شخص کو دیکھا تو آپ نے ایک مسواک اور چھری منگوائی پھر مسواک کی لکڑی پر (رکھ کر) مونچھوں کو کاٹا۔[3]

محمد بن عبید اللہ عن المغیرۃ بن شعبۃ ان رجلا اتی النبی ﷺ طویل الشارب فدعا النبی ﷺ بسواک ثم دعا بشفرۃ فقص شارب الرجل علی سواک۔

حضرت محمد بن عبید اللہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک لمبی مونچھوں والا آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے مسواک منگوائی پھر چھری منگوا کر اس آدمی کی مونچھوں کو مسواک پر رکھ کر کاٹا۔[4]

عن المغیرۃ بن شعبۃ قال اخذ رسول اللہ ﷺ من شاربی علی سواک۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے میری مونچھوں کو مسواک پر رکھ کر کاٹا۔[1]

---

[1] (مصنف ابن ابی شیبہ، ج،۸، ص، ۳۷۹، ادارۃ القرآن کراچی)

[2] (شعب الایمان، ج،۵، ص، ۲۲۴، رقم: ۶۴۵۲، دار الکتب العلمیہ بیروت)

[3] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج،۲، ص،۳۰۷، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[4] (شعب الایمان، ج، ۲۲۲، ۵، رقم: ۶۴۴۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج،۲، ص،۳۰۷، مکتبہ حقانیہ ملتان)

مشرکین مونچھیں بڑھاتے ہیں

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ :ان اھل الشرک یعفون شواربھم ویحفون لحاھم فخالفوھم فاعفوا اللحی واحفوا الشوارب۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مشرکین مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں منڈواتے ہیں، سو تم ان کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں منڈاؤ۔[2]

عن ابن عباس قال لما فتح رسول اللہ ﷺ مکۃ قال:ان اللہ ورسولہ حرم شرب الخمر و ثمنھا وقال و قصوا الشوارب واعفوا اللحی ولا تمشوا فی الاسواق الا وعلیکم الازر انہ لیس منامن عمل بسنۃ غیرنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو ارشاد فرمایا: اللہ اور اس کے رسول نے شراب پینے اور اس کی قیمت لینے کو حرام کر دیا اور ارشاد فرمایا: مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور بغیر تہبند پہنے بازاروں میں مت چلو، کیونکہ جو شخص ہمارے غیر کے طریقہ پر عمل کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[3]

فائدہ: یہ حدیث حسن درجے میں داخل ہو کر معتبر ہے۔کیونکہ مونچھیں بڑھانا اور داڑھی منڈوانا غیروں کا طریقہ ہے۔جیسا کہ آگے احادیث میں تفصیل کے ساتھ آئے گا۔اس لئے جو شخص مونچھیں بڑھائے یا داڑھی کٹائے تو اس کے لئے وعید ہے کہ نبی کرم ﷺ نے اس کو اپنی جماعت سے باہر کا شخص قرار فرمایا جو کہ ان دونوں گناہوں پر بہت سخت وعید ہے۔

عن یحییٰ ابن کثیر قال اتی رجل من العجم المسجد وقد وفر شاربہ وجزّ لحیتہ, فقال لہ رسول اللہ ﷺ ماحملک علی ھذا ؟ فقال ان ربی امرنی بھذا ,فقال لہ رسول اللہ ﷺ :ان اللہ تعالٰی امرنی ان اوفر لحیتی واحفی شاربی۔

حضرت یحیٰی ابن کثیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عجمی شخص مسجد میں آیا اور اس نے اپنی مونچھیں بہت زیادہ بڑھا رکھی تھیں اور داڑھی کٹوائی ہوئی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا تمہیں ایسا کرنے کا کس نے کہا ہے؟ تو اس

---

[1] (شعب الایمان، ج،۵،ص، ۲۲۰،رقم:۶۴۴۷،شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج،۲،ص،۳۰۷،مکتبہ حقانیہ ملتان)

[2] (رواہ الطبرانی ، کشف الاستار ، کتاب الزینۃ ،رقم :۲۹۷۸،مجمع الزوائد ،کتاب اللباس ،باب ماجاء فء الشارب واللحیۃ، ج،۵ ،ص، ۱۶۹ ، موسسۃ المعارف بیروت)

[3] (طبرانی فی الاوسط،رقم:۹۴۲۴،مجمع الزوائد،کتاب اللباس،باب ماجاء فء الشارب واللحیۃ،ج،۵،ص،۱۷۰ ،۱۶۹ ،موسسۃ المعارف بیروت)

نے کہا کہ میرے آقا نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی داڑھی کو بڑھاؤں اور اپنی مونچھوں کو منڈاؤں۔[1]

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ انا آل محمد نعفی لحانا و نحفی شاربنا و ان آل کسریٰ یحلقون لحاھم و یعفون شواربھم ھدینا مخالف لھدیھم۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم آلِ محمد اپنی داڑھیوں کو بڑھاتے ہیں اور اپنی مونچھوں کو منڈواتے ہیں۔ اور آلِ کسریٰ اپنی داڑھیوں کو منڈواتے ہیں اور اپنی مونچھوں کو چھوڑ دیتے ہیں، ہمارا طریقہ ان کے طریقے کے مخالف ہے۔[2]

عن عبداللہ بن عبداللہ مرسلاً قال قال رسول اللہ ﷺ: لکن ربی أمرنی أن أحفی شاربی و أعفی لحیتی۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مگر مجھے میرے رب نے حکم فرمایا کہ اپنی مونچھیں منڈاؤں اور اپنی داڑھی بڑھاؤں۔[3]

نحن نحت الشوارب و نعفی اللحی و ھی الفطرۃ۔

ہم لوگ (یعنی اہل بیت) مونچھوں کو کاٹتے ہیں اور داڑھیوں کو چھوڑ دیتے ہیں یہی فطرت ہے۔ (یعنی دین اور سنت)[4]

مونچھوں کے کناروں کو یہود، نصاریٰ اور مجوسی بڑھاتے ہیں

عن ابی امامۃ باھلی قال: خرج رسول اللہ ﷺ علی قوم من الانصار بیض لحاھم فقال: یا معشر الانصار حمروا و صفروا و خالفوا أھل الکتاب، قال: قلنا یارسول ﷺ ان اھل الکتاب یتسرولون ولا یأتزرون، فقال رسول اللہ ﷺ: تسرولوا و اتزروا و خالفوا اھل الکتاب، قال قلنا یارسول اللہ ﷺ ان اھل الکتاب یتخففون ولا ینتعلون، قال: فقال النبی ﷺ: تخففوا و انتعلوا و خالفوا اھل الکتاب، قال یارسول اللہ ﷺ ان اھل الکتاب یقصون عثانینھم و یوفّرون سبالھم، قال فقال النبی ﷺ: قصوا سبالکم و وفروا عثانینکم و خالفوا اھل الکتاب۔

---

1 (مسند الحارث، کتاب اللباس و الزینۃ، باب ماجاء فی الاخذ من الشعر، رقم الحدیث: ۵۸۳، المطالب العالیہ: رقم: ۲۳۰۸)

2 (مسند الفردوس، ج، ۱، ص، ۵۴، رقم: ۱۴۸، جامع الاحادیث، ج، ۹، ص، ۲۱۶، رقم: ۸۷۰۶)

3 (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر اخذ رسول اللہ ﷺ من شاربہ، ج، ۱، ص، ۴۴۹، دار صادر بیروت، کنز العمال، ج، ۲، ص، ۲۵۷، رقم: ۱۷۲۴۸، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

4 (لغات الحدیث، کتاب "ف"، ج، ۳، ص، ۹۳، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۱) باب نمبر ایک: الکواکب فی حلق الشوارب

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ انصار کی ایک قوم کے پاس تشریف لائے جن کی داڑھیاں سفید تھیں، ارشاد فرمایا: اے انصار کے گروہ! (اپنے سفید بالوں کو) سرخ کرو اور زرد کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اہل کتاب شلواریں پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم شلواریں بھی پہنو اور تہبند بھی باندھو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اہل کتاب موزے پہنتے ہیں اور جوتے نہیں پہنتے؟ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم موزے بھی پہنو اور جوتے بھی پہنو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اہل کتاب اپنی داڑھیوں کو کاٹتے ہیں اور اپنی مونچھوں کے کنارے بڑھاتے ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنی مونچھوں کے کناروں کو (بھی جڑ سے) کاٹو اور اپنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی مخالفت کرو۔[1]

عن عبداللہ ابن عمر قال: ذکر لرسول اللہ ﷺ المجوس فقال: انهم یوفرون سبالهم ویحلقون لحاهم فخالفوهم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ سے مجوس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا: وہ اپنی مونچھوں کے کنارے بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں مونڈتے ہیں تم ان کی مخالفت کرو۔[2]

عن الحکیم بن عمیر الیمانی قال قال رسول اللہ ﷺ قصوا الشارب مع الشفاہ۔

حضرت حکیم بن عمیر یمانی رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھوں کو اس کے کناروں سمیت کاٹو۔[3]

---

1 (طبرانی فی الکبیر، ابو نعیم فی حلیة الاولیاء، مسند احمد بن حنبل، ج۵، ص۲۶۵، بیروت، وشعب الایمان، ج۵، ص۲۱۴، رقم: ۶۴۰۵، دار الکتب العلمیه بیروت، اتحاف السادة المتقین شرح احیاء العلوم الدین کتاب اسرار الطهارة، القسم الثالث،، ج۲، ص۶۵۱، دار الکتب العلمیة بیروت، کنز العمال، ج۶، ص۶۵۸، رقم: ۱۷۲۵۷، مؤسسة الرسالة بیروت)

2 (الاحسان به ترتیب صحیح ابن حبان، ج۸، ص۴۰۸، طبرانی، السنن الکبریٰ کتاب الطهارة باب کیف الاخذ من الشارب، ج۱، ص۱۵۱، مطبوعه دار صادر بیروت)

3 (رواہ احمد فی المسند، ج۲، ص۲۲۹، و الطبرانی فی الکبیر، ج۱۱، ص۱۵۲، والاوسط، ج۹، ص۱۶۲ و کشف الخفاء، ج۲، ۱۱۳، ۲، مکتبة العلم الحدیث دمشق، کنز العمال، ج۶، ص۶۵۳، رقم: ۱۷۲۲۷، مؤسسة الرسالة بیروت، مجمع الزوائد، کتاب اللباس باب ما جاء فی الشارب واللحیة، ج۵، ص۱۷۰، مؤسسة المعارف بیروت)

قربانی کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں مونچھیں کاٹنے پر قربانی کا ثواب

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص ان النبی ﷺ قال امرت بیوم الاضحی عیدا جعلہ اللہ لھذہ الامۃ۔قال رجل یارسول اللہ ﷺ ارأیت ان لم اجد الا منحیۃ انثی افاضحی بھا قال لا ولکن تاخذ من شعرک واظفارک وتقص شاربک وتحلق عانتک فتلک تمام اضحیتک عنداللہ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے یوم اضحی کا حکم دیا گیا کیونکہ اس دن کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے عید بنایا۔ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ! یہ بتایئے اگر میرے پاس منحیہ (دودھ دینے والے جانور) کے سوا کوئی جانور نہ ہو تو کیا اس کی قربانی کروں فرمایا: نہیں،ہاں تم اپنے بال اور ناخن ترشواؤاور مونچھیں کٹاؤاور زیرناف بال مونڈواسی میں تمہاری قربانی اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری ہو جائے گی۔(یعنی جس کو قربانی کی توفیق نہ ہو اسے ان چیزوں کے کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل ہو جائے گا)۔[1]

روی عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی علیہ السلام انہ قال من اراد ان یدرک فضل الاضحیۃ وھو لا یستطیع فلیصل صلٰوۃ العید ثم یرجع الی بیتہ ولیقلم اظفارہ ولیحلق عانتہ ولیقصر شاربہ فانک یدرک فضل الاضحیۃ فلیصل رکعتین فی تلک الیوم بعد صلٰوۃ العید فلیقراء فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب مرۃ وانا اعطیناک الکوثر خمس مراۃ فاذا سلم فلیسجد ولیقل اللھم اعطنی ثواب القربان فان اللہ تعالیٰ یعطی لہ ثواب الاضحیۃ فی تلک الیوم وقبلھا الی آدم صلٰوۃ اللہ علیہ السلام وبعدھا الی یوم القیامۃ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں:ارشاد فرمایا:جو شخص قربانی کی فضیلت کو پانا چاہتا ہے اور اس کی طاقت نہیں رکھتا،تو اس کو عید کی نماز پڑھنی چاہیئے پھر اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے اور اس کو اپنے ناخن کاٹنے چاہیئیں اور اس کو اپنے زیرناف بال مونڈنے چاہیئے اور اپنی مونچھیں کاٹنی چاہیئے تو بے شک اس نے قربانی کی فضیلت کو پالیا ،تو پھر نماز عید کے بعد اس دن میں دو رکعتیں پڑھنی چاہیئے،پس ہر رکعت میں سورت فاتحہ ایک بار اور إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۔پانچ بار پڑھنی چاہیئے تو جب سلام پھیرے تو سجدہ کرنا چاہیئے اور یہ دعا پڑھنی چاہیئے:اے اللہ مجھے قربانی کا ثواب عطاء فرما تو اللہ

[1] (سنن النسائی،وسنن ابی داؤد،کتاب الضحایا،ص،۳۸۵،میر محمد کتب خانہ کراچی،ومشکوٰۃ ص،باب الاعتیرۃ،ص،۱۲۹،قدیمی کتب خانہ کراچی)

تعالیٰ اس دن میں اس کو قربانی کا ثواب عطاء فرمائے گا اور حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک اور اس کے بعد قیامت تک اس کو قبول فرمائے گا۔[1]

جس نے مونچھوں کو کاٹا اللہ تعالیٰ اسے چار نور عطاء فرمائے گا

قال علیہ السلام: من قصّ شاربہ اعطاء اللہ تعالٰی اربعۃ انوار: نورا فی وجھہ و نورا فی قلبہ و نورا فی قبرہ و نورا فی یوم القیامۃ۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی مونچھوں کو (جڑ سے) کاٹا اللہ تعالیٰ اسے چار نور عطاء فرمائے گا: (۱) اس کے چہرے میں نور، (۲) اور اس کے دل میں نور، (۳) اور اس کی قبر میں نور، (۴) اور قیامت کے دن میں نور۔[2]

مونچھیں کاٹنے پر ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے

وفی بعض الرویات: ان من قص شاربہ یعطی بکل شعرہ حسنۃ۔

اور بعض روایات میں ہے: بے شک جس شخص نے اپنی مونچھوں کو کاٹا اس کے ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی عطاء کی جائے گی۔[3]

مونچھوں کو نوچنا اللہ کی راہ میں ہزار غلام آزاد کرنے کی طرح ہے

قال علیہ السلام: من نتف (شفت) شاربہ فکانما اعتق الف رقبۃ فی سبیل اللہ۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی مونچھوں کو نوچا (اکھیڑا) تو گویا کہ اس نے اللہ کی راہ میں ایک ہزار غلام آزاد کیا۔[4]

وازروے ثواب چنان بود کہ از اشتر موئ سرخ خریدہ و درراہِ خدا اشتر و جل صدقہ دادہ۔

---

[1] (صلوٰۃ مسعودی، باب ھشتم در بیان طھارت، ج، ۱، ص، ۸۰، درطبع محمدی تاجران کتب بمبئی)

[2] (صلوٰۃ مسعودی، باب ھشتم در بیان طھارت، ج، ۱، ص، ۸۰، درطبع محمدی تاجران کتب بمبئی، تذکرۃ الابرار والاشرار ص، ۲۴۵، ۲۴۴، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور، ھدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۱۹، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[3] (فتاویٰ ابراھیم شاھی، ھدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۲۱، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[4] (صلوٰۃ مسعودی، باب ھشتم در بیان طھارت، ج، ۱، ص، ۸۰، درطبع محمدی تاجران کتب بمبئی، ھدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۱۹، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

اور ثواب میں ایسے ہوتا ہے کہ سرخ بالوں والا اونٹ خریدہ اور خدا کی راہ میں اونٹ اور زین کو صدقہ کر دیا۔[1]

”من أخذ من أظفاره وشاربه كل جمعة، وقال حين يأخذ: بسم الله وبالله وعلى سنة محمد وال محمد۔ لم يسقط منه حصة ولا جزازة الا كتب الله بها عتق نسمة ولم يمرض الا مرضه الذى يموت“۔

جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ناخن اور اپنی مونچھیں کاٹے اور کاٹتے وقت یہ دعا پڑھے: بسم الله وبالله وعلى سنة محمد وال محمد۔ تو جو ٹکڑا یا کٹا ہوا بال گرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک جان آزاد کرنے کا ثواب لکھے گا اور وہ کبھی بیمار نہ ہو گا مگر اسی بیماری سے جس میں موت لکھی ہو گی۔[2]

جمعہ کے دن مونچھیں کاٹنے پر ہر بال کے بدلہ دس نیکیاں ملیں گی

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ: من أخذ شاربه يوم الجمعة كان له بكل شعرة تسقط منه عشر حسنات۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن اپنی مونچھیں کاٹے گا، ہر بال جو گرے گا اس کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔[3]

جمعہ کو مونچھیں کاٹنے پر ہزار فرشتوں کی شفاعت ودعائے مغفرت

عن انس بن مالك عن النبى ﷺ قال: من قلم اظفاره يوم الجمعة واخذ من شاربه واستاك وافرغ على نفسه من الماء وتوجه الى المسجد يتبعه الف ملك كلهم يشفعون ويستغفرون له۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن اپنے ناخن کاٹے اور اپنی مونچھیں کاٹے اور مسواک کرے اور اچھی طرح غسل کرے اور مسجد کی طرف جائے اس کے پیچھے ہزار فرشتے چلتے ہیں، سب کے سب اللہ تعالیٰ سے اس کی شفاعت اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔[4]

جمعہ کو مونچھیں کاٹنے سے اللہ تعالیٰ مرض کو نکال کر شفاء داخل کرے گا

ابن مسعود: من اخذ من شاربه واظفاره فى كل جمعة ادخل الله فيه شفاء واخرج منه داء۔

---

[1] (تذکرۃ الابرار والاشرار ص، ۲۴۵، ۲۴۴، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[2] (لغات الحدیث کتاب الجیم، ج، ۱، ص، ۵۱، میر محمد کتب خانہ کراچی)

[3] (الديلمى، مسند الفردوس، ج، ۳، ص، ۵۸۳، رقم: ۵۸۲۷، دار الكتب العلميه بيروت، كنز العمال، ج، ۲، ص، ۲۵۷، رقم: ۱۷۲۵۰، مؤسسة الرسالة، بيروت، وموسوعة اطراف الحديث النبوى الشريف، ج، ۹، ص، ۴۵، دار الكتب العلميه بيروت)

[4] (تذکرۃ الواعظین، ص، ۱۰۱، ۱۰۰، مکتبہ حبیبیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے ہر جمعہ میں اپنے ناخن اور اپنی مونچھوں کو کاٹا اللہ تعالیٰ اس میں شفاء کو داخل فرمائے گا اور اس بیماری کو نکال دے گا۔[1]

روی ابن شهاب عن رسول الله ﷺ انه قال: من قلّم اظفاره یوم الجمعة کان اماناً من الجذام و من قصّ شاربه و استاک فیه اخرج الله منه الدّاء و ادخل فیه الشفاء۔

حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن ناخن کاٹے وہ مرضِ جذام سے امن میں رہے گا اور جو اسی روز مونچھیں کاٹے اور مسواک کرے اللہ تعالیٰ اس کے اندر سے مرض کو نکال دے گا اور اس میں شفاء داخل کرے گا۔[2]

عن محمد بن حاطب کان النبی ﷺ یأخذ من شاربه و ظفره یوم الجمعة۔

محمد بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن اپنی مونچھیں اور اپنے ناخن کاٹتے تھے۔[3]

عن انس، قال: وقت لنا فی قص الشارب و تقلیم الأظفار و نتف الابط و حلق العانة أن لا نترک أکثر من أربعین لیلة۔ و قال مرة اخری: اربعین یوما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے مونچھیں کاٹنے اور ناخن کاٹنے اور بغل کے بال نوچنے اور زیر ناف بال مونڈنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن مقرر فرمائی ہے۔[4]

عن ابن عمر و أبی عبدالله الأغر رضی الله عنهما: "ان رسول الله ﷺ کان یقص شاربه و یأخذ من أظفاره کل جمعة قبل ان یخرج الی صلاة الجمعة"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو عبداللہ الاغر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: بے شک رسول اللہ ﷺ ہر جمعہ کو نمازِ جمعہ سے پہلے اپنی مونچھیں کاٹتے تھے اور اپنے ناخن کاٹتے تھے۔[1]

---

1 (العلل المتناهیه، ج، ۱، ص، ۳۶۴، وموسوعة اطراف الحدیث النبوی الشریف، ج، ۹، ص، ۴۸۲، دار الکتب العلمیه بیروت، الدیلمی، مسند الفردوس، ج، ۳، ص، ۵۸۴، رقم: ۵۸۲۶، دار الکتب العلمیه بیروت)

2 (تذکرة الواعظین، ص، ۱۰۱، مکتبه حبیبیه، کانسی روڈ، کوئٹه)

3 (ابو نعیم، کنز العمال، ج، ۶، ص، ۶۸۱، رقم: ۱۷۳۷۹، مؤسسة الرسالة، بیروت)

4 (صحیح مسلم کتاب الطهارة باب خصال الفطرة، ج، ۱، ص، ۲۲۲، رقم: ۵۸۱، ۲۵۸۱، والترمذی فی السنن، ج، ۵، ص، ۸۲، رقم: ۲۷۵۹، والنسائی فی السنن، ج، ۱، ص، ۱۵، رقم: ۱۴، وابن ماجه، ج، ۱، ص، ۱۰۸، رقم: ۲۹۵، واحمد فی المسند، ج، ۳، ص، ۲۵۰۵، ومشکوٰة، کتاب اللباس باب الترجل، ص، ۳۸۰، قدیمی کتب خانه کراچی، سنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الطهارة، ابواب الفطرة، ج، ۱، ص، ۲۶، رقم: ۱۵، دار الکتب العلمیه بیروت)

(۱) باب نمبر ایک: الکواکب فی حلق الشوارب

أخرج البیهقی من مرسل أبی جعفر الباقر قال: "کان رسول الله ﷺ یستحب أن یأخذ من أظفاره وشاربه یوم الجمعة"۔

حضرت امام ابو جعفر باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ " رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن اپنی مونچھیں کاٹنے اور اپنے ناخن کاٹنے کو مستحب سمجھتے (یعنی پسند فرمایا کرتے) تھے"۔[2]

عن أبی هریرة قال: أن رسول الله ﷺ کان یقلم أظفاره ویقص شاربه یوم الجمعة قبل أن یروح الی الصلاة۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن نماز کی طرف جانے سے پہلے اپنے ناخن تراشتے تھے اور اپنی مونچھیں کاٹتے تھے۔[3]

عن ابن عمر رضی الله عنهما: "أن النبی ﷺ کان یأخذ أظفاره ویحفی شاربه فی کل جمعة، ویحلق العانة عشرین یوماً، وینتف الابط فی کل أربعین یوماً۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ ہر جمعہ کو ناخن کاٹتے تھے، اور مونچھوں کو جڑ سے ختم کرتے تھے اور زیر ناف بالوں کو بیس دنوں میں مونڈتے تھے اور بغلوں کے بال چالیس دن میں نوچتے تھے۔[4]

حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حدیث علی: "خذ من الشارب فان الملائکة اذا تلا العبد القرآن أدنت أفواهها منه فاذا کان طویل الشارب لم تدن منه"۔

مونچھوں کو کاٹو جب بندہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو فرشتے اپنے منہ اس کے قریب کر دیتے ہیں اگر لمبی مونچھوں والا ہوتا ہے تو منہ اس کے قریب نہیں کرتے۔[5]

---

1 (مسند امام احمد بن حنبل ،ج، ۱ ،ص، ۳۰۱،شرح السنة، للبغوی،ج، ۱۲ ،ص، ۱۱۳ ،المکتب الاسلامی ، فتح الباری شرح صحیح البخای ،ج، ۱۰ ،ص،۳۴۷،دارالفکر بیروت ،تهذیب تاریخ دمشق ،لابن عساکر "ج، ۲ ،ص، ۱۴۹ ،بیروت ،اخلاق النبوة ،ص، ۲۵۶ ،النهضة المصریة ،مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح ، کتاب اللباس ،باب الترجل ،ج، ۸ ،ص، ۲۷۵ ،مکتبه رشیدیه کوئٹه)

2 (بیهقی ،شعب الایمان ،شرح الزرقانی علی موطأ الامام مالک ، کتاب صفة النبی ﷺ،باب ماجاء فی سنة فی الفطرة ،ج، ۴ ،ص، ۳۷۸، دارالحدیث القاهرة ،فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس ،باب قص الشارب ،ج، ۲۹۳ ، ۱۱ ،دارالکتب العلمیه بیروت)

3 (الطبرانی فی المعجم الاوسط ،ج، ۱ ،ص، ۲۵۷ ،رقم : ۸۴۲ ،السنن الکبریٰ للبیهقی ،ج، ۳ ،ص، ۲۴۴ ،رقم : ۵۷۵۸،شرح الزرقانی علی موطأ الامام مالک ، کتاب صفة النبی ﷺ،باب ماجاء فی سنة فی الفطرة ،ج، ۴ ،ص، ۳۷۸، دارالحدیث القاهرة ،ردالمحتار ، کتاب الحظر والاباحة ،باب الاستبراء ،ج، ۹ ،ص، ۵۸۱ ،دارالکتب العلمیه بیروت ،شرعة الاسلام ،ص، ۱۵۰ ،دارالبشائر الاسلامیة ،بیروت)

4 (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح ، کتاب اللباس ،باب الترجل ،ج، ۸ ،ص، ۲۷۴ ،مکتبه رشیدیه کوئٹه)

5 (الدیلمی ،مسند الفردوس ، ۲۶۶۴ ،ومیزان الاعتدال ،ج، ۵۹۸ ، ۱ ،تنزیه الشریعة المرفوعة ،ج، ۲ ،ص، ۳۰۷ ،الکمتبة التوفیقیة القاهرة ،مصر)

وفی الخبر أن ابراهیم أول من قص الشارب، واول من اختتن، واول من قلم الاظافیر، واول من رأی الشیب، فلما راٰہ قال یارب ماھذا؟قال:الوقار۔قال:یارب زدنی وقارا۔

اور حدیث شریف میں آیا ہے: بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے وہ شخص ہیں جس نے مونچھوں کو کاٹا، اور پہلے جس نے ختنہ کیا، اور پہلے جس نے ناخنوں کو کاٹا، اور پہلے جن کے بال سفید ہوئے، پس جب دیکھا ان کو تو عرض کیا اے میرے رب یہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (یہ) وقار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب میرے وقار میں اضافہ فرما۔[1]

مونچھیں کاٹنے پر ہر بال کے بدلہ میں ایک ہزار شہر کا ثواب ہے

”ومن قص شاربه فله عندالله بکل شعرة من الثواب ألف مدینة من درویاقوت فی کل مدینة ألف قصر فی کل قصر ألف دار من الرحمة فی کل دار ألف حجرة من الزعفران فی کل حجرة ألف صفة من الزبرجد فی کل صفة ألف بیت من المسک فی کل بیت ألف سریر فوق کل سریر جاریة من الحورالعین علی رأسها تاج من النور مکلل بالدرویاقوت وھی تنادی کل یوم ألف مرة أنت طالبی وقرة عینی وأنت صاحبی وینظر الله الیه فی کل یوم نظرة من فوق عرشه ویقول لملائکته:ألا تنظرون الی عبدی قص شاربه من مخافتی وعزتی وجلالی لأضعن علیه من نور کرامتی ولأزیننه بین الناس ولأدخلنه جنتی“

”اور جس شخص نے اپنی مونچھوں کو کاٹا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر بال کے بدلہ میں موتی اور یاقوت کے بنے ہوئے ایک ہزار شہر بطور ثواب ملیں گے اور ہر شہر میں ایک ہزار محل ہیں، ہر محل میں رحمت کے ایک ہزار گھر ہیں، ہر گھر میں زعفران کے ایک ہزار حجرے ہیں، ہر حجرے میں زبرجد کا ایک ہزار صفہ (چبوترہ) ہے، ہر صفہ (چبوترہ) میں مشک کا ایک ہزار کمرے ہیں، ہر کمرے میں ایک ہزار تخت ہے، ہر تخت پر ایک حور عین میں لونڈی ہے اس سر پر موتی اور یاقوت سے آراستہ کیا ہوا تاج ہے اور وہ اپنے عرش سے پکارتی ہے کہ تم میرے طلبگار اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو تم میرے ساتھی (رفیق) ہو اور اللہ تعالیٰ روزانہ عرش کے اوپر سے اپنے اس بندے کی طرف دیکھتا ہے اور اپنے فرشتوں کو فرماتا ہے: کیا میرے

[1] (حاشیه الجمل علی الجلالین، ج، ۱، ص، ۱۵۳، مکتبه رشیدیه کوئٹه، حاشیه العلامة الصاوی علی تفسیر الجلالین، ج، ۱، ص، ۱۰۸، قاسم ببلی کیشنز کراتشی)

بندے کی طرف نہیں دیکھتے کہ میرے جلال اور میری عزت اور میرے خوف کی وجہ سے اپنی مونچھوں کو کاٹا، اپنی کرامت کا نور اس پر رکھوں گا اور لوگوں کے درمیان اس کو زینت دوں گا اور اس کو اپنی جنت میں داخل کروں گا۔[1]

بنی اسرائیل مونچھیں نہ کاٹتے تھے تو ان کی عورتیں زناکار ہو گئیں

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ: قصوا اشاربکم فان بنی اسرائیل لم یفعلوا ذلک فزنت نساؤهم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی مونچھیں کاٹو، کیونکہ بنی اسرائیل ایسا نہ کرتے تھے پس ان کی عورتیں زناکاری میں مبتلا ہو گئیں۔[2]

لمبی مونچھوں والے کو حضور اکرم ﷺ نے ڈانٹا

وروی ان رجلا دخل فی مسجد رسول اللہ ﷺ وشاربه طویل فزجره عن ذلک فذهب الرجل وقص نصف شاربه ثم دخل المسجد فقال علیه السلام وجدت نصف الایمان او کلاما هذا معناه۔

روایت کیا گیا ہے کہ بے شک ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں داخل ہوا، اس حال میں کہ اس کی مونچھیں لمبی تھیں، تو اس سے ان کو ڈانٹا، تو وہ شخص گیا اور اپنی آدھی مونچھوں کو کاٹ دیا، پھر مسجد میں داخل ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو نے آدھا ایمان پالیا یا فرمایا: کلام کو۔ یہ اس کا معنی ہے۔[3]

مونچھیں نہ کاٹنے پر جبریل علیہ السلام کی ناپسندیدگی

عن ابن عباس عن النبی ﷺ انه قیل یارسول اللہ أبطأ علیک خبر جبریل قال ولم لا تبطیء عنی وأنتم حولی لا تستنون (أی لا تستاکون) ولا تقلمون أظافرکم ولا تقصون شواربکم ولا تنقون رواجبکم (هی مابین عقد لأصابع من داخل)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ تحقیق جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے پاس خبر لانے میں دیر کر دی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ میرے پاس آنے میں کیوں

---

[1] (الموضوعات ،ابن الجوزی، ج،٣، ص،٥٣، تنزیه الشریعة المرفوعة عن الأخبار الشنیعة الموضوعة ،کتاب اللباس والزینة والطب، الفصل الاول، ج،٢، ص،٢٩٣، رقم:١٦٤٤، المکتبة التوفیقیة، القاهرة مصر، الفوائد المجموعة، باب الخضاب والطب وقص الظفر والشارب، ص،١٦٧، رقم: ١١، المکتبة العصریة بیروت، میزان الاعتدال، ج،٢، ص،٥٨٤، الرسالة العالمیة بیروت)

[2] (الدیلمی، مسند الفردوس، ج،٥، ٢٠٥، ٣، رقم:٤٥٧٨، دار الکتب العلمیه بیروت، الجامع الکبیر، ج،١، ص،٢٠٧، کنز العمال، ج،٦، ص،٦٥٦، رقم: ١٧٢٤٧، مؤسسة الرسالة، بیروت)

[3] (ابراهیم شاهی، هدایة الابرار الیٰ طریقة الاخیار، الفصل الثانی فی حرمة البقاء الشوارب ولزوم اخذها، ص،٢١، اسلامی کتب خانه قصه خوانی پشاور)

دیر نہ کرتے، اور جب کہ تم میرے ارد گرد رہنے والے نہ مسواک کرتے ہو، اور نہ تم اپنے ناخن کاٹتے ہو، اور نہ تم اپنی مونچھیں کاٹتے ہو اور نہ تم اپنے ہاتھوں کے جوڑ اندر سے صاف کرتے ہو۔[1]

وروی الاعمش عن مجاهد قال : ابطاء جبرائيل عليه السلام على رسول الله ﷺ ثم اتاه فقال عليه السلام ماجئتنا يا ملک (حبسک ،عن الاتيان ، ياجبريل) قال كيف أتيكم و انتم لاتقصون اظفاركم و لاتأخذون من شواربكم ولاتنقون براجمكم ولاتستاكون ،ثم قرأ ، ومانتنزل الا بامر ربک عزوجل۔

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک بار حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے میں دیر کی، پھر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے جبریل علیہ السلام آپ کو کس چیز نے (آنے سے) روکا ہے؟ عرض کیا: میں کیسے آتا، اس حال میں کہ تم (یعنی تمہارے ساتھ رہنے والے) نہ اپنے ناخن کاٹتے ہو اور نہ اپنی مونچھیں کاٹتے ہو اور نہ تم اپنے ہاتھوں کے جوڑ اندر سے صاف کرتے ہو۔ اور نہ مسواک کرتے ہو۔

پھر یہ آیت پڑھی: **وَمَانَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّکَ (سورة مريم: ۶۴)**

یعنی ہم اسی وقت زمین پر اترتے ہیں جب ہمیں رب تعالیٰ حکم دیتا ہے۔[2]

جو مونچھیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں

عن زيد بن ارقم ان رسول الله ﷺ قال: من لم ياخذ من شاربه فليس منا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو اپنی مونچھیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں۔ (یعنی اس کی موت غیر ملت اسلامیہ پر بھی آسکتی ہے)۔[3]

البتہ، میدانِ جہاد میں برسرپیکار مجاہدین کے لئے فقہاء نے لبوں کے برابر کرکے لمبی مونچھیں رکھنے کی اجازت دی ہے۔

علماء نے کہا کہ مجاہدین کیلئے لمبی مونچھیں ضروری ہیں تاکہ دشمن مرعوب ہو جائیں۔

---

[1] (رواه احمد ،و الطبرانی فی معجم الكبير ،ج،۱۱،ص،۲۳۴،رقم:۱۲۲۲۴،وفی زوائد المسند ،رقم:۴۳۰۲،والسیوطی فی الدرالمثور ،ج،۱،ص،۱۱۲ ،والمغنی عن حمل الاسفار، ج،۱،ص،۱۳۷ ، مجمع الزوائد ،کتاب اللباس باب فی تقلیم الاظفار، ج،۵،ص، ۱۷۰ ، مؤسسة المعارف بیروت، کنز العمال، ج،۶،ص، ۶۵۹ ،رقم:۱۷۲۶۱،مؤسسة الرسالة بیروت)

[2] (تفسیر روح البیان، البقرہ: آیت: ۱۲۴ ،کے تحت، وتذکرة الواعظین، ص، ۱۰۱ ،مکتبہ حبیبیہ، کانسی روڈ، کوئٹہ، وهداية الابرار الى طريقة الاخيار ،الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذها، ص، ۲۱ ،اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[3] (سنن ترمذی ،ج،۵،ص،۸۷،رقم:۲۷۶۱،سنن نسائی ،ج،۱،ص،۱۵ ،رقم:۱۳،مسند امام احمد بن حنبل ،ج،۴،ص،۳۶۶،شعب الایمان ، ج،۵،ص، ۲۲۲ ،رقم:۶۴۳۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ص، ۳۸۱ ،قدیمی کتب خانہ کراچی)

قالو الا بدعن طول الشارب للغزاۃ لیکون اھیب فی عین العدو، کذافی الغیاثیۃ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مبارک نے بھی دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لئے مونچھیں چھوڑ دی تھیں۔

عن عامر بن عبداللہ الزبیر ان عمر رضی اللہ عنہ کان اذا غضب فطل شاربہ و نفخ، رواہ الطبرانی فی الکبیر۔[1]

اسی طرح اگر محلہ کے بااثر، دیندار شخصیات فساق وفجار بد مذہب لوگوں پر رعب قائم رکھنے کے لئے شریعت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے معاشرے میں برائی کے سدِباب کے لئے لمبی مونچھیں رکھیں تو ان کو بھی اجازت معلوم ہوتی ہے۔

قلت واللہ اعلم لان العلۃ التی ذکروھا توجد ھٰھنا ایضاً وفی الھندیۃ و کان بعض السلف یترک سبالیہ وھما اطراف الشوارب۔

جو علت علماء نے ذکر کی ہے وہ یہاں بھی پائی جاتی ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے بعض سلف صالحین مونچھوں کے دونوں کنارو ں کو چھوڑتے تھے اور یہ جواز صرف مجاہدین کے لئے دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لئے ہے، ورنہ مونچھیں حلق کرنا ہی افضل ہے۔

غازیوں کا مونچھیں بڑھانا جائز و مستحب ہے

فتاویٰ حمادیہ میں ہے :غازیوں کو مونچھیں بڑھانا جائز و مستحب ہے۔

و اما الغازی فی دار الحرب یندب الی تطویل الشارب لیکون اھیب فی عین العدو۔

مجاہدین کیلئے دارالحرب میں لمبی مونچھیں مستحب ہیں تا کہ دشمنوں کی نظر میں ہیبت ناک نظر آئیں۔[2]

مونچھیں لمبی رکھنے والے کے لئے چار سزائیں

قال النبی ﷺ:من طوّل شاربہ عوقب بأربعۃ أشیاء:لایجد شفاعتی و لایشرب من حوضی ویعذب فی قبرہ ویبعث اللہ الیہ المنکرو النکیر فی غضب۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی مونچھیں لمبی رکھیں اسے چار سزائیں ملیں گی:(۱)میری شفاعت سے محروم رہے گا،(۲)میرے حوض سے نہیں پئے گا،(۳) قبر میں عذاب دیا جائے گا،(۴)منکر اور نکیر نہایت غصہ میں اس کے پاس آئیں گے۔[3]

---

[1] (طبرانی فی الکبیر، جلد ۱ صفحہ ۴)

[2] (کذافی الغیاثیۃ،عالمگیری، ج ۵ ص ۳۸)

[3] (تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس نفیس، کتاب النبی ﷺ الی الکسریٰ، ج، ۲، ص، ۳۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۱) باب نمبر ایک: الکواکب فی حلق الشوارب

حدیث: "من طول شاربه في دار الدُّنيا طَوَّلَ اللہُ نَدَامَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَسَلَّطَ عَلَيْهِ بِكُلِّ شَعْرَةٍ عَلَى شَارِبِهِ شَيْطَانَانِ فَإِنْ مَاتَ عَلَى ذَٰلِكَ الْحَالِ لَا تُسْتَجَابُ لَهُ دَعْوَةٌ وَلَا تَنْزِلُ عَلَيْهِ رَحْمَةٌ _ إلخ.

جس شخص نے اپنی مونچھیں دنیا میں لمبی رکھیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ندامت کو لمبا کرے گا اور اس کی مونچھوں کے ہر بال کے بدلے میں اس پر دو شیطان مسلط کرے گا پس اگر اسی حالت پر مر گیا تو اس کی دعا قبول نہیں کی جائے گی اور نہ اس پر رحمت نازل کی جائے گی۔[1]

قال علیہ السلام: من طوّل شاربه عوقب بالثلاث لم ینل شفاعتی و لم یشرب من حوضی و سلطه اللہ تعالی منکرا و نکیرا بالغضب۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنی مونچھیں لمبی رکھیں اسے تین سزائیں ملیں گی:

(۱) میری شفاعت نہیں پائے گا

(۲) اور میرے حوض سے نہیں پئے گا

(۳) اور اس پر اللہ تعالیٰ منکر اور نکیر کو غصہ کے ساتھ مسلط کرے گا۔[2]

”من طول شاربه فی دار الدنیا طول اللہ ندامته یوم القیامة و سلط علیه بکل شعرة علی شاربه شیطانان فان مات علی الحال لا یستجاب له دعوة و لا تنزل علیه رحمة و لا ینظر اللہ الیه یوم القیامة۔

”جس شخص نے دنیا میں اپنی مونچھوں کو لمبا رکھا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ندامت کو لمبا کر دے گا اور اس کی مونچھوں کے ہر بال کے بدلے دو شیطان مسلط کر دے گا تو اگر اسی حالت پر مر گیا تو اس کی دعا قبول نہیں کی جائے گی اور نہ اس پر رحمت نازل کی جائے گی اور نہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت فرمائے گا۔[3]

و من أطال شاربه تسمیه الملائکة نجساً و ان مات مات عاصیاً و قام من قبره مکتوباً بین عینیه آیس من رحمة اللہ و لا یطول شاربه الا ملعون علی لسان الملائکة و النبیین و یمشی علی الأرض تلعنه من تحته۔

---

[1] (مرویات السیرة المسفر الدمینی، ج، ۱، ص، ۱۳، الفوائد المجموعة، رقم، ۱۱)

[2] (صلوٰۃ مسعودی، باب ہشتم دربیان طہارت، ج، ۱، ص، ۸۰، درطبع محمدی تاجران کتب بمبئی، تذکرۃ الابرار و الاشرار ص، ۲۴۵، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور، ہدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب و لزوم اخذھا، ص، ۱۹، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[3] (الالی المصنوعه، ج، ۲، ص، ۱۴۳، الموضوعات، ابن الجوزی، ج، ۳، ص، ۵۳، تنزیه الشریعة المرفوعة عن الأخبار الشنیعة الموضوعة، کتاب اللباس و الزینة و الطب، الفصل الاول، ج، ۲، ص، ۲۹۳، رقم: ۱۶۴۴، المکتبة التوفیقیة، القاهرة مصر، الفوائد المجموعة، باب الخضاب و الطب وقص الظفر و الشارب، ص، ۱۶۷، رقم: ۱۱، المکتبة العصریة بیروت، میزان الاعتدال، ج، ۲، ص، ۵۸۴، الرسالة العالمیة بیروت، و موسوعة اطراف الحدیث النبوی الشریف، ج، ۹، ص، ۴۸۸، دار الکتب العلمیه بیروت)

اور جس شخص نے اپنی مونچھوں کو لمبار کھا فرشتے اس کا نام ناپاک رکھتے ہیں اور اگر مر گیا تو نافرمان مرا اور جب اپنی قبر سے کھڑا ہو گا اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا اللہ کی رحمت سے مایوس ہے اور انبیاء اور فرشتوں کی زبان سے اس پر لعنت کی گئی اور جب زمین پر چلتا ہے زمین اس کے نیچے سے اس پر لعنت کرتی ہے۔[1]

و من طول شاربه فلا يصيب شفاعتي و لا يشرب من حوضي و ضيق الله عليه قبره و تنزل عليه ملك الموت و هو غضبان"۔

اور جس شخص نے اپنی مونچھوں کو لمبا کیا تو اس کو میری شفاعت نصیب نہیں ہو گی اور نہ میرے حوض سے پیئے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دے گا اور اس پر ملک الموت کو نازل کرے گا اس حال میں کہ وہ غضبناک ہو گا۔[2]

ابن مسعود: من طول شاربه لم يستجب الله دعائه۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی مونچھیں لمبی رکھیں اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہیں فرمائے گا۔[3]

لمبی مونچھیں نزع کے وقت کلمہ شہادت سے رکاوٹ ہیں

قال رسول الله ﷺ خمسة نفر لم يروا وجهي يوم القيامة: الاول من طال شاربه منع الله تعالٰى لسانه عن كلمة الشهادة عند النزع و الثانى من جلس باهل البدعة لعنه الله و الملائكة و الانبياء عليهم السلام و الثالث عاق الوالدين لا يريح رائحة الجنة و الرابع من نام قبل العشاء منع الله تعالٰى لسانه من كلمة الشهادة عند الموت و الخامس من لم يزك عن امواله لا يخفف عنه عذاب القبر الى يوم القيامة۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا پانچ قسم کے لوگ قیامت کے دن میرا چہرہ نہیں دیکھ سکیں گے:

(۱) جس شخص نے اپنی مونچھوں کو لمبار کھا اللہ تعالیٰ نزع کے وقت اس کی زبان کو کلمہ شہادت سے روک دے گا۔

---

[1] (الالى المصنوعه، ج،۲،ص،۱۴۳، الموضوعات، ابن الجوزى، ج،۳،ص،۵۳، تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، كتاب اللباس والزينة والطب، الفصل الاول، ج،۲،ص،۲۹۳، رقم:۱۲۴۴، المكتبة التوفيقية، القاهرة مصر، الفوائد المجموعة، باب الخضاب والطب وقص الظفر والشارب، ص،۱۶۷، رقم: ۱۱، المكتبة العصرية بيروت، ميزان الاعتدال، ج،۲،ص،۵۸۴، الرسالة العالمية بيروت، وموسوعة اطراف الحديث النبوى الشريف، ج،۹،ص،۴۸۸، دار الكتب العلميه بيروت)

[2] (الالى المصنوعه، ج،۲،ص،۱۴۳، الموضوعات، ابن الجوزى، ج،۳،ص،۵۳، تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة، كتاب اللباس والزينة والطب، الفصل الاول، ج،۲،ص،۲۹۳، رقم:۱۲۴۴، المكتبة التوفيقية، القاهرة مصر، الفوائد المجموعة، باب الخضاب والطب وقص الظفر والشارب، ص،۱۶۷، رقم: ۱۱، المكتبة العصرية بيروت، ميزان الاعتدال، ج،۲،ص،۵۸۴، الرسالة العالمية بيروت، وموسوعة اطراف الحديث النبوى الشريف، ج،۹،ص،۴۸۸، دار الكتب العلميه بيروت)

[3] (مسند الفردوس، الديلمى، ج،۳،ص،۵۲۷، رقم:۵۶۴۷، دار الكتب العلميه بيروت)

(۲) جو شخص بد مذہب کے ساتھ بیٹھا اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام کی لعنت ہے۔

(۳) والدین کا عاق (نافرمان) جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

(۴) جو شخص عشاء سے پہلے سو گیا یہاں تک کہ عشاء کی نماز قضاء ہو گئی اللہ تعالیٰ موت کے وقت اس کی زبان کو کلمہ شہادت پڑھنے سے روک دے گا۔

(۵) جس شخص نے اپنے اموال سے زکوٰۃ ادا نہ کی، قیامت کے دن تک اس سے عذابِ قبر کی کمی نہیں کی جائے گی۔[1]

نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو لمبی مونچھوں والے کی طرف نظر کرنے سے کراہت آئی

جب حضور پر نور سید یوم النشور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہدایت اسلام کے فرامین بنام سلاطین جہاں نافذ فرمائے، قیصر ملک روم نے تصدیقِ نبوت کی مگر بجہت دنیا اسلام نہ لایا، مقوقس بادشاہِ مصر نے خط مبارک کی کمال تعظیم کی اور ہدایا حاضر بارگاہِ رسالت کیا سگِ ایران خسرو پرویز قتلہ اللہ نے فرمانِ اقدس چاک کر دیا اور باذان صوبہ یمن کو لکھا، دو مضبوط آدمی بھیج کر انہیں یہاں بلائے، باذان نے اپنے داروغہ بانویہ اور ایک پارسی خرخسرہ نامی کو مدینہ طیبہ روانہ کیا:

أنهما حین دخلا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانا قد حلق لحاهما وأعفیا شواربهما حتی وارت شفاههما فکره النظر الیهما وقال: ویلکما من أمر کما بهذا۔ قال: أمر بهذا ربنا یعنیان کسریٰ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکن ربی امرنی باعفاء لحیتی وقص شواربی۔

یہ دونوں جب بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے تو داڑھیاں منڈائے اور مونچھیں اتنی بڑھائے ہوئے تھے کہ دونوں کے ہونٹوں کو چھپائے ہوئے تھیں تو سید عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ان کی طرف نظر فرمانے میں کراہت آئی اور فرمایا خرابی ہو تمہارے لئے کس نے تمہیں اس کا حکم دیا، وہ بولے ہمارے رب یعنی کسریٰ (خسرو پرویز خبیث) نے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: مگر مجھے میرے رب نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں (جڑ سے) کاٹنے کا حکم فرمایا ہے۔[2]

---

[1] (دلیل الاحسان، ص، ۲۱، ہدایة الابرار الی طریقة الاخیار، الفصل الثانی فی حرمة البقاء الشوارب ولزوم اخذها، ص، ۱۹، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[2] (تاریخ الخمیس فی أحوال أنفس نفیس، کتاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی الکسریٰ، ج، ۲، ص، ۳۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اس حدیث کے تحت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۱۳۴۰ھ، لکھتے ہیں:

مسلمان اس حدیث کو یاد رکھیں کہ بانویہ وخرخسروا س وقت تک نہ اسلام لائے تھے نہ احکامِ اسلام سے آگاہ تھے ان کی یہ وضع دیکھ کر حضور اقدس ﷺ نے ان کی صورت دیکھنے سے کراہت کی تو جو مسلمان احکامِ حضور جان بوجھ کر مصطفی ﷺ کے خلاف مجوسیوں کے موافق ایسی گندی صورت بنائے وہ کس قدر حضور اعلیٰ ﷺ کی کراہت وبیزاری کا باعث ہوگا، آدمی جس حال پر مرتا ہے اسی حال پر اٹھتا ہے، اگر روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ نے یہ مجوسیوں کی صورت دیکھ کر نگاہ فرمانے سے کراہت فرمائی تو یقین جان کہ تیرا ٹھکانا کہیں نہ رہا۔ مسلمان کی پناہ، امان، نجات، رستگاری جو کچھ ہے ان کی نظرِ رحمت ہے، اللہ کی پناہ اس بری گھڑی سے کہ وہ نظر فرماتے کراہت لائیں، **والعیاذ باللہ ارحم الراحمین**۔ اس کے بعد حدیث میں معجزۂ مصطفی ﷺ کا ظہور خسرو پرویز مردود کا ہلاک، باذان وبانویہ وخسرہ وغیرہم بہت اہلِ یمن کا مشرف باسلام ہونا مذکور ہے۔[1]

لمبی مونچھیں قیامت کو سجدہ کرنے میں رکاوٹ ہوں گی

روی النبی ﷺ قال یومر الناس یوم القیامۃ بالسجود فمن کان فی الدنیا شاربہ طویلا صارت شعورہ کاوتاد الحدید لایستطیع ان یسجد۔

بے شک نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کو قیامت کے دن سجدہ کا حکم دیا جائے گا تو جس شخص کی دنیا میں مونچھیں لمبی تھیں اس کے بال لوہے کے کیلوں کی طرح ہو جائیں گے جس کی وجہ سے وہ سجدہ نہیں کر سکے گا۔

ومثلہ فی الغرائب وزادفیہ وروی: ان من کان شاربہ طویلا لایصعد لہ عمل صالح الی السماء۔

اور غرائب میں اس کی مثل ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ: جو شخص لمبی مونچھوں والا ہوتا ہے اس کا نیک عمل آسمان تک نہیں چڑھتا ہے۔[2]

رسول علیہ السلام فرمودہ کہ فردای قیامت اہل عرصات سجدہ آرند پروردگار را سجدۂ تحیت مگر کافران کہ موئے لب ایشان چون سرون گاوی راست ماندہ باشند وکسانیکہ موی سبلت درازداشتہ باشند موہائ لبہائے ایشان درزمین رسد ہمچون تیرہاوایشان رامانع باشد ازآوردن سجدہ۔

---

[1] (فتاویٰ رضویہ، ج، ۲۲، ص، ۶۴۸، رضافاؤنڈیشن لاہور)

[2] (فتاویٰ الحجۃ، فتاویٰ مجمع الغرائب، ہدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۲۰، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ کل قیامت کو اہلِ قیامت پروردگار کو سجدۂ تحیت کریں گے مگر کافر کہ ان کی مونچھوں کے بال بیل کے سینگوں کی طرح ہوں گے ،اور وہ شخص کہ جس نے مونچھوں کے کناروں کے بال لمبے رکھے ہوں گے ان کی مونچھوں کے بال تیروں کی طرح زمین تک پہنچے ہوں گے،ان کو سجدہ کرنے سے رکاوٹ ہو گی۔[1]

بڑی مونچھیں کلمہ شہادت کے لیے عرش تک پہنچنے میں رکاوٹ

رسول اللہ ﷺ فرمودہ کہ چون بندۂ مومن موئے لب پست دارد وکلمۂ شہادت گوید آن کلمۂ شہادت ہفت اسمانہا راحجاب نکند و ہمچنان میرود تا بساقِ عرش رسد چنانکہ زنبور عسل غَرِندہ می غرد تاخطاب حضرت رب العزت آید کہ چرا ساکن نباشی کلمہ گوید (مناجات کند) ای پروردگار من چگونہ ساکن باشم تاگویندۂ مرانیامرزی امر آید از خدای عزوجل کہ گونیدۂ تورا امرزیدم آن گاہ ساکن شود کہ اگر موئے لب دراز دارد کلمۂ شہادت گوید آن کلمہ گردِ دہانِ او میگردد وبیرون نیاید تا کاتبانِ اعمال آن راگونید کہ چرا بیرون نمے آئی (نیائی) تا ثوابِ ترابنوسیم کلمہ گوید چگونہ بیرون آیم کہ چون این پردہ پلیددرراہ است۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب مومن بندہ مونچھوں کے بال پست رکھتا ہے اور کلمہ شہادت پڑھتا ہے،اس کلمہ شہادت کو سات آسمان پردہ نہیں کرتے (یعنی روکاوٹ نہیں بنتے) اور اسی طرح ساقِ عرش تک پہنچ جاتا ہے،جیسا کہ شہد کی مکھی ترنم کرتی ہے ترنم کرتا ہے یہاں تک کہ رب العزت کا خطاب آتا ہے کہ تو کیوں نہیں ٹھہرتا (خاموش کیوں نہیں ہوتا؟)، کلمہ عرض کرتا ہے اے پروردگار میں کس طرح ٹھہر جاؤں (خاموش ہو جاؤں) جب تک کہ آپ میرے پڑھنے والے کو بخش نہ دیں، خدا عزوجل کی طرف سے حکم آتا ہے تجھے پڑھنے والے کو میں نے بخش دیا، اس وقت وہ ٹھہر جاتا ہے (خاموش ہو جاتا ہے)، اگر لمبی مونچھوں والا شخص کلمہ شہادت پڑھتا ہے، وہ کلمہ اس کے منہ میں پھرتا رہتا ہے، باہر نہیں آتا، یہاں تک

[1] (حجۃالھند،تذکرۃالابراروالاشرارص،۲۴۵،اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

کہ اعمال کے لکھنے والے اس کو کہتے ہیں تو باہر کیوں نہیں آتا؟ تاکہ ہم تیرا ثواب لکھیں، کلمہ کہتا ہے میں باہر کس طرح آؤں کہ جو یہ پلید پردہ راہ میں ہے۔[1]

دلیری دل میں ہوتی ہے نہ کہ مونچھوں کو بڑھانے میں

در حجۃ الھند آوردہ است دیگر نشانۂ بد بختیٔ اہل کفر آنکہ سببِ زشتیٔ وجودِ ایشان و وجودِ دیگران است مقرر میدارند یعنی موئے سبلت نگاہ میدارند مانند خرس کہ ہمہ دہانِ وی بزیر موئے ماندہ است وبعضے ازین مسلمانِ گمراہان نیز رسم بجا می آرند بنا بر آن کہ غازیانیم تا خصم را مہابت باشد این نوع یکے از جہل است زیرا کہ دلیری در دل است نہ در سبلت۔

حجۃ الھند میں آیا ہے کہ دوسری اہلِ کفر کی بد بختی کی نشانی وہ ہے کہ ان کے وجود کی برائی و بد شکلی کا سبب ہے اور دوسروں میں پائی جاتی ہے کہ برقرار رکھتے ہیں یعنی مونچھوں کے کناروں کو محفوظ رکھتے ہیں ریچھ کی طرح کہ اس کا پورا منہ بالوں کے نیچے رہتا ہے۔ اور بعض گمراہ مسلمان بھی اس رسم کو بجالاتے ہے، اس بنا پر کہ ہم غازی (مجاہدین) ہیں تاکہ دشمن کو ہیبت ہو، یہ جہالت میں سے ایک قسم ہے، اس لیے کہ دلیری دل میں ہے نہ کہ مونچھوں کے کنارے بڑھانے میں۔[2]

وبعض ازیں مسلمانان عقل جوے باریک موئے لب مے ستانند بگمانِ آنکہ من سنت بجا آوردہ ام این نوع نیز جہل است زیرا کہ سنتِ رسول ﷺ را تمام بجا می باید آورد تا حکمِ اسلام او بتمام باشد و معلوم عاقلان است کہ اصحابِ رسول کریم ﷺ شجاع ترینِ مردمان بودند و بجہتِ آشکارا کردنِ دین اسلام تا بچہ حد کوشش نمودہ اند و اگر درازداشتن سبلت چیزے بودی ایشان نگاہ میداشتند چون نکو نبود (اے دراز کردن) اعراض کردند و سنتِ رسول ﷺ را بتمام و کمال بجا آوردند۔

---

[1] (صلوٰۃ مسعودی، باب ہشتم در بیان طہارت ، ج، ا، ص، ۸۱، ۸۰، درطبع محمدی تاجران کتب بمبئی، حجۃ الھند ، تذکرۃ الابرار والاشرار، ص، ۲۴۵، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور ، ھدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار ، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۲۰، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[2] (حجۃ الھند، تذکرۃ الابرار والاشرار ص، ۲۴۴، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور، ھدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۲۰، ۱۹، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

اوران میں سے بعض مسلمان عقل جوی موچھوں کے بال باریک لیتا ہے ،اس گمان پر کہ میں سنت بجالایاہوں ، یہ بھی جہالت کی ایک قسم ہے ،اس لیے کہ سنتِ رسول ﷺ تمام بجالانی چاہیے تا کہ اس کے اسلام کا حکم پورا ہو جائے ، اور عقلمندوں کو معلوم ہے کہ اصحابِ رسول کریم ﷺ شجاع ترین لوگ تھے اور دینِ اسلام کو اشکارا(ظاہر) کرنے کی جہت سے انہوں نے کس حد تک کوشش کی ۔اور اگر موچھوں کے کناروں کو لمبا رکھنا کوئی چیز ہوتی تو وہ ان کو محفوظ رکھتے جب اچھی نہ تھی(یعنی لمبی موچھیں رکھنا)تو انہوں نے اعراض کیا، سنتِ رسول ﷺ کو تمام اور کمال طور پر بجالائے۔[1]

علامہ نظام رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

وکان بعض السلف یترک سبالیہ وھما اطراف الشوارب کذافی الغرائب۔

اور بعض پہلے بزرگ لوگ موچھوں کے کنارے چھوڑ دیتے تھے، جیسا کہ غرائب میں ہے۔[2]

شیخ داؤد ابن یوسف حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ،اور علامہ نظام حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

قالوا ولا باس یطول الشارب للغزاۃ لیکون اھیب فی عین العدو۔

اور مشائخ نے فرمایا کہ غازیوں کے لیے موچھیں بڑھانے میں حرج نہیں ہے تا کہ دشمنوں کی آنکھوں میں ہیبت ناک معلوم ہوں۔[3]

امام محمد غزالی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۵۰۵ھ اور علامہ زبیدی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

(ولا بأس بترک سبالیہ وھما طرفا الشارب)عن یمین وعن شمال(فعل ذلک عمر)بن الخطاب رضی اللہ عنہ (وغیرہ)من الصحابۃ والتابعین منھم الحسن بن سالم کمافی القوت(لأن ذلک لا یستر الفم)لبعدھما عنہ(ولا یبقی فیہ غمر الطعام)ای زفرہ(اذ لا یصل الیہ)وقت الاکل۔

سبالیہ: چھوڑنے میں حرج نہیں اور وہ موچھوں کے دونوں کنارے ہیں دائیں طرف سے اور بائیں طرف سے ،(بعض سلف کا یہ طریقہ تھا کہ وہ موچھوں کا درمیانی حصہ خوب کٹوادیتے اور موچھوں کے آخری دونوں کنارے چھوڑ دیتے۔"قوت القلوب") حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ صحابہ اور تابعین یونہی کیا کرتے تھے ،ان میں ابوالحسن بن سالم

---

[1] (تذکرۃ الابرار والاشرار ص،۲۴۵ ،اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور ،ھدایۃ الابرار الی طریقۃ الاخیار ،الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا ،ص،۲۰ ،اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[2] (عالمگیری کتاب الکراھیۃ ،ج،۵ ،ص،۴۳۸ ،قدیمی کتب خانہ کراچی)

[3] (الفتاوی الغیاثیۃ ،کتاب الاستحسان والکراھیۃ ،ص،۱۰۹ ،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ،فتاویٰ عالمگیری ،کتاب الکراھیۃ ،الباب التاسع عشر ،ج ،۵ ،ص ،۴۳۸ ،قدیمی کتب خانہ کراچی)

ہیں جیسا کہ قوت القلوب میں ہے، کیونکہ یہ سبالیہ نہ تو منہ کو ڈھانپتا ہے، دونوں کناروں کا منہ سے دور ہونے وجہ سے اور نہ ہی اس میں کھانے کی کوئی چیز رہ سکتی ہے، بلکہ کھاتے وقت وہاں تک پہنچتی ہی نہیں۔[1]

مونچھوں کے دونوں کناروں کو باقی رکھنا مکروہ ہے

علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

واختلفوا اهل يقص طرفاه ايضا وهما المسميان بالسبالين ام يتركهما كما يفعله كثير من الناس؟ قيل لا باس بترک سباليه فعل ذلک عمر وغيره ،وقيل كره بقاء السبال لما فيه من التشبه بالاعاجم بل بالمجوس واهل الكتاب۔(قال العراقى فى شرح التقريب)وهذا اولى بالصواب لما رواه ابن حبان فى صحيحه من حديث ابن عمر قال:ذكر رسول الله ﷺ المجوس فقال انهم يوفرون سبالهم ويحلقون لحاهم فخالفوهم۔

کیا مونچھوں کے دونوں کناروں کو بھی کاٹا جائے یا مونچھوں کے دونوں کناروں کو چھوڑ دیا جائے جیسا کہ اس کو بہت سے لوگ کرتے ہیں؟ ایک قول ہے کہ مونچھوں کے دونوں کناروں کو چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ نے کیا، اور ایک قول ہے کہ مونچھوں کے کناروں کو باقی رکھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں پارسیوں بلکہ مجوسیوں اور اہل کتاب (یہود، نصاریٰ) سے مشابہت ہے۔(علامہ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح التقریب میں فرمایا) اور یہ درستگی کے زیادہ قریب ہے، اس واسطے کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو روایت کیا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجوس کا ذکر فرمایا: وہ اپنی مونچھوں کے کنارے بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں مونڈتے ہیں تم ان کی مخالفت کرو۔[2]

قال فكان ابن عمر يستقرض سبلته فيجزها كما تجز الشاة او البعير۔

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی مونچھوں کے کناروں کو پکڑتے اور اس طرح مونڈتے تھے جیسا کہ بکری یا اونٹ کو مونڈا جاتا ہے۔[3]

---

[1] (قوت القلوب ،الفصل السادس والثلاثون،ج،۲،ص ۲۴۲ ،دارالکتب العلمیہ بیروت ،اتحاف السادة المتقين بشرح احياء العلوم الدين،كتاب اسرار الطهارة ،القسم الثالث،ج،۲،ص، ۶۵۰ ،دارالكتب العلمية بيروت)

[2] (منحة الخالق على البحر الرائق،ج،۳،ص، ۱۹ ،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ،اتحاف السادة المتقين بشرح احياء العلوم الدين كتاب اسرار الطهارة ،القسم الثالث،ج،۲،ص، ۶۵۱، ۶۵۰،دارالكتب العلمية بيروت)

[3] (شعب الايمان،ج،۵،ص، ۲۲۰ ،رقم: ۶۴۴۸ ،فتح البارى شرح صحيح البخارى كتاب اللباس،باب قص الشارب،ج،۱۰، ۲۹۳ ،دارالمعرفة بيروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۲ھ، لکھتے ہیں:

و اما الشارب فھو الشعر النابت علی الشفة العلیا، و اختلف فی جانبیه و ھما السبالان فقیل ھما من الشارب فیشرع قصھما معه، و قیل من جملة شعر اللحیة۔

اور شارب (مونچھیں) تو وہ اوپر والے ہونٹ پر اگنے والے بال ہیں، اور اس کے دونوں کناروں میں اختلاف ہے اور وہ "سبالان" ہیں تو ایک قول ہے کہ یہ دونوں مونچھوں میں داخل ہیں تو مونچھوں کے ساتھ ان دونوں کا کاٹنا مشروع ہے، ایک قول ہے کہ یہ دونوں مجملہ داڑھی کے بال ہیں۔[1]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فعلی ھذا یحمل ما روی عن عمر ان ثبت انه یذھب الی الثانی۔

اسی بات پر وہ محمول ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو داڑھی کے زمرے میں لاکر چھوڑ دیا ہے۔[2]

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

ولہٰذا مجاہدین کو لبیں بڑھانے کی اجازت ہوئی حالانکہ اوروں کو بالاتفاق مکروہ۔[3]

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مونچھیں منڈواتے تھے

امام ابو جعفر طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

و قد روی عن جماعة من المتقدمین ما حدثنا ابن ابی عقیل قال ثنا ابن وھب قال اخبرنی اسمٰعیل بن عیاش قال حدثنی اسمٰعیل بن ابی خالد قال رایت انس بن مالک و واثلة بن اسقع :یحفیان شواربھما ویعفیان لحھما ویصفّرانھا۔

---

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب اللباس باب قص الشارب، ج، ۱۰، ص، ۲۹۳، دار المعرفة بیروت، منحة الخالق علی البحر الرائق کتاب الحج باب الجنایات، ج، ۳، ص، ۱۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[2] (منحة الخالق علی البحر الرائق، ج، ۳، ص، ۱۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[3] (فتاویٰ رضویہ، ج، ۲۲، ص، ۵۹۲، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

متقدمین کی ایک جماعت سے مروی ہے حضرت اسمٰعیل بن ابی خالد فرماتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ دیکھا کہ: وہ اپنی مونچھوں کو منڈواتے اور داڑھیوں کو بڑھاتے، اور انہیں (مہندی کے ذریعے) زرد کرتے تھے۔[1]

قال اسمٰعیل و حدثنی عثمان بن عبید اللہ بن رافع المدنی قال رایت عبداللہ بن عمر و اباھریرۃ و اباسعید الخدری و اباا سید الساعدی و رافع بن خدیج و جابر بن عبداللہ و انس بن مالک و سلمۃ بن الاکواع: یفعلون ذلک۔

حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عثمان بن عبید اللہ بن رافع المدنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابواسید ساعدی، حضرت رافع بن خدیج، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت انس بن مالک اور حضرت سلمہ بن اکواع رضی اللہ عنہ کو دیکھا: وہ اسی طرح کرتے تھے۔[2]

حدثنا محمد بن النعمان قال ثنا ابو ثابت قال ثنا عبدالعزیز بن محمد ان عثمان بن عبید اللہ بن ابی رافع قال رایت اباسعید الخدری و ابا اسید و رافع بن خدیج و سھل بن سعد و عبداللہ بن عمر و جابر بن عبداللہ و اباھریرۃ: یحفون شواربھم۔

حضرت عثمان بن عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابوسعید خدری، ابواسید، رافع بن خدیج، سہل بن سعد، عبد اللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا: وہ مونچھوں کو منڈواتے تھے۔[3]

حدثنا بن ابی داؤد قال ثنا احمد بن عبداللہ بن یونس قال ثنا عاصم بن محمد عن ابیہ عن ابن عمر انہ: کان یحفی شاربہ حتی یری (فی روایۃ: ینظر) بیاض الجلد۔

حضرت عاصم بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: وہ اپنی مونچھوں کو منڈواتے تھے حتیٰ کہ جلد کی سفیدی نظر آتی۔[4]

---

[1] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج۲، ص۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[2] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج۲، ص۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[3] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج۲، ص۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[4] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج۲، ص۳۰۷، مکتبہ حقانیہ ملتان، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج۲۲ ص۴۳، دارالفکر بیروت)

حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا حامد بن یحی قال ثنا سفیان ان ابر اهیم بن محمد بن حاطب قال رایت بن عمر :یحفی شاربه۔

حضرت ابراہیم بن محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ: وہ اپنی مونچھوں منڈواتے تھے۔[1]

حدثنا فهد قال ثنا محمد بن سعید الاصبهانی قال شریک ان عثمان بن ابر اهیم الحاطبی قال رایت ابن عمر :یحفی شاربه وانه ینتفه۔

حضرت عثمان بن ابراہیم حاطبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ: آپ مونچھوں کو منڈواتے تھے، گویا ان کو اکھیڑ تے تھے۔[2]

عن عثمان بن ابر اهیم بن ابر اهیم بن محمد بن حاطب قال رأیت عبداللہ بن عمر :قد احفی شاربه حتی کانه نتفه۔

عثمان بن ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا: انہوں نے اپنی مونچھوں اتنا مونڈا ہوا تھا کہ جیسے نوچا ہو۔[3]

حدثنا ابن مرزوق قال ثنا وهب قال ثنا شعبة ان عبداللہ بن دینار عن ابن عمر :انه کان یحفی شاربه۔

حضرت عبداولله بن دینار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ: مونچھوں کو منڈواتے تھے۔[4]

حدثنا یونس قال ثنا عبداللہ بن یوسف ان ابن لهیعة ان عقبة بن مسلم قال: ما رایت احدا اشد ااحفاء شاربه من ابن عمر کان یحفیه حتی ان الجلد لیری۔

حضرت عقبہ بن مسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو مونچھیں صاف کرنے والا نہیں دیکھا، آپ منڈواتے حتیٰ کہ چمڑے کی سفیدی دیکھائی دیتی۔[5]

حدثنا کثیر بن هشام عن جعفر بن برقان عن حبیب قال: رایت ابن عمر: قد جزّ شاربه کانه قد حلقه۔

---

[1] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراهة، ج، ۲، ص، ۳۰۸، مکتبه حقانیه ملتان)

[2] (مصنف ابن ابی شیبة کتاب الادب ، ج، ۸، ص، ۳۷۷، ادارة القران والعلوم الاسلامیة کراتشی ،شرح معانی الآثار ، کتاب الکراهة، ج ، ۲ ، ص، ۳۰۸، مکتبه حقانیه ملتان)

[3] (ابن عساکر ،شعب الایمان ، ج، ۱۳، ص، ۵۸۷، رقم :۲۱۷۶، طبقات ابن سعد ، ج، ۴، ص، ۱۷۲، زادالمعاد، ، ج، ۱ ص، ۱۷۱، تاریخ دمشق، ج، ۳۸، ص، ۳۱۵، رقم: ۴۵۷۳)

[4] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراهة، ج، ۲، ص، ۳۰۸، مکتبه حقانیه ملتان)

[5] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراهة، ج، ۲، ص، ۳۰۸، مکتبه حقانیه ملتان)

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اپنی مونچھوں کو صاف کیا ہوا ہے گویا کہ ان کو مونڈوایا ہوا ہو۔[1]

ابو بکر الاثرم من طریق عمر بن ابی سلمة عن ابیه قال رأیت ابن عمر: یحفی شاربه حتی لا یترک منه شیأ۔

امام ابو بکر بن اثرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطریق عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابیہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ: وہ اپنی مونچھوں کو اتنا مونڈتے، یہاں تک کہ اس میں سے کچھ نہ چھوڑتے تھے۔[2]

عن عبداللہ بن عمر قال: أمرنا أن نبشر الشوارب بشرا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: ہمیں مونچھیں مونڈ کر کھال ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[3]

عن نافع قال قیل لابن عمر انک تحفی شاربک قال رأیت رسول اللہ ﷺ یفعله۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنی مونچھیں مونڈتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔[4]

أخبرنا عبید اللہ بن عمر عن سعید المقبری عن ابن جریج: أنه قال لابن عمر: رأتک تحفی شاربک؟ قال: رأیت النبی ﷺ یحفی شاربه۔

حضرت جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے آپ کو اپنی مونچھیں مونڈتے دیکھا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنی مونچھیں مونڈتے دیکھا ہے۔[5]

حدثنا سفیان عن محمد بن عجلان عن عبید اللہ بن ابی رافع قال رایت اباسعید ورافع بن خدیج وسلمة ابن الاکوع وابن عمر وجابر بن عبداللہ وابا اسید: ینهکون شواربهم کالحلق۔

---

1 (مصنف ابن ابی شیبة کتاب الادب، ج،۸، ص،۳۷۷، ادارة القران والعلوم الاسلامیة کراتشی)

2 (فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج، ۲۸۱، ۱۰، دار المعرفة بیروت)

3 (مصنف ابن ابی شیبه، ج،۸، ص،۳۷۸، رقم: ۵۵۵۱، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشی)

4 (دار قطنی فی الافراد، ومعجم کبیر طبرانی، ج، ۱۱ ص، ۳۱۵، رقم: ۱۹۱، واطراف الغرائب ولافراد، ج،۳، ص، ۴۷۲، رقم: ۳۳۱۳، طبقات الکبریٰ، ابن سعد: رقم: ۱۱۵۲)

5 (طبقات ابن سعد، ج، ۱، ص، ۳۳۹، سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة، ج، ۱۱، ص، ۳۹۸، مکتبة المعارف الریاض)

حضرت عبید اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ابو سعید اور رافع بن خدیج اور سلمہ بن اکوع اور ابو اسید رضی اللہ عنہ کو دیکھا: وہ اپنی مونچھوں کو مونڈنے کی طرح کاٹنے میں مبالغہ کرتے تھے۔ [1]

عبدالاعلی عن هشام عن الحسن و محمد: انهما کانا یحفیان شواربهما۔

عبد الاعلی از ہشام از حسن اور محمد رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ: وہ دونوں اپنی مونچھوں کو مونڈتے تھے۔ [2]

اخرجه الطبری من طرق عن عروة و سالم و القاسم و ابی سلمة: انهم یحلقون شواربهم۔

طبری نے عروہ، سالم، قاسم اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کی اسناد سے لکھا ہے: وہ اپنی مونچھوں کو مونڈتے تھے۔ [3]

امام محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

نقل عن الصحابة: نظر بعض التابعین الی رجل احفی شاربه فقال: ذکرتنی اصحاب رسول اللہ ﷺ۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ کسی تابعی نے کسی کو دیکھا کہ اپنی مونچھوں کو مونڈا ہوا ہے، فرمایا کہ تو نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی یاد دلائی۔ [4]

شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۸۶ھ لکھتے ہیں:

وقد کان کثیر من أصحاب رسول اللہ ﷺ یحفی شاربه۔ ونظر بعض التابعین الی رجل أحفی شاربه۔ فقال: ذکرتنی أصحاب رسول اللہ ﷺ قال: فقلت هکذا کانوا یحفون شواربهم؟ فقال نعم وأشد من هذا کالحلق۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مونچھوں کو خوب طرح کٹوا دیتے۔ ایک تابعی نے ایک آدمی کو جس کی مونچھیں خوب اچھی طرح کٹی ہوئی تھیں، فرمایا: تو نے مجھے جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یاد تازہ کرا دی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: کیا وہ اپنی مونچھوں کو خوب صاف کرا لیتے تھے؟ فرمایا: ہاں، اور اس سے بھی خوب تر جیسے مونڈ رکھی ہوں۔ [5]

---

[1] (العلل لابن ابی حاتم ،ج،۱،ص،۲۲۷۶،رقم:۲۲۲۳،سنن الکبریٰ للبیهقی ،ج،۱،ص،۱۵۱،رقم:۷۱۷،معرفة الصحابة لابی نعیم ،ج،۴،ص،۴۱۴،رقم: ۱۳۸۸ ،مصنف ابن ابی شیبة کتاب الادب ،ج،۸،ص،۳۷۷،ادارة القران والعلوم الاسلامیة کراتشی،فتح الباری، کتاب اللباس ،باب قص الشارب،ج،۱۰،ص،۲۹۴،المکتبة الاسلامیة،دار المعرفة بیروت)

[2] (مصنف ابن ابی شیبة کتاب الادب ،ج،۸،ص،۳۷۷،ادارة القران والعلوم الاسلامیة کراتشی)

[3] (فتح الباری، کتاب اللباس،باب قص الشارب،ج،۱۰،ص،۲۹۴،المکتبة الاسلامیة،دار المعرفة بیروت)

[4] (اتحاف السادة المتقین بشرح احیاء العلوم الدین، کتاب اسرار الطهارة،القسم الثالث،ج،۲،ص،۶۵۰،دار الکتب العلمیة بیروت)

[5] (قوت القلوب،الفصل السادس والثلاثون،ج،۲،ص،۲۴۱،دار الکتب العلمیه بیروت)

مو نچھیں منڈ انے میں جو فضیلت ہے وہ کاٹنے میں نہیں ہے

امام ابو جعفر طحاوی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

فھولاء اصحاب رسول اللہ ﷺ قد کانوا یحفون شواربھم وفیھم ابوھریرۃ وھو ممن رویناعنہ عن رسول اللہ ﷺ انہ قال: من فطرۃ قص الشارب فدل ذلک ان قص الشارب من الفطرۃ وھو مما لا بد منہ وان ما بعد ذلک من الاحفاء ھو افضل وفیہ من اصابۃ الخیر لیس فی القص۔

تو یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو مونچھوں کو منڈواتے تھے اور ان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا تو آپ نے فرمایا: مونچھوں کو کٹوانا فطرت سے ہے، تو یہ اس بات پر دلالت ہے کہ مونچھوں کا کاٹنا فطرت سے ہے اور یہ ضروری بات ہے اور اس کے بعد منڈوانا افضل ہے، اور اس میں وہ فضلیت ہے جو کاٹنے میں نہیں ہے۔[1]

حضرت امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

فذھب قوم من اھل المدینۃ الی ھذا الاثار واختاروا لھا قص الشارب علی احفائہ وخالفھم فی ذلک آخرون فقالوا بل تستحب احفاء الشوارب ونراہ افضل من قصھا واحتجوا فی ذلک بما حدثنا محمد بن علی بن محرز قال ثنا یحی بن ابی بکر قال ثنا الحسن بن صالح عن سماک بن حرب عن عکرمۃ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یجز شاربہ وکان ابراھیم ﷺ یجز شاربہ۔

اہل مدینہ میں سے ایک جماعت ان روایات کی طرف گئی ہے اور انہوں نے مونچھوں بالکل صاف کرنے پر کاٹنے کو ترجیح دی ہے لیکن دوسرے حضرات نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا کہ مونچھوں کو منڈوانا مستحب ہے اور ہمارے خیال میں یہ کٹوانے سے افضل ہے انہوں نے اس سلسلے میں اس طرح استدلال کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ اپنی مونچھوں کو منڈواتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنی مونچھوں کو منڈواتے تھے۔[2]

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فقال الطحاوی ذھب قوم من اھل المدینۃ الی ان قص الشارب ھو المختار علی احفاء قلت اراد بالقوم ھؤلاء سالماو سعید بن المسیب وعروہ بن الزبیر وجعفر بن الزبیر وعبداللہ بن عبداللہ بن عتبۃ وابابکر بن عبدالرحمن بن

---

[1] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج۲، ص۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[2] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج۲، ص۳۰۷، مکتبہ حقانیہ ملتان)

الحارث فانهم قالوا المستحب هو ان يختار قص الشارب على احفائه واليه ذهب حميد بن هلال والحسن البصرى ومحمد بن سيرين وعطاء بن ابى رباح وهو مذهب مالك ايضا وقال عياض ذهب كثير من السلف الى منع الحلق والاستئصال فى الشارب وهو مذهب مالك ايضا وكان يرى حلقه مثلة ويامر بادب فاعله وكان يكره ان ياخذ من اعلاه والمستحب ان ياخذ منه حتى يبدو الاطار وهو طرف الشفة وقال الطحاوى وخالفهم فى ذلك آخرون فقالوا بل يستحب احفاء الشوارب و نراه افضل من قصها قلت اراد بقوله الآخرون جمهور السلف منهم اهل الكوفة ومكحول ومحمد بن عجلان ونافع مولى ابن عمر وابو حنيفة وابو يوسف ومحمد رضى الله عنهم فانهم قالوا المستحب احفاء الشارب وهو افضل من قصها وروى ذلك عن فعل ابن عمر وابى سعيد الخدرى ورافع بن خديج وسلمة بن اكوع وجابر بن عبدالله وابى اسيد وعبدالله بن عمر رضى الله عنهم وذكر ذلك كله ابن ابى شيبة باسنادهم اليهم۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے کہ بعض اہل مدینہ کے نزدیک مونچھیں ترشوانا''احفاء'' (بہت زیادہ کاٹنے) سے زیادہ پسندیدہ ہے۔میں (علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتاہوں ان لوگوں سے مراد سالم،سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، جعفر بن زبیر،عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ اور ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ مونچھوں کے مونڈنے پر مونچھوں کے کاٹنے کو اختیار کرنا مستحب ہے،اور وہ حمید بن ہلال، حسن بصری، محمد بن سرین،عطاء بن ابی رباح اور امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی مذہب ہے۔اور عیاض نے فرمایاسلف میں سے کثیر لوگوں کا مذہب مونچھوں کومونڈنے اور جڑسے ختم کرنے سے منع کا ہے اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے اورامام مالک مونچھیں منڈوانے کو مثلہ قرار دیتے تھے،اور مونچھیں مونڈنے والے کوسزا دینے کا حکم دیتے تھے اوراس کے اوپر سے کاٹنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔اور مونچھیں کاٹنا مستحب ہے حتی کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے۔اور امام طحاوی نے فرمایا:اور دوسرے حضرات نے ان کی مخالفت کرتے فرمایاکہ مونچھوں کومنڈوانا مستحب ہے اور ہمارے خیال میں یہ کٹوانے سے افضل ہے۔میں کہتاہوں کہ طحاوی کے قول الآخرون سے مراد جمہور سلف ہیں،جن میں اہل کوفہ ، مکحول، محمد بن عجلان، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نافع،امام ابو حنیفہ،امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ پس انہوں نے فرمایا:مونچھوں کومونڈنا مستحب(یعنی سنت) ہے اور یہ کاٹنے سے افضل ہے ۔یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے فعل سے،ابو سعید خدری، حضرت رافع بن خدیج،حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت جابر بن

عبداللہ ، حضرت ابواسید اور حضرت عبداللہ بن عمر رحمہم اللہ تعالیٰ سے مروی ہے، اس تمام کو ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ ان کے عمل کو روایت کیا ہے۔[1]

حلق کی لغوی تحقیق

الحلق: الازالۃ، یقال: حلق رأسہ حلقا و تحلاقا اذا أزال شعرہ۔

حلق: کا معنی ہے، زائل کرنا، اس نے اپنے سر کا حلق کیا، اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ اپنے بالوں کو زائل کر دے۔ یعنی مونڈ کر ختم کر دے۔[2]

احفاء کے معنی کی لغوی تحقیق

علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

احفاء: أحفیت الشارب أخذتہ أخذاً متناھیاً۔

احفاء: احفیت الشارب۔ کا معنی ہے، میں نے مونچھوں کو انتہا سے کاٹا۔ یعنی مونڈ دیا۔[3]

علامہ زبیدی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

حفا (شاربہ) حفوا: (بالغ فی أخذہ) و الزق جزّہ، (کأحفاہ)، و منہ الحدیث: "أمر أن تحفی الشوارب و تعفی اللحی" أی یبالغ فی قصھا۔ وفی بعض الآثار: "من أحفی شاربیہ نظر اللہ الیہ"۔ و بہ تمسک الصوفیۃ فی احفاء الشوارب۔

حفا شاربہ حفوا: کا معنی ہے اس نے اپنی مونچھیں کاٹنے میں مبالغہ کیا۔ اور حدیث شریف میں ہے: ان تحفی الشوارب۔ یعنی مونچھیں کاٹنے میں مبالغہ کرنا۔ اور آثار میں ہے: جس شخص نے اپنی مونچھوں کو کاٹنے میں مبالغہ کیا یعنی مونڈ دیا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر فرمائے گا۔ اور اس سے صوفیاء نے مونچھیں مونڈانے کے بارے میں استدلال کیا۔[4]

الاحفاء: الاستئصال، یقال: أحفی الرجل شاربہ اذا بالغ فی أخذہ و قصہ۔

---

[1] (عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، الجزء الثانی و العشرون، ج ۲۲، ص ۴۴، دار الفکر بیروت)

[2] (القاموس المحیط)

[3] (معجم مفردات الفاظ القرآن، ص ۱۲۴، میر محمد کتب خانہ کراچی)

[4] (تاج العروس، ۳۷، ص ۲۲۶، دار الکتب العلمیہ بیروت)

احفاء: کا معنی ہے، استئصال کرنا یعنی جڑ سے اکھاڑ کر ختم کرنا، مرد نے اپنی مونچھوں کا احفاء کیا، اس وقت کہا جاتا ہے جب وہ مونچھوں کے کاٹنے میں مبالغہ کرے۔[1]

استیصال: کا معنی ہے، بیخ کنی کرنا۔ جڑ سے اکھیڑنا۔[2]

استیصال: کا معنی ہے، جڑ سے اکھاڑنا، تباہ کرنا۔[3]

احفاء: بروت رابسیار گرفتن۔

احفاء: کا معنی ہے، مونچھوں کو بہت زیادہ دور کرنا۔ یعنی مونچھوں کو کاٹنے میں خوب مبالغہ کرنا۔[4]

امام جلال الدین سیوطی، شافعی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۹۱۱ھ، اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، رحمہ اللہ تعالیٰ، حنفی متوفی، ۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

قال فی النھایۃ: احفاء الشوارب أن یبالغ فی قصھا۔

"النہایہ" میں ہے: احفاء الشوارب کا مطلب ہے کہ مونچھوں کو کاٹنے میں خوب مبالغہ کیا جائے۔[5]

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ "واحفوا الشوارب" کے تحت لکھتے ہیں:

ای بالغ فی جزہ۔ قیل: الاحفاء قریب من الحلق۔

یعنی اس کے کاٹنے میں خوب مبالغہ سے کام لینا۔ بعض نے کہا ہے کہ "احفاء" حلق (مونڈنے) کے قریب ہے۔ (یعنی اتنا کاٹنا کہ وہ حلق معلوم ہو)۔[6]

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

یقال احفیٰ شعرہ اذا استاصلہ حتی یصیر کالحلق۔

---

1 (لسان العرب، المصباح المنیر)

2 (جامع حسن اللغات، فارسی اردو، ص، ۴۲، اورینٹل بک سوسائٹی گنپت روڈ لاھور، لغات کشوری، ص، ۲۲، میر محمد کتب خانہ کراچی، فیروز اللغات، اردو، جامع، ۹۵، فیروز سنز، لاھور، راولپنڈی، کراچی)

3 (فیروز اللغات، فارسی اردو، ۴۸، فیروز سنز، لاھور، راولپنڈی، کراچی)

4 (منتخب اللغات، ص، ۸، میر محمد کتب خانہ کراچی)

5 (مجموعہ رسائل سیوطی، بلوغ المآرب فی قص الشوارب، ج، ۱، ص، ۱۲۴، دار الاخلاص لاھور، الفتاویٰ تنقیح الحامدیۃ، ج، ۲، ص، ۳۶۳، المکتبۃ الحبیبیۃ، کوئٹہ)

6 (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج، ۸، ص، ۲۷۳، مطبوعہ المکتبہ الرشیدیہ کوئٹہ)

اس نے اپنے بالوں کا احفاء کیا، اس وقت کہا جاتا ہے جب ان کو جڑ سے ختم کر دیا جائے یہاں تک کہ مونڈنے کی طرح ہو جائے۔[1]

امام محمد بن محمد غزالی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

وفی لفظ آخر: "احفوا" وھذا یشعر بالاستئصال۔

ایک روایت میں "**احفوا**" ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (مونچھوں کو) جڑ سے اکھاڑنا مقصود ہے۔[2]

امام محمد بن محمد غزالی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۵۰۵ھ لکھتے ہیں:

الاحفاء القریب من الحلق۔

احفاء مونڈنے کے قریب ہے۔[3]

شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی المکی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۸۶ھ "**احفوا الشوارب**" کے تحت لکھتے ہیں:

والاحفاء: ھو الاستئصال۔

"**احفاء**" کا معنی یہ ہے کہ انہیں جڑ سے ختم کرنا ہے۔[4]

الاحفاء: الاستقصاء۔

احفاء: کا معنی ہے۔ **استقصاء**۔[5]

احفاء واحفی شاربہ، ای استقصی فی اخذہ والزق جزہ۔

احفاء واحفی شاربہ، اس نے اپنی مونچھوں کا احفاء کیا، یعنی وہ اپنی مونچھوں کے کاٹنے میں انتہا کو پہنچ گیا۔[6]

استقصاء: کا معنی ہے، انتہائی کوشش کرنا۔ پوری کوشش کرنا۔[7]

استقصاء: کا معنی ہے، کوشش تمام کرنا۔ اور کسی چیز کی انتہا کو پہنچنا۔[1]

---

1 (عینی عمدۃ القاری شرح البخاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج ۱۱ الجزء الثانی والعشرون، ۲۲، ص، ۴۳، دار الفکر بیروت)

2 (اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء العلوم الدین، ج، ۲، ص، ۶۴۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

3 (اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء العلوم الدین، ج، ۲، ص، ۶۵۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

4 (قوت القلوب، ج، ۲، ص، ۱ ۲۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

5 (الصحاح، ج، ۵، ص، ۱۳۷۴، دار الاحیاء التراث العربی بیروت، فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس، ج، ۱۱، ص، ۲۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

6 (الصحاح، ج، ۵، ص، ۱۳۷۵، ۱۳۷۴، دار الاحیاء التراث العربی بیروت)

7 (فیروز اللغات، اردو، جامع، ۹۴، فیروز سنز، لاھور، راولپنڈی، کراچی)

استقصاء: کا معنی ہے، بہت کوشش کرنا۔ کسی چیز کی انتہا کو پہنچنا۔[2]

نھک کے معنی کی لغوی تحقیق

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

النھک:المبالغۃ۔"أنھکوا"أی:بالغوافی القص,والنھک:المبالغۃ۔

نھک: کا معنی ہے، مبالغہ کرنا۔ **"انھکوا"** یعنی:(مونچھیں) کاٹنے میں مبالغہ کرو۔[3]

علامہ زبیدی حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، لکھتے ہیں:

النھک:المبالغۃفی کل شیء۔

نھک: کا معنی ہے کہ ہر چیز میں مبالغہ کرنا۔[4]

نھک: کا معنی ہے فنا کرنا۔[5]

انھکواالشوارب: مونچھوں کو خوب کاٹو۔[6]

حافظ الحدیث علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

والنھک:المبالغۃفی الازالۃ۔

نھک: (مونچھوں کے بالوں کو) دور کرنے، زائل کرنے، مٹانے میں مبالغہ کرنا۔[7]

جز: کے لغوی معنی کی تحقیق

حافظ الحدیث علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

الجزّ:وھو قص الشعر والصوف الی ان یبلغ الجلد۔

---

1 (لغات کشوری،ص، ۲۰،میر محمد کتب خانہ کراچی)

2 (جامع حسن اللغات،فارسی اردو،ص، ۱۴۱،اورینٹل بک سوسائٹی گنپت روڈ لاہور)

3 (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ، کتاب اللباس ، ج، ۲۲،ص، ۷۳،دارالکتب العلمیہ بیروت،بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ ،ج، ۴،ص، ۱۷۴،مکتبۃ العلوم الدینیۃ کوئٹہ،الوسیلۃ الاحمدیۃ والذریعۃ السرمدیۃ فی شرح الطریقۃ المحمدیۃ علی ھامش بریقہ،ج، ۴،ص، ۱۷۴،مکتبۃ العلوم الدینیۃ کوئٹہ)

4 (تاج العروس، ۲۷،ص، ۲۲۷،دارالکتب العلمیہ بیروت)

5 (لغات الحدیث، کتاب "ن"، ج، ۱۷۱، ۴،میر محمد کتب خانہ کراچی)

6 (لغات الحدیث، کتاب "ن"، ج، ۲،۱۷، ۴،میر محمد کتب خانہ کراچی)

7 (فتح الباری شرح صحیح البخای، کتاب اللباس، ج، ۱۱،ص، ۲۹۴،دارالکتب العلمیہ بیروت)

"الجز" وہ بالوں اور اون کو اس حد تک کاٹنا کہ وہ جلد تک پہنچ جائے۔[1]

قص کے معنی کی لغوی تحقیق

القص: أصل القص القطع، یقال: قصصت ما بینهما أی: قطعت، وقص الشعر قطعه، وأخذه بالمقص۔

قص: کا معنی ہے، قص کی اصل قطع یعنی کاٹنا ہے، کہا جاتا کہ میں نے ان دونوں کے درمیان کو کاٹ دیا یعنی: میں نے قطع کیا، بالوں کا قص ان کا قطع کرنا ہے، اور ان کو قینچی کے ساتھ کاٹا۔[2]

و الطرّ کا لغوی معنی

شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی مکی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۳۸۶ھ، علامہ زبیدی حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

و الطرّ: أن یؤخذ من فوق الشارب و من تحته حتی یستدق۔

مونچھوں کو اوپر اور ان کے نیچے سے کاٹنا یہاں تک کہ باریک ہو جائیں۔[3]

سبالتان کا لغوی معنی

السبالتان طرفا الشارب۔ سبالہ کہتے ہیں مونچھ کے کنارے کو۔ (جو لب کے دونوں طرف ہوتا ہے اس کا کتروانا مستحب ہے، اگر نہ کترائے تو بھی کچھ قباحت نہیں ہے کیونکہ وہ منہ کو نہیں چھپاتا نہ کھانے کی چکنائی ان میں لگتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سبالہ رکھتے تھے اس کو نہیں کترتے تھے)۔[4]

ہروی نے کہا سبالہ وہ بال ہیں: جو نیچے کے جبڑے کے تلے ہوتے ہیں سبلہ داڑھی کے سامنے کے حصے کو اور جو داڑھی سینہ پر لٹکی ہو اس کو بھی کہتے ہیں۔[5]

---

1 (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس، ج، ۱۱، ص، ۲۹۴، دار الکتب العلمیہ بیروت)

2 (القاموس المحیط)

3 (قوت لقلوب، ج، ۲، ص، ۲۴۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، اتحاف السادة المتقین بشرح احیاء العلوم الدین، کتاب اسرار الطهارة، القسم الثالث، ج، ۲، ص، ۴۵۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

4 (لغات الحدیث، کتاب "س"، ج، ۲، ص، ۳۴، میر محمد کتب خانہ کراچی)

5 (لغات الحدیث، کتاب "س"، ج، ۲، ص، ۳۳، میر محمد کتب خانہ کراچی)

(۱) باب نمبر دس: الكواكب في حلق الشوارب

مونچھیں منڈانے کے متعلق احادیث کی شرح

حافظ الحدیث علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

واما القص فهو الذى فى اكثر الاحاديث كما هنا وفى حديث عائشة وحديث انس كذلک كلاهما عند مسلم وكذا حديث حنظلة عن ابن عمر فى اول الباب وورد الخبر بلفظ الحلق وهى رواية النسائى عن محمد بن عبدالله بن يزيد عن عينية بسند هذا الباب رواه جمهور اصحاب بلفظ القص وكذا سائر روايات عن شيخه الزهرى ووقع عندا النسائى من طريق سعيد المقبرى عن ابى هريرة بلفظ تقصير الشارب نعم وقع الامر بمايشعر بان رواية الحلق محفوظة كحديث العلاء بن عبدالرحمٰن عن ابيه عن ابى هريرة عند مسلم بلفظ "جزوا الشوارب" وحديث ابن عمر المذكور فى الباب الذى يليه بلفظ "احفوا الشوارب" وفى الباب الذى يليه بلفظ "انهكوا الشوارب" فكل هذه الالفاظ تدل على ان المطلوب المبالغة فى الازالة، لان الجز وهو بالجيم والزاى الثقيلة قص الشعر والصوف الى ان يبلغ الجلد والاحفاء بالمهملة والفاء الاستقصاء ومنه حتى احفوه بالمسئلة، قال ابو عبيد الهروى معناه الزقوا الجز بالبشرة وقال الخطابى هو بمعنى الاستقصاء والنهک باالنون والكاف المبالغة فى الازالة۔

لفظ "قص" اکثر احادیث میں مروی ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہے، امام مسلم کی دو روایات حضرت عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی "قص" مذکور ہے اس باب کی ابتداء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بھی "قص" ہے اور امام نسائی نے حلق (مونڈنا) کی روایت اپنی سند سے ابن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی ہے وہ سند باب کی ابتداء میں محمد بن عبد اللہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دیگر اصحاب، جمہور اصحاب ابن عیینہ نے "قص" ذکر کیا ہے اور اس کے شیخ امام زہری سے جو روایات ہیں ان میں بھی "قص" ہی مذکور ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ "حلق" کی روایت محفوظ ہے، علاء بن عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی طرح، انہوں اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مسلم کے الفاظ ہیں "جزوا الشوارب" اور باب کی ابتداء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ "احفوا الشوارب" اور آئندہ باب میں آرہا ہے اس میں ہے "انهكوا الشوارب"۔ اور یہ تمام عبارات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان سے مقصود بالوں کو کاٹنے میں مبالغہ کرنا ہے، کیونکہ اور "الجز" جیم اور زاء ثقیلہ کے ساتھ، بالوں اور اون کو اس حد تک کاٹنا کہ وہ جلد تک پہنچ جائے اور "احفاء" حاء مہملہ اور فاء کے ساتھ، بالوں کو اکھاڑنے میں شدید مبالغہ کو کہتے ہیں اور امام ابو عبید اللہ الہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اتنا کاٹو کہ چمڑا ظاہر ہو جائے اور امام خطابی رحمہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے مراد بالوں کو اکھاڑنے اور صاف کرنے میں مبالغہ کرنا ہے۔ اور "نہک" نون اور کاف کے ساتھ، بالوں کے ازالہ میں مبالغہ کرنا ہے۔

(احفاء، انہاک، تقصیر، حلق، ان تمام الفاظ کا مفہوم بنتا ہے اوپر والے ہونٹ پر اگنے والے بالوں کے ازالہ میں خوب مبالغہ کرے)۔[1]

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۲ھ، علامہ شیخ قاری علی بن سلطان محمد القاری النقشبندی الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

(وقص الشارب)، وهو الشعر النابت على طرف الشفة العليا، وللنسائی "وحلق الشارب" وله ايضا "تقصير الشارب"۔ وقال النووی: المختار فی قص الشارب ان يقصه حتى يبدو طرف الشفة ولا يحفيه، واما رواية احفوا فمعناها ازيلوا ما طال على الشفتين۔ وقال القرطبی: "قص الشارب" ان ياخذ ما طال على الشفة بحيث لا يوذی الاكل، ولا يجتمع فيه الوسخ۔ وقال والجز والاحفاء هو القص المذكور وليس بالاستئصال عند مالک، وذهب الكوفيون ای بعضهم الى انه الاستئصال، وذهب الطبری الى التخيير فی ذلک فقال: ذكر السنة على الامرين ولا تعارض، فان القص يدل على اخذ البعض، والاحفاء يدل على اخذ الكل وكلاهما ثابت۔ وقال العسقلانی: ورجح ذلک ثبوت الامرين فی الاحاديث المرفوعة۔ كذا حققه السيوطی۔

وقص الشارب: اس سے مراد وہ بال ہیں جو اوپر والے ہونٹ کے کنارے اگتے ہیں۔ نسائی کی روایت میں "حلق الشارب" "مونچھیں مونڈنا" بھی ہے اور ایک روایت "تقصیر الشارب" کے الفاظ بھی ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ "قص الشارب" کے بارے میں قول مختار یہ ہے کہ مونچھوں کے بال اس طرح کاٹے کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے۔ لیکن "احفاء" نہ کرے۔ البتہ جو روایت "احفوا" تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہونٹوں سے آگے بڑھے ہوئے بالوں کو کاٹ ڈالو۔ امام قرطبی فرماتے ہیں "قص الشارب" یہ ہے کہ ہونٹوں سے آگے بڑھے ہوئے بالوں کو تراشا جائے اس طور پر کہ کھانے والے کو تکلیف نہ دیں اور نہ ہی اس میں میل کچیل جمع ہو اور فرمایا کہ "احفاء" سے مراد بھی یہی "قص" مذکور ہے۔ اور امام مالک کے ہاں اس سے مراد "استیصال" (جڑوں سے ختم کرنا) نہیں ہے۔ اور بعض کوفیوں کا مسلک یہ ہے کہ اس سے مراد استئصال (جڑوں سے ختم کرنا) ہے۔ امام طبری اس میں تخیر (دونوں میں اختیار) کے قائل ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ اہل لغت نے ذکر

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج ۱۰، ص ۲۹۳، دار المعرفة بیروت)

کیاہے کہ "احفاء"کا معنی "استئصال (جڑوں سے ختم کرنا) ہے۔اور "نہک" بھی اسی طرح ہے "نہک" نون اور کاف کے ساتھ ہے۔ اس (بال دور کرنے) میں مبالغہ ہے۔ سنت کی دلالت ان دونوں امور پر ہے اور ان دونوں میں تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ "قص" بعض بالوں کے ختم کرنے پر دلالت کرتا ہے جب کہ "احفاء" سب بالوں کے ختم کرنے پر دلالت کرتا ہے اور دونوں ثابت ہیں اور عسقلانی فرماتے ہیں کہ احادیث مرفوعہ میں ان دونوں امور کے ثبوت کو ترجیح حاصل ہے۔اسی طرح امام سیوطی نے (اپنے رسالہ،بلوغ المآرب فی قص الشوارب، میں) تحقیق کی ہے۔[1]

علامہ سید محمد بن محمد حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ اس روایت کے تحت لکھتے ہیں:

و الیه ذهب ابن عمر و بعض التابعین وهو قول الکوفیین و اکثر الصوفیة ، حتی قال بعضهم من احفی شاربیه نظر الله علیه۔

اور یہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض تابعین کا مذہب ہے اور کوفیوں اور اکثر صوفیاء کا قول ہے، حتی کہ ان میں سے بعض نے فرمایا: جس شخص نے اپنی مونچھوں کو مونڈا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر فرمائے گا۔[2]

علامہ احمد قسطلانی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

اکثر احادیث میں "قص" ہے،نسائی نے "حلق" اور "تقصیر" روایت کیاہے مسلم نے "جز" اور "قص" روایت کیا ،امام بخاری نے اس باب میں "قص" اور اگلے باب میں "نہک" روایت کیا ہے،جن سے مقصود ازالہ میں مبالغہ ہے "احفاء" کا معنی ازالہ اور استقصاء یعنی بال کاٹنے میں انتہاء کو پہنچنا،انہاک کا معنی ہے مبالغہ فی الازالہ ہے یعنی بال زائل کرنے میں مبالغہ کرنا۔ "جز" کا معنی اتنا کم کرنا کہ چمڑا نظر آئے۔[3]

امام محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی، رحمہ اللہ تعالیٰ ، متوفی ،۸۲۷،یا،۸۲۸ھ اور امام محمد بن یوسف سنوسی حسینی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی لکھتے ہیں:

(قص الشارب) وفی الآخر "واحفاء الشارب" وفی الآخر "جز الشارب" وفی البخاری "انهکوا الشوارب" (ع) قال الکوفیون: و کثیر من السلف یستأصل شعر الشارب لظاهر هذا الألفاظ، و أباه مالک و کثیر، و کان مالک

---

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج، ۲۹۳، ۲۹۶، ۱۰ ملخصاً دار المعرفة بیروت، مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ج، ۸، ص، ۲۷۲، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

[2] (اتحاف السادة المتقین بشرح احیاء العلوم الدین، ج، ۲، ص، ۶۴۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

[3] (ارشاد الساری، ج، ۸، ص، ۴۶۲)

رحمه الله يرى حلقه مثلة يؤدب فاعله۔وفسرت هذه الألفاظ بالأخذ منه حتى يبدو الاطار وهو طرف الشفة وخير بعض العلماء بين الفعلين۔قلت:ليس في هذه الألفاظ ماهو نص في استئصاله بالموسى والمشترك بين جميعها التخفيف والتخفيف أعم من أن يكون بالأخذ من طول الشعر أو من مساحته, والألفاظ ظاهرة في أنه من الطول۔وروى أن عمر رضى الله عنه كان اذا اهمه أمر جعل يفتل شاربه, وهو يقتضى أنه لم يكن يأخذ طوله۔واذا كان القصد انما هو التخفيف لتنظيف مدخل الطعام ومخالفة المجوس اذهم يحلقونه فالأحسن ماعليه العرب اليوم من الأخذ من طوله ومساحته حتى يبدو الأطار۔ وما يفعله بعض المغاربة من ترك شعر طرف شاربه المسمى بالأقفال فمخالف للأمر بالاحفاء, فان الاحفاء هو أخذ ماطال مع أنه لازينة فيه, وانما شرع الأخذ منه للتزين۔وقد قال بعض العلماء:ان الاحفاء واجب للأمر به في قوله:"احفوا الشوارب"۔واما الشعر النابت على الخد فكان الشيخ رحمه الله وهو الشيخ الصالح الفقيه أبو الحسن المنتصر لايزيله وكان غيره يزيله۔واختاره الشيخ رحمه الله ۔ويزال أيضاً ماعلى الحلق بخلاف (النابت) ماعلى اللحى الأسفل۔

(وقص الشارب،اور مونچھیں کاٹنا)اور دوسری روایت میں ہے:"واحفاء الشارب"اور مونچھیں جڑ سے اکھاڑنا۔اور دوسری میں ہے "وجز الشارب" مونچھیں جڑ سے ختم کرنا۔اور بخاری کی روایت میں ہے:"انهكوا الشوارب"مونچھوں کو بالکل ختم کرو۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ علماء کوفیین اور سلف میں سے کثیر نے یہ فرمایا ہے کہ مونچھوں کے بال جڑ سے اکھاڑ دیے جائیں جیسا کہ ان احادیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضا ہے،اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مونچھیں مونڈنے کو مثلہ قرار دیتے تھے اور مونچھیں مونڈنے والے کو سزا دیتے تھے،اور ان الفاظ کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ مونچھیں کاٹ کر اتنی کم کرلی جائیں کہ اوپر والے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور بعض علماء نے دونوں کاموں میں اختیار دیا ہے۔میں(یعنی علامہ ابی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتا ہوں:ان الفاظ میں یہ نص (تصریح) نہیں ہے کہ مونچھوں کو استرے کے ساتھ جڑ سے مونڈ دیا جائے اور ان تمام الفاظ میں جو معنی مشترک ہے وہ تخفیف ہے یعنی ہلکا کرنا،کم کرنا ہے اور تخفیف عام ہے بالوں کو لمبائی سے یا مساحت کاٹا جائے،اور ظاہری الفاظ لمبائی کی جانب سے (کاٹنے کے بارے میں دلالت کرتے)ہیں،یعنی مونچھوں کے لمبے بالوں کو کاٹ کر کم کیا جائے اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی معاملہ پر غور کرتے تو اپنی مونچھوں کو بل دیا کرتے تھے،اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مونچھوں کو طول کی جانب سے کم نہیں کیا کرتے تھے،الغرض مقصد یہ ہے کہ مونچھیں کم کر کے منہ کو صاف رکھا جائے اور مجوس کی مخالفت کی جائے کیونکہ وہ مونچھوں کو مونڈتے تھے،لہٰذا مستحسن یہ ہے کہ مونچھوں کو طول اور مساحت کی جانب سے کم کیا جائے حتیٰ کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں۔اور وہ جس کو بعض مغاربہ

کرتے ہیں اپنی مونچھوں کے بالوں کے کناروں کو چھوڑ دیتے ہیں وہ احفاء کے امر کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ احفاء کا معنی لمبی مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے باوجود اس کے مونچھیں بڑھانے میں کوئی زینت نہیں ہے، اور مونچھوں کو کاٹنا زینت کی وجہ سے ہی مشروع کیا گیا ہے، اور بعض علماء نے فرمایا: احفاء، مونچھوں کو جڑ سے ختم کرنا واجب ہے کیونکہ اس حدیث شریف میں احفاء کا امر کیا گیا ہے: "احفوا الشوارب" مونچھوں کو جڑ سے ختم کرو۔ اور رہے رخسار پر جو بال ہوتے ہیں شیخ صالح فقیہ ابو الحسن المنتصر ان کو زائل نہیں کرتے تھے اور دوسرے علماء ان کو زائل کرتے تھے۔ اور شیخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور حلق پر جو بال ہیں ان کو بھی زائل کیا جائے اس کے برخلاف داڑھی کے نچلے بالوں کو زائل نہ کیا جائے۔[1]

علامہ عبد الغنی نابلسی نقشبندی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

وفی شرح المناوی علی الجامع الصغیر فی قولہ "احفوا الشوارب" وفی معناہ "انھکوا الشوارب" فی الروایۃ الاخری والمراد بالغوافی ازالۃ ماطال منھا حتی یتبین الشفۃ بیانا ظاھرا ندبا وقیل وجوبا۔

اور شرح المناوی علی الجامع الصغیر میں ہے "احفوا الشوارب" کہ اسی معنی میں "انھکوا الشوارب" دوسری روایت ہے اور اس سے مراد جو بال ہونٹ پر ظاہر ہوں ان کو زائل کرنے میں مبالغہ کرو تاکہ ہونٹ بالکل واضح نظر آئے یہ مستحب ہے اور بعض نے کہا واجب ہے۔[2]

علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

والاحفاء یقتضی ظھور الجلد بازالۃ الشعر کما یقال رجل حاف اذا لم یکن فی رجلہ شیء ویقال حفیت رجلہ۔

اور "احفاء" اس امر کا مقتضی ہے کہ بال دور کرنے میں جلد ظاہر ہو جائے جس طرح ننگے پاؤں والے شخص کو: رجل حاف، جب اس کے پاؤں کوئی چیز نہ ہو۔ کہا جاتا ہے۔ اس لیے "حفیت رجلہ" اس کا پاؤں ننگا ہے۔ کا فقرہ بھی بولا جاتا ہے۔[3]

---

[1] (اکمال اکمال المعلم، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، ج ۲، ص ۶۳، ۶۲، دار الکتب العلمیہ بیروت، ومکمل اکمال الاکمال، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، ج ۲، ص ۶۲، ۶۳، دار الکتب العلمیہ بیروت)

[2] (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ، ج ۲، ص ۵۸۴، الکمتبۃ النوریۃ الرضویۃ الجامع البغدادی لائلپور (فیصل آباد) پاکستان)

[3] (احکام القرآن، ج ۱، ص ۶۸، سھیل اکیڈیمی لاھور)

(۱) باب نمبر ۱۰:الکواکب فی حلق الشوارب

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۵۴۴ھ،علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۶۷۶ھ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نقشبندی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۰۵۲ھ،عبدالرحمن مبارک پوری متوفی،۱۳۲۵ھ،لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم بظاهر قوله "احفوا الشوارب" الى استيصاله وحلقه وهو قول الكوفيين واهل الظواهر وكثير من السلف۔

اور بعض حدیث کے ان الفاظ "احفوا الشوارب" کے ظاہر سے اس کے استیصال (جڑ سے اکھیڑنے) اور حلق (مونڈنے) کی طرف گئے ہیں اور یہ کوفی حضرات اور اہل ظواہر اور سلف میں سے اکثر کا قول ہے۔[1]

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۹۷۰ھ "احفوا الشوارب" کے تحت لکھتے ہیں:

وهو المبالغة فى القطع،فاى شىء حصل حصل المقصود غير انه بالحلق بالموسى ايسر منه بالقصة فلذا قال الطحاوى:الحلق احسن من القص۔

اور وہ کاٹنے میں مبالغہ کرنا ہے،کسی بھی چیز سے حاصل ہو،مونڈنا مقصود ہے،اس کے علاوہ کہ قینچی سے کاٹنے کی بنسبت استرے سے مونڈنے میں زیادہ آسانی ہے،اس لیے امام طحاوی نے فرمایا:مونڈنا،کاٹنے سے زیادہ اچھا ہے۔[2]

متعارضہ احادیث کے درمیان تطبیق

امام ابوجعفر طحاوی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

فهذا رسول الله ﷺ قد امر باحفاء الشوارب فثبت بذلك الاحفاء على ما ذكرنا فى حديث ابن عمر وفى حديث ابن عباس وابى هريرة رضى الله عنهم جزوا الشوارب فذاك يحتمل ان يكون جزا معه الاحفاء ويحمل ان يكون على مادون ذلك فقد ثبت معارضة حديث ابن عمر بحديث ابى هريرة وعمار وعائشة الذى ذكرنا فى اول هذا الباب واما حديث المغيرة فليس فيه دليل على شىء لانه يجوز ان يكون النبى ﷺ فعل ذلك لم يكن بحضرته مقراض يقدر على احفاء الشارب ويحتمل ايضاً حديث عمار وعائشة وابى هريرة رضى الله عنهم فى ذلك معنى أخر يحتمل ان يكون الفطرة هى التى لا بدّ منها وهى قص الشارب وما سوى ذلك فضل حسن فثبت الأثار كلها التى روينا ها فى هذا الباب ولا تضاد ويجب بثبوتها ان الاحفاء افضل من القص وهذا معنى هذا الباب من طريق الأثار۔

---

[1] (لمعات التنقيح فى شرح مشكوٰة المصابيح،كتاب الطهارة،باب السواك،ج،۲،ص،۶۷،المكتبة الحقانية كوئيته،شرح مسلم،كتاب الطهارة باب خصال الفطرة ،ج،۲،ص۵۵،مكتبة البشرىٰ كراتشى،تحفة الاحوذى بشرح جامع الترمذى ،كتاب الآداب ،باب ماجاء فى قص الشارب،ج،۸،ص،۴۳،دار الضياء بيروت)

[2] (البحر الرائق شرح كنز الدقائق،كتاب الحج،باب الجنايات،ج،۳،ص،۱۸،۱۹،مكتبه رشيديه كوئٹه)

تو رسول اکرم ﷺ نے مونچھوں کو منڈوانے کا حکم دیا اس سے منڈوانا ثابت ہو گیا جیسا کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ذکر کیا اور ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی روایات میں ہے کہ مونچھوں کو کاٹو، تو اس میں احتمال ہے کہ ایسا کاٹنا ہو جس کے ساتھ مونڈنا بھی ہو اور یہ احتمال ہے کہ اس مونڈنے کے بغیر ہو تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی ان روایات سے جنہیں ہم نے باب کے شروع میں ذکر کیا ٹکراؤ لازم ہوا، جہاں تک حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا تعلق ہے تو اس میں کسی بات پر دلیل نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے نبی اکرم ﷺ نے اس لئے ایسا کیا ہو کہ اس وقت آپ کے پاس قینچی نہ ہو جس کے سبب آپ مونچھوں کو مونڈنے پر قادر ہوتے حضرت عمار، حضرت عائشہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات میں ایک دوسرے معنٰی کا بھی احتمال ہے وہ یہ کہ فطرت وہی بات ہوتی ہے جو لازمی اور ضروری ہے اور مونچھوں کو کاٹنا ہے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ حسن ہے ،افضل ہے ،بس وہ تمام روایات جو ہم نے اس باب میں ذکر کی ہیں ،ثابت ہو جائیگی اور تضاد لازم نہیں آئے گا اور ان کے ثابت ہونے سے لازم آے گا کہ کاٹنے سے مونڈنا افضل ہے۔اس باب میں روایات کے طور پر یہ بیان ہے۔[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وانما قال بعد روایاته الاحادیث المذکورة والتوفیق بینها ان الاحفاء افضل من القص ,ثم قال نعم باب حلق الشارب۔وانما اراد بذلک الاحفاء حتی یصیر کالحلق۔وفی المختار حلقه سنة وقصه حسن,وفی المحیط الحلق سنة وهو احسن من القص,وهو قول ابی حنیفة وصاحبیه رحمهم اللہ۔

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے احادیث مذکورہ بالا کی روایات کے بعد ان احادیث متعارضہ کے درمیان تطبیق یوں ہو گی کہ "احفاء""قص" سے افضل ہے پھر باب "حلق الشارب" (مونچھیں مونڈنا)عنوان دینا بھی اس کی طرف مشیر ہے۔اور "احفاء" اتنا کہ "حلق"(مونڈنے) کی طرح ہو جائے۔اور مختار میں ہے کہ مونچھیں مونڈنا سنت ہے اور مونچھیں باریک کرنا حسن ہے اور محیط میں ہے: مونچھیں مونڈنا سنت ہے اور وہ کاٹنے سے زیادہ اچھا ہے اور یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔[2]

---

[1] (شرح معانی الآثار,کتاب الکراهة,ج,۲,ص,۳۰۸,مکتبه حقانیه ملتان)

[2] (بنایه شرح هدایه,کتاب الحج,باب الجنایات,ج,۴,ص,۲۵۵,دارالفکر بیروت)

احفاء والی احادیث کو قص والی احادیث پر ترجیح حاصل ہے

شوکانی، متوفی،۱۲۵۵ھ،اور عبد الرحمن مبارک پوری متوفی،۱۳۲۵ھ،لکھتے ہیں:

قال ابن قیم: واحتج من لم یر احفاء الشوارب بحدیث عائشة، وابی ھریرة المرفوعین: عشرة من الفطرة۔فذکر منھا قص الشارب۔وفی حدیث ابی ھریرة: ان الفطرة خمس، وذکر منھا قص الشارب۔واحتج المحفون باحادیث الامر بالاحفاء، وھی صحیحة، وبحدیث ابن عباس، ان رسول اللہ ﷺ کان یحفی شاربہ۔قال الشوکانی: (النیل ،ج، ۱ ،ص، ۱۱۵)والاحفاء لیس کما ذکر النووی من أن معناہ أحفوا ماطال عن الشفتین، بل الاحفاء الاستئصال کمافی الصحاح (ص، ۱۴۶) والقاموس (،ج، ۱ ،ص، ۶۷۳) والکشاف وسائر کتب اللغة، قال ورواية القص لا تنافیہ لأن القص قدیکون علی جھة الاحفاء وقد لایکون، وروایة الاحفاء معینة للمراد وکذلک حدیث "من لم یأخذ من شاربہ فلیس منا" لایعارض روایة الاحفاء فیھا زیادة یتعین المصیر الیھا، ولو فرض التعارض من کل وجہ لکانت روایة الاحفاء أرجح لأنھا فی الصحیحین۔

ابن قیم نے کہا: جو احفاء الشوارب کے قائل نہیں ہیں انہوں نے حدیث عائشہ وحدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دس چیزیں فطرت سے ہیں۔تو ان میں قص الشارب کو ذکر کیا۔اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے: پانچ چیزیں فطرت ہیں اور اس میں قص الشارب کو ذکر کیا۔سے استدلال کیا۔اور احفاء کرنے کے قائلین نے ان احادیث سے جن میں احفاء کا حکم دیا گیا ہے سے استدلال کیا ہے اور وہ احادیث صحیحہ ہیں، اور ابن عباس کی حدیث سے ،بے شک رسول اللہ ﷺ اپنی مونچھوں کا احفاء کرتے تھے۔شوکانی نے کہا: (النیل ،ج، ۱ ،ص، ۱۱۵)اور احفاء اس طرح نہیں ہے جس طرح نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ احفوا کا معنیٰ دونوں ہونٹوں سے بڑھے ہوئے بال کاٹ دو، بلکہ احفاء،استئصال یعنی مونچھوں کے بالوں کو جڑ سے ختم کرنا ہے،جیسا کہ صحاح (ص،۱۴۶) اور قاموس (،ج،۱،ص،۶۷۳) اور کشاف اور باقی لغت کی کتب میں ہے،فرمایا اور قص کی روایت اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ قص کبھی احفاء کے طور پر ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔اور احفاء کی روایت کی مراد معین ہے اور اسی طرح حدیث " جو مونچھیں نہ کاٹے وہ ہم میں سے نہیں " احفاء کی روایت کے معارض نہیں ہے کیونکہ اس میں زیادتی ہے اسی کی طرف لوٹنا متعین ہوتا ہے،اور اگر تمام صورتوں میں تعارض کو فرض کر لیا جائے تو احفاء کی روایت کو زیادہ ترجیح دی جائے گی کیونکہ وہ صحیحین (بخاری، مسلم) میں ہے۔[1]

---

[1] (نیل الاوتار من احادیث سید الاخیار شرح منقی الاخبار، باب اخذ الشارب واعفاء اللحیة" ج، ۱ ،ص، ۱۱۵ ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی، کتاب الآداب، باب، ماجاء فی ص الشارب ،ج،۸،ص، ۴۴، دار الضیاء بیروت)

شیخ شلبی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

قال فخر الاسلام البزدوی فی شرح الجامع الصغیر و من الناس من قال بان الحلق بدعة احتجاجا بحدیث النبی ﷺ عشر من فطرتی و ذکر منها الشارب و احتج اصحابنا رحمهم الله بحدیث ابی هریرة و عبدالله بن عمر رضی الله عنهم عن النبی ﷺ انه قال: احفوا الشوارب و اعفوا اللحی۔ و الاحفاء الاستئصال محتمل فیحمل علی مارویناالانه محکم۔

حضرت امام فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح الجامع الصغیر میں فرمایا ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ مونڈنا بدعت ہے، اور استدلال نبی کریم ﷺ کی حدیث سے کیا کہ "دس امور میری سنت میں سے ہیں اور اس میں مونچھوں کا ذکر کیا، اور ہمارے اصحاب (احناف) رحمہم اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھیں مونڈاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ اور "احفاء" استئصال (جڑ سے ختم کرنا) ہے اور قص (کاٹنا) محتمل (اس میں احتمال) ہے تو وہ اس پر محمول ہے جس کو ہم نے روایت کیا، اس لیے کہ وہ بے شک محکم ہے۔[1]

احادیث میں قص (کاٹنے) کا ذکر ہے، مراد جڑ سے ختم کرنا ہے

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۹۷۰ھ، اور محقق احناف شیخ ابن ہمام، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۸۶۱ھ، لکھتے ہیں:

و اما ذکر القص فی بعض الاحادیث فالمراد منه المبالغة فی الاستئصال۔

اور رہا بعض احادیث میں قص (کاٹنے) کا ذکر، تو اس سے مراد جڑ سے ختم کرنے میں مبالغہ کرنا ہے۔[2]

---

[1] (حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق، کتاب الحج باب الجنایات، ج، ۲، ص، ۵۵، مکتبہ امدادیہ ملتان)

[2] (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الحج، باب الجنایات، ج، ۳، ص، ۱۸، ۱۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، فتح القدیر شرح ھدایہ، کتاب الحج، باب الجنایات، ۲، ص، ۴۴۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

مونچھیں منڈانے میں ائمہ اربعہ کے مذاہب

احناف کے مجتہد فقہاء کا فیصلہ مونچھیں مونڈنا سنت ہے

علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

وقع فی بعض العبارات بالقص وفی بعضها التعبیر بالحلق ففی الهندیة ذکر الطحاوی فی شرح معانی الآثار ان قص الشارب حسن وتفسیره ان یوخذ منه حتی ینقص من الاطار وهو الطرف الاعلی من الشفة العلیا۔ قال والحلق سنة وهو احسن من القص هذا قوله رحمه الله تعالی وصاحبیه رحمهماالله تعالی کذافی محیط السرخی وعبارة المجتبی وحلق الشارب بدعة والسنة فیه القص صح حلقه سنة نسبه الی ابی حنیفة وصاحبیه۔

بعض عبارات میں مونچھوں کے کاٹنے کو قص سے تعبیر کیا ہے اور بعض میں حلق (مونڈنے) سے تعبیر کیا گیا ہے، فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری کتاب الکراھیۃ، ج،۵، ص،۴۳۸، قدیمی کتب خانہ کراچی) میں ہے کہ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار (ج،۲، ص،۳۰۸) میں بیان کیا ہے کہ مونچھوں کے بالوں میں قص (کم) کرنا حسن ہے اور اس کی تفسیر کہ اوپر والے ہونٹ کے بالوں کو اتنا باریک اور کم کیا جائے کہ چمڑا نظر آئے اور ان کا مونڈنا سنت ہے۔ اور یہ کاٹنے سے احسن (بہت اچھا) ہے، یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صاحبین (ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تینوں آئمہ) کا قول ہے اور اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔ اور مجتبیٰ کی عبارت ہے مونچھوں کا مونڈنا بدعت ہے قص (کاٹنا) سنت ہے لیکن مونچھوں کے مونڈنے کا سنت ہونا صحیح ہے یہ قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صاحبین (امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف منسوب ہے۔[1]

درج ذیل عبارت کو کثیر کتب میں ذکر کیا گیا ہے ایک عبارت نقل کر کے کچھ کتب کے حوالہ جات نقل کرتا ہوں:

ان حلق الشارب هو سنة عندابی حنیفة وابی یوسف ومحمدرحمهم الله تعالی۔

بے شک مونچھیں مونڈنا وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک سنت ہے۔[2]

---

[1] (طحطاوی علی درالمختار، کتاب الحظر والاباحة، باب الاستبراء، فصل فی البیع، ج،۴، ص،۲۰۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[2] (علامہ عثمان بن زیلعی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، کتاب الحج، باب الجنایات، ج،۲، ص،۵۵، مکتبہ امدادیہ ملتان، وعلامہ ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنزالدقائق، کتاب الحج، باب الجنایات، ج،۳، ص، ۱۹، ۱۸، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، وعلامہ ابو جعفر طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الکراهة، ج،۲، ص،۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان، وعلامہ نظا الدین، عالمگیری کتاب الکراهیة، ج،۵، ص،۴۳۸، قدیمی کتب خانہ کراچی، وعلامہ ابن همام

علامہ شیخ مجد الدین عبد اللہ بن محمود بن مودود حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، اورامام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی، رحمہ اللہ تعالیٰ، حنفی، متوفی،۹۵۶ھ لکھتے ہیں:

والسنة تقليم الأظفار، ونتف الابط، وحلق العانة والشارب وقصه حسن۔

اور ناخنوں کو کاٹنا اور بغل کے بالوں کو نوچنا سنت ہے اور زیر ناف بال اور مونچھیں مونڈنا سنت ہے اور مونچھیں کاٹنا اچھا ہے۔[1]

علامہ عبد الغنی نابلسی نقشبندی حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی،۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

واخذه الحنفية والحنابلة بظاهر الحديث فسنوا حلقه۔

اور احناف اور حنابلہ نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے اسے مونڈنا سنت کہا ہے۔[2]

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

وفی المختار حلقه سنة وقصه حسن۔

اور مختار میں ہے کہ مونچھیں مونڈنا سنت ہے اور مونچھیں باریک کرنا حسن (اچھا) ہے۔[3]

فتح القدير ، كتاب الحج ،باب الجنايات ، ج، ۱ ، ص، ۴۴۶ ،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ،وعلامہ ابن عابدین شامی ، ردالمختار ، ج، ۲ ، ص، ۲۲۱ ، وكتاب الحظر والاباحة، ج، ۹ ، ص، ۵۸۳ ،دارالکتب العلميه بيروت ، وعلامه بدرالدين عينى، البناية فى شرح الهدايه ، كتاب اكحج ، باب الجنايات، ۲۵۵ ،دارالفكر بيروت، ومحيط، سرخسى، وعلامه احمد بن محمد طحطاوى ، حاشيه الطحطاوى على درالمختار ، كتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء فصل فى البيع ، ج، ۴ ، ص، ۲۰۳ ، مكتبه رشيديه كوئٹه ، والحديقة الندية شرح الطريقة المحمديه، ج، ۲ ، ص، ۵۸۳ ، الكمتبة النورية الرضوية الجامع البغدادى لائلبور (فيصل آباد) پاكستان، وفتح البارى ، كتاب اللباس ، باب قص الشارب، ج، ۱۰ ، ص، ۲۹۳ ، دارالمرفة بيروت، احكام القرآن ، ج، ۱ ، ص، ۶۷ ، سهيل اكيڈيمى لاهور، وحاشيه جلالين ص، ۱۸ ، حاشيه نمبر ۳۳ ، قديمى كتب خانه كراچى)

[1] (المختار الفتوى ، كتاب الكراهية ، ص، ۲۴۶ ، مكتبة نزار ا مصطفى الباز مكة المكرمة ، الرياض ، الاختيار لتعليل المختار ، الجز الرابع ، كتاب الكراهية ، فصل ، فيما ينبغى للمومن من الآداب ، ج، ۲ ، اص، ۴۲۳ ، شركة دار الارقم بن ابى الارقم ، بيروت ، ص، مجمع الانهر فى شرح ملتقى الابحر ، كتاب الكراهية ، فصل فى المتفرقات ، ج، ۲۲۶ ، ۲۲۵ ، ۴ ، مكتبة المنار كانسى روڈ، كوئٹه)

[2] (الحديقة الندية شرح طريقة المحمديه، ج، ۲ ، ص، ۵۸۴ ، الكمتبة النورية الرضوية الجامع البغدادى لائلبور (فيصل آباد) پاكستان)

[3] (بنايه شرح هدايه، كتاب الحج، باب الجنايات، ج، ۴ ، ص، ۲۵۵ ، دار الفكر بيروت)

احناف کے نزدیک مونچھیں کاٹنے سے مونڈنا افضل ہے

علامہ ابو جعفر طحاوی حنفی ، رحمہ اللہ تعالیٰ ،متوفی ،۳۲۱ا،اورعلامہ ابو بکر جصاص حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ،۳۷۰،اورعبدالرحمن مبارک پوری متوفی،۱۳۲۵ھ،ومحمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی ، رحمہ اللہ تعالیٰ ،مالکی ،متوفی ۱۱۲۲ھ،لکھتے ہیں:

وأما أبو حنيفة رضى الله عنه وزفر، وأبو يوسف، ومحمد:فكان مذهبهم فى شعر الرأس والشارب أن الاحفاء افضل من التقصير۔

اور رہا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، اورامام زفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ،اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مونچھوں اور سر کے بالوں کے بارے میں ان کا مذہب کاٹنے سے مونڈنا افضل ہے۔[1]

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، رحمہ اللہ تعالیٰ، حنفی متوفی،۱۲۵۲ھ،لکھتے ہیں:

وكان ابو حنيفة يقول ان احفاء افضل من القص۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مونڈنا،کاٹنے سے افضل ہے۔[2]

مولانا ابو سعید خادمی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی،۱۱۶۸،اور شیخ رجب بن احمد، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی،۱۰۶۳،لکھتے ہیں:

وسئل عمر بن عبدالعزيز عن السنة فى قص الشارب فقال يقص حتى يبدو الاطار وقيل الافضل حلقه والقص من عجزها استدلا بحديث انهكوا الشوارب۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مونچھوں کے کاٹنے میں سنت کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کاٹنا یہاں تک کہ اوپر والے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور کہا گیا کہ مونچھوں کو مونڈنا افضل ہے اور مونچھوں کو جڑ سے کاٹنا اس کی دلیل یہ حدیث ہے: مونچھوں کو کاٹنے میں مبالغہ کرو یعنی مونچھوں کو مونڈو۔[3]

---

[1] (مختصر اختلاف العلماء، كتاب الكراهة، ج،۴،ص، ۳۸۲،دار البشائر الاسلامية،بيروت، كشف الغمة،ص، ۲۲۸،احكام المذاهب،ص،۴۵،هداية الابرار الى طريقة الاخيار،ص ۲۵،اسلامی کتب خانه پشاور،شرح الزرقانى على موطأ الامام مالك، كتاب صفة النبى ﷺ،باب ماجاء فى سنة فى الفطرة ،ج،۴،ص، ۳۸۲، دار الحديث القاهرة،واحكام القرآن للجصاص، ج، ۱،ص، ۷۶، سهيل اكيڈيمى لاهور ،تحفة الاحوذى،ج،۸،ص،۴۳،دار الضياء بيروت)

[2] (الفتاوىٰ تنقيح الحامدية،ج،۲،ص، ۳۶۴،المكتبة الحبيبية،کوئٹه)

[3] (بريقة محمودية فى شرح طريقة محمدية ،ج،۴،ص، ۱۷۴،مكتبة العلوم الدينية كوئٹه ، الوسيلة الاحمدية والذريعة السرمدية فى شرح الطريقة المحمدية على هامش بريقه،ج،۴،ص، ۱۷۴،مكتبة العلوم الدينية كوئٹه)

بعض متاخرین احناف کے نزدیک مونچھوں کا قص (کاٹنا) سنت ہے

علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

واختلف فی المسنون فی الشارب، هل هو القص أو الحلق؟ والمذهب عند بعض المتأخرين من مشائخنا أنه القص۔ قال فی البدائع: وهو الصحيح۔ وقال الطحاوی: القص حسن، والحلق احسن، وهو قول علمائنا الثلاثة۔ نهر۔

اور اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ مونچھوں کو کاٹنا سنت ہے یا مونڈنا؟ اور ہمارے بعض متاخرین مشائخ کا مذہب کاٹنا ہے۔ اور بدائع الصنائع میں (علامہ کاسانی رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں: یہی صحیح ہے۔ اور امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کاٹنا اچھا اور مونڈنا بہت اچھا ہے اور یہ ہمارے تینوں ائمہ (امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول ہے۔ نہر الفائق۔[1]

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی، ۸۶۱ھ، اور علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

والمذهب عند بعض المتاخرين من مشائخنا ان السنة القص۔

اور متاخرین مشائخ میں سے بعض کے نزدیک کاٹنا سنت ہے۔[2]

شیخ داؤد ابن یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ویاخذ من شاربه حتی یصیر مثل الحاجب۔

اور اپنی مونچھوں کو کاٹو یہاں تک کہ آبرو کی طرح ہو جائیں۔[3]

---

[1] (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الحج، باب الجنایات، ج، ۳، ص، ۵۸۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

[2] (فتح القدیر شرح هدایه، کتاب الحج، باب الجنایات، ۲، ص، ۴۴۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، عنایہ شرح هدایه، علی حاشیہ فتح القدیر، ۲، ص، ۴۴۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[3] (الفتاوی الغیاثیة، کتاب الاستحسان والکراهیة، ۱۰۹، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراهیة، ج، ۵، ص، ۴۳۸، قدیمی کتب خانہ کراچی، الفتاویٰ البزازیة، کتاب الاستحسان، ج، ۲، ص، ۴۹۵، قدیمی کتب خانہ کراچی، فتاویٰ قاضی خان کتاب الحظر والاباحۃ، ج، ۳، ص، ۳۱۴، قدیمی کتب خانہ کراچی، الفاویٰ السراجیة، کتاب الکراهة والاستحسان، ص، ۳۳۷، زم زم پبلیشرز کراچی، الفتاویٰ التاتارخانیة کتاب الکراهیة، الفصل الختان والخضاب، ج، ۱۸، ص، ۲۱۰، مکتبہ فاروقیہ کوئٹہ)

علامہ سراج الدین ابی محمد بن عثمان بن محمد التیمی حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۵۶۹،وعلامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی، رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۱۰۸۸ھ، وغیرہ لکھتے ہیں:

حلق الشارب بدعة، وقيل: سنة۔

مونچھیں منڈانا بدعت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے۔[1]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

مشى عليه فى الملتقى، وعبارة المجتبى بعد ما رمز للطحاوى: حلقه سنة، ونسبه الى ابى حنيفة وصاحبيه، والقص منه حتى توازى الحرف الاعلى من الشفة العلية سنة بالاجماع۔

ملتقی اور مجتبی میں لکھا ہے امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مونچھوں کو مونڈنا سنت ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صاحبین (امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قول ہے اور قص کا بالاتفاق معنی بالوں کو کوتاہ کرنا کہ اوپر والے ہونٹ کا کنارہ نظر آئے اور ظاہر ہو جائے بالاجماع سنت ہے۔[2]

شوافع کے نزدیک مونچھیں مونڈنا مکروہ ہے

علامہ عبد الغنی نابلسی نقشبندی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

واما حلقه بالكلية فمكروه على الاصح عند الشافعية۔

شوافع کے نزدیک بالکل مونڈنا اصح قول کے مطابق مکروہ ہے۔[3]

علامہ ابو بکر جصاص حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۷۰، علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

وقال الطحاوى لم نجد فى ذلك عن الشافعى شيأ منصوصا واصحابه الذى رأيناهم المزنى والربيع كانا يحفان شواربهم فدل على انهما اخذا ذلك عن الشافعى۔

ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امام شافعی سے اس سلسلے میں کوئی منصوص قول منقول نہیں، تاہم امام شافعی کے اصحاب، امام مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ (جو کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ راست اور فقہ شافعی کے ائمہ میں سے تھے) اور ربیع

---

[1] (در مختار علی هامش الردالمحتار، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع، ج۹، ص ۵۸۳، دارالکتب العلمیه بیروت، فتاویٰ برهنه، ج۱ ص ۳۹، مکتبه عربیه کوئٹه، الفتاویٰ السراجیة، کتاب الکراهیة والاستحسان، ص ۳۳۷، زمزم کراچی)

[2] (ردالمختار، کتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء فصل فی البیع، ج۹، ص ۵۸۳، دار الکتب العلمیه بیروت)

[3] (الحدیقة الندیة شرح طریقة المحمدیه، ج۲، ص ۵۸۴، الکمتبة النوریة الرضویة الجامع البغدادی لائلبور (فیصل آباد) پاکستان)

کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ اپنی مونچھوں کا "احفاء" (خوب کاٹا) کرتے تھے، یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ ان دونوں حضرات نے امام شافعی سے یہ چیز اخذ کی تھی۔ (یعنی آپ کو دیکھ کر یا آپ کے متعلق پڑھ کر ہی یہ عمل کرتے ہوں گے)۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

واغرب ابن العربی فنقل عن الشافعی انه یستحب حلق الشارب ولیس ذلک معروفا عند اصحابه قال الطحاوی الحلق هو مذهب ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد۔

اور ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عجیب بات کہی کہ انہوں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا: امام شافعی کے نزدیک مونچھوں کا مونڈنا مستحب ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مونڈنا ہے۔[2]

امام مالک کے نزدیک مونچھیں مونڈنا مکروہ اور بدعت ہے

علامہ عبد الغنی نابلسی نقشبندی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

وصرح مالک بانه بدعة۔

اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے۔[3]

علامہ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

وقال ابن الهیثم عن مالک احفاء الشارب عندی مثلة قال مالک وتفسیر حدیث النبی ﷺ فی احفاء الشارب الاطار وکان یکره ان یؤخذ من اعلاه وانما کان یوسع فی الاطار منه فقط وذکر عنه اشهب قال وسألت مالکا عمن احفی شاربه قال اری ان یوجع ضرباً لیس حدیث النبی ﷺ فی الاحفاء کان یقول لیس یبدی حرف الشفتین الاطار ثم قال لم یحلق شاربه هذا بدع تظهر فی الناس کان عمر اذا حزبه امر نفخ فجعل یفتل شاربه۔

اور ابن الہیثم نے امام مالک سے ان کا قول نقل کیا ہے کہ مونچھوں کا "احفاء" (صاف کرنا) میرے نزدیک مثلہ ہے۔ امام مالک نے مونچھوں کے "احفاء" کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کے فرمان کی تفسیر "اطار" سے کی ہے، یعنی امام مالک مونچھوں کے بال اوپر کی طرف سے کاٹنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور چاروں طرف سے کاٹنے میں توسع کے قائل تھے۔ اشہب نے

---

[1] (احکام القرآن للجصاص، ج، ۱، ص، ۲۸، سهیل اکیڈیمی لاهور، فتح الباری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج، ۱۰، ص، ۲۹۳، دار المرفة بیروت)

[2] (فتح الباری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج، ۱۰، ص، ۲۹۳، دار المرفة بیروت)

[3] (الحدیقة الندیة شرح طریقة المحمدیه، ج، ۲، ص، ۵۸۴، الکمتبة النوریة الرضویة الجامع البغدادی لائلبور (فیصل آباد) پاکستان)

کہاہے کہ میں نے امام مالک سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو اپنی مونچھیں پوری طرح کاٹ دیتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے خیال میں ایسے شخص کی زبردست پٹائی ہونی چاہیے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حدیث "احفاء" یعنی پوری طرح کاٹ کر پست کرنے کے بارے میں نہیں ہے۔ گویا امام مالک رضی اللہ عنہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ "اطار" یعنی چاروں طرف کترنے کا عمل لبوں کے کنارے ظاہر کر دیتا ہے۔ پھر امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مونچھیں مونڈ دینا ایک بدعت ہے جو لوگوں کے اندر ظہور پذیر ہو گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کوئی اہم معاملہ در پیش ہو جاتا تو آپ کا چہرہ تمتما جاتا اور آپ اپنی مونچھوں کو تاؤ دینا شروع کر دیتے۔[1]

علامہ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

وقال الليث: لاأحب أن يحلق احد شاربه، حتى يبدو الجلد وأكرهه، ولكن يقص الذى على طرف الشارب، وأكره ان يكون طويل الشاربين۔

اور حضرت لیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص اپنی مونچھیں اس طرح مونڈ ڈالے کہ اس کی جلد نظر آنے لگے، میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں، لیکن وہ مونچھوں کے کنارے والے بال کاٹ دے، اور مجھے ایک شخص کا لمبی مونچھوں والا ہونا پسند نہیں ہے۔[2]

امام احمد بن حنبل کے نزدیک مونچھیں مونڈنا سنت ہے

علامہ عبد الغنی نابلسی نقشبندی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۱۴۳ھ لکھتے ہیں:

واخذه الحنفية والحنابلة بظاهر الحديث فسنوا احلقه۔

اور احناف اور حنابلہ نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے اسے مونڈنا سنت کہا ہے۔[3]

حافظ الحدیث علامہ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۲ھ، وعلامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

وقال الاثرم كان احمد يحفى شاربه احفاء شديدا ونص على انه اولى من القص۔

---

[1] (احکام القرآن، ج، ۱، ص، ۶۷، سہیل اکیڈمی لاہور)

[2] (احکام القرآن، ج، ۱، ص، ۶۸، ۶۷، سہیل اکیڈیمی لاہور، مختصر اختلاف العلماء، کتاب الکراھة،، ج، ۴، ص، ۳۸۲، دار البشائر الاسلامية بيروت)

[3] (الحديقة الندية شرح طريقة المحمديه، ج، ۲، ص، ۵۸۴، الکمتبة النورية الرضوية الجامع البغدادى لائلبور (فيصل آباد) پاکستان)

اورامام اثرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید مبالغہ کے ساتھ مونچھیں مونڈا کرتے تھے، اور یہ نص ہے کہ کاٹنے سے مونڈنا افضل ہے۔[1]

علامہ زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی، ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

وقال الأثرم: كان احمد يحفي شاربه احفاء شديدا ويقول: هو سنة۔

اورامام اثرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ شدید مبالغہ کے ساتھ مونچھیں مونڈا کرتے تھے، اور فرماتے: یہ سنت ہے۔[2]

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

ويخير عند الحنابلة بين القص والاحفاء، والحف أولى نصاً۔

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا اور ان کو مونڈنا دونوں میں اختیار ہے اور مونڈنا نص کے زیادہ قریب ہے۔[3]

علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اگر میت کی مونچھیں لمبی ہوں تو ان کو کاٹ کر کم کرنا مستحب ہے، یہ حسن، بکر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے، اورامام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایاہے کہ میت کی کسی چیز کو کاٹا نہیں جائے گا، کیونکہ میت کی کسی چیز کو کاٹنا غیر مستحب ہے، مثلاً ختنہ کرنا، فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اپنے مردوں کو اس طرح سنوارو جس طرح اپنی دلہنوں کو سنوارتے ہو، اور دلہن کو حسین بنایا جاتا ہے اور مونچھوں میں جو چیز قبیح ہو اس کو زائل کیا جائے گا، کیونکہ اس کو اس طرح چھوڑنے سے میت کی شکل قبیح المنظر ہو گی، اس لیے اس کا ازالہ مشروع ہے جس طرح میت کے کھلے ہوئے منہ اور

---

1 (فتح الباری، کتاب اللباس، باب، قص الشارب ج، ۱۰، ص، ۲۹۳، دار المعرفة بیروت، وتنقیح الفتاویٰ الحامدیة، ج، ۲، ص، ۵۷۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

2 (شرح الزرقانی علی موطأ الامام مالک، کتاب صفة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ج، ۴، ص، ۳۸۲، دار الحدیث القاهرة)

3 (الفقه الاسلامی وادلته، ج، ۱، ص، ۳۹۶، دار الفکر بیروت)

کھلی ہوئی آنکھوں کو بند کیا جاتا ہے ،البتہ اگر وہ غیر مختون ہو تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے میت کو ضرر ہو گا۔(مونچھیں کاٹنے کے بعد بال میت کے ساتھ کفن میں رکھ دیے جائیں گے)[1]

مولوی رحمت اللہ ابن ملا موسیٰ مندوخیل لکھتے ہیں:

اوداماماعظم وصاحبانو اوداماماحمدبن حنبل رحمهم الله اواہل کوفی اودصوفیانو کراموخریل دی داسنت او احسن دی۔

اور امام اعظم اور صاحبین (امام ابویوسف ،امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ) اور امام احمد بن حنبل اور اہل کوفہ اور صوفیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کو(مونچھیں)مونڈنا پسند ہے اور اسے اچھا سمجھتے ہیں اور فرمایا کہ یہ سنت ہے اور احسن ہے۔[2]

قیاس کے تقاضا کے مطابق بھی مونچھیں کاٹنے سے مونڈنا افضل ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ (الفتح ۲۷)

بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے اگر اللہ چاہے امن وامان سے اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے۔

عن ابن عمر :ان رسول اللہ ﷺ قال فی حجۃ الوداع :"اللھم ارحم المحلّقین"۔قالوا :والمقصّرین یا رسول اللہ ﷺ؟ قال:"اللھم ارحم المحلّقین"۔قالوا :والمقصّرین یا رسول اللہ ﷺ؟ قال:"والمقصّرین"

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں دعا فرمائی: اے اللہ سر مونڈنے والوں پر رحم فرما، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اور کتروانے والوں کے لیے بھی رحمت کی دعا فرمائیں ،یارسول اللہ ﷺ ،فرمایا:اے اللہ سر منڈانے والوں رحم فرما، صحابہ کرام نے عرض کیا،بالوں کے کتروانے والوں کے لیے بھی رحمت کی دعا فرمادیں،یارسول اللہ ﷺ ،حضور اکرم ﷺ نے عرض کیا اور کتروانے والوں پر بھی رحم فرما۔[3]

---

[1] (المغنی،ج،۲،ص،۲۱۰،دار الفکر بیروت)

[2] (رحمتِ بیان شرح رشید البیان،باب دی پہ بیان دسنتو داسلام کیی،ص،۳۲۰،صدیقی کتب خانہ کوئٹہ)

[3] (صحیح البخاری،ج،۳،ص ۵۶۱،رقم:۱۷۲۷،وصحیح مسلم،ج،۲،ص،۹۴۵،رقم:۱۳۰۱،۳۱۷،و مشکوٰۃ المصابیح،کتاب المناسک،باب الحلق ص،۲۳۲،قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۱) باب نمبر دیک: الکوادکب فی حلق الشوارب

امام ابو جعفر طحاوی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۳۲۱ھ فرماتے ہیں:

واما من طریق النظر فانا راینا الحلق قد امر فی الاحرام ورخص فی التقصیر فکان الحلق افضل من التقصیر وکان التقصیر من شاء فعلہ ومن زاد علیہ الا انہ یکون بزیادتہ علیہ اعظم اجرا ممن قص۔ فالنظر علی ذلک ان یکون کذلک حکم الشارب قصہ حسن واحفاءہ احسن وافضل وھذا مذھب ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد۔

اور قیاس کے طور پر یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں احرام کے سلسلے میں (سر) منڈانے کا حکم ہے اور کاٹنے کی اجازت دی گئی ہے بس کاٹنے سے منڈوانا افضل ہے اب جو چاہے کٹوائے اور جو چاہے اس پر اضافہ کرے البتہ اس اضافہ سے کاٹنے کے مقابلے میں زیادہ عظمت و فضیلت ہے تو اس پر قیاس کا تقاضا ہے کہ مونچھوں کا بھی یہی حکم ہے کاٹنا اچھا ہے اور منڈوانا زیادہ اچھا ہے اور افضل ہے یہ حضرت امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا مذہب ہے۔[1]

علامہ ابو بکر جصاص حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

ولما کان التقصیر مسنونا فی الشارب عند الجمع کان الحلق افضل قال النبی علیہ السلام رحم اللہ المحلقین ثلاثا ودعا للمقصرین مرۃ فجعل حلق الرأس افضل من التقصیر۔

اور جب مونچھوں کے بال چھوٹے کرنا سب کے نزدیک مسنون ہے تو پھر حلق یعنی مونڈ دینا افضل ہو گا کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ مونڈنے والوں پر رحم فرمائے۔ آپ ﷺ نے تین بار یہ دعا کی اور چھوٹے کرانے والوں کے لئے ایک دفعہ دعا کی تھی۔ اس لیے آپ ﷺ نے سر کے بال مونڈنے کو سر کے بال چھوٹے کرانے سے افضل قرار دیا۔[2]

مولوی رحمت اللہ ابن ملا موسیٰ مندوخیل لکھتے ہیں:

بریتونہ د حاجی پر سر قیاس دی چی مقصود لہ دواو صفایی او ازلہ دا ذی دہ نو اچی د حاجی لپارہ قصر روا او حلق افضل دی، همداسی د بریتو کتیل روا او خریل یی بهتر دی۔ طحاوی، دعامہ، محیط، ہندیہ، عینی، اختیار، وغیرہ۔

مونچھوں کو حاجی کے سر کے بالوں پر قیاس کیا گیا ہے، یعنی جس طرح حاجی کے لئے بال تراشنا جائز اور مونڈنا افضل و احسن و بہتر ہے۔ طحاوی، دعامہ، محیط، ہندیہ، عینی، اختیار، وغیرہ۔[3]

---

[1] (شرح معانی الآثار، کتاب الکراھۃ، ج۲، ص۳۰۸، مکتبہ حقانیہ ملتان)

[2] (احکام القرآن، ج۱، ص۶۸، سہیل اکیڈیمی لاہور)

[3] (رحمتِ بیان شرح رشید البیان، باب دی پہ بیان دسنتو داسلام کیی، ص۳۲۱، صدیقی کتب خانہ کوئٹہ)

مونچھیں مونڈنے میں دینی اور دنیاوی حکمت

امام جلال الدین سیوطی، شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، متوفی،۹۱۱ھ، اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، حنفی متوفی،۱۲۵۲ھ، لکھتے ہیں:

قال الشیخ ولی الدین العراقی فی شرح سنن ابی داؤد الحکمة فی قص الشوارب أمر دینی وھو مخالفة شعار المجوس فی احفائه کما ثبت التعلیل به فی الصحیح وأمر دنیوی وھو تحسین الھیئة والتنظیف ممایعلق به من الدھن والاشیاء التی تلتصق بالمحل کالعسل والاشربة ونحوھا وقد یرجع تحسین الھیئة الی الدین أیضا لانه یؤدی الی قبول قول صاحبه وامتثال أمره من أرباب الامر کالسلطان والمفتی والخطیب ونحوھم ولعل فی قوله تعالٰی:وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ۔(المؤمن:۶۴،التغابن:۳) اشارة الیھا فانه یناسب الامر بمایزید فی ھذا کأنه قال قد أحسن صورکم فلا تشوّھابما یقبحھاو کذاقوله تعالی حکایة عن ابلیس: وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔(النساء:۱۱۹) فان ابقاء مایشوّہ الخلقة تغییر لھالکونه تغییر الحسنھا ذکر ذلک کله الشیخ تقی الدین السبکی ومقتضاء تأدی السنةبحصول مسمی القص لکن فی الصحیحین من حدیث ابن عمر احفوا الشوارب وھو دال علی استحباب قدر زائد علی القص ویساعدہ المعنی الذی شرع قص الشارب لاجله وھو اما مخالفة شعار المجوس اوزوال المفاسد المتعلقة ببقائه فاخذ بعضھم بظاھر قوله احفوا وذھب الی استئصاله وحلقه والیه ذھب ابن عمر وبعض التابعین وھو قول الکوفیین ومنع آخرون الحلق والاستئصال وھو قول مالک واختارہ النووی وفی المسئلة قول ثالث انه مخیر بین الامرین حکاہ القاضی عیاض۔

شیخ ولی الدین عراقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شرح سنن ابی داؤد میں مونچھیں کاٹنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :مونچھیں مونڈنا خالص دینی معاملہ ہے اور یہ مجوسیوں کے شعار کی مخالفت ہے، کیونکہ وہ مونچھیں بڑھاتے ہیں جیسا کہ روایات صحیحہ سے اس کی علت ثابت ہے اور یہ دنیوی معاملہ بھی ہے کہ اس سے شکل وصورت اچھی دکھائی دیتی ہے جبکہ اس میں منہ کے متعلق امور میں نفاست کا بھی اہتمام ہے اور وہ چیزیں اس مقام سے چھوتی ہیں جیسے شہد اور پینے کی چیزیں وغیرہ (ان سے بھی حفاظت ہوتی ہے)اسی طرح اچھی وضع قطع دین سے بھی تعلق رکھتی ہیں کیونکہ اس طرح دین والے کے احکام کی بجاآوری بھی ہوتی ہے اور اس میں اہلِ اقتدار جیسے حاکم وقت، مفتی اور خطیب وغیرہ کے لیے بھی تعمیلِ ارشاد کا سامان ہے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہو:

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (غافر ۶۴)

اور تمہاری صورتیں بنائیں تو تمہاری اچھی صورتیں بنائیں۔

پس بے شک اس امر کے مناسب ہے جو اس میں اضافہ ہے گویا کہ فرمایا تحقیق تمہاری صورتیں بہت اچھی ہیں تو تم ان کو بد شکل نہ بناؤ جس کے سبب وہ قبیح ہو جائیں۔

اور اسی طرح ابلیس کے متعلق اس آیت میں ہے:

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (النساء: ۱۱۹)

اور ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیںگے۔

پس بے شک بری صورت کو باقی رکھنا اس کے حسن کی تبدیلی کی وجہ سے اس کی پیدا کی ہوئی چیز کو تبدیل کرنا ہے۔ یہ سب کلام شیخ تقی الدین (ابن دقیق العید) سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے (بالمعنی "شرح الالمام" میں) بیان کیا ہے۔ (شیخ ولی الدین عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے:) اس کا مقتضی یہ ہے کہ مونچھیں کاٹنے سے بھی سنت ادا ہو جائے گی، لیکن صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت "مونچھیں جڑ سے کاٹو" تراشنے سے زیادہ کاٹنے کے استحباب پر دلالت کرتی ہے اور اس سے ان مقاصد کی بھی تائید ہوتی ہے جن کے حصول کے لیے مونچھوں کو کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ مقاصد یا تو مجوسیوں کے طریقے کی مخالفت ہے یا پھر مونچھیں رکھنے کی قباحتوں کا ازالہ ہے لہٰذا "احفوا" کے ظاہری الفاظ سے بعض علماء (احناف وغیرہ) نے استدلال کیا اور مونچھوں کو جڑ سے اکھاڑنے اور مونڈنے کا موقف اختیار کیا حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، بعض ائمہ تابعین اور اہل کوفہ (یعنی ائمہ احناف) نے اسی کو اختیار کیا ہے، جبکہ بعض دوسرے علماء نے جڑ سے اکھاڑنے اور مونڈنے سے منع کیا ہے اور یہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی کو اختیار ہے، اسی مسئلہ میں ایک تیسرا قول بھی ہے کہ آدمی کو ان دونوں امور میں سے کسی ایک کو اپنانے کا اختیار ہے یہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کیا ہے۔[1]

امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ويتعلق بهذه الخصال مصالح دينية ودنيوية تدرك ذلك بالتتبع، منها تحسين الهيئة، وتنظيف البدن جملة وتفصيلاً، والاحتياط للطهارتين، والاحسان الى المخالط والمقارن بكف مايتأذى به من رائحة كريهة، ومخالفة

---

[1] (مجموعہ رسائل سیوطی، بلوغ المآرب فی قص الشوارب، ج، ۱، ص، ۱۲۷، ۱۲۶، دار الاخلاص لاھور، الفتاوی تنقیح الحامدیة، ج، ۲، ص، ۳۶۳، ۳۶۴، المکتبة الحبیبیة، کوئٹه)

شعار الکفار من المجوس و الیہود و النصاریٰ وعباد الأوثان, و امتثال أمر الشارع, و المحافظة علی ما أشار الیه قوله تعالی: وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ۔ (المؤمن: ٦٤, التغابن: ٣) لما فی المحافظة علی هذه الخصال من مناسبة ذلک۔ و کان قیل قد حسنت صورکم فلا تشوهوها بما یقبحها, أو حافظوا علی ما یستمر به حسنها, و فی المحافظة علیها علی المروءة و علی التآلیف المطلوب, لأن الانسان اذا بدا فی الهیئة الجمیلة کان أدعی لانبساط النفس الیه, فیقبل قوله, و یحمد رأیه, و العکس بالعکس۔

اوران خصلتوں کے ساتھ دینی اور دنیاوی مصلحتیں تعلق رکھتی ہیں جو تلاش کرنے سے پائی جاتی ہیں، اور ان میں شکل وصورت کو آراستہ کرنا ہے، اور بدن کو اجمالی اور تفصیلی طور پر پاک، ستھرا کرنا ہے، اور دونوں پاکیزگیوں کے لیے احتیاط ہے، اور جو بدبو تکلیف دیتی ہے ہم نشین اور ملنے والوں کو اس کو دور کر کے احسان کرنا ہے، اور کفار، مجوس، یہود، نصاریٰ اور بت پرستوں کے شعار کی مخالفت کرنا ہے، اور شارع کا حکم بجالانا ہے، اور جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے اس کی حفاظت کرنا ہے: وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ (المؤمن: ٦٤) اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری اچھی صورت بنائی۔ اس لیے کہ ان خصائل کی حفاظت کرنے میں اس کی مناسبت ہے، اور گویا کہ ارشاد فرمایا گیا میں نے تمہاری صورتوں کو حسین بنایا ہے تو تم ان کو بدصورت نہ بناؤ جس کے سبب صورتیں قبیح ہو جائیں، یا جس کے ساتھ صورتوں کے حسن کا تسلسل قائم رہتا ہے اس کی حفاظت کرو، اور ان کی حفاظت کرنے میں مطلوب کی الفت پر اور مروءت پر حفاظت کرنا ہے، اس لیے کہ انسان جب خوبصورتی کی حالت میں ظاہر ہوتا ہے تو نفس اس کو خوشی سے بلاتا ہے، تو اس کی بات کو قبول کرتا ہے، اور اس کی رائے کی تعریف کرتا ہے، اور عکس ہو تو معاملہ برعکس ہوتا ہے۔[1]

امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

وأغرب القاضی أبوبکر بن العربی فقال: عندی أن الخصال الخمس المذکورة فی هذا الحدیث کلها واجبة, فان المرء لو ترکها لم تبق صورته علی صورة الآدمیین فکیف من جملة المسلمین, کذا قال "شرح الموطأ" وتعقبه أبو شامة بأن الأشیاء التی مقصودها مطلوب لتحسین الخلق وهی النظافة لاتحتاج الی ورود أمر ایجاب للشارع فیها اکتفاء بدواعی الأنفس فمجرد الندب الیها کاف۔

قاضی ابو بکر بن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زیادہ غریب بات فرمائی: میرے نزدیک اس مذکورہ حدیث میں پانچوں خصلتیں تمام واجب ہیں، اس لیے کہ اگر آدمی ان کو چھوڑ دے تو اس کی شکل آدمیوں کی شکل پر نہیں رہتی تو وہ مجملہ مسلمانوں

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاری, کتاب اللباس باب قص الشارب, ج ١١, ص ٢٨٧, دار لکتب العلمیه بیروت)

میں سے کیسے ہو گا،اسی طرح "شرح الموطا" میں فرمایا ہے۔اورابو شامہ نے اس کا تعاقب کیا ہے جن چیزوں کا مقصود بدن کی تحسین کے لیے مطلوب ہے اور وہ نظافت ، ستھرائی ہے،امرِ ایجابی کے ورود کا محتاج نہیں ہو تا،اس میں شارع کے لیے نفوس کے دواعی پر اکتفاء کرنا ہو تا ہے تو اس کی طرف صرف بلانا کافی ہے۔[1]

مونچھیں منڈوانے کو قبیح سمجھنا کفر ہے

علامہ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی،۸۶۱ھ،اور علامہ ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی، ۹۷۰ھ، اور علامہ شیخ قاری علی بن سلطان محمد القادری النقشبندی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۱۴ھ،علامہ بن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

كفّر الحنفية بألفاظ كثيرة وأفعال تصدر من المتهتكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلا وضوء عمداً بل بالمواظبة على ترك سنة استخفافا بها بسبب أنها فعلها النبيﷺ زيادة أو استقباحها كمن استقبح من آخر جعل بعض العمامة تحت حلقه أو احفاء شاربه۔

احناف نے ان کثیر الفاظ اور افعال کے ساتھ آدمی کے کافر ہو جانے کا ذکر فرمایا جو بے پرواہ اور جری لوگوں سے صادر ہوتے ہیں اس لیے کہ وہ الفاظ اور افعال دین کے استخفاف پر دلالت کرتے ہیں۔مثلاً جان بوجھ کر بغیر وضو کے نماز پڑھنا، بلکہ اس شخص کی بھی تکفیر کی ہے جو شخص سنت کو ہلکا (بے وقعت) سمجھتے ہوئے اس کے ترک کرنے پر اس لئے ہیشگی اختیار کرتا ہے کہ یہ تو نبی علیہ السلام کا ایک اضافی اورزائد عمل ہے،یااس سنت کو قبیح سمجھتے ہوئے جیسے کہ کوئی شخص کسی کے عمامہ کے ایک حصہ کو حلق کے نیچے رکھنے کو قبیح سمجھے یا مونچھوں کے منڈوانے کو قبیح سمجھے۔[2]

علامہ شیخ قاری علی بن سلطان محمد القادری النقشبندی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

وفي الظهيرية:من قال لفقيه أخذ شاربه:ماأعجب قبحاأو أشدّ قبحا ولفّ طرف العمامة تحت الذقن يكفر لأنه استخفاف بالعلماء يعنى مستلزم لاستخفاف الانبياء عليهم السلام لأن العلماء ورثة لأنبياء عليهم السلام وقصّ الشارب من سنن الأنبياء عليهم السلام فتقبيحه كفر بلا اختلاف بين العلماء۔وفي الخلاصة :من قال قصصت

[1] (فتح الباری شرح صحیح البخاری،کتاب اللباس باب قص الشارب،ج،۱۱،ص،۲۸۸،دارلکتب العلمیہ بیروت)

[2] (المسامرۃ،الخاتمۃ فی بحث الایمان،ص،۲۹۲،۲۹۵،مکتبہ نوریہ رضویہ،لاھور،البحر الرائق شرح کنز الدقائق،کتاب السیر،باب احکام المرتدین،ج،۵،ص،۲۰۲،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ،شرح فقہ اکبر،استحلال المعصیۃ،ص،۱۵۲،میر محمد کتب خانہ کراچی،ردالمحتار علی الدرالمختار،کتاب الجہاد،باب المرتد،ج،۶،ص،۳۵۶،دار الکتب العلمیہ بیروت)

شاربک وألقیت العمامة علی العاتق استخفافا یعنی بالعالم أو بعلمه فذلک کفر, أو قال ماأقبح امرأ قص الشارب ولفّ طرف العمامة علی العنق, کذافی الخلاصة للحمیدی, وفیه: ان عادته للتاکید۔

اور فتاویٰ ظہیریہ میں ہے جس شخص نے کسی ایسے فقیہ سے کہا جس نے مونچھیں کاٹی ہوئی ہوں، کتنی عجیب و غریب شکل ہے یا کتنی بری شکل ہے کہ مونچھیں کاٹی ہوئی ہیں، اور اپنے عمامے کا پلو (کنارہ) ٹھوڑی کے نیچے سے لپیٹا ہوا ہے تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا، کیونکہ اس نے علماء کا استخفاف (توہین) کیا ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام کے استخفاف کو مستلزم ہے کیونکہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اور مونچھیں کاٹنا انبیاء کی سنت ہے۔ پس اس کو برا سمجھنا بلا اختلافِ علماء کفر ہے۔ اور خلاصہ میں ہے جس نے کسی عالم دین سے کہا تو نے اپنی مونچھیں کاٹی ہوئی ہیں اور عمامہ کندھے پر لٹکایا ہوا ہے استخفاف کے طور پر یعنی کسی عالم کے ساتھ یا اس کے علم کی وجہ سے تو یہ کافر ہو گیا، یا اس نے کہا کتنا ہی برا ہے یہ شخص جس نہ مونچھیں کاٹی ہوئی ہیں اور عمامے کا کنارہ اپنی گردن پر لپیٹا ہوا ہے۔ اور ایسے ہی خلاصہ حمیدی میں ہے، اس صورت میں اگر اس نے اپنے جملے کو تاکید کے لیے دہرایا۔[1]

وفی مجموع النوازل رجل قال چہ بکار آید سبلت پست کافر شود۔ لانه استخفاف بالسنة۔

اور مجمع النوازل میں ہے ایک شخص نے کہا مونچھوں کے کنارے پست کرنا کیا کام آئے گا، کافر ہو جائے گا، اس لیے کہ سنت کا استخفاف ہے۔[2]

مونچھیں بڑھانا شیعہ کی علامت ہے

علامہ محمد شہاب الدین بن بزار کردری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی، متوفی ۸۲۷ھ لکھتے ہیں:

قص الشارب امارة اهل السنة والجماعة وترکه امارة الرفض۔

مونچھیں کاٹنا اہل سنت و جماعت کی علامت ہے اور مونچھوں کو چھوڑنا (یعنی بڑی رکھنا) روافض (شیعہ) کی علامت ہے۔[3]

---

1 (شرح فقه اکبر, فصل فی العلم والعلماء, ص, ۱۷۳, میر محمد کتب خانه کراچی)

2 (خلاصة الفتاویٰ, ج, ۴, ص, ۳۸۶, مکتبه رشیدیه کوئٹه, فتاویٰ برهنه, ج, ۱ ص, ۱۲۵, مکتبه عربیه کانسی روڈ کوئٹه)

3 (الفتاویٰ البزازیة, کتاب السیر فی الحظر والاباحة, ج, ۲, ۴۳۲, ۲, قدیمی کتب خانه کراچی ا لوسیلة الاحمدیة والذریعة السرمدیة فی شرح الطریقة المحمدیة علی هامش بریقه, ج, ۴, ص, ۱۷۳, مکتبة العلوم الدینیة کوئٹه)

(۱) باب نمبر ایک: الکوا کب فی حلق الشوارب

علامہ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۹۸۶ھ لکھتے ہیں:

فسبحانه ماسخف عقول قوم طرحوا الشارب واحفوا اللحی عکس ماعلیه فطرة جمیع الامم، قدبدلو افطرتهم نعوذ بالله۔

سبحان اللہ کس قدر ناقص عقل ہے ان لوگوں کی جنہوں نے مونچھیں بڑھائیں اور داڑھیاں چھوٹی کیں بر عکس اس خصلت کے جس پر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امتوں کی فطرت ہے انہوں نے اپنی اصل خلقت ہی بدل دی خدا کی پناہ۔[1]

مونچھیں بڑھانا مکروہ ہے

مولانا ابو سعید خادمی رحمہ اللہ تعالیٰ، اور شیخ رجب بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

فی شرح شرعة الاسلام اراد به النهی عمایفعله الاعاجم و الافرنج من قص اللحیة و توفیر الشارب فانه مکروه۔

شرعۃ الاسلام کی شرح میں ہے کہ اس منع کرنے سے مراد اس چیز سے منع کرنا ہے جس کو پارسی اور فرنگی کرتے ہیں، داڑھی کاٹتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں، پس بے شک یہ مکروہ ہے۔[2]

لمبی مونچھیں رکھنا بدعت ہے

موئے لب راپست داشتن سنت است و دراز داشتن بدعت است دراز نشاید داشتن کہ بشومی بدعت بود (ای شاید) کہ آب بحرف ای کنارۂ لب نرسد طہارت درست نبود و نماز روانی۔

مونچھوں کو پست رکھنا سنت ہے اور لمبی رکھنا بدعت ہے، لمبی نہیں رکھنی چاہیے، بدعت کی نحوست ہوتی ہے (یعنی شاید) کہ پانی ہونٹ کے کنارے کو نہ پہنچے، طہارت نہ ہوئی، نماز جائز نہیں۔[3]

مونچھیں کاٹنا سنت موکدہ ہے

و أما الأخذ من الشارب فلیس کالأخذ من اللحیة و الرأس لکنه سنة مؤکدة۔

---

1 (کواکب الدراری شرح صحیح بخاری امام کرمانی، ومجمع بحار الانوار، باب الفا مع الطاء، تحت لفظ "فطر"، ج، ۴، ص، ۱۵۸، مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ)

2 (بریقة محمودیة فی شرح طریقة محمدیة، ج، ۴، ص، ۱۷۴، مکتبة العلوم الدینیة کوئٹه، الوسیلة الاحمدیة و الذریعة السرمدیة فی شرح الطریقة المحمدیة علی هامش بریقه، ج، ۴، ص، ۱۷۴، مکتبة العلوم الدینیة کوئٹه)

3 (صلوٰۃ مسعودی، باب هشتم در بیان طهارت، ج، ۱، ص، ۸۰، درطبع محمدی تاجران کتب بمبئی، هدایة الابرار الیٰ طریقة الاخیار، الفصل الثانی فی حرمة البقاء الشوارب ولزوم اخذها، ص، ۱۹، اسلامی کتب خانه قصه خوانی پشاور)

اور بہر حال مونچھیں کاٹنا داڑھی اور سر کے کاٹنے کی طرح نہیں ہے بلکہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔[1]

مونچھیں دائیں جانب سے کاٹنا شروع کرنا مستحب ہے

امام نووی شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

یستحب أن یبدأ فی قص الشارب بالیمین۔

مونچھیں کاٹنے میں دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے۔(اس لیے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دائیں جانب سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے)[2]

جمعہ کے دن مونچھیں مونڈنا، افضل و مستحب ہے

ملا علی قاری حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی، ۱۰۱۴ھ، اور علامہ نظام الدین حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

وفی القنیة الأفضل أن یقلم أظفارہ ویحفی شاربه ویحلق عانته وینظف بدنه بالاغتسال فی کل أسبوع مرة، فان لم یفعل ذلک، ففی کل خمسة عشر یوماً ولا عذر فی ترکه وراء الأربعین۔ فالأسبوع هو الأفضل والخمسة عشر هو الأسط، والأربعون هو لأبعد ولا عذر فیما وراء الأربعین، ویستحق الوعید عندنا۔

اور "القنیه" میں ہے کہ افضل یہ ہے کہ آدمی یہ درج ذیل کام ہر ہفتہ میں ایک بار کر لیا کرے: (۱) اپنے ناخن کاٹنا (۲) اپنی مونچھوں کو جڑ سے ختم کرنا (۳) اپنے زیر ناف بال مونڈنا (۴) اپنے بدن کو غسل کر کے صاف کرنا۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو پھر ہر پندرہ دن میں ایک بار کرے، اور چالیس دن تک چھوڑنے میں کوئی عذر قبول نہیں ہو گا۔ لہٰذا ایک ہفتہ کی مدت افضل ہے، پندرہ دن کی درمیانی مدت ہے اور چالیس دن کی مدت انتہائی مدت ہے اور چالیس دن سے زیادہ مؤخر کرنا کوئی عذر قبول نہیں ہو گا، ہمارے نزدیک وعید کا مستحق ٹھہرے گا۔[3]

---

[1] (شعب الایمان، ج، ۵، ص، ۲۲۱، رقم: ۲۴۴۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

[2] (فتح الباری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج، ۱۰، ص، ۲۹۵، دار المرفة بیروت)

[3] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ج، ۸، ص، ۲۷۵، ۲۷۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، فتاویٰ عالمگیری، کتاب الکراھیة باب الختان والخصاء، ج، ۵، ص، ۴۳۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

کبار علماء اسلام لکھتے ہیں:

ذھب الفقھاء الی أنه یستحب لمن یرید حضور الجمعة تحسین ھیئته بقص الشارب وغیر ذلک من الأمور المندوبة فی ذلک الیوم۔

فقہاء کا مذہب ہے کہ یہ مستحب ہے اس شخص کے لیے جو جمعہ کی حاضری کا ارادہ رکھتا ہے وہ مونچھیں کاٹ کر اور اس دن اس کے علاوہ جو کام مندوب، مستحب ہیں کر کے اپنی شکل وصورت کو حسین بنالے۔[1]

کبار علماء اسلام لکھتے ہیں:

وذھب جمھور الفقھاء الی ان الأخذ من الشارب یکون قبل حضور صلاة الجمعة, ولکن الحنفیة قالوا: ان حلق الشعر یوم الجمعة بعد الصلاة افضل لتناله برکة الصلاة۔

اور جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ نماز جمعہ میں حاضر ہونے سے پہلے مونچھیں کاٹی جائیں، اور لیکن احناف فرماتے ہیں: بے شک بالوں کو مونڈنا جمعہ کے دن نماز کے بعد افضل ہے تاکہ وہ نماز کی برکت کو حاصل کر لیں۔[2]

کبار علماء اسلام لکھتے ہیں:

وعللوا الأخذ من الشارب کل جمعة بأنه اذا ترک یصیر وحشا۔

اور فقہاء کرام نے ہر جمعہ کو مونچھیں کاٹنے کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ جب چھوڑ دے گا تو وحشی ہو جائے گا۔ (یعنی شکل وحشیانہ نظر آئے گی)[3]

لمبی مونچھوں والے کے جھوٹے پانی کا شرعی حکم

سوال: یہ کہ لبوں کے بال بڑھے ہوئے شخص کا جھوٹا پانی وغیرہ پینا کیسا ہے؟

جواب: اگر اسے وضو نہ تھا اس حالت میں اس نے پانی پیا اور لبوں کے بال پانی کو لگے تو پانی مستعمل ہو گیا، مستعمل پانی کا پینا ہمارے امام (ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اصل مذہب میں حرام ہے، ان کے نزدیک وہ پانی ناپاک ہو گیا خود اس نے جو پیا،

---

[1] (الموسوعة الفقهیة، ج ۲۵، ص ۳۲۲، مکتبہ علوم اسلامیہ بلوچستان)

[2] (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۲۶۹، جواھر الاکلیل، ج ۱، ص ۹۶، کفایة الطالب، ج ۱، ص ۲۹۶، اسنی المطالب، ج ۱، ص ۲۶۶، کشاف القناع، ج ۲، ص ۴۲، مطالب اولی النھی، ج ۱، ص ۸۷، ردالمحتار، ج ۱، ص ۵۸۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، الموسوعة الفقهیة، ج ۲۵، ص ۳۲۳، مکتبہ علوم اسلامیہ بلوچستان)

[3] (مطالب اولی النھی، ج ۱، ص ۸۷، ۸۵" ج ۲، ص ۴۲۵، الموسوعة الفقهیة، ج ۲۵، ص ۳۲۲، مکتبہ علوم اسلامیہ بلوچستان)

ناپاک پیا اور اب جو پئے گا ناپاک پئے گا، اور مذہب مفتٰی بہ پر مستعمل پانی پینا مکروہ ہے، اس نے جو پیا مکروہ پیا اور اب جو بچا ہوا پئے گا مکروہ پئے گا، ہاں اگر اسے وضو تھا یا منہ دھلا تھا تو شرعاً حرج نہیں، اگرچہ اس کی مونچھوں کا دھوون پینے سے قلب کراہت کرے گا۔[1]

لمبی مونچھیں رکھنے والے کا شرعی حکم

سوال: داڑھی منڈوانے والے، کترنے والے، لبوں (مونچھوں) کے بال بڑھانے والے کس خطا کے مرتکب ہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے؟

جواب: حدِ شرع سے کم داڑھی رکھنا یا حدِ شرع سے زیادہ مونچھیں رکھنا سب خلافِ شرع اور مجوسیوں کی سنت اور نصرانیوں کی عادت ہے، آدمی اس سے گنہگار ہوتا ہے اور اس کی عادت رکھنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔[2]

ورسول علیہ السلام فرمودہ است کہ فردای قیامت آمنا وصدقنا اہل عرصات سجدہ آرند مر پروردگار را سجدہ تحیت مگر کافران را ایشان سجدہ آوردن نتوانند و سرہای ایشان ہمچو سرون گاؤ راست ماندہ باشد وکسانی کہ دردنیا لب را دراز داشتہ اند آن مویہای ایشان درزمین استوار شدہ باشند ہمچون نیزہ ہا وایشان مانع باشد ازآوردن سجدہ تا اہل عرصات فرق نتوانند کردمیان ایشان ومیان کافران۔

رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کل قیامت پر ہم ایمان لائے اور ہم نے تصدیق کی اہل قیامت خاص پروردگار کو سجدہ تحیت کریں گے مگر کافر اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کر سکیں گے اور ان کے سر بیل کے سینگوں کی طرح ہوں گے اور جس شخص نے دنیا میں مونچھیں لمبی رکھی ہوں گی ان کے بال نیزوں کی طرح زمین میں مضبوط ہوں گے اور انہیں سجدہ کرنے سے رکاوٹ ہو گی، یہاں تک کہ اہل قیامت ان میں اور کافروں میں فرق نہیں کر سکیں گے۔[3]

وسید امام ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ، درسیر کبیر آوردہ است کہ اگر در معرکہ گاہ مؤمنان باکافران کشتہ شوند مؤمنان را از کافران بچہ طریق فرق کنند مومنان را بچہار چیز فرق توان کردن بموی روی رنگ

[1] (فتاویٰ رضویہ، ج، ۲۲، ص، ۲۰۲، رضافاؤنڈیشن لاہور)
[2] (فتاویٰ رضویہ، ج، ۲۲، ص، ۲۰۲، رضافاؤنڈیشن لاہور)
[3] (صلوٰۃ مسعودی، باب ہشتم دربیان طہارت، ج، ۱، ص، ۸۱، درطبع محمدی تاجران کتب بمبئی)

کردہ وسنت فرج وموی لب پست بود وجامہ سیاہ تا اگر یکے را سنت فرج (ای ختنہ کردہ نشدہ) نبود ولیکن موئ لبش پست بود ویرا حکم کنیم باسلامِ وی ودر گورستان مؤمنان دفن کنند واگر موئ لب وی دراز بود ولیکن بسنتِ فرج نبود ویرا حکم نکنیم باسلام وی وبخاک دفن نہ کنند۔

اور سید امام ناصر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ، سیر کبیر میں آیا ہے کہ اگر مومن، کافروں کے ساتھ میدان جنگ میں قتل کئے جائیں، تو مومنوں کو کافروں سے کس طریقہ کے ساتھ فرق کریں گے؟ مومنوں میں چار چیزوں کے ساتھ فرق کیا جاسکتا ہے:

(۱) چہرہ کے بالوں کو رنگ کیے ہونے کے ساتھ

(۲) اور شرمگاہ کی سنت یعنی ختنہ کیا ہوا ہو

(۳) اور مونچھوں کے بال پست ہوں

(۴) اور کپڑے سیاہ پہنے ہوئے ہو۔

یہاں تک کہ اگر ایک کی شرمگاہ کی سنت (ختنہ کیا ہوا) نہ تھا اور لیکن اس کی مونچھوں کے بال پست تھے اس کے مسلمان ہونے کا حکم لگائیں گے اور مومنوں کے قبرستان میں دفن کریں گے، اور اگر اس کی مونچھوں کے بال لمبے ہوں اور ختنہ نہ کیا ہوا ہو اس پر مسلمان ہونے کا حکم نہیں لگائیں گے اور مٹی میں دفن نہیں کیا جائے گا۔[1]

مونچھیں منڈانے کے متعلق سوالات کے جوابات

مونچھیں مونڈنا بدعت ہے؟ کا جواب

سوال: مونچھیں مونڈنا ممنوع اور بدعت ہے، اس لیے اسے ترک کرنا چاہیے۔

علامہ اسماعیل حقی، حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

والسنة تقصير الشارب وحلقه بدعة۔

مونچھوں کا پست کرنا سنت ہے اور ان کو مونڈنا بدعت ہے۔[2]

---

[1] (صلوٰۃ مسعودی، باب ہشتم در بیان طہارت، ج، ۱، ص، ۸۱، در طبع محمدی تاجران کتب بمبئی، وهداية الابرار الیٰ طريقة الاخيار، الفصل الثاني في حرمة البقاء الشوارب ولزوم اخذها، ص، ۱۹، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[2] (تفسير روح البيان، ج، ۱، ص، ۲۲۲)

مو نچھیں مونڈنا بدعت ہے جیسا کہ درج ذیل کتابوں میں بھی لکھا ہے:

الفتاویٰ السراجیة، کتاب الکراھة ولاستحسان، باب المتفرقات، ص، ۳۳۷، زمزم پبلشرز کراچی، حاشیہ جلالین ص، ۱۸، حاشیہ نمبر ۳۳، قدیمی کتب خانہ کراچی، روح البیان، ج، ۱، ص، ۲۲۲، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللباس، باب الترجل، ج، ۸، ص، ۲۷۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

جواب: علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لابد للمفتی أن یعلم حال من یفتی بقوله، ولا یکفیه معرفته باسمه ونسبه، بل لابد من معرفته فی الروایة، ودرجته فی الدرایة، وطبقته من طبقات الفقهاء، لیکون علی بصیرة فی التمییز بین القائلین المتخالفین وقدرة کافیة فی الترجیح بین القولین المتعاضین۔

مفتی کے لئے ضروری ہے کہ اسے اس کا حال معلوم ہو کہ وہ جس کے قول پر فتویٰ دے رہا ہے، اور صرف اس کے نام اور اس کے نسب کی معرفت کافی نہیں ہے، بلکہ روایت میں اس کی معرفت، اور درایت (عقل و فہم) میں اس کے درجہ سے واقفیت ضروری ہے، اور یہ کہ طبقات فقہاء میں سے وہ کون سے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے، تاکہ بصیرت کے طور پر دو مخالف اقوال کے درمیان تمیز کر سکے اور دو متعارض اقوال کے درمیان ایک قول کو ترجیح دینے میں کافی قدرت رکھتا ہو۔[1]

فقہاء کے سات طبقات

الأولی: طبقة المجتهدین فی الشرع کالأئمة الأربعة رضی اللہ عنهم ومن سلک مسلکا فی تأسیس قواعد الأصول، واستنباط أحکام الفروع عن الأدلة الأربعة من غیر تقلید لأحد، لا فی الفروع ولا فی الأصول۔

پہلا طبقہ: مطلق مجتہدین کا ہے جنہوں نے شریعت میں اجتہاد کیا جیسے ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک بن انس، امام محمد بن ادریس شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ) اور وہ مجتہدین جو ان کی روش پر چلے ہیں جنہوں نے اصول فقہ کے قواعد کی بنیاد رکھی ہے اور اصول و فروع میں کسی کی تقلید کے بغیر ادلہ اربعہ (قرآن، حدیث، اجماع، قیاس) سے فروعی احکام مستنبط کئے ہیں۔

الثانیة: طبقة المجتهدین فی المذهب، کأبی یوسف ومحمد وسائر أصحاب أبی حنیفة، القادرین علی استخراج الأحکام عن الأدلة المذکورة علی حسب القواعد التی قررها أستاذهم، فانهم وان خالفوه فی بعض أحکام الفروع، لکنهم یقلدونه فی قواعد الأصول۔

---

[1] (ردالمحتار علیٰ الدر المختار شرح تنویر الابصار، ۱، ص، ۱۸۰، ۱۷۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

دوسرا طبقہ: مذہب میں مجتہدین کا ہے جیسے امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام ابو حنیفہ کے دوسرے تلامذہ جو اپنے استاد کے مقرر کردہ اصول وضوابط کی روشنی میں ادلہ اربعہ سے احکام مستنبط کرنے پر پوری طرح قادر ہیں۔ ان حضرات نے اگر چہ بعض جزئیات میں اپنے استاذ کی مخالفت کی ہے مگر اصول میں وہ اپنے استاذ کی پیری کرتے ہیں۔

الثالثة: طبقة المجتهدين فى المسائل التى لارواية فيها عن صاحب المذهب ، كالخصاف، وأبى جعفر الطحاوى، وأبى الحسن الكرخى، وشمس الأئمة الحلوانى، وشمس الأئمة السرخى، وفخر الاسلام البزدوى، وفخر الدين قاضى خان وغيرهم، فانهم لايقدرون على مخالفة الامام لافى الأصول ولافى الفروع، لكنهم يستنبطون الأحكام فى المسائل التى لانص فيها على حسب الأصول قررها ومقتضى قواعد بسطها۔

تیسرا طبقہ مسائل میں مجتہدین کا ہے: جن جزئیات میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے تلامذہ سے کوئی روایت منقول نہیں یہ حضرات اپنے اجتہاد سے ان کے احکام بیان کرتے ہیں۔

جس طرح امام خصاف، اور امام ابو جعفر طحاوی، اورامام ابو الحسن کرخی، اور امام شمس الائمہ حلوانی، اور امام شمس الائمہ سرخسی، اور امام فخر الاسلام بزدوی، اور امام فخر الدین قاضی خان اور ان جیسے یہ حضرات امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہ اصول میں مخالفت کر سکتے ہیں اور نہ فروع میں البتہ امام عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تجویز کردہ اصول وضوابط کو پیش نظر رکھ کر ان جزئیات کے احکام مستنبط کر سکتے ہیں جن کے بارے میں امام عظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی قول مروی نہیں ہے۔

الرابعة: طبقة أصحاب التخريج من المقلدين كالرازى وأضرابه، فانهم لايقدرون على الاجتهاد أصلاً، لكنهم لاحاطتهم بالأصول، وضبطهم للمأخذ يقدرون على تفصيل قول مجمل ذى وجهين، وحكم محتمل لأمرين، منقول عن صاحب المذهب ،أوعن أحد من أصحابه المجتهدين، برأيهم ونظرهم فى الأصول ، والمقايسة على أمثاله ونظائره من الفروع۔ وما وقع فى بعض المواضع من "الهداية" من قوله "كذا فى تخريج الكرخى، وتخريج الرازى" من هذا القبيل۔

چوتھا اصحابِ تخریج کا طبقہ: یہ حضرات مقلد ہوتے ہیں مثلاً جصاص رازی اور ان کے ہم رتبہ حضرات ان حضرات میں اجتہاد کی صلاحیت مطلق نہیں ہوتی مگر چونکہ یہ حضرات اصول کو اچھی طرح محفوظ کئے ہوئے ہوتے ہیں اور ان اصول کے ماخذ سے بھی واقف ہوتے ہیں اس لئے صاحب مذہب سے یا ان کے کسی مجتہد شاگرد سے منقول کسی ایسے قول کی جو مجمل اور ذووجہین ہوتا ہے یا کسی ایسے حکم کی جس میں دو احتمال ہوتے ہیں اپنی خداداد صلاحیت سے اور اپنے امام کے اصول کو پیش

نظر رکھ کر اور نظائر وامثال پر قیاس کر کے تفصیل وتعین کر سکتے ہیں ہدایہ میں جو کہیں آتا ہے کہ یعنی امام کرخی اور امام حصاص رازی نے ان مسائل کی تخریج وتفصیل کی ہے۔

الخامسة : طبقة أصحاب الترجيح من المقلدين ، كأبى الحسن القدورى،وصاحب ”الهداية “وأمثالهما، وشأنهم تفضيل بعض الروايات على بعض آخر ، بقولهم هذا أولى، وهذا أصح رواية، وهذاأوفق للقياس و هذا أرفق للناس۔

پانچواں اصحابِ ترجیح کا طبقہ: یہ حضرات بھی مقلد ہوتے ہیں ان میں بھی اجتہاد کی مطلق صلاحیت نہیں ہوتی جیسے قدوری ،صاحب ہدایہ اوران ہی جیسے دوسرے حضرات۔ ان فقہاء کا کام مختلف روایتوں میں سے کسی ایک روایت کو ترجیح دینا ہے جس کے لئے عام طور پر یہ تعبیرات اختیار کی جاتی ہے۔ یہ بہتر ہے اس کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ یہ دلائل کے اعتبار سے زیادہ واضح ہے۔ یہ قیاس سے زیادہ ہم آہنگ ہے،اس میں لوگوں کے لئے زیادہ سہولت ہے۔

یہ علماء مقلدین کا وہ طبقہ ہے جنہیں مختلف اقوال میں کسی ایک کو ترجیح دینے کی قدرت ہوتی ہے ،جس طرح ابو الحسن قدوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،اور صاحبِ ہدایہ وغیرہ،ان کی شان یہ ہے کہ یہ بعض روایات کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں، جیسے ان کا فرمان ہے،هذااولی،وهذااصح رواية،وهذاارفق للناس۔

والسادسة :طبقة المقلدين القادرين على التمييز بين الأقوى والقوى والضعيف ،وظاهرالرواية ، وظاهر المذهب والرواية النادرة، كأصحاب المتون المعتبرة كصاحب ”الكنز“، وصاحب ”المختار“، وصاحب ”الوقاية“، وصاحب ”المجمع“، وشأنهم أن لا ينقلوا الأقوال المردودة، والروايات الضعيفة۔

چھٹا اصحابِ تمیز کا طبقہ: یہ حضرات بھی مقلد ہوتے ہیں مگر اقویٰ، قوی اور ضعیف کے درمیان امتیاز کر سکتے ہیں نیز ظاہر روایت ظاہر مذہب اور روایت نادرہ کے درمیان فرق کر سکتے ہیں مثلاً متون معتبرہ کنز، مختار، وقایہ اور مجمع کے مصنفین ان حضرات کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں مردود اقول اور ضعیف روایتیں نقل نہیں کرتے۔

والسابعة :طبقة المقلدين الذين لا يقدرون على ما ذكر ، ولا يفرّقون بين الغث والسمين۔ ولا يميزون الشمال من اليمين، بل يجمعون مايجدون كحاطب ليل، فالويل لمن قلدهم كل الويل۔

ساتواں مقلدین کا طبقہ: ان فقہاء کا ہے جو مقلد محض ہوتے ہیں اور جو مختلف اقوال میں تمیز بھی نہیں کر سکتے نہ کار آمد اور نکمے کے درمیان امتیاز کر سکتے ہیں، نہ دائیں بائیں میں فرق کر سکتے ہیں بلکہ جو کچھ مل جاتا ہے سب اپنی کتابوں میں جمع کر لیتے ہیں ان کا حال رات میں لکڑیاں چننے والے جیسا ہے اور ان لوگوں کیلئے بڑی خرابی ہے جو ان کی تقلید کرتے ہیں۔[1]

صاحبِ درمختار فرماتے ہیں: ساتویں طبقہ کی مثال ہم ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم ان علماء کی ہر اس مسئلہ میں اتباع کریں جس میں انہوں نے کسی حکم کو ترجیح دی ہے یا جس کی تصحیح کی ہے۔ جس طرح وہ زندہ ہوتے اور فتویٰ دیتے۔(تو ہم اسی پر عمل کرتے ،بس اب ہمارا کام نقل کرنا ہے۔)[2]

علامہ اسماعیل حقی، حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی،۱۱۳۷ھ صاحبِ تفسیر روح البیان مذکورہ بالا سات طبقاتِ فقہاء میں سے کسی طبقہ میں نہیں ہیں اس لیے ان کا قول مجتہد فقہاء کے خلاف معتبر نہیں ہے۔

موچھیں مونڈنے پر بدعت کا اطلاق کرنا باطل ہے۔کیونکہ بدعت کی تعریف موچھیں مونڈنے پر سچی نہیں آتی جیسا کہ درج ذیل تعریف میں واضح ہو جائے گا۔

شیخ احمد بن محمد رومی، حنفی، متوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،۱۰۴۳ھ لکھتے ہیں:

البدعۃ السیئۃ التی لیس لھا من الکتاب و السنۃ اصل و سند ظاھر او خفی، ملفوظا او مستنبط۔

بدعت سیئہ وہ ہے جس کی اصل نہ قرآن مجید میں اور نہ حدیث شریف میں ہو اور نہ ظاہر یا خفی، لفظوں سے یا مضمون سے ملتی ہو۔[3]

اور موچھیں مونڈنے کو بدعت کہنا اس لیے بھی درست نہیں کہ یہ قول حدیث نبوی ﷺ کے صریح مخالف ہے، اس کے الفاظ اور اصل سنت میں ہے اور وہ سنن کبریٰ، نسائی کی روایت ہے۔

موچھیں مونڈنا سنت ہے

أخبرنا محمد بن عبداللہ بن یزید المقریء المکی قال حدثنا سفیان عن الزھری عن سعید بن المسیب عن أبی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال: الفطرۃ خمس: الختان و حلق العانۃ و نتف الابط و تقلیم الأظفار و حلق الشارب۔

---

[1] (شرح عقود رسم المفتی، ص،۱۲،۱۱،۱۰، مکتبۃ البشریٰ، کراتشی)

[2] (ردالمحتار علیٰ الدر المختار شرح تنویر الابصار، ۱،ص،۱۸۰،۱۷۹، دار الکتب العلمیہ بیروت)

[3] (مجالس الابرار و مسالک الاخیار، المجلس الثامن عشر، ص،۱۴۸، سھیل اکیڈیمی، لاھور)

(۱) باب نمبر ایک: الکواکب فی حلق الشوارب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین میں پانچ چیزیں قدیم سنت ہیں:

(۱) ختنہ کرنا (۲) زیر ناف بالوں کو مونڈنا (۳) بغل کے بال نوچنا (۴) ناخن کاٹنا

(۵) مونچھیں مونڈنا۔[1]

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: حلقوا الشوارب واعفوا اللحی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مونچھیں منڈاؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔[2]

اور اس لیے بھی مونچھوں کے بال مونڈنے پر بدعت کا اطلاق کرنا درست نہیں ہے کیونکہ فقہ حنفی کی معتبر کتب کی تصریحات کے خلاف بھی ہے۔ فقہ حنفی کی کثیر کتب میں مونچھیں مونڈنا سنت لکھا ہے۔ جس کو باحوالہ اس رسالہ میں پہلے ذکر کر دیا گیا ہے وہاں مطالعہ فرمالیں۔

اور مونچھوں کو مونڈنا مقصود ہوتا ہے، صوفیاء اور ان کے علاوہ لوگ کرتے ہیں، جیسا کہ الفتح القدیر اور البحر الرائق اور کفایہ اور عنایہ اور مستخلص میں کتاب الحج باب الجنایات میں ہے۔

اور رہی یہ بات کہ حنفی فقہ کی کتب میں مونچھیں مونڈنا بدعت ہے کا قول مذکور ہے تو اس کا جواب یہ ہے اس قول کو قیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو کہ اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ملتقی الابحر میں مونچھیں مونڈنے کو سنت لکھا گیا ہے اس کی شرح میں علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قول ضعیف کی طرف اشارہ کیا۔

علامہ علاؤالدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حنفی، متوفی لکھتے ہیں:

وقيل حلقه بدعة۔

اور قول ضعیف ہے کہ مونچھیں مونڈنا بدعت ہے۔[3]

---

[1] (سنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الطهارة، ابواب الفطرة، ج۱، ص۲۵، رقم:۹، دارالکتب العلمیه بیروت، کنزالعمال، ج۶، ص۶۵۳، رقم: ۱۷۲۲۹، مؤسسة الرسالة، بیروت)

[2] (حاشیه، هداية الابرار الیٰ طريقة الاخيار، الفصل الثانی فی حرمة البقاء الشوارب ولزوم اخذها، ص۲۷، اسلامی کتب خانه قصه خوانی پشاور)

[3] (الدر المنتقی فی شرح ملتقی الابحر، کتاب الکراهية، فصل فی المتفرقات، ج۴، ص۲۲۶، مکتبة المنار کانسی روڈ، کوئٹه)

اور بدعت کا قول حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے اور یہ دلیل صرف امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے لئے ہے۔ ہم احناف کے لیے نہیں ہے کیونکہ ہم حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد ہیں، اور مقلد کے لیے اپنے امام کا قول ہی حجت ہوتا ہے ہم مقلدین کے لیے دوسرے امام کے قول پر بلاضرورت عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی، ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فاما المقلد فانما ولاہ لیحکم بمذھب ابی حنیفة فلا یملک المخالفة فیکون معزولا بالنسبة الی ذلک۔

مقلد کو قاضی صرف اس لیے بنایا گیا ہے کہ وہ اپنے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے آپ کے مذہب کی وہ مخالفت نہیں کر سکتا، اگر کرے تو وہ اس فیصلہ میں معزول ہو گا۔[1]

علامہ ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

والعجب من المشایخ کیف یختارون خلاف ظاھر المذھب مع انه واجب الاتباع علی مقلدی ابی حنیفة رحمة اللہ تعالیٰ علیه۔

ان مشائخ پر تعجب ہے کہ وہ کیسے ظاہر مذہب کے خلاف اختیار کرتے ہیں (فتویٰ دیتے ہیں) جبکہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلدین کے لیے آپ ہی کی اتباع لازم ہے۔(نہ کہ دوسرے مذہب کی)۔[2]

جب سنت وبدعت کے درمیان تردد ہو؟کا جواب

سوال: فقہاء کے نزدیک مقرر ہے کہ جب سنت اور بدعت کے درمیان حکم متردد ہو تو فعلِ بدعت پر ترکِ سنت کو ترجیح دی جاتی ہے۔

جواب: قلنا ان رجحان ترک السنة علی فعل البدعة او المکروہ فیما اذا کان الروایتان منسوبتین الی صاحب المذھب وھنا لیس الامر کذلک، لان روایة بدعیة حلق الشارب غیر منسوبة الیه لانه لم یوجد عن ابی حنیفة روایة بدعیة اصلا، لا فی فی کتب المتقدمین ولا فی کتب المتاخرین بل روایة بدعیة منسوبة الی مالک۔۔۔وروایة کراھیة منسوبة الی الشافعی۔

فعلِ بدعت یا مکروہ پر ترکِ سنت کا رجحان اس صورت میں ہوتا ہے جب صاحب مذہب کی طرف دو روایتیں منسوب ہوں ، اور یہاں اس طرح کا معاملہ نہیں ہے، اس لیے کہ مونچھیں مونڈنا بدعت کی روایت صاحبِ مذہب کی طرف منسوب نہیں ہے

[1] (ردالمختار، ج،۳،ص،۲۳۷،جدیدایڈیشن، ج،۵،ص،۴۵۸)

[2] (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب المفقود، ج،۵،ص،۲۷۷،مکتبہ رشیدیه کوئٹه)

،اس لیے کہ بدعت کی روایت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اصلاً پائی ہی نہیں گئی، نہ متقدمین کی کتب میں اور نہ متاخرین کی کتب میں، بلکہ بدعت کی روایت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب ہے۔۔۔اور مکروہ کی روایت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منسوب ہے۔[1]

اختلاف سے نکلنا مستحب ہے؟ کا جواب

سوال: فقہاء کے نزدیک اختلاف کی جگہ سے خروج مستحب ہے تو مونچھیں منڈانے سے بچنا مناسب ہے، اس لیے کہ اس میں امام مالک کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک مونچھیں منڈانا بدعت ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک مونچھیں منڈانا مکروہ ہے؟

جواب: قلنا ان الخروج عن موضع الخلاف مستحب، بشرط ان لایکون فی ذلک الخروج ترک مستحب المذھب وفی الخروج عن خلافھما بان یحترز عن حلق الشارب ویختار قصه بان یبدو اطار الشفة ای ملتقی جلدتھا ولحمتھا من غیر ان یحفی من اصله علی حلقه الذی ھو مدلول احفائه بان یاخذ الشعر من الاصل بالحلق بالموسی او بالقص بالمقراض بطریق المبالغة بحیث یشبه بالنتف فی ظھور الجلد ویصیر مثله ای الاحفاء بالمعنی المذکور مسنون عند الحنفیة یلزم ترک مستحب المذھب والخروج المستلزم لترک المستحب غیر مندوب ولھذا قال الفقهاء ان صوم یوم الشک حرام عند الشافعی وافضل للخواص عندنا ولم یقل احد من علمائنا باستحباب الافطار للخواص لرعایة الخروج عن خلاف الشافعی لان فیھا یلزم ترک مستحب المذھب وھو الصوم۔

ہم کہتے ہیں بے شک اختلاف کی جگہ سے نکلنا مستحب ہے، شرط یہ ہے کہ اس نکلنے میں مذہب کا مستحب ترک نہ ہو۔ ان دونوں (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہاورامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اختلاف سے نکلنے میں، یہ کہ مونچھیں مونڈنے سے پرہیز کیا جائے اور مونچھیں کاٹنے کو مونچھوں کے مونڈنے پر اختیار کیا جائے "اس طور پر کہ (کاٹنے کی تفسیر) ہونٹ کا کنارا ظاہر ہو جائے یعنی اس کا چمڑا اور اس کا گوشت مونچھوں کا جڑ سے صاف کرنے کے بغیر" ،وہ جو "مونچھوں کے احفاء" کا مدلول ہے ،(احفاء کا معنی) یہ ہے کہ بالوں کو جڑ سے مونڈنا ہے استرے کے ساتھ یا قینچی کے ذریعے کاٹنا ہے مبالغہ کے طریقہ پر اس حیثیت سے کہ چمڑے کے ظاہر ہونے میں نوچنے کے مشابہ ہو جائے، اور اس کی مثل ہو جائے جیسا کہ وہ ہے یعنی احفاء مذکور معنی میں مسنون ہے۔ (یعنی قص سے افضل ہے) حنفیہ کے نزدیک مذہب کے مستحب کا ترک لازم آتا ہے اور جو نکلنا مستحب کے ترک کو

---

[1] (ھدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۲۸،۲۷، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

لازم کر دے مستحب نہیں ہے۔اور اس لیے یہ فقہاء نے فرمایاہے کہ شک کے دن کا روزہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حرام ہے اور ہمارے نزدیک خواص کے لیے افضل ہے ،اورامام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اختلاف سے نکلنے کی رعایت کے لیے ہمارے علماء میں سے کسی نے خواص کے لیے افطار کو مستحب نہیں کہا،اس لیے کہ مذہب کے مستحب کا ترک لازم آتا ہے اور وہ روزہ ہے۔[1]

مونچھیں مونڈنا مکروہ ہے؟ کا جواب

سوال: مونچھیں مونڈنا مکروہ ہے جیسا کہ درج ذیل کتابوں میں لکھا ہے:

مرقاۃالمفاتیح شرح مشکوٰۃالمصابیح ، کتاب الطھارۃ ،باب السواک ،ج، ۲ ،ص ، ۸۳، کتاب اللباس ،باب الترجل ،ج،۸،ص، ۲۷۴ ،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ،الفتاویٰ الغیاثیۃ ،کتاب الاستحسان واکراھیۃ فصل فی الضیافات والولائم،ص، ۱۰۹ ،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ،احکام القرآن،ج، ۱ ،ص، ۱۵۵ ،شریعہ اکیڈمی اسلام آباد۔

جواب: یہ قول شوافع کا ہے نہ کہ احناف کا جیسا کہ پہلے ذکر کر دیا گیا ہے۔

مونچھیں مونڈنا حرام ہے؟ کا جواب

سوال: مونچھیں مونڈنا حرام اس لیے کہ یہ مثلہ ہے جیسا کہ درج ذیل کتابوں لکھا ہے:

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ، کتاب الطھارۃ ،باب السواک ،ج، ۲ ،ص ، ۸۳،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ،احکام القرآن،ج، ۱ ،ص، ۱۵۵ ،شریعہ اکیڈمی اسلام آباد۔

جواب: یہ بھی امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔ان کے لیے دلیل ہے ہمارے لیے نہیں ہے اس لیے کہ اس عاجز نے تفصیل کے ساتھ احناف کا مذہب لکھ دیا ہے جسے امام ابو جعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ ایک عظیم مجتہد ہیں انہوں نے سنت ہونا ثابت کیا ہے، مقلد کی شان یہ ہے کہ وہ امام کے قول سے تجاوز نہ کرے۔

مونچھیں مونڈنا خوارج کی علامت کی وجہ سے منع ہے؟ کا جواب

سوال: بعض لوگوں کا کہنا ہے مونچھیں خارجی منڈواتے ہیں اس لیے مونچھیں نہیں منڈوانی چاہیے کیونکہ ان کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے؟

[1] (ھدایۃالابرار الیٰ طریقۃالاخیار ،الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا،ص، ۲۸ ،۲۷ ،اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

علامہ بدرالدین عینی حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۸۵۵ھ نے لکھا ہے:

اور احادیث میں مونچھیں منڈانے کو خارجیوں کی علامت قرار دیا ہے۔[1]

جواب: یہ عاجز علامہ عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت نقل کرتا ہے اور اس کا ترجمہ کرتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ علامہ عینی نے تو مونچھیں منڈانے کو خارجیوں علامت قرار دینے کے اعتراض کا جواب دیا ہے نہ کہ اس کو خارجیوں علامت قرار دیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

فان قلت جاء فی الحدیث انه قال فی الخوارج سیماهم التسبید وهو حلق الشارب من اصله قلت قال ابن الاثیر معناه الحلق واستئصال الشعر ولم یقید بالشارب وهو اعم منه ومن غیره قال ایضا التسبید هو ترک التدهن وغسل الرأس قلت یدل علی صحته حدیث آخر وهو قوله سیماهم التحلیق والتسبید بعطف التسبید علی التحلیق وهو غیره۔

پس اگر تو کہے کہ حدیث میں آیا ہے خوارج کے بارے میں ان کی علامت تسبید ہے اور وہ جڑ سے مونچھیں مونڈنا ہے؟ میں (علامہ عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتا ہوں، ابن اثیر نے فرمایا: اس کا معنی مونڈنا اور بال کو جڑ سے ختم کرنا ہے۔ اور وہ مونچھوں کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ اور وہ اس سے عام ہے اور اس کے علاوہ سے۔ اور یہ بھی فرمایا: ایک قول ہے کہ تسبید، وہ تیل لگانے کو چھوڑ دینا ہے، اور سر کا دھونا ہے، میں (علامہ عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتا ہوں اس کی صحت پر دوسری حدیث دلالت کرتی ہے ،اور وہ آپ ﷺ کا فرمان: ان کی علامت تحلیق و تسبید ہے، تسبید کے عطف کے ساتھ تحلیق پر ہے۔[2]

تسبید کا لغوی معنیٰ

تیل لگانا چھوڑ دینا، سر منڈانا، بالوں کو تر کر کے جمالینا پھر چھوڑ دینا۔

التسبید فیهم فاش: خارجیوں میں سر کا منڈانا بہت ہو گا۔ (اکثر سر منڈے ہوں گے) بعضوں نے کہا بالوں میں تیل نہیں ڈالیں گے نہ سر دھوئیں گے۔ دوسری روایت میں: سیماهم التحلیق۔ ہے یعنی ان کی نشانی سر منڈانا ہو گا۔ بعضے علماء نے اس

[1] (عمدۃالقاری، قص الشارب، ج ۲۲، ص ۴۴، مصر)
[2] (عمدۃالقاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، الجزء الثانی والعشرون، ج ۲۲، ص ۴۴، دار الفکر بیروت)

(۱) باب نمبر ایک:الکوا کب فی حلق الشوارب

حدیث کے روسے حج کے سوا اور وقتوں میں سر منڈانا مکروہ رکھا ہے سر پر بال رکھنا مسنون ہے مگر جس کو تکلیف ہو یا بالوں کی خبر گیری نہ کر سکے اس کو منڈانا بھی جائز ہے۔[1]

علامہ زبیدی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۲۰۵، لکھتے ہیں:

وکان الحلق سیما الخوارج،وقدورد فی حدیث فی وصف الخوارج سیماھم التحالیق أی حلق شعر الرأس۔

اور منڈانا خارجیوں کی علامت ہے، اور حدیث شریف میں آیا ہے خوارج کی نشانی منڈانا ہے یعنی سر کے بالوں کو منڈانا۔[2]

علامہ شیخ علی بن سلطان محمد قاری حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی ۱۰۱۴ھ، لکھتے ہیں:

ای علامتھم التحلیق،وھو استئصال الشعر،والمبالغۃ فی الحلق کما ھو مستفاد من صیغۃ التفعیل التی للتکریر والتکثیر۔قال الطیبی:وانما أتی بھذا البناء،اما لتفریق متابعتھم فی الحلق،اولاکثارھم منہ،وفیہ وجھان: احدھما استئصال الشعر من الرأس،وھو لایدل علی أن الحلق مذموم،فان الشیم والحلی المحمودۃ قد یتزیا بھا الخبیث ترویجا لخبثہ،وافسادہ علی الناس،وھو کوصفھم بالصلاۃ ولقیام۔وثانیھا أن یراد بہ تحلیق القوم واجلاسھم حلقا حلقا۔

التحلیق :یعنی ان کی علامت "تحلیق" ہے،اور وہ بالوں کو جڑ سے ختم کرنا ہے اور منڈانے میں مبالغہ کرنا ہے جیسا کہ سر منڈانے کے معنی کو بیان کرنے کے لئے مجرد کے بجائے مزید فیہ کا باب تفعیل ذکر کرنا تکریر و تکثیر کے لیے ہے۔(کہ ان میں سے اکثر لوگ اپنا سر بار بار منڈاتے ہیں)امام طیبی فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے یہ صیغہ شاید اس لیے فرمایا کہ منڈانے میں ان کی متابعت(مطابقت) میں فرق کرنے لیے، یا یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ لوگ بکثرت سر منڈاتے ہیں۔اور اس کے دو مطلب ہیں:ان دونوں میں سے ایک یہ ہے سر سے بالوں کو جڑ سے ختم کرنا ہے، اور وہ مقصد منڈانے کی برائی یا تحقیر کرنا نہیں ہے ،کیونکہ سر منڈانا طاعت میں سے ایک عمل ہے اور نیک لوگوں کی عادات میں سے ہے، بعض خبیث لوگ بھی بعض مرتبہ اپنی خباثت اور اپنا فساد لوگوں میں پھیلانے کے لئے اچھی عادات و اطوار اپنا لیتے ہیں، مثلاً بعض لوگ نماز اور تہجد وغیرہ پڑھتے ہیں (تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ بڑے تہجد گزار ہیں)دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ قوم کے حلقے بنانا اور لوگوں کو "حلقہ در حلقہ بٹھانا" مراد ہے۔(جو محض نمائش اور تکلف کے طور پر ہوگا)[3]

---

[1] (لغات الحدیث، کتاب "س"، ج،۲،ص،۲۱،میر محمد کتب خانہ کراچی)

[2] (اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء العلوم الدین، کتاب أسرار الطھارۃ، القسم الثالث، ج،۲،ص،۶۴۸،دار الکتب العلمیۃ بیروت)

[3] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الدیات، باب قتل اھل الردۃ، ج،۷،ص،۲۰۱،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

(١) باب نمبر ایک: الکواکب فی حلق الشوارب

وقوله سیماهم التحلیق کتب فی تقریر المکی ای بان التحلیق کان واجباعندهم اه۔قال الکرمانی رحمہ اللہ تعالیٰ قوله سیمابکسر المهملة مقصوراًوممدوداًالعلامة ز والتحلیق ازالة الشعرفان قلت یلزم من وجودالعلامة وجودذی العلامةفکل محلوق الرأس منهم لکنه خلاف الاجماع قلت کان فی عهدالصحابةرضوان اللہ تعالیٰ علیهم لایحلقون رؤسهم الافی النسک اوالحاجة ونحوهاواماهؤلاءفقدجعلواالحلق شعارهم لجمیع اعیانهم فی جمیع ازمانهم ویحتمل ان یراد به حلق الرأس واللحیة وجمیع شعورهم وان یراد الافراط فی القتل او فی مخالفة الدین ۔قلت ولکون التحلیق شعارهم استدل الموفق علی احدی روایتی احمدان التحلیق مکروه والاخری عنه لایکره لکن ترکه افضل وقال ابن عبدالبرقداجمع الناس علی اباحة وکفی به حجة اه۔قال البجیرمی قال ابن القیم لم یحلق علیه الصلوة والسلام رأسه الاربع مرات اه۔وقال فی الهدیٰ ولم یحفظ عنه ﷺ حلقه الافی نسک۔اه۔وماستدل الطیبی من قول علی رضی اللہ تعالیٰ عنه ومن ثم عادیت راسی علی سنیةدوام الحلق تعقب علیه القاری وابن الحجرالمکی کمابسط فی البذل وقال ابن عابدین وفی الروضةالسنةفی شعرالرأس امناالفرق اوالحلق وذکرالطحاوی ان الحلق سنة ونسب ذلک الی العلماء الثلاثة۔اه۔وقال ابن تیمیه فی فتاویه حلق الرأس علی اربعة انواع احدهاحلقه فی الحج والعمرة والثانی للحاجة وهماجائزان بالکتاب والسنة والاجماع والثالث حلقه علی وجه التعبدوالتدین والتزهدمن غیرحج ولاعمرة وهذابدعة لم یامرالله بهاورسوله ولافعلهااحدمن الصحابة والتابعین ولاشیوخ المسلمین المشهورین بالزهدوالرابع ان یحلق فی غیرالنسک بغیرحاجةولاعلی وجه التقرب والتدین فهذافیه قولان للعلماءوهماروایتان عن احمداحدهماانه مکروه وهومذهب مالک وغیره والثانی انه مباح وهوالمعروف عنداصحاب ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنه والشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنه اه۔مختصراً۔[1]

مونچھیں منڈانے کو خارجیوں علامت قرار دینا یہ بات صحیح نہیں ہے اگر اس طرح ہو تو پھر امام اعظم رضی اللہ عنہ اور صاحبین، اورافغانستان اور بخارا تاشقند، سمرقند، غزنی، اور کثیر احناف، علماء اور صوفیاء، صوبہ سرحد کے علماء وصلحاء اور عالم اسلام کے مقتدر علماء اور صوفیاء اور حضرت قائدِ ملت اسلامیہ الشاہ احمد نورانی رحمھم اللہ اجمعین، ان تمام حضرات پر خوارج ہونے اور کافر ہونے کا فتویٰ لگتا ہے اور فتاویٰ عالمگیری کے چار سو جید علماء پر خوارج ہونے کا الزام آتا ہے جب کہ یہ بات ثابت ہے کہ مذکورہ بالا تمام علماء کرام اور صوفیاء کرام صحیح العقیدہ حنفی سنی مسلمان تھے۔

اور مطلوب شرعی کو کسی مشابہت کی وجہ سے چھوڑا نہیں جاسکتا، مثلاً گمراہ فرقے عمامہ باندھتے ہیں، عصا پکڑتے ہیں، دعا کرتے ہیں، شلوار قمیص پہنتے ہیں، داڑھی رکھتے ہیں، اذکار واوراد وغیرہ یہ تمام گمراہ فرقے بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام کام

---

[1] (ص ٥٦٢، لامع الدراری علی جامع البخاری جلد٣)

اسلام کے ہیں اور جو بھی مسلمان ہو وہ یہ کام کر سکتا ہے۔ اصل اختلاف عقیدے کا اختلاف ہے۔ وہ کفریہ عقائد ہیں اور اہل سنت وجماعت کے خلاف ہیں۔ اور ہم الحمد للہ اہلِ سنت وجماعت کے صحیح اور مضبوط عقائد پر ہیں، اور اگر وہ لوگ مونچھیں منڈاتے ہیں اور عمامہ باندھتے ہیں تو صرف مومنین کو دھوکہ دینے کے لیے، لیکن ہم ان کی وجہ سے یہ اچھے اعمال ترک نہیں کر سکتے، اور ان کا عمل ہمارے لیے کوئی دلیل نہیں ہے۔

مونچھیں مونڈنے کی روایت شاذ ہے؟ کا جواب

سوال: مونچھوں کو کاٹنا افضل ہے نہ کہ مونڈنا کیونکہ مونڈنے کی روایت شاذ ہے۔[1]

جواب: علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ۱۲۲۹ھ لکھتے ہیں:

جب سنن کبریٰ کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو امیر وقت نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کی یہ کتاب تمام صحیح ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں، اس میں حسن اور صحیح دونوں موجود ہیں۔ امیر نے عرض کیا کہ ان تمام احادیث میں سے جو صحت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوں میرے لئے ان سب کا مجموعہ مرتب فرمادیجئے، تو انہوں نے مجتبیٰ تصنیف فرمائی۔[2]

وہ ہم میں سے نہیں جو مونچھیں مونڈے (الحدیث) کا جواب

سوال: حدیث شریف میں ہے: لیس منا من حلق الشارب۔ وہ ہم میں سے نہیں جو مونچھیں مونڈے۔[3]

اس لیے مونڈنا منع ہے؟

جواب: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روایت کو اس عاجز نے کتب احادیث میں تلاش کیا تو اس کی کوئی اصل نہ مل سکی، اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ یہ روایت خود غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے بھی خلاف ہے اس لئے کہ آپ حنبلی ہیں اور حنابلہ کے مذہب میں مونچھیں مونڈنا سنت ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اس عاجز نے پہلے مذاہب ائمہ کے ذکر میں بیان کر دی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

---

[1] (حاشیہ الفتاویٰ السراجیۃ، کتاب الکراھۃ والاستحسان، باب المتفرقات، ص ۳۳۷، زمزم پبلشرز کراچی)

[2] (بستان المحدثین، ص ۱۸۹، میر محمد کتب خانہ کراچی)

[3] (غنیۃ الطالبین، ص ۱۴، مطبوعہ مصر)

اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو پھر اس کا جواب یہ ہے:

فیحمل علی النسخ او التاویل او الترجیح ولایجوز العمل للحنفیة لما فی التنقیح کل آیة او خبر یخالف قول اصحابنا یحمل علی النسخ او التاویل او الترجیح فیلزم رعایة المذهب و الصلابة فیه وعدم العدول عنه۔

پس اس کو نسخ پر محمول کیا جائے گا یا اس کی تاویل ہو گی یا اس پر دیگر احادیث کو ترجیح دی جائے گی۔ اور حنفیہ کے لیے عمل کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ تنقیح میں ہے کہ ہر آیت یا حدیث جو ہمارے اصحاب کے قول کے مخالف ہو، نسخ پر محمول کیا جائے گا یا اس کی تاویل کی جائے گی یا اس پر دوسری احادیث کو ترجیح دی جائے گی، پس مذہب کی رعایت کرنا لازمی ہوتی ہے ۔اور مضبوطی اسی میں اور اس سے عدول نہ کرنے میں ہے۔[1]

مونچھیں منڈوانے کی افضلیت میں تردد؟ کا جواب

سوال: شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں:

ولیکن بودن مذھب حنفی در افضلیت حلق شارب محل تردد است با آنکہ ظاہر از کتب ایشان آنست قص اوست۔

لیکن حنفی مذہب مونچھیں مونڈنے کی افضلیت میں محلِ تردد ہے، ان کی کتب سے ظاہری عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت کوتاہ کرنا یعنی قص ہے۔[2]

جواب: لیکن یہ کلام قابل تحقیق ہے کیونکہ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں:

فمن اصحابنا من یقول اذا حلق شاربه یلزم الدم لانه مقصود بالحلق تفعله الصوفیة وغیرهم و الاصح انه لا یلزم الدم لانه طرف من اللحیة وهو مع اللحیة کعضو واحد و اذا کان الکل عضوا واحدا لا یجب بما دون الربع منه الدم و الشارب دون الربع من اللحیة فتکفیه الصدقة فی حلقه۔

ہمارے کچھ فقہاء فرماتے ہیں اگر اپنی مونچھوں کو مونڈا تو دم لازم آتا ہے اس لیے کہ مونچھوں کا مونڈنا مقصود ہوتا ہے ،اس کو صوفیائے کرام اور ان کے علاوہ لوگ کرتے ہیں۔ اور اصح (زیادہ صحیح) قول یہ ہے کہ دم لازم نہیں آتا کیونکہ یہ داڑھی کا کچھ حصہ ہے لب اور داڑھی مل کر ایک مکمل عضو بنتا ہے اور صرف لب عضو کے چوتھائی حصہ سے کم ہے، لہٰذا دم لازم نہیں ہوتا لیکن اس کے مونڈنے میں صدقہ کفایت کر جائے گا۔[3]

---

[1] (حاشیہ، ھدایۃ الابرار الیٰ طریقۃ الاخیار، الفصل الثانی فی حرمۃ البقاء الشوارب ولزوم اخذھا، ص، ۲۷، اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

[2] (شرح سفر سعادت، ص، ۴۹۴، مکتبہ نوریہ رضویہ لاھور)

[3] (فتح القدیر شرح ھدایہ، کتاب الحج، باب الجنایات، ۲، ص، ۴۴۶، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

نیز لکھتے ہیں:

(ولفظة الاخذ تدل علی انه هو السنة فيه دون الحلق) يشير الى خلاف ماذكر الطحاوی فی شرح معانی الآثار ۔۔۔قال والحلق احسن وافضل هذا قول ابی حنيفة وابی يوسف ومحمد والمذهب عند بعض المتاخرين من مشايخنا ان السنة القص۔

صاحب ہدایہ کا حلق کے بجائے اخذ کا لفظ ذکر کرنے سے مقصود امام طحاوی کا رد ہے حلق سنت نہیں اخذ اور قص سنت ہے کہ انہوں نے فرمایا حلق احسن اور افضل ہے اور یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے۔ اور مشائخ میں سے بعض متاخرین کے نزدیک قص سنت ہے۔[1]

نیز لکھتے ہیں:

فالمصنف ان حكم بكون المذهب القص اخذا من لفظ الاخذ فی الجامع الصغير فهو اعم من الحلق اخذ والذی ليس اخذ هو النتف انه المتبادر لكثرة استعماله فيه منعناه وان سلم فليس المقصود هنا فی الجامع بيان ان السنة هو القص او لا بل بيان ما فی ازالة الشعر علی المحرم الا تری انه ذكر فی الابط الحلق ولم يذكر كون المذهب فيه استنان الحلق فعلم ان المقصود ذكر ما يعيد الازالة بای طريق حصلت لتعيين حكمه۔ واما الحديث وهو قوله عليه السلام خمس من الفطرة الختان والاستحداد وقص الشارب وتقليم الاظفار ونتف الآباط فلا ينافی ما يريده بلفظ الحلق فان المراد منه المبالغة فی الاستئصال عملا بقوله عليه السلام فی الصحيحين "احفوا الشوارب" وهو المبالغة فی القطع وبای شیء حصل حصل المقصود غير انه بالحلق بالموسی ايسره منه بالقصة۔ فقول الطحاوی الحلق احسن من القص يريد القص الذی لم يبلغ ذلك المبلغ فی المبالغة فان اهل الصناعة قصا يسمونه قص حلاقة۔

اور مصنف نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی الجامع الصغیر سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے (قص والا) قص حلق سے عام ہے اس لیے کہ حلق بھی اخذ میں شامل ہے اور جو اخذ میں شامل نہیں، اس کو نتف (نوچنا) کہتے ہیں۔ اگر مصنف کی مراد کثرت استعمال میں قص، حلق میں شامل نہیں تو اسے ہم تسلیم نہیں کرتے اگر تسلیم بھی کر لیں تو امام محمد کا الجامع الصغیر میں سنت کا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ جنایت ہے خواہ تمام بال دور کرے یا بعض کو، اسی لیے بغل کے مونڈنے کا ذکر کیا اور اس کا سنت ہونا بیان نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں تمام بالوں کو دور کرے یا بعض کو، مقصود صرف ازالہ ہے جس طرح بھی ازالہ ہو سکے اس پر حکم متعین ہو جائے گا۔

---

[1] (فتح القدير شرح هدايه، كتاب الحج، باب الجنايات، ۲، ص، ۴۴۶، مكتبه رشيديه كوئٹه)

باقی رہا کہ حدیث شریف میں ہے کہ پانچ چیزیں فطرت سے ہیں:

(۱) ختنہ کرنا

(۲) زیر ناف بال مونڈنا

(۳) مونچھیں کاٹنا

(۴) ناخن کاٹنا

(۵) بغل کے بال اکھیڑنا۔

تو اس میں قص الشارب کا لفظ ہے تو یہ حلق کے منافی نہیں کیونکہ استئصال میں مبالغہ ہے، بخاری و مسلم کی حدیث **"احفوا الشوارب"** قطع میں مبالغہ کرنا مقصود ہے جس طرح حاصل ہو قینچی سے ہو یا استرے سے البتہ استرے سے ازالہ میں مبالغہ کرنا آسان ہے۔ امام طحاوی کا قول حلق قص سے احسن ہے، مقصد یہی ہے جس طرح بھی ہو ازالہ میں مبالغہ کرنا ہے اور اہل لغت کے نزدیک قص، حلق کو بھی شامل ہے اسلئے وہ قص کو **"حلاقة"** کہتے ہیں یعنی کاٹنا مونڈنا ہے۔[1]

علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۹۷۰ھ جن کا لقب ثانی ابو حنیفہ ہے لکھتے ہیں:

وقدظن صاحب الهداية من تعبير محمد فی الجامع الصغير هنا بالاخذ ان السنة قص الشارب لا حلقه رداعلی الطحاوی القائل بسنية الحلق وليس كما ظن لان محمدا لم يقصد هنا بيان السنة وانما قصد بيان حكم هذا الجناية بازالة الشعر بای طريق كان۔

صاحب ہدایہ نے امام محمد رضی اللہ عنہ کے قول جو کہ الجامع الصغیر میں مذکور ہے سے گمان کیا ہے کہ مونچھوں کو کاٹنا سنت ہے مونڈنا نہیں اور امام طحاوی جو کہ مونڈنے کی سنیت کے قائل ہیں کا رد کیا ہے، لیکن صاحب ہدایہ کا یہ گمان درست نہیں کیونکہ الجامع الصغیر میں زیر بحث قول میں سنت بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ جنایت اور اس کا حکم بیان کرنا مقصود ہے کہ جس طرح بھی لبوں کے بال دور کرے اس میں جنایت ہو گی۔[2]

علامہ ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ جن کا لقب ثانی ابو حنیفہ ہے، لکھتے ہیں:

وبما قررناه اندفع ما فی البدائع من ان الصحيح ان السنة فيه القص۔

---

[1] (فتح القدير شرح هدايه، كتاب الحج، باب الجنايات، ۲، ص، ۴۴۷، ۴۴۶، مكتبه رشيديه كوئٹه)

[2] (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، كتاب الحج، باب الجنايات، ج، ۳، ص، ۱۹، ۱۸، مكتبه رشيديه كوئٹه)

اور جو ہم نے تقریر کی اس سے وہ قول دفع ہو گیا جو بدائع میں ہے کہ قص (کاٹنا) سنت ہے۔(حلق نہیں)۔[1]

مونچھیں منڈوانے کی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے؟ کا جواب

علامہ غلام رسول سعیدی نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ مونچھیں منڈوانے کی امام ابو حنیفہر ضی اللہ عنہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے اور مونچھیں منڈوانا سنت کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ نبی ﷺ نے منڈانے کو خارجیوں کی علامت قرار دیا ہے۔[2]

جواب: علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مبارک نوراللہ مرقدہ کا یہ لکھنا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف مونچھیں منڈوانے کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ عرض یہ ہے کہ مونچھیں منڈوانے کی نسبت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف مجتہد امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ،۳۲۱ھ، نے کی ہے جو قدوہ العلماء، علماء متقدمین میں سے ہیں اور مذہب حنفی کو بہتر جانتے ہیں۔

عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ مجتہد ہیں اور ان کا مرتبہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ سے کم نہیں۔[3]

اور امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مونچھیں مونڈوانے کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف نسبت کرنا اور اس کو سنت کہنا ایک قوی دلیل ہے۔

و اما المقلد فعندہ قول مجتہدہ۔

مقلد اپنے مجتہد کے قول سے استدلال کرے گا۔[4]

و لذا کان دلیل المقلد ھو قول المجتہد۔

مقلد کے لیے دلیل مجتہد کا قول ہے۔[5]

و من شان المقلد ان لا یخرج عن قول امامہ۔

مقلد کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے امام کے قول سے تجاوز نہ کرے۔[1]

---

[1] (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الحج، باب الجنایات، ج،۳،ص،۱۹ ،مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[2] (شرح صحیح مسلم، ج،۲، ص،۴۵۲، فرید بک سٹال لاھور)

[3] (فوائد البھیہ فی تراجم الحنفیہ،ص،۳۲)

[4] (کشف المبھم،ص،۱۱)

[5] (شرح طریقہ محمدیہ، ج،۲،ص،۶۵)

نعمل بقول المجتهد و ان لم نعلم من این قال۔

ہم عمل مجتہد کے قول پر کریں گے اگر چہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ یہ حکم کہاں سے نکالا۔[2]

ان تمام دلائل سے امام طحاوی کا مجتہد ہونا اور مجتہد کے قول کا دلیل قوی ہونا ثابت ہوا اور امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مونچھیں مونڈنے کی نسبت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کرنا اور اس کو سنت قرار دینا ایک قوی دلیل ہے۔ اور اس کے بعد مجتہد امام ابو بکر جصاص، ۳۷۰، نے بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی ہے۔ اور اس کے بعد مجتہد امام شمس الدین محمد بن احمد سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی، ۴۸۳، نے کی ہے۔ اور اس کے علاوہ مونچھیں منڈوانے کی نسبت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف کثیر کتب میں موجود ہے جس کا کچھ اندازہ عاجز کے اس رسالہ سے کیا جا سکتا ہے۔ رہا سعیدی صاحب کا مونچھیں منڈوانے کو خارجیوں کی علامت قرار دینا اور اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے مونچھیں مونڈنے کو خاجیوں کی علامت قرار نہیں دیا بلکہ نبی کریم ﷺ نے تو مونچھیں مونڈنے کو سنت قرار دیا ہے جیسا کہ سنن کبریٰ للنسائی، میں "حلق الشارب "مونچھوں کو مونڈنا" موجود ہے جو کہ رسالہ کے شروع میں ذکر کر دی گئی ہے، تو معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے مونچھیں منڈوانے کو خارجیوں کی علامت قرار نہیں دیا، جیسا کہ پہلے ذکر دیا گیا ہے وہاں تفصیل معلوم کر لیں۔

فقہاء احناف کی عبارات کا خلاصہ مونچھیں مونڈنا کاٹنے سے افضل ہے

وان ماذکر فی الھندیۃ ناقلاً من المحیط ان حلق الشارب سنۃ فی قول ابی حنیفۃ و صاحبیہ و فی شرح معانی الاٰثار من قولہ قصہ حسن و احفاء احسن و ھذا مذھب ابی حنیفۃ و ابی یوسف و محمد رحمھم اللہ و فی تنقیح الحامدیۃ من قولہ: و کان ابو حنیفۃ یقول ان احفاء افضل من القص۔ و فی العینی علی البخاری من قولہ: و لکون احفاء الشارب افضل من قصہ عبر الطحاوی بقولہ باب حلق الشارب الی قولہ: جمھور السلف، قالوا المستحب احفاء الشارب و ھو افضل من قصھا الخ و فی العینی علی الھدایۃ من قولہ: و فی المختار حلقہ سنۃ و قصہ حسن۔ و فی المحیط: احسن من القص و ھو قول ابی حنیفۃ و صاحبیہ۔ و فی ردالمحتار من قولہ: القص حسن و الحلق احسن و ھو قول علماء الثلٰثۃ۔ و فی الحدیقۃ بظاھر الحدیث فسنوا حلقہ۔ و فی الفتح و البحر و الکفایۃ و العنایۃ و المستخلص من قولھم: ان المقصود بالحلق یفعلہ الصوفیۃ و غیرھم۔ و فی البحر من قولہ: فبایٔ شئ حصل الاحفاء حصل المقصود غیر انہ

---

[1] (میزان شعرانی، ص، ۱۳)

[2] (بحر الرائق، ج، ۵، ص، ۲۶۹)

بالحلق بالموسی ایسرہ منہ بالقصۃ۔الی قولہ بماقررنااندفع ما فی البدائع من ان الصحیح ان السنۃ فیہ القص دون الحلق۔وفی احکام المذاهب من قولہ:واما ابو حنیفۃ وصاحبیہ رحمهم الله فمذهبهم فی شعر الرأس والشارب ان الاحفاء ای الحلق افضل من التقصیر صرح فی ان حلق الشارب وقصہ بان یبدو طرف الشفۃ، کلاهما مشرعان فی مذهب الحنفیۃوان حلقہ افضل من قصہ۔

اور(۱)عالمگیری میں(۲) محیط سے نقل کرتے ہوئے کہاہے کہ مونچھیں مونڈنا سنت ہے یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین کا قول ہے اور(۳) شرح معانی الآثار میں ہے کہ قص حسن ہے اور احفاء احسن وافضل ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام ابویوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور(۴) تنقیح حامدیہ میں ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ مونڈنا،کاٹنے سے افضل ہے۔اور(۵) عمدۃ القاری میں ہے،احفاء،قص سے افضل ہونے کی وجہ امام طحاوی نے باب حلق الشارب(مونچھوں کو مونڈنا) سے تعبیر کیاہے اور اپنے قول جمہور سلف تک،انہوں نے کہا:احفاء الشارب مونچھیں کاٹنے میں مبالغہ کرنا یعنی مونڈنا مستحب ہے اور وہ قص سے افضل ہے الخ اور(۶)عینی علی الھدایۃ میں کہاہے،اور(۷)مختار میں ہے:مونچھیں مونڈنا سنت ہے اور مونچھیں کاٹنا اچھاہے اور محیط میں ہے کہ مونچھیں کاٹنے سے مونڈنا زیادہ اچھااور افضل ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا قول ہے۔اور(۸) ردالمحتار میں ہے کاٹنا اچھاہے اور مونڈنا زیادہ اچھاہے اور یہی ہمارے تینوں ائمہ کا قول ہے۔اور(۹) حدیقہ میں ہے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے احناف نے مونڈنے کو سنت کہاہے۔اور(۱۰)فتح القدیر،اور(۱۱)بحرالرائق،اور(۱۲)کفایہ علی الھدایہ،اور(۱۳)عنایہ علی الھدایہ اور(۱۴) مستخلص میں ایک ہی قول ہے۔مونچھیں مونڈنا مقصود ہوتاہے جیسا کہ صوفیاء کرام اور ان کے علاوہ لوگ کرتے ہیں۔اور بحرالرائق میں ہے کہ مقصود بالوں کو زائل کرناہے جس چیز سے بھی ہو قینچی ہو یا استرا لیکن استرے سے آسانی ہوتی ہے اور ہمارے اس بیان سے،بدائع میں جو قول ہے کہ ”کاٹنا سنت ہے مونڈنا نہیں“ کا دفع ہوگیا۔(۱۵)اور احکام المذاہب میں ہے ”سر کے بالوں اور مونچھوں کے بارے میں امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا مذہب احفاء ہے یعنی مونڈنا کاٹنے سے افضل ہے،اس سے صراحۃً معلوم ہوتاہے کہ مذہب حنفیہ میں مونچھوں کو مونڈنا اور کاٹنا کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہوجائیں،دونوں مشروع ہیں،اور بے شک مونچھوں کو مونڈنا،کاٹنے سے افضل ہے۔[1]

[1] (ھدایۃالابرارالیٰ طریقۃالاخیار،الفصل الثانی فی حرمۃالبقاءالشوارب ولزوم اخذھا،ص،۲۷،اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور)

آخر میں چھ اعتراضات کا جواب:

فان قیل ان حلق الشارب بدعة کمافی السراجیه والترغیب وابی المکارم وغیرھا فلایکون سنة۔

قلنا بوجوہ۔الوجه الاول :ان تعریف البدعة بقولھم البدعة اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول علیه السلام بمعاندة بل بنوع شبهة، اھ۔[1]

لایصدق علی حلق الشارب لانه معروف عن الرسول ﷺ بالاحادیث الصحیحة۔الوجه الثانی:ان ھذا القول مخالف عن صریح حدیث ابی ھریرة رضی اللہ عنه حلقوا الشوارب واعفوا اللحیٰ اخرجه النسائی ثم احکام المذاھب فلایکون الحلق بدعة۔

والوجه الثالث:انه مخالف عن صریح حدیثَی ابن عمر رضی اللہ عنه وابی عمر رضی اللہ عنه مرفوعاً انه ﷺ قال احفوا الشوارب الخ کمامن البخاری ومسلم ومشکوٰة وترمذی وغیرھم فی اثبات اعفاء اللحیة۔

والوجه الرابع:ان استنان حلق الشارب مع کونه احسن مذھب ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد وزفر۔ومذھب الامام الشافعی واصحابه ومذھب الامام احمد واتباعه ومذھب کثیر من السلف ومذھب جمهور السلف (رضی اللہ عنهم اجمعین)

فعلم منه ان القول بکون حلق الشارب بدعة لیس الاقول الامام مالک لاسیماوقدصرح به القاضی عیاض رحمه اللہ تعالیٰ ثم عینی علی البخاری ص ۲۸۲ ج ۲،الحدیقة الندیة ص ۳۹۶ ج ۲ وغیرھا۔

لاجرم یکون غیر مقبول لمخالفته لجمهور السلف (رضی اللہ عنهم) ولقولهم لایرد بمذھب علی مذھب اھ۔ تحریر ص۳۵۷ج۲ ولقولهم لایلزم الحنفی ان یجری علی مقتضی مذھب الشافعی بل یجری بمذھبه اھ۔تحریر ص ۳۷۱ ج ۲ باب فسخ الاجارة۔

فان قیل۔ان حلق الشارب مکروہ کمافی السراجیه والترغیب وابی المکارم۔فلایکون سنة۔

قلنابوجوہ۔الاول انه مخالف عن حدیث حلقواالشوارب المذکور آنفاوالثانی انه منافی لحدیث احفوا الشوارب المذکور الان۔ الثالث انه قول بعض متاخری اتباع الامام الشافعی ولهذاعبر عنهم بالشافعیة فی قوله واماحلقه بالکلیة فمکروہ علی الاصح عندالشافعیة، اھ۔[2]

الوجه الرابع:انه لایصدق تعریف المکروہ بقولهم ماثبت منعه بدلیل ظنی اھ۔کتاب الفقه علی حلق الشارب لانه مامور به بحلقوا احفوا وانهکوا ولانهی فیه۔والمطلق محمول علی الاطلاق۔

---

[1] (درمختار جلداول ص۳۷۷امامة شرح النخبة ص ۵۶،المراقی ص ۱۸۱ امامة،ردالمحتار ص۳۷۷امامة وغیرھا۔)

[2] (حدیقه ص ۲۹۳ ج ۲،ولم یقل عندالشافعی ولم یقل عنداصحاب الشافعی لمامر فتذکرہ۔)

فان قیل: انہ قدتقرر عند الفقھاء ان الخروج عن موضع الخلاف مندوب فینبغی ان یحترز عن حلق الشارب لقول مالک بالبدعۃ وقول بعض متاخری اتباع الشافعی بالمکروہ کمامر۔

قلنا۔ان اطلاق ھذا المتقرر غیر صحیح لماقالوا: یندب الخروج من الخلاف لاسیما للامام لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذھبہ، اھ۔[1]

الظاھر ان المراد بالکراھۃ ھنامایعم التنزیہ (ای ترک المستحب) کماان التغلیس فی صلوٰۃ الفجر سنۃ عندالشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لایندب مراعاتہ لان الافضل عندناالاسفار الخ شامی نواقض الوضوء ۱۰۸ ج ۱۔ فلایترک حلق الشارب لانہ سنۃ احسن عند الاحناف و الجمھور کمامر۔

فان قیل۔ان لفظۃ الاخذ تدل علی انہ السنۃ فی الشارب القص دون الحلق، اھ۔[2]

قلنا بوجوہ۔الاول: ان المصنف ان حکم بکون المذھب القص۔اخذ من لفظ الاخذ فی الجامع الصغیر (فی قولہ و ان اخذ شاربہ فعلیہ طعام حکومۃ عدل) فھو ای الاخذ اعم من الحلق لان الحلق اخذ (وقطع الشارب الذی لایکون کالحلق فرد آخر للاخذ) و الذی لیس اخذ أھو االنتف۔فان ادعی انہ المتبادر لکثرۃ استعمالہ فیہ منعناہ، اھ۔[3]

الثانی :انہ لیس کماظن صاحب الھدایۃ لانہ لیس مقصود الامام محمد فی الجامع الصغیر بیان ان السنۃ ھو القص بل انماقصد بیان حکم ھذہ الجنایۃ علی المحرم بازالۃ الشعر بای طریق کان۔و الدلیل علیہ انہ ذکر الحلق فی الابط ولم یلزم منہ استنان حلق الابط ولھذااختار فی الھدایۃ سنیۃ النتف لاالحلق۔فعلم ان المقصود ذکر مایفید الازالۃ بای طریق حصلت لتعیین حکمہ، اھ۔[4]

و الثالث: ان الاخذ و القص محتمل و الاحفاء و الانھاک و الحلق محکم فلاجرم یحمل المحتمل علی المحکم کماھو الاصل و بماقررناہ اندفع مافی البدایع من ان الصحیح ان السنۃ فیہ القص دون الحلق، اھ۔[5]

فان قیل: قدذکر القص و الاخذ و الجز فی بعض الاحادیث و ھذا الایتصور مع الاحفاء، اھ۔[6]

قلنا بوجہ :الاوّل :ھو التوفیق بین الاحادیث بان الحلق (المامور بہ) احسن۔و القص حسن جائز اھ۔اتقانی ثم شبلی ص ۵۵ ج ۲ حج، وقدمرّ من احدعشر کتابا۔

---

1 (درمختار نواقض الوضوء ص ۱۰۸ ج ۱)

2 (ملخصاھدایہ، فتح القدیر ص ۵۲۱، بحر ص ۱۱۲ ج۳، زیلعی ص ۵۵ ج ۲، شرح الصدر الشھید حاشیہ الجامع الصغیر ص ۳۳)

3 (فتح القدیر ص ۵۲۱ ج ۱، جنایات، بحر ص ۱۱۲ ج۳ جنایات، فبطل الاستدلال لانہ اذاالاحتمال بطل الاستدلال)

4 (فتح القدیر ص ۵۲۱ ج ۱ جنایات، بحر ص ۱۱۲ ج۳ جنایات)

5 (بحر ص ۱۱۲ ج۳ جنایات الحج ثم ھدایۃ الابرار ص ۲۶)

6 (کشف الغمۃ ص ۲۲۸)

الوجه الثانی: ان الاحفاء والنھک فی الاحادیث ھو الاستیصال کما مر فی تعریف الاحفاء من عشرۃ کتب فیکون محکما۔ والقص محتمل (ای یحتمل ان یقص حتی یوازی الاطار۔) ویحتمل ان یبالغ فی القص حتی یتبین الشفة بیانا ظاھرا وینظر الی بیاض الجلد ویصیر کالحلق) فیحمل القص علی ماروینا ہ لانه محکم، اھ۔[1]

ولھذا قالوا: واما ذکر القص فی بعض الاحادیث فالمراد منه المبالغة والاستیصال، اھ۔[2]

الوجه الثالث: ان القص لما کان محتملا کما مر۔ والحلق المذکور فی حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه الذی اخرجه النسائی ثم احکام المذاھب ص ۷۔ حلقوا الشوارب واعفوا اللحی اھ۔ صریح محکم فلابد من ان یحمل القص والاخذ والجز علی الحلق توفیقا۔ ولھذا قالوا ان القص لاینافی مایریدہ بلفظ الحلق۔ فان المراد من القص المبالغة فی الاستیصال عملاً بقوله علیہ السلام فی الصحیحین احفوا الشوارب وھو المبالغة فی القطع، اھ۔[3]

فان قیل: عن مغیرۃ بن شعبة رضی اللہ تعالیٰ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رأی رجلا طویل الشارب فدعا بسواک وشفرۃ فقص شارب الرجل علی عوذ السواک۔ وھذا لایتصور مع الحفاء، اھ۔[4]

قلنا: الاول لیس فیه دلیل علی شئ لانه یجوز ان یکون النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فعل (ذلک بشفرۃ غیر حادۃ لایمکن بھا الحلق بقرینة طلب السواک مع الشفرۃ لانھا لو کانت حادۃ لکفت وحدھا للحلق ولھذا قال) ولم یکن بحضرته مقراض یقدر به علی احفاء الشارب، اھ۔[5]

الوجه الثانی: ان فعله علیہ السلام المذکور فی ھذا الحدیث دلیل جواز القص وحسنه وقدمر فی بیان المذاھب۔

فلاینافی کون الاحفاء احسن ۔فبما قررناہ ظھر دفع قول من قال ان الاحفاء والجز والقص بمعنی واحد وھو الاخذ منه حتی یبدو طرف الشفة، اھ۔[6]

لانه عکس الموضوع اذ فیه حمل المحکم علی المحتمل بل فیه اخراج الاحفاء عن حقیقته۔ بحواله حلق الشوارب من السنن الرواتب۔ مصنفة شیخ الاسلام الحاج مولانا شائسته گل رحمه اللہ تعالیٰ۔

اعتراضات وجوابات کی عبارات کا ترجمہ:

اعتراض نمبر ۱: مونچھوں کو منڈوانا بدعت ہے جیسے کہ سراجیہ وغیرہ میں ہے لہٰذا یہ سنت نہیں رہا۔

---

[1] (اتقانی ثم شبلی ص ۵۵ ج ۲۔ حج وھو مفھوم البحر ص ۱۲ ج ۳ جنایات، فتح القدیر ص ۵۲۱ ج ۱ جنایات شامی جنایات)

[2] (بحر ص ۱۲ ج ۳، فتح القدیر ص ۵۲۱ ج ۱)

[3] (فتح القدیر ص ۵۲۱ ج ۱ جنایات)

[4] (کشف الغمة ص ۲۲۸)

[5] (شرح معانی الاثار للطحاوی ص ۳۳۱)

[6] (نووی ص ۱۲۹ ج ۱)

جواب: ہم اس کے کئی وجوہ سے جواب دیں گے:

۱۔ علماء کے بقول بدعت کی تعریف یہ ہے کہ کسی عناد یاشبہ کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے منقول و معروف کام کے خلاف اعتقادر کھنا یہ تعریف مونچھیں منڈوانے پر صادق نہیں آتی کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ یہ عمل فرماتے تھے۔(یعنی مونچھیں منڈواتے تھے۔)

۲۔ یہ بدعت کا قول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس صریح قول کے مخالف ہے جس میں فرمایامونچھیں منڈواؤاور داڑھی بڑھاؤ۔

۳۔ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہمااورابو عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع و صریح حدیث کے مخالف ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مونچھیں منڈواؤ۔

۴۔ مونچھیں منڈوانایہ امام و جمھور کا مذہب ہے اس سے معلوم ہوا کہ بدعت قرار دینے کا قول صرف امام مالک کا ہے جو یقیناً قابل قبول نہیں ہے کیونکہ یہ جمھور سلف کے خلاف ہے اور علماء کا فرمان ہے کہ کسی مذہب سے دوسرے مذہب پر اعتراض نہیں ہو سکتا اور علماء کا قول ہے کہ حنفی پر لازم نہیں کہ وہ شافعی مذہب کے مطابق چلے بلکہ وہ اپنے مذہب پر چلے گا۔

اعتراض نمبر ۲:

اگر کہا جائے کہ مونچھوں کا حلق مکروہ ہے جیسے کہ سراجیہ وغیرہ میں ہے لہٰذا یہ سنت نہ ہوا۔(قلنا) کئی وجوہ سے ہم جواب دیں گے۔

۱۔ یہ قول اس حدیث کے مخالف ہے جس میں حلق کا ذکر ہے جو اوپر گزر گئی۔

۲۔ یہ اس حدیث کے بھی خلاف ہے کہ مونچھیں کاٹو جیسے کہ گزر گیا۔

۳۔ یہ شافعی مذہب کے بعض متاخرین علماء کا قول ہے اس وجہ سے اس میں تعبیر شافعیہ سے کی، جیسے کہ کہا کہ مکمل منڈواناشافعیہ کے نزدیک اصح قول کی بناء پر مکروہ ہے، یہ نہیں کہا کہ اصحاب شافعی کے نزدیک مکروہ ہے۔

۴۔ اس پر مکروہ کی تعریف صادق نہیں آتی جو یہ ہے کہ مکروہ وہ عمل ہے جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو، کیونکہ مونچھیں کاٹنے کا حکم ہوا ہے حلق، احفاء، نھک کے الفاظ سے اور اس میں ممانعت نہیں ہے اور مطلق کو اپنے اطلاق پر محل کریں گے۔

اعتراض نمبر ۳:

اگر کہاجائے کہ علماء نے فرمایا کہ اختلاف سے نکلنا مستحب ہے لہٰذا مونچھوں کو حلق کرنے سے بچنا چاہیئے تا کہ اختلاف ختم ہو جائے کیونکہ امام مالک کے نزدیک بدعت ہے اور متاخرین شوافع کے نزدیک مکروہ ہے۔

(قلنا) یہ قانون صحیح نہیں ہے جیسے کہ علماء نے فرمایا کہ اختلاف سے بچنااور نکلنا صحیح اور مستحب ہے مگر اس شرط پر کہ اپنے مذہب کے مکروہ کا مرتکب نہ ہو جائے، ظاہر ہے یہاں مکروہ سے مراد تنزیہی ہے یعنی مستحب کاترک کرنا۔ جیسے کہ شوافع کے نزدیک فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا سنت ہے لیکن ہم حنفی اس کالحاظ نہیں کریں گے کیونکہ ہمارے احناف کے ہاں فجر کی نماز روشنی کر کے پڑھنا افضل ہے۔ اس طرح مونچھوں کے حلق کو ہم ترک نہیں کریں گے کیونکہ یہ احناف وجمہور کے ہاں سنت ہے۔

(فان قیل) لفظ "اخذ" سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ مونچھیں کاٹنا سنت ہے نہ کہ مونڈوانا۔

(قلنا) ہم کئی وجوہ سے جواب دیں گے۔

۱۔ اگر مصنف نے جامع صغیر کے حوالے سے لفظ اخذ سے مراد کاٹنالیاہو جیسے کہ جامع صغیر میں ہے کہ اگر کسی محرم نے حالت احرام میں مونچھیں لے لیں (کاٹ دیں) تواس پر دوعادلوں کے فیصلے کے مطابق فدیہ دیناہے تو یہاں اخذ سے مراد عام ہے یعنی حلق بھی اس میں داخل ہے کیونکہ مونڈنااور کاٹنادونوں سے مراد مونچھین لیناہے اور جو "اخذ" کے زمرے میں داخل نہیں ہے وہ نوچناہے۔

۲۔ ایسی بات نہیں جو صاحب ہدایہ نے سمجھاہے کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ کامقصود یہاں یہ بتانانہیں ہے کہ مونچھیں کاٹناسنت ہے بلکہ وہ یہاں محرم (احرام والے) کی جنایت (غلطیوں) کاذکر کر رہے ہیں کہ محرم جس طرح بھی بال کاٹے گااس کی گرفت ہوگی اور اس بات کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے بغل کے بالوں کے بارے میں حلق کاذکر کیاہے لیکن اس سے مراد یہ نہیں کہ بغل کے بالوں کاحلق سنت ہے اس وجہ سے ہدایہ میں اس کے نوچنے کو سنت قرار دیاہے نہ کہ حلق کو۔

۳۔ لفظ اخذ و قص احتمالی ہے اور احفاء، انھاک اور حلق محکم ہے لہٰذا احتمالی کو محکم پر محل کریں گے لہٰذا بدائع میں جو ہے کہ کاٹناسنت ہے نہ کہ حلق، تواس قول کارد ہو گیا۔

(فان قیل) مونچھوں کے بارے میں احادیث میں لفظ اخذ، جز اور قص آیاہے اور یہ حلق کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔

(قلنا) ہم کئی وجوہ سے جواب دیں گے:

۱۔ احادیث کے مابین تطبیق یہ ہے کہ حلق جس کا حکم ہوا ہے وہ احسن ہے اور کاٹنا حسن و جائز ہے۔

۲۔ احادیث میں احفاء و نھک سے مراد بالوں کی بیخ کنی کرنا ہے جیسے کہ دس کتب سے احفاء کی تعریف میں گزر چکا ہے لہٰذا یہ حکم محکم ہے اور قص میں احتمال ہے یعنی اتنا کم کیا جائے کہ ہونٹ نظر آئے اور اس کی جلد کی سفیدی بھی نظر آئے اور حلق کے مانند ہو جائے لہذا قص کو بھی حلق پر محل کریں گے کیونکہ وہ محکم ہے۔ اس وجہ سے علماء نے فرمایا کہ احادیث میں جو کاٹنے کا حکم آیا ہے اس سے مراد مبالغ اور جڑوں سے کاٹنا ہے۔

۳۔ کاٹنا جو کہ احتمالی حکم ہے اور حلق کرنا جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ مونچھوں کا حلق کرو یہ محکم حکم ہے لہٰذا ضروری ہے کہ احتمالی حکم یعنی قص، اخذ، جز کو حلق پر حمل کریں گے تاکہ تطبیق آجائے۔ اس وجہ سے علماء نے فرمایا کہ لفظ قص، حلق کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ قص (کاٹنے) سے مراد کاٹنے میں مبالغہ کرنا ہے۔

(فان قیل) مغیرہ بن سقبہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا لمبی مونچھوں والے شخص کو دیکھا اور مسواک اور قینچی منگوا کر اس کی مونچھوں پر مسواک رکھ کر مونچھیں کاٹ دی، معلوم ہوا کہ یہ حلق نہ تھا۔

(قلنا) ۱۔ اس روایت میں کوئی بات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی مونچھ کے کند قینچی سے بال کاٹے ہوں جس سے حلق کرنا ممکن نہیں اسی وجہ سے تو مسواک بھی منگوایا، اگر وہ تیز ہوتی تو مسواک کی ضرورت نہ تھی بلکہ قینچی کافی تھی۔ اس وجہ سے علماء نے فرمایا کہ ایسی تیز قینچی نہ تھی کہ جس سے حلق ممکن ہوتا۔

۲۔ آپ ﷺ کے اس فعل سے مونچھیں کاٹنے کے جواز اور حسن پر دلالت ہے جو مونڈنے کے احسن ہونے کے منافی نہیں ہے اس سے اس شخص کی بات رد ہو گئی جو احفاء، جز اور قص کو ایک ہی معنٰی میں سمجھتے ہیں۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

گلے کے بال نہیں مونڈنے چاہئیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں۔ مطالب المؤمنین میں ہے:

لا یحلق شعر حلقہ و عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ لا بأس بذالک۔

گلے کے بال نہیں مونڈنے چاہئیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس میں کوئی حرج نہیں۔

اور عالمگیریہ میں بھی اسی طرح ہے۔

داڑھی میں خضاب لگانے کا حکم:

صحیح مذہب میں ہے کہ داڑھی اور سر کے بالوں پر کالا رنگ لگانا حرام ہے۔ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو گناہ کبیرہ کہا ہے۔ صرف مجاہدین کے لئے اجازت کا جواز ہے۔ سیاہ رنگ کی حرمت اور کراہت پر احادیثِ صحیحہ اور عباراتِ فقہاء موجود ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکون قوم یخضبون فی أخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحۃ الجنۃ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانے میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو سیاہ خضاب کریں گے جیسے جنگلی کبوتروں کے پوٹے، وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔[1]

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال یکون فی أخر الزمان قوم یسودون اشعارھم لا ینظر اللہ الیھم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو اپنے بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگے گی۔ اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔[2]

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند عمدہ ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الصفرۃ خضاب المؤمن والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زرد رنگ مؤمن کا خضاب ہے، سرخ رنگ مسلم کا خضاب ہے اور سیاہ رنگ کافر کا خضاب ہے۔[3]

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من خضب بالسواد سود اللہ وجھہ یوم القیامۃ۔

---

[1] (مسند امام احمد ج ۱ ص ۲۷۳، بیہقی ج ۷ ص ۳۱۱، خلاصہ الفتاویٰ مع مجموعۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۵۱، الترغیب والترھیب ج ۳ ص ۶۸، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ، شرح صحیح مسلم للسعیدی ج ۶ ص ۴۱۴، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۲۶ مطبع کابل، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۷۷، احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۴۳)

[2] (رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ جید، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

[3] (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۴۳، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۵۲۶، جامع الاحادیث ج ۴ ص ۲۳ امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ)

ترجمہ: حضرت ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا جس شخص نے سیاہ خضاب لگایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا۔[1]

عن مجاهد رضی اللہ تعالیٰ عنه انه کره الخضاب بالسواد و قال اول من خضب به فرعون۔

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ سیاہ خضاب کو مکروہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ سب سے پہلے فرعون نے سیاہ خضاب لگایا تھا۔[2]

عن ایوب قال سمعت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنه و سئل عن الخضاب بالوسمة فکرهه فقال یکسو اللہ العبد فی وجهه النور ثمّ یطفئه بالسواد۔

ترجمہ: ایوب بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیاہ خضاب کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بندے کے چہرے میں نور کا لباس پہناتا ہے اور وہ اس نور کو سیاہی سے چھپا دیتا ہے۔[3]

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیّروا الشیب ولا تقربوا السواد۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: بڑھاپا (داڑھی کی سفیدی) تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے قریب نہ جاؤ۔[4]

عن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنه مرسلاً: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان اللہ تعالیٰ لا ینظر الیٰ من یخضب بالسواد یوم القیامة۔

ترجمہ: حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جو سیاہ خضاب لگائے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا۔[5]

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال اتی بابی قحافة یوم فتح مکه و رأسه و لحیته کالثغامة بیاضاً قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیروا هذا بشیءٍ و اجتنبوا السواد۔

---

1 (خلاصۃ الفتاویٰ مع مجموعۃ الفتاویٰ ج۴ ص ۳۵۱، مجمع الزوائد للهیثمی ج۵ ص ۱۶۳، جامع الاحادیث ج۴ ص ۲۳)

2 (مصنف ابن ابی شیبه ج۸ ص ۲۵۱)

3 (مصنف ابن ابی شیبه ج۸ ص ۲۵۲)

4 (المسند لاحمد بن حنبل ج۳ ص ۲۴۷، جامع الاحادیث ج۴ ص ۲۵)

5 (کنز العمال للمتقی ج۶ ص ۶۷۱، جامع الاحادیث ج۴ ص ۲۵)

(۱) باب نمبر ایک: الکواکب فی حلق الشوارب

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لایا گیا اور آں حالانکہ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید پھولوں کی طرح سفید تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو کسی چیز سے متغیر کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔[1]

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ اول من خضب الحناء و الکتم ابراھیم علیہ السلام و اول من اخضب بالسواد فرعون۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے حنا اور کتم سے خضاب کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور سب سے پہلے سیاہ خضاب کرنے والا فرعون تھا۔[2]

عن واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ شر کھولکم من تشبہ بشبابکم۔

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے اُدھیڑوں میں سب سے بدتر وہ ہے جو جوانوں کی سی صورت بنائے۔[3]

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال نہیٰ رسول اللہ ﷺ عن الخضاب بالسواد۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاہ خضاب سے منع فرمایا۔[4]

حدیث: حضور انور ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ یبغض الشیخ الغربیب۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ بوڑھے کوے کو دشمن (ناپسند) رکھتا ہے۔[5]

اس حدیث شریف میں سیاہ خضاب کے شوقین کو حضور نبی کریم ﷺ "بوڑھے کوے" کا لقب دے رہے ہیں اور یہ لقب ہمارے اور سب کے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ محبت سے نہیں بلکہ غصے اور غضب سے دے رہے ہیں۔ یہ وقعت کی نگاہ سمجھتی ہے کہ جس لقب سے کسی کا آقا رنجیدہ ہو وہ غلام اور نوکر جان تو دے سکتا ہے لیکن اپنے آقا کا رنج بھرا کلمہ اپنے لیئے گوارا

---

1 (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۲۲، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۷۷، ریاض الصالحین ص ۵۲۸ باب ۲۹۴)

2 (الدر المنثور للسیوطی ج ۱ ص ۱۱۵، کنز العمال للمتقی ج ۶ ص ۶۶۸، الجامع الصغیر للسیوطی ج ۱ ص ۱۶۹، جامع الاحادیث ج ۴ ص ۲۶، مسند الفردوس للدیلمی ج ۱ ص ۲۹)

3 (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۷۰)

4 (الطبقات الکبریٰ لابن سعد)

5 (رواہ ابن عدی کامل و دیلمی مسند الفردوس ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

نہیں کر سکتا۔ اس سے ہم اپنے ضمیر کو جھنجھوڑیں کہ سیاہ خضاب سے ہمارے آقا کریم ﷺ کی مرضی کیا ہے اور ہم کس شوق سے اپنے آقا کو ناراض کر رہے ہیں۔

تعلیقاتِ علامہ خفی میں ہے:

"الغربیب ای الذی یسود شیبه"۔

عزیزی میں ہے:

"الغربیب الذی لا یشیب او الذی یسود بشیبه بالخضاب"۔

یعنی غربیب وہ ہے جو چہرے کو سیاہ کرے یا غربیب وہ ہے جس کا بڑھاپا ظاہر نہ ہو یا وہ اپنے بڑھاپے کو کالے خضاب سے سیاہ کرے۔

ویکرہ الخضاب بالسواد لماروی الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ "ان النبی ﷺ قال فی قوم یغیرون بالسواد یسود اللہ تعالیٰ وجوھھم یوم القیامۃ۔"

ترجمہ: اور سیاہ خضاب مکروہ ہے ہیں جیسا کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک نبی اکرم ﷺ نے ایک قوم کے بارے میں فرمایا جو سیاہ خضاب سے (داڑھی کو سیاہ) کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے چہرے کو بروز قیامت سیاہ کر دے گا۔[1]

ان تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ داڑھی کا سیاہ کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ صرف مجاہدین کے لئے اس کی اجازت ہے۔ لیکن آج کے مسلمان داڑھی کالی کرنے کے لئے مختلف حیلے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ کبھی تو یہ کہتے ہیں کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں اور ہونے والی بیوی جوان ہے، اس لئے میں داڑھی کالی کرتا ہوں تاکہ جوان نظر آؤں۔ لیکن میرے عزیز بھائیو! یہ کوئی شرعی عذر نہیں ہے بلکہ یہ اس صورت میں حرام اور ناجائز ہے اور دھوکہ ہے۔ اس لئے اس چیز سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہمارا چہرہ سیاہ کر دے **(العیاذ باللہ!)**۔

بعض جہلاء اور بے دین لوگ اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں عالم یا فلاں مولوی صاحب داڑھی کالی کرتے ہیں تو کیا اس عالم یا مولوی صاحب کے اس طرح کرنے سے یہ جائز ہو گا؟ در آں حالیکہ شریعت کسی عالم یا اس کے عمل و

---

[1] (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۶)

کردار کا نام تو نہیں ہے۔ بلکہ شریعت تو محبوبِ خدا ﷺ کے ارشادات کا نام ہے لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ارشادات و احکامات پر عمل کریں۔

عباراتِ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

محیط میں ہے:

"الخضاب بالسواد قال عامة المشائخ انه مکروہ"۔

عام علماء فرماتے ہیں کہ کالا خضاب مکروہ ہے۔

ذخیرہ میں ہے:

"علیه عامة المشائخ"۔

یہ عام (تمام) مشائخ کا مذہب ہے۔

در مختار میں ہے:

"یکرہ بالسواد و قیل لا"۔

کالا خضاب مکروہ ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ عامہ مشائخ کرام اور جمہور ائمہ اعلام کے نزدیک سیاہ خضاب منع ہے۔

جب علماء کرام کراہت مطلقہ کی بات کرتے ہیں تو اس سے کراہت تحریمہ مراد لیتے ہیں، جس کا مرتکب گنہگار اور مستحقِ عذاب ہے۔ (العیاذ باللہ)

علامہ حموی، علامہ سید طحطاوی اور علامہ شامی رحمہم اللہ تعالیٰ، یہ حضرات علماء کرام فرماتے ہیں:

"ھٰذا فی حق غیرہ الغزاۃ ولا یحرم فی حقھم للارھاب"۔

یعنی سیاہ خضاب کا حرام ہونا غیر غازی کے حق میں ہے اور غازی کے حق میں کافروں کو ڈرانے کے لئے حرام نہیں ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

"پیری نور الٰہی است و تغیر نور الٰہی بظلمت مکروہ و وعید در باب خضاب سیاہ شدید آمدہ۔آہ ملخصاً"۔

یعنی پیری (سفید بال) بڑھاپا نورِ الٰہی ہے۔ نورِ الٰہی کو سیاہی سے تبدیل کرنا مکروہ ہے۔ خضاب سیاہ کے متعلق وعید شدید وارد ہے۔

اسی میں ہے:

"خضاب بسواد حرام است وصحابہ وغیرہم خضاب سرخ میکردند وگاہے زرد نیز آہ ملخصاً"۔

یعنی سیاہ خضاب حرام ہے، ہاں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سرخ مہندی یا کبھی کبھی زرد مہندی کا بھی خضاب لگاتے تھے۔

حضرت پیرانِ پیر غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ویکرہ الخضاب بالسواد۔

یعنی سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے۔[1]

فقہ کی مشہور کتاب قدوری کی شرح "جوھرۃ النیرۃ" میں ہے:

ویکرہ تغیر الشیب بالسواد۔

ترجمہ: سفید بالوں کو سیاہ خضاب سے کالا کرنا مکروہ ہے۔[2]

شرح درمختار میں ہے، فرماتے ہیں:

ویکرہ بالسواد وعلیہ عامۃ المشائخ۔

یعنی اور سیاہ خضاب مکروہ ہے اور یہی عام مشائخ کا مذہب ہے۔[3]

مولانا عبدالحئی لکھنوی "التعلیق الممجد علی موطا محمد" میں لکھتے ہیں:

"واما الخضاب بالسواد الخالص فغیر جائز۔"

یعنی خالص سیاہ خضاب ناجائز ہے۔

---

[1] (غنیۃ الطالبین ج۲ ص ۱۶)

[2] (جوھرۃ النیرۃ، ج۲ ص ۳۸۳)

[3] (شرح درمختار، ج۴، ص ۳۶۳)

امام طحطاوی نے امام نووی رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول نقل کر کے لکھا ہے کہ:

قال النووی و مذھبنا استحباب الشیب للرجل و المرأة بصفرة أو حمرة و تحریم خضابه بالسواد علی الاصح۔

یعنی مرد و عورت دونوں کو سرخ و زرد خضاب لگانا مستحب ہے اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ سیاہ خضاب حرام ہے۔

امام شعرانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

اخذ علینا العھد العام من رسول اللہ ﷺ ان لا نخضب لنا لحیة بالسواد و لا نقر زوجتنا و لا غیرھا علیٰ خضب رأسھا الا لغرض شرعی کالجھاد فی سبیل اللہ۔

ترجمہ: اور ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عہد لیا کہ ہم داڑھی وغیرہ کالے خضاب سے سیاہ نہ کریں گے اور نہ ہی اپنی عورتوں وغیرہ کو خضاب سے سر سیاہ کرنے دیں گے سوائے غرضِ شرعی کے جیسے کہ جہاد فی سبیل اللہ۔[1]

الزواجر لابن حجر شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے کہ:

الکبیرة الحادیة عشر بعد مائة خضب نحو اَلحیة بالسواد لغیر غرض جھاد۔

ترجمہ: ایک سو گیارہواں کبیرہ گناہ سیہ خضاب ہے جو بغیر جہاد کی غرض سے داڑھی کو لگایا جاتا ہے۔[2]

اہل علم تو گناہ کو سمجھتے ہیں اور عوام کو بھی معلوم ہو گا کہ زنا، قتل، اور چوری وغیرہ گناہوں کو گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اب خود سمجھ لیں کہ سیاہ خضاب سے روسیاہی پر آپ کس کھاتے میں شمار کیئے جاتے ہیں۔

حضرت علامہ مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ مظہری میں لکھا ہے کہ:

"سیاہ خضاب ممنوع ہے۔ سرخی مائل ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں"۔[3]

فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراھیة میں ہے:

الخضاب بالسواد فمن فعل ذالک من الغزاة لیکون اھیب فی عین العدو فھو محمود و من فعل ذٰلک لیزین نفسه للنساء و لیحبب نفسه الیھن فذالک مکروہ و علیه عامة المشائخ۔

ترجمہ: سیاہ خضاب غازی، دشمنوں پر ہیبت ڈالنے کے لئے کرے تو اچھا ہے، لیکن اس غرض سے مکروہ ہے کہ اپنی عورت کو اچھا لگوں اور وہ مجھ سے محبت کرے۔ عام مشائخ کا یہی فتویٰ ہے۔[1]

---

[1] (لواقع للانوار القدسیه، ص ۳۳۳)

[2] (الزواجر لابن حجر شافعی رحمه اللہ تعالیٰ، ج ۱، ص ۱۴۴)

[3] (فتاویٰ مظھری، ص ۲۹۵)

حضرت علامہ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ "جمع الوسائل شرح الشمائل للترمذی" میں لکھتے ہیں:

اختلفوا فی انه هل یجوز الخضاب بالسواد مذهب اکثر العلماء الیٰ کراهة الخضب بالسواد ورجح النووی رحمه الله تعالیٰ الیٰ انها کراهة التحریم وان من علماء من رخص فیه فی الجهاد ولم یرخص فی غیره۔

ترجمہ: سیاہ خضاب کے متعلق اختلاف ہے لیکن اکثر علماء فرماتے ہیں کہ سیاہ خضاب مکروہ ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق یہی ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ بعض علماء صرف جہاد کے لئے اس کی اجازت دیتے ہیں، جہاد کے علاوہ اس کی رخصت نہیں ہے۔[2]

امام حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

الخضاب بالسواد منهی عنه لقوله ﷺ خیر شبابکم من تشبه بشیوخکم وشر شیوخکم من تشبه بشبابکم۔

ترجمہ: سیاہ خضاب ممنوع ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے وہ نوجوان بہتر ہیں جو بوڑھوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور تمارے بوڑھوں میں سے وہ بوڑھا برا ہے جو تمہارے نوجوانوں سے مشابہت کرے۔[3]

حضرت علامہ ابراہیم بن محمد البیجوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وعندنا معاشر الشافعیة بغیر بالسواد السنة وبالسواد حرام۔

ترجمہ: ہمارے علماء شوافع کے نزدیک سیاہ خضاب حرام اور کالے کے علاوہ دیگر رنگ سنت ہے۔[4]

داڑھی سیاہ کرنا اس لئے کہ اپنی بیوی کو جوان نظر آؤں یا اس لئے کہ مزدور اپنے مالک کو جوان نظر آئے اور در حقیقت وہ جوان نہ ہو تو یہ دھوکہ ہے اور ہماری شریعت میں دھوکہ بالاتفاق حرام ہے۔ اور منافقت کی علامات میں سے ہے۔

امام طبرانی اپنی معجم صغیر و کبیر میں جید اسناد کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من غش فلیس منا والمکر والخداع فی النار۔

جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں اور مکر و فریب اور دھوکہ دینے والا دوزخ میں جائے گا۔

---

[1] (فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراهیة، ص ۳۶۹، ج ۵)

[2] (جمع الوسائل شرح الشمائل للترمذی، ج ۱ ص ۱۰۲)

[3] (احیاء العلوم، ج ۱، ص ۱۴۳)

[4] (شرح الشمائل للترمذی للسید محمد امیر البشاوری)

احیاء العلوم (ج ۱ ص ۱۴۳) میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکایت نقل کی ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص نے سیاہ خضاب لگا کر خود کو جوان ظاہر کر کے کسی عورت سے نکاح کیا۔ چند دن کے بعد اس کے سیاہ بال سفیدی سے بدل گئے تو اس عورت نے اس کے خلاف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کا نکاح بھی رد کر دیا اور اسے کوڑے بھی لگوائے۔ [1]

فائدہ: خدا کرے ہمارے دور میں بھی کوئی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا عادل حاکم پیدا ہو پھر ہم دیکھیں کہ کن صاحب کو کالے خضاب کا شوق چڑھتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ آپ فرعون کو فرمایئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ گے تو زندگی بھر تمہیں بادشاہی سے نہیں ہٹایا جائے گا اور تمہیں از سر نو جوانی بخشی جائے گی لیکن ہامان نے اسے روکا اور کہا کہ میں تجھے از سر نو جوان بنا دیتا ہوں۔ چنانچہ یہ کہہ کر سیاہ خضاب تیار کر کے فرعون کی داڑھی کو سیاہ کر دیا۔ سیاہ خضاب سب سے پہلے فرعون نے استعمال کیا۔

اسی وجہ سے ہمارے نزدیک سیاہ خضاب استعمال کرنا حرام ہے۔

ان دلائل کے علاوہ وہ کتابیں جن میں سیاہ خضاب لگانا حرام مکروہ و ممنوع لکھا ہے وہ یہ ہیں:

ریاض الصالحین ص ۴۶۴ تا ۴۶۵، غایۃ الاوطار ج ۴ ص ۴۶۸، ھدایۃ النور لعبد الحئ لکھنوی مرحوم، نزھۃ المجالس ج ۲ ص ۱۴، نزھۃ الناظرین ص ۵۹، مسئلہ سیاہ خضاب مفتی محمد فیض احمد اویسی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، ملفوظات اعلیٰ حضرت ج ۲ ص ۹۷، ج ۳ ص ۱۶۔

۱- عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال اتی بأبی قحافۃ یوم فتح مکّۃ ورأسہ ولحیتہ کالثّغامۃ بیاضًا فقال رسول اللہ ﷺ غیّروا ھذا بشیئٍ واجتنبوا السواد۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لایا گیا اور آں حالانکہ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید پھولوں کی طرح سفید تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو کسی چیز سے متغیر کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔ [2]

---

[1] (احیاء العلوم، ج ۱، ص ۱۴۳)

[2] (رواہ أحمد فی مسندہ ۳/۳۱۶-۳۲۲ ومسلم ۶/۱۵۵ والنسائی ۸/۱۳۸ و ۱۸۵ وأبو داود ۴/۸۵ وابن ماجہ ۲/۱۱۹۷ ومصنف ابن أبی شیبۃ ۸/۴۳۲ ومصنف عبد الرزاق ۱۱/۱۵۴ والحاکم ۳/۲۴۴ والبیھقی ۷/۳۱۰)

۲-عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہ سئل من خضاب رسول اللہ ﷺ فقال ان رسول اللہ لم یکن شابّ الا یسیراً ولٰکن أبابکر وعمر بعدہ قد خضبا بالحناء والکتم قال وجاء أبو بکر بأبیہ ابی قحافۃ الی رسول اللہ ﷺ یوم فتح مکّۃ یحملہ حتی وضعہ بین یدی رسول اللہ ﷺ ورأسہ کالثغامہ بیاضًا فقال رسول اللہ ﷺ غیروہ وجنبوہ السواد۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ ﷺ کے بہت کم موئے مبارک سفید ہو گئے لیکن آپ ﷺ کے بعد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما مہندی اور کتم کا خضاب لگاتے تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کے پاس لائے اور سامنے بٹھا دیا۔[1]

۳-عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ غیروا الشّیب ولا تشبّھوا بالیھود واجتنبوا السّواد۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفید بالوں کو بدلو اور یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو اور کالے رنگ سے بچو۔[2]

۴-عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ غیروا الشّیب ولا تقربوا السّواد۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بڑھاپا (داڑھی کی سفیدی) تبدیل کرو اور سیاہ رنگ کے قریب نہ جاؤ۔[3]

۵-عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ یکون قومٌ یخضبون فی أخر الزّمان بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحۃ الجنۃ۔[4]

۶-عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کنا یومًا عند النبی ﷺ فدخلت علیہ الیھود فراھم بیض اللحی فقال مالکم لا تغیرون فقیل انھم یکرھون فقال النبی ﷺ ولکنکم غیروا وایای والسواد۔

---

[1] (اخرجہ الامام احمد ۱۶۰/۳ وابن حبان موارد الظمأن ص ۳۵۶ والبزار کشف الأستار ۳۷۳/۳ رقم ۲۹۸۱ وھٰذا صحیح رجالہ کلھم ثقات)

[2] (رواہ البیھقی ۳۱۱/۷ ورجلہ ثقات)

[3] (رواہ احمد ۲۳۷/۳ بسند جید وصححہ السیوطی فی الجامع الصغیر ۲۰۲/۲ والالبانی فی صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ ۷۳/۴ وقال البانی والذی أرجحہ ان الحدیث صحیح لان رواتہ کلھم ثقات وللحدیث شواھد فی مسلم وغیرہ)

[4] (رواہ الامام أحمد ۲۷۳/۱ والنسائی ۱۳۸/۸ وأبو داؤد ۸۷/۴ والبیھقی ۳۱۱/۷)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم آپ ﷺ کے پاس تھے کہ یہودی آپ ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے ان کی سفید داڑھیاں دیکھیں تو فرمایا تم لوگ اس سفیدی کو کیوں نہیں بدلتے؟ آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یہ لوگ مکروہ سمجھتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ سفیدی کو بدلو مگر کالے رنگ سے بچو۔[1]

۷-عن ابن عباس رضی اللہ عنھما انّ النبی ﷺ قال یکون فی أخر الزّمان قومٌ یسودون أشعارھم لا ینظر اللہ الیھم۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو اپنے بالوں کو سیاہ رنگ سے رنگے گی۔ اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔[2]

۸-عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من خضب بالسّواد سوّد اللہ وجھہ یوم القیامۃ۔

ترجمہ: حضرت ابی درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے سیاہ خضاب لگایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ کردے گا۔[3]

۹-عن عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ ﷺ من غیر البیاض بالسواد لم ینظر اللہ الیھم۔

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے داڑھی پر کالا رنگ لگایا اللہ تعالیٰ اس کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔[4]

۱۰۔وعن عامر الشّعبی رفعہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لا ینظر الی من یخضب بالسواد یوم القیامۃ۔

ترجمہ: حضرت عامر الشعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو سیاہ خضاب لگائے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائے گا۔[5]

۱۱۔عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ کان یکرہ عشر خصالٍ الصفرۃ یعنی الخلوق وتغیر الشّیب وجرّ الازار والتختم بالذھب۔

---

1 (مجمع الزوائد للھیثمی ۱۶۰/۵ والطبرانی فی الأوسط وفیہ ابن لھیعۃ وبقیہ رجالہ ثقات وابن لھیعۃ وثقہ الذھبی فی تذکرۃ الحفاظ ۲۳۷/۱ وتھذیب لابن حجر ۳۷۵/۵ وھو حدیث حسن)

2 (رواہ الطبرانی فی الأوسط والھیثمی فی مجمع الزوائد ۱۶۱/۵ واسنادہ جید)

3 (مجمع الزوائد ۱۶۳/۵ والطبرانی)

4 (أوردہ الحافظ ابن حجر فی ترجمۃ محمد بن مسلم العنبری فی لسان المیزان ۳۸۰/۵ وکنز العمال ۶۷۲/۶)

5 (الطبقات الکبری لابن سعد ۴۴۱/۱ والجامع الصغیر للسیوطی ۲۸۱/۱)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ دس خصلتوں کو ناپسند فرماتے تھے پیلا رنگ، سفید بال پر رنگ لگا کر بدلنا، شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اور سونے کی انگوٹھی استعمال کرنا۔[1]

۱۲ -عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ انہ حدث ان رسول اللہ ﷺ نھی عن خضاب السواد۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے کالے خضاب سے منع فرمایا۔[2]

۱۳ -عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انّ اللہ یبغض الشّیخ الغربیب۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ بوڑھے کوے کو دشمن (ناپسند) رکھتا ہے۔[3]

۱۴ ۔عن مجاھد قال رای النبی ﷺ رجلاً اسود الشعر قد راہ بالأمس أبیض الشّعر قال من أنت قال أنا فلانٌ قال بل انت شیطان۔

ترجمہ: مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے بالوں پر کالا رنگ لگایا ہوا تھا جبکہ کل گزشتہ اس کے بال سفید تھے آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں فلاں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ تم شیطان ہو۔[4]

ذم اوبدی بیانول د سلف صالحینو په باره دگیری تورولو کنبے۔

ترجمہ: سلف صالحین کا داڑھی پر کالے خضاب لگانے کی مذمت کرنا۔

۱) وسُئِلَ عَن أَبِی ھُریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عَنِ الخِضَابِ بِالوَسمَۃِ فَقَالَ لَایَجِدُ الْمُختَضِبِ بِھَا رِیحَ الْجَنَّۃِ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کالے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ کالا خضاب لگانے والا جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔[5]

۲) وعن مجاھدٍ قال یکون فی أخر الزّمان قومٌ یصبغون بالسّواد لا ینظر اللہ الیھم أو قال لا خلاق لھم۔

---

1 (الحدیث أخرجہ أحمد ۱/۳۸۰-۳۹۷-۴۳۹ أبو داؤد ۴/۸۹ برقم ۴۲۲۲ النسائی ۸/۱۴۱ ابن حبان ۳۵۵ والحاکم ۴/۱۹۵ وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۴۴۰)

2 (البخاری ۷/۳۰۷ ومسلم ۲/۱۵۵ ومسند أحمد ۵/۲۶۴)

3 (کنز العمال ۶۲۸/۱۷۱ الجامع الصغیر للسیوطی ۱/۲۸۳)

4 (الطبقات الکبری لابن سعد ۱/۴۴۱)

5 (رواہ ابن أبی شیبۃ وفی سندہ مقال لان فیہ موسی بن نجدۃ الحنفی الیماسی وھو مجھول (تقریب))

ترجمہ: مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو کالا خضاب لگائیں گے اللہ تعالیٰ ان کو نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا یا ان کا جنت میں حصہ نہیں ہو گا۔[1]

۳) وعن مجاهد أيضاً أنّه كره الخضاب بالسواد وقال أوّل من خضب به فرعون۔

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ سیاہ خضاب کو مکروہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ سب سے پہلے فرعون نے سیاہ خضاب لگایا تھا۔[2]

۴) وعن عطاء بن أبی رباحٍ أنّه سئل من الخضاب بالوسمة فقال هو ممّا أحدث الناس وقد رأيت نفرًا من أصحاب رسول الله ﷺ ما رأيت واحدًا منهم يختضب بالوسمة۔

ترجمہ: حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کالے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگوں کا ایجاد کردہ عمل ہے میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا دیدار کیا ہے مگر کسی نے بھی کالا خضاب نہیں لگایا تھا۔[3]

۵) وعن أيوب قال سمعت سعيد بن جبير حين سئل عنه عن الخضاب بالوسمة فقال يعمد أحدكم الیٰ نورٍ جعله الله فی وجهه فيطفئه هٰذا لفظ عبد الرزاق ولفظ ابن ابی شيبة وسئل عن الخضاب بالوسمة فكرهه فقال يكسو الله العبد فی وجهه النور ثم يطفئه بالسواد ورجاله رجال الصحيح۔

ترجمہ: حضرت ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے کالے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے چہرے میں نور پیدا کیا اور تم لوگ اس کو بجھانے کا ارادہ کرتے ہو سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیاہ خضاب کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بندے کے چہرے میں نور کا لباس پہناتا ہے اور وہ اس نور کو سیاہی سے چھپا دیتا ہے۔[4]

۶) وعن المكحول أنّه كره الخضاب بالوسمة وقال خضب أبو بكرٍ بالحناء والكتم۔

---

[1] (رواه عبد الرزاق فی المصنف ورجاله الصحيح)

[2] (رواه ابن أبی شيبة ۸/۴۳۹ وفی سنده أبو رباح وهو مجهول وبقية رجاله ثقات)

[3] (رواه ابن ابی شيبة ۸/۴۳۸ وابن سعد فی الطبقات الكبری ۱/۴۴۱ وسنده قوی)

[4] (مصنف عبد الرزاق ۱/۱۵۴)

ترجمہ: حضرت مکحول رضی اللہ عنہ کالے خضاب کو مکروہ کہتے تھے اور فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مہندی اور کتم کا خضاب لگایا۔[1]

۷) وعن الشعبی أنه سئل عن الخضاب بالوسمة فکرهه۔

حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے جب کالے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ مکروہ ہے۔[2]

۸) وعن فرقد السبخی أنه سئل من الصباغ بالسواد فقال بلغنا أنه یشتعل فی رأسه ولحیته نارٌ یوم القیامة۔

فرقد سبخی سے جب کالے خضاب کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی کہ اس شخص کے سر اور داڑھی میں قیامت کے دن آگ ہو گی۔[3]

۹) وعن الزهری قال مکتوبٌ فی التوراة ملعونٌ من غیّرها بالسّواد یعنی اللّحیة۔

زہری نے کہا کہ تورات میں لکھا ہے کہ جو کالا خضاب لگائے گا وہ ملعون ہے۔[4]

۱۰) قال ابن قیم قیل للامام احمد تکره الخضاب بالسواد قال أی واللہ هذهٖ من المسائل اللّتی حلف علیها أحمد۔

ترجمہ: ابن قیم نے کہا کہ امام احمد رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کالے خضاب کو مکروہ سمجھتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں۔ اللہ کی قسم یہ ان مسائل میں سے ہے جن پر امام احمد نے قسم کھائی ہے۔[5]

داڑھی کالی کرنا اور اس کا حکم مذاہب اربعہ میں مذہب الاحناف یہ ہے:

قال محمد أمین المشهور بابن عابدین فی حاشیة رد المختار علی الدر مختار شرح تنویر الأبصار ویستحب للرجل خضاب شعره ولحیته ولو فی غیر حرب فی الأصح ویکره بالسواد۔

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ مرد کیلئے مستحب ہے کہ داڑھی پر رنگ لگائے اگرچہ جہاد میں نہ ہو اور کالا مکروہ ہے۔[6]

قال علامه بدرالدین العینی رحمه اللہ: والاذن فیه مقید بغیر السواد وقال فی موضعٍ اخر الجمهور علی ان الخضاب بالحمرة والصفرة دون السواد۔

---

1 (مصنف ابن أبی شیبه ۸/۴۳۹ وسنده جید)

2 (رواه ابن ابی شیبه ۸/۴۳۹ بسند فیه مقال من اجل عبیدة بن حمید وصاعد لکن شهید له کثیر من الروایات)

3 (مصنف عبدالرزاق ۱۱/۱۵۶ ورجاله الصحیح)

4 (رواه ابن سعد فی الطبقات الکبری ۱/۴۴۱ وفیه رجل مجهول وبقیة رجاله لا بأس لهم)

5 (تهذیب السنن ۶/۱۰۴ المغنی لابن قدامه ۱/۹۲ الأداب الشرعیة والمخ المرعیة ۳/۳۵۲)

6 (رد المختار علی در المختار ۶/۴۲۲ط۲)

علامہ عینی لکھتے ہیں داڑھی رنگنے کی اجازت ہے مگر کالا رنگ نہیں ایک اور مقام پر فرمایا جمہور کا قول ہے کہ سرخ اور پیلا خضاب لگائے اور کالے سے بچے۔[1]

او قال علامہ ابن مفلح رحمہ اللہ: ویکرہ بالسواد اتفاقا والمراد بالاتفاق ہو اتفاق المذاھب الأربعة والمکروہ عند أئمة الأحناف حرام کما صرح بہ صاحب أبی حنیفة محمد بن الحسن الشیبانی بقولہ ان المکروہ ھو حرام۔

علامہ ابن مفلح رحمہ اللہ نے فرمایا کالا خضاب بالاتفاق مکروہ ہے اور اتفاق سے مراد چاروں مذاہب کا اتفاق ہے اور احناف کے ہاں مکروہ سے مراد حرام ہے جیسے امام محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مکروہ سے مراد حرام ہے۔[2]

قال امام النووی رحمہ اللہ: فی المجموع علی ذمّ خضاب الرّأس واللحیة بالسّواد۔

نووی نے فرمایا کہ مجموعی طور پر سر اور داڑھی پر کالا رنگ لگانا مذموم ہے۔[3]

وقال امام نووی رحمہ اللہ فی شرح مسلم: ویکرہ خضاب بالسواد علی الأصح وقیل یکرہ تنزیہ والمختار التحریم لقولہ علیہ السلام واجتنبوا السواد وھٰذا مذھبنا۔

نووی نے فرمایا کہ صحیح ترین قول کے مطابق کالا خضاب مکروہ ہے ایک قول مکروہ تنزیہی کا ہے مگر مختار قول تحریمی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کالے رنگ سے بچو۔[4]

وقال علامہ سفارینی رحمہ اللہ: ویکرہ بالسّواد اتفاقًا نصّ علیہ أحمد رحمہ اللہ۔

علامہ سفارینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اتفاقی طور پر کالا خضاب مکروہ ہے۔[5]

وقال علامہ المرادوی رحمہ اللہ فی الانصاف: ویکرہ بالسواد نص علیہ۔

علامہ المرادوی رحمہ اللہ نے الانصاف میں لکھا ہے کہ کالا خضاب مکروہ ہے۔[6]

خضاب رسول اللہ ﷺ

ا) عن عثمان بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قال دخلت علی أم سلمة فاخرجت شعرًا من شعر النّبی ﷺ مخضوبًا بالحناء او الکتم۔

---

[1] (عمدۃ القاری ۱۶/ ۴۶)
[2] (الفروع لابن مفلح ۱/ ۱۳۱)
[3] (المجموع ۱/ ۳۲۳)
[4] (شرح مسلم ۱۴/ ۸۰)
[5] (شرح ثلاثیات سند الامام احمد ۲/ ۵۳ و غذاء الالباب ۱/ ۴۰۹)
[6] (الانصاف ۱/ ۱۲۳ الاداب الشرعیة لابن مفلح ۳/ ۳۵۳)

(۱) باب نمبر ایک: الکواکب فی حلق الشوارب

عثمان بن عبد اللہ رحمہ اللہ نے کہا کہ میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا موئے مبارک نکال کر دکھایا جو مہندی اور کتم سے رنگا ہوا تھا۔[1]

۲) عن عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ: أنّه شهد النبیﷺ عند المنحر هو و رجل من الأنصار فقسم النبیﷺ ضحایا فلم یصبه و لا صاحبه شيءٌ و حلق رأسه فی ثوبه فأعطاه و قسم منه علی رجالٍ و قلم أظفاره فأعطاه صاحبه فانّ شعره عندنا مخضوبٌ بالحناء و الکتم۔

ترجمہ: عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اور انصار قبیلے کا ایک شخص آپ ﷺ کے پاس قربان گاہ میں موجود تھے۔ آپ ﷺ نے قربانی کا گوشت تقسیم فرمایا مگر مجھے اور میرے دوست کو کچھ بھی گوشت نہ ملا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک کا حلق فرمایا اپنے کپڑے میں، تو مجھے اور چند افراد کو سر مبارک کے موئے مبارک عطا فرمائے، پھر آپ ﷺ نے ناخن مبارک کاٹے اور میرے دوست کو عطا کیے آپ ﷺ کے موئے مبارک ہمارے پاس موجود تھے جو مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔[2]

۳) عن ابی رمثة رضی اللہ تعالیٰ عنه: قال أتیت النبیﷺ و قد لطخ لحیته بالحناء۔

ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا جبکہ آپ ﷺ نے داڑھی مبارک پر مہندی لگائی تھی۔[3]

۴) عن عبید بن جریح رضی اللہ تعالیٰ عنه: أنّه قال لعبد اللہ بن عمر یا أبا عبد الرّحمٰن رأیتک تصنع أربعًا لم أر أحدًا من أصحابک یصنعها و فیه و رأیتک تصبغ بالصّفرة قال عبد اللہ و أمّا الصّفرة فانی رأیت رسول اللہ یصبغ بها فأنا أحبّ أن أصبغ۔

عبید بن جریج نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا اے ابو عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ وہ چار کام کرتے ہیں جو آپ کے باقی دوست نہیں کرتے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ پیلا رنگ لگاتے ہیں تو عبداللہ رضی اللہ

---

1 (رواہ احمد ۲۹۶/۶، ۳۲۲، ۳۱۹، والبخاری ۲۰۷/۷ وابن ماجہ ۱۱۹۶/۲ وابن ابی شیبہ ۴۳۴/۸)

2 (راجع رواہ احمد و اتحاف الامجاد ص ۵۱)

3 (رواہ احمد ۱۶۳۴ و النسائی ۱۴۰/۸ ابو داؤد ۸۶/۴)

عنہ نے کہا کہ پیلے رنگ کی وجہ یہ ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ بالوں پر استعمال کرتے دیکھا اس لئے میں بھی اس کو پسند کرتا ہوں۔[1]

جو یہ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خضاب استعمال نہ فرمایا، اس کے دلائل

۱) عن انس بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ: أن رسول اللہ ﷺ لم یخضب قط انما کان البیاض فی مقدّم لحیتہ وفی العنفقة وفی الرّأس وفی الصّدغین شیئٌ لا یکاد یریٰ وانّ أبا بکرٍ خضب بالحناء۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی خضاب نہیں لگایا کیونکہ آپ ﷺ نے کبھی بھی خضاب نہیں لگایا کیونکہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے سامنے والے بالوں میں اور بچی میں اور سر کے بالوں میں اور کنپٹی میں چند بال سفید تھے جو دکھائی نہیں دے رہے تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مہندی لگاتے تھے۔[2]

۲) وعن جابر بن سمرة رحمہ اللہ تعالیٰ: وقیل لہ أکان فی رأس رسول اللہ ﷺ شیبٌ قال لم یکن فی رأسہٖ ولا فی لحیتہٖ الّا شعراتٌ فی مفرق رأسہٖ اذا دھنھنّ وأراھنّ الدّھن۔

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک میں سفید بال تھے؟ فرمایا کہ آپ ﷺ کے سر اور داڑھی مبارک میں مانگ میں چند سفید بال تھے جب آپ ﷺ تیل لگاتے تھے تو ہمیں تیل نظر آتا تھا۔[3]

۳) عن ابی جحیفة رحمہ اللہ تعالیٰ: قال رأیت رسول اللہ ﷺ أبیض قد شاب کان الحسن بن علی یشبھه۔

ابو جحیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو خوبصورت دیکھا جب کہ آپ ﷺ جوان تھے حضرت حسن بن علی آپ ﷺ کے مشابہ تھے۔[4]

---

[1] (رواہ احمد ۲/۱۷/۱۱۰ والبخاری ۱/۵۱ و۷/۱۹۸ ومسلم ۴/۹ والنسائی ۸/۱۴۰ و۱۸۶ وابو داؤد ۲/۱۵۰ و۴/۸۶ والمصنف لابن ابی شیبة ۸/۴۴۳ وابن ماجہ ۲/۱۱۹۸)

[2] (رواہ أحمد ۳/۱۰۰ و/۱۸۰ و۱۴۵ و۱۶۰ و۱۷۸ و۱۹۲ و۱۹۸ و۲۰۶ و۲۱۶ و۲۲۳ و۲۲۷ و۲۵۱ و۲۵۴ و۲۶۲ والبخاری ۷/۲۰۶ ومسلم ۷/۸۴ و۸۵ والنسائی ۸/۱۴۱ وأبو داؤد ۴/۸۶ وابن ماجہ ۲/۱۱۹۸)

[3] (رواہ الامام احمد ۵/۱۰۴)

[4] (رواہ مسلم ۷/۸۵)

خضاب کے احکام اور اس کی اقسام کا بیان:

سرخ وزرد خضاب مردوں، عورتوں دونوں کیلئے جائز و مستحب ہے۔اسکی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ابوامامہ سے بسند حسن نقل کیا ہے کہ:ایک دن حضور ﷺ چند عمر رسیدہ انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف تشریف لائے جن کی داڑھی سفید تھی تو فرمایا:

یامعشر الانصار حمروا وصفروا وخالفوا أهل الكتاب۔

اے انصار کے گروہ!(اپنے سفید بالوں کو) سرخ کرواورزرد کرواوراہل کتاب کی مخالفت کرو۔[1]

کیونکہ اہل کتاب خضاب نہیں کرتے تھے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خضاب کے بارے میں کئی اقوال ہیں صحیح تر یہ ہے کہ بوڑھے ،مرد وعورت دونوں کیلئے خضاب کرنا مستحب ہے اور سیاہ خضاب کرنا حرام ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں فرمایا ہے:

ولا نرىٰ بالوسمة والحناء والصفرة بأساً وان تركه ابيض فلا بأس وكل ذلك حسن۔

ہم کوئی حرج نہیں سمجھتے وسمہ ،حنا اورزرد رنگ کے خضاب میں اور بالوں کو سفید بھی چھوڑے تب بھی کوئی حرج نہیں ہر طرح صحیح ہے۔

قاضی خان فرماتے ہیں:

الخضاب بالحناء والوسمة حسن۔

حنا اور وسمہ سے خضاب کرنا بہتر ہے۔[2]

اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ:

أَنَّ الْخِضَابَ حَسَنٌ لَكِنْ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ وَالْوَسْمَةِ وَأَرَادَ بِهِ اللِّحْيَةَ وَشَعْرَ الرَّأْسِ وَالْخِضَابُ فِي غَيْرِ حَالِ الْحَرْبِ لَا بَأْسَ بِهِ فِي الْأَصَحِّ۔

---

[1] (مسند احمد بن حنبل،ج۵،ص۲۶۵،بیروت)

[2] (قاضی خان علی هاش الهندیه ج۳ص۴۱۲ باب مایکره من الثیاب الحلی والزینة۔)

ترجمہ: تحقیق مہندی، وسمہ اور کتم سے خضاب کرنا پسندیدہ عمل ہے مراد سر اور داڑھی کو خضاب کرنا ہے اور جہاد کے علاوہ بھی خضاب کرنے میں کوئی حرج نہیں یہی زیادہ صحیح روایت ہے۔[1]

میرے پیارے! بالکل سیاہ خضاب جو حقیقی سیاہی کے مشابہ ہو سوائے غازیوں کے باقی سب کے لئے حرام ہے۔

عَنْ مُجاهِدٍ قالَ: رَأى النَّبِيُّ - صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - رَجُلاً أَسْوَدَ الشَّعْرِ قَدْ رَآهُ بِالأَمْسِ أَبْيَضَ الشَّعْرِ قالَ: مَنْ أَنْتَ؟ قالَ: أَنَا فُلانٌ. قالَ: بَلْ أَنْتَ شَيْطانٌ۔

ترجمہ: مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال کالے تھے اور ایک دن پہلے اسے سفید بالوں میں دیکھا تھا تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ میں فلاں ہوں تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ فلاں نہیں بلکہ تو شیطان ہے۔[2]

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ مَلْعُونٌ مَنْ غَيَّرَهَا بِالسَّوَادِ. يَعْنِي اللِّحْيَةَ.

ترجمہ: زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تورات میں لکھا گیا ہے کہ جو اپنی داڑھی کو کالا کرے وہ ملعون ہے۔[3]

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ فَرْقَدًا السَّبَخِيَّ، عَنِ الصِّبَاغِ بِالسَّوَادِ، قَالَ بَلَغَنَا أَنَّهُ يَشْتَعِلُ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ نَارٌ يَعْنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: ہمیں عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، معمر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے فرقد سبخی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا، کالے رنگ سے رنگنا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس یہ بات پہنچی ہے کہ قیامت کے دن اس کے سر اور داڑھی سے آگ سے شعلے نکلیں گے۔[4]

الخضاب بالسواد خضاب اهل النار۔

ترجمہ: سیاہ خضاب کرنا جہنمیوں کا خضاب ہے۔[5]

الخضاب بالسواد خضاب الكفار۔

ترجمہ: سیاہ خضاب کافروں کا خضاب ہے۔[1]

---

1 (فتاوى الهندية، الْبَابُ الْعِشْرُونَ فِي الزِّينَةِ وَاتِّخَاذِ الْخَادِمِ لِلْخِدْمَةِ، ج ۵ ص ۳۵۹)

2 (الطبقات الكبرى، باب ذكر ما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم و اصحابه عن تغيير الشيب، ج ۱ ص ۳۴۰)

3 (الطبقات الكبرى، ج ۱ ص ۳۴۰)

4 (جامع معمر بن راشد، باب صباغ و نتف الشعر، ج ۱۱ ص ۱۵۶)

5 (اخرجه الطبراني و الحاكم من حديث ابن عمر بلفظ الكافر، قال ابن ابى حاتم منكر (تخريج احاديث الاحياء للعراقى ج ۱ ص ۳۵۰)

اور پیچھے گزر چکا کہ پہلا شخص جس نے سیاہ خضاب کیا تھا فرعون تھا۔[2]

اورابن حجر رحمہ اللہ نے (اپنی کتاب) ,,الزواجر،، میں سیاہ خضاب کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیاہے۔اور محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایاہے کہ مہندی کا خضاب بالاتفاق جائزہے۔اور سیاہ خضاب میں قول مختار حرمت کاہے اور سیاہ خضاب کی ممانعت کی علت کے بارے میں لکھاہے کہ اس سے بالوں کی اصلی سیاہی سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔[3]

یہ توجیہ قریب اور مناسب ہے اس لئے وصل اشعار (بالوں میں مصنوعی بال ملانے) کی ممانعت وارد ہوئی ہے اوراسے جھوٹ ودھوکہ فرمایاہے۔

اوراسی لئے سیاہ خضاب کرنے والے کو "کاذب فی اللحیة" کہتے ہیں برخلاف زرد وسرخ رنگ کے کہ اس سے اصلی بالوں کے ساتھ مشابہت لازم نہیں آتی۔[4]

حاصل یہ ہے کہ سیاہ خضاب لگاناماسوائے مجاہد اور غازی کے حرام اور گناہ کبیرہ ہے اوراسے "کاذب فی اللحیة" کہتے ہیں،لہذا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں اگر کسی نے پڑھ لی تو واجب الاعادہ ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ بالاتفاق اعلم بمذہب ابي حنیفہ رحمہ اللہ ہیں، آپ رحمہ اللہ کی تحریر کے مطابق باتفاق ائمتنا الثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ حلق شوارب مسنون ہے،ترجمہ الباب "حلق الشارب،، کے تحت احادیث احفاء لانے سے مقصد یہ ہے کہ ان احادیث میں احفاء بمعنی حلق ہے،چنانچہ فتح الباری کی ایک روایت میں صراحۃً لفظ حلق مذکور ہے،وسیجیء نصہ۔

حافظ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب میں حلق سے احفاء یعنی استیصال کالحلق مراد ہے،جس کو بغرض اظہار مبالغہ حلق سے تعبیر کیاہے۔ولایخفی ان ھذاالتحمل تمحل وتأویل القول بمالایرضیٰ بہ قائلہ وتفرد بہ الحافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ ،ثم نقل ھو نفسہ فی البنایۃ سنیۃ الحلق عن المختار والمحیط وسیجیٔ نصہ۔ یہ تأویل بوجوہ ذیل ناقابل قبول ہے۔ صنیع مصنفین میں اصل مقصود ترجمۃ الباب ہوتاہے،اس کے اثبات کیلئے اس کے تحت احادیث لائی جاتی ہیں ،ترجمۃ الباب میں مصنف اپنادعوی پیش کرتاہے پھر اس کے تحت مندرجہ احادیث سے اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرتاہے،اس

---

[1] (اخرجہ الطبرانی والحاکم من حدیث ابن عمر بلفظ الکافر,قال ابن ابی حاتم منکر (تخریج احادیث الاحیاء للعراقی ج ۱ ص ۳۵۰)

[2] (مرقاۃ ج۸ص ۳۰۶)

[3] (مرقاۃ ج۸ص ۳۰۴)

[4] (کذافی شرح الوجیز فی فقہ الحنابلۃ)

سے ثابت ہوا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ احادیث احفاء سے سنیت حلق ثابت کر رہے ہیں۔ اس کے برعکس حلق سے احفاء مراد لینا اصول تصنیف کے خلاف ہے اور قلب موضوع۔ حلق کا استیصال کالحلق سے ابلغ فی المعنیٰ و الیسر فی العمل ہونا ظاہر ہے، اس لئے حلق پر احفاء بمعنی الاستیصال بالقص کالحلق کو ترجیح دینا خلاف معقول ہے۔

قال الحافظ العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ: وَوَرَدَ الْخَبَرُ بِلَفْظِ الْحَلْقِ وَهِيَ رِوَايَةُ النَّسَائِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ بِسَنَدِ هَذَا الْبَابِ وَرَوَاهُ جُمْهُورُ أَصْحَابِ بن عُيَيْنَةَ بِلَفْظِ الْقَصِّ وَكَذَا سَائِرُ الرِّوَايَاتِ عَنْ شَيْخِهِ الزُّهْرِيِّ وَوَقَعَ عِنْدَ النَّسَائِيِّ مِنْ طَرِيقِ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِلَفْظِ تَقْصِيرِ الشَّارِبِ نَعَمْ وَقَعَ الْأَمْرُ بِمَا يُشْعِرُ بِأَنَّ رِوَايَةَ الْحلق محفوظه كَحَدِيثِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عِنْدَ مُسْلِمٍ بِلَفْظِ جُزُّوا الشوارب وَحَدِيث بن عُمَرَ الْمَذْكُورِ فِي الْبَابِ الَّذِي يَلِيهِ بِلَفْظِ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَفِي الْبَابِ الَّذِي يَلِيهِ بِلَفْظِ انْهَكُوا الشَّوَارِبَ فَكُلُّ هَذِهِ الْأَلْفَاظِ تَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمَطْلُوبَ الْمُبَالَغَةُ فِي الْإِزَالَةِ لِأَنَّ الْجَزَّ وَهُوَ بِالْجِيمِ وَالزَّايِ الثَّقِيلَةِ قَصُّ الشَّعْرِ وَالصُّوفِ إِلَى أَنْ يَبْلُغَ الْجِلْدَ وَالْإِحْفَاءُ بِالْمُهْمَلَةِ وَالْفَاءِ الِاسْتِقْصَاءُ وَمِنْهُ حَتَّى أَحْفَوْهُ بِالْمَسْأَلَةِ قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ الْهَرَوِيُّ مَعْنَاهُ الْزَقُوا الْجَزَّ بِالْبَشَرَةِ وَقَالَ الْخَطَّابِيُّ هُوَ بِمَعْنَى الِاسْتِقْصَاءِ وَالنَّهْكُ بِالنُّونِ وَالْكَافِ الْمُبَالَغَةُ فِي الْإِزَالَةِ وَمِنْهُ مَا تَقَدَّمَ فِي الْكَلَامِ عَلَى الْخِتَانِ قَوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْخَافِضَةِ أَشِمِّي وَلَا تُنْهِكِي أَيْ لَا تُبَالِغِي فِي خِتَانِ الْمَرْأَةِ وَجَرَى عَلَى ذَلِكَ أهل اللُّغَةِ وَقَالَ بن بَطَّالٍ النَّهْكُ التَّأْثِيرُ فِي الشَّيْءِ وَهُوَ غَيْرُ الِاسْتِئْصَالِ۔

و قال: قال الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ: قَالَ الطَّحَاوِيُّ الْحَلْقُ هُوَ مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ اھ۔

وَقَدْ رَجَحَ الطَّحَاوِيُّ الْحَلْقَ عَلَى الْقَصِّ بِتَفْضِيلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحلق على التَّقْصِيرِ فِي النّسک۔

لفظ ”قص“ اکثر احادیث میں مروی ہے جیسا کہ یہاں مذکور ہے، امام مسلم کی دو روایات حضرت عائشہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی ”قص“ مذکور ہے اس باب کی ابتداء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں بھی ”قص“ ہے اور امام نسائی نے حلق (مونڈنا) کی روایت اپنی سند سے ابن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی ہے وہ سند باب کی ابتداء میں محمد بن عبد اللہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ دیگر اصحاب، جمہور اصحاب ابن عیینہ نے ”قص“ ذکر کیا ہے اور اس کے شیخ امام زہری سے جو روایات ہیں ان میں بھی ” قص “ہی مذکور ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ ” حلق “کی روایت محفوظ ہے، علاء بن عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی طرح، انہوں اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مسلم کے الفاظ ہیں ”جزوا الشوارب“ اور باب کی ابتداء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کہ ”احفوا الشوارب“ اور آئندہ باب میں آرہا ہے اس میں ہے ”انھکوا الشوارب“۔ اور یہ تمام عبارات اس

بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان سے مقصود بالوں کو کاٹنے میں مبالغہ کرنا ہے، کیونکہ اور "الجز" جیم اور زاء ثقیلہ کے ساتھ، بالوں اور اون کو اس حد تک کاٹنا کہ وہ جلد تک پہنچ جائے اور "احفاء" حاء مہملہ اور فاء کے ساتھ، بالوں کو اکھاڑنے میں شدید مبالغہ کو کہتے ہیں اور امام ابو عبید اللہ الہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اتنا کاٹو کہ چمڑا ظاہر ہو جائے اور امام خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سے مراد بالوں کو اکھاڑنے اور صاف کرنے میں مبالغہ کرنا ہے۔ اور "نہک" نون اور کاف کے ساتھ، بالوں کے ازالہ میں مبالغہ کرنا ہے۔[1]

(احفاء، انھاک، تقصیر، حلق، ان تمام الفاظ کا مفہوم بنتا ہے اوپر والے ہونٹ پر اگنے والے بالوں کے ازالہ میں خوب مبالغہ کرے)[2]

وقال: قال الطحاوی رحمہ اللہ: قَالَ الطَّحَاوِيُّ الْحَلْقُ هُوَ مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ اهـ.

ترجمہ: امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ مونچھوں کو حلق کرنا امام ابو حنیفہ، ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ومذہب ہے۔[3]

وَقَدْ رَجَّحَ الطَّحَاوِيُّ الْحَلْقَ عَلَى الْقَصِّ بِتَفْضِيلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحلق على التَّقْصِير فِي النّسک۔

ترجمہ: اور طحاوی رحمہم اللہ نے حلق کو قص پر ترجیح دی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے حج میں حلق کو قصر پر ترجیح دی ہے۔

قوْله: (يحفي) من الإحفاء بِالْحَاء الْمُهْملَة وَالْفَاء، يُقَال: أحفى شعره إِذا استأصله حَتَّى يصير كالحلق وَلكَون إحفاء الشَّارِب أفضل من قصه عبر الطَّحَاوِيّ بقوله: بَاب حلق الشَّارِب۔

یحفی، احفاء سے ہے جس کا معنیٰ ہے اس نے اپنے بالوں کو جڑوں سے ایسا ترشوایا جیسے کہ حلق کر دیا ہو، کیونکہ بالوں کا مونڈنا، کاٹنے سے افضل ہے جس کی تعبیر امام طحاوی نے باب حلق الشارب سے کی ہے۔[4]

فَصْلٌ (وَالسُّنَّةُ: تَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَالشَّارِبِ، وَقَصُّهُ أَحْسَنُ) وَهَذِهِ مِنْ سُنَنِ الْخَلِيلِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ، وَفَعَلَهَا نَبِيُّنَا - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَأَمَرَ بِهَا، وَقِيلَ أَوَّلُ مَنْ قَصَّ الشَّارِبَ وَاخْتَتَنَ وَقَلَّمَ الْأَظْفَارَ وَرَأَى الشَّيْبَ إِبْرَاهِيمُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ -. قَالَ الطَّحَاوِيُّ فِي شَرْحِ الْآثَارِ: قَصُّ الشَّارِبِ حَسَنٌ، وَهُوَ أَنْ تَأْخُذَ حَتَّى يَنْتَقِصَ عَنِ الْإِطَارِ وَهُوَ الطَّرَفُ الْأَعْلَى مِنَ الشَّفَةِ الْعُلْيَا. قَالَ: وَالْحَلْقُ سُنَّةٌ وَهُوَ أَحْسَنُ مِنَ الْقَصِّ وَهُوَ قَوْلُ أَصْحَابِنَا. قَالَ - عَلَيْهِ

---

[1] (فتح الباری ص ۲۸۵ ج ۱۰، باب قص الشارب)

[2] (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب قص الشارب، ج ۱۰، ص ۲۹۳، دار المعرفة بیروت)

[3] (فتح الباری ۲۸۶ ج ۱۰، باب قص الشارب)

[4] (عمدة القاری ص ۴۳، ج ۲۲، باب قص الشارب)

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَحْفُوا الشَّارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى، وَالْإِحْفَاءُ الِاسْتِئْصَالُ، وَإِعْفَاءُ اللِّحَى، قَالَ مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ: تَرْكُهَا حَتَّى تَكِثَّ وَتَكْثُرَ وَالتَّقْصِيرُ فِيهَا سُنَّةٌ، وَهُوَ أَنْ يَقْبِضَ الرَّجُلُ لِحْيَتَهُ فَمَا زَادَ عَلَى قَبْضَتِهِ قَطَعَهُ لِأَنَّ اللِّحْيَةَ زِينَةٌ وَكَثْرَتَهَا مِنْ كَمَالِ الزِّينَةِ وَطُولَهَا الْفَاحِشَ خِلَافُ السُّنَّةِ.

وَالسُّنَّةُ النَّتْفُ فِي الْإِبِطِ وَلَا بَأْسَ بِالْحَلْقِ، وَيَبْتَدِئُ فِي حَلْقِ الْعَانَةِ مِنْ تَحْتِ السُّرَّةِ؛ وَإِذَا قَصَّ أَظْفَارَهُ أَوْ حَلَقَ شَعْرَهُ يَنْبَغِي أَنْ يَدْفِنَهُ؛ قَالَ تَعَالَى {أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا (المرسلات: 25) {أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا (المرسلات: 26) وَإِنْ أَلْقَاهُ فَلَا بَأْسَ بِهِ، وَيُكْرَهُ إِلْقَاؤُهُ فِي الْكَنِيفِ.

وَالْمُغْتَسَلِ، قَالُوا لِأَنَّهُ يُورِثُ الْمَرَضَ. وَتَوْفِيرُ الْأَظْفَارِ وَالشَّارِبِ مَنْدُوبٌ إِلَيْهِ فِي دَارِ الْحَرْبِ لِيَكُونَ أَهْيَبَ فِي عَيْنِ الْعَدُوِّ، وَالْأَظَافِيرُ سِلَاحٌ عِنْدَ عَدَمِ السِّلَاحِ۔[1]

وقال الكاكي - رَحِمَهُ اللَّهُ - وذكر الطحاوي في "شرح الآثار" أن حلقه سنة ونسب ذلك إلى العلماء الثلاثة، انتهى قلت: لم يذكر الطحاوي كذلك وإنما قال بعد روايته الأحاديث المذكورة والتوفيق بينها أن الإخفاء أفضل من القص، ثم قال نعم باب حلق الشارب. وإنما أراد بذلك الإحفاء حتى يصير كالحلق. وفي "المختار" حلقه سنة وقصه حسن. وفي "المحيط" الحلق أحسن من القص، وهو قول أبي حنيفة وصاحبيه - رحمهما الله -

یحفی، احفاء سے ہے جس کا معنٰی ہے کہ اس نے اپنے بالوں کو جڑوں سے ایسا ترشوایا جیسے کہ حلق کر دیا ہو، کیونکہ بالوں کا مونڈنا کاٹنے سے افضل ہے جس کی تعبیر امام طحاوی نے باب حلق الشارب سے کی ہے۔

فصل - ناخن کاٹنا، بغلوں کے بال نوچنا، موئے زیر ناف صاف کرنا، مونچھویں مونڈوانا سنت ہے، مونچھوں کو کاٹنا احسن ہے۔ یہ امور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنن میں سے ہے اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس پر عمل بھی فرمایا ہے اور حکم بھی دیا ہے کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے مونچھیں کاٹنے والے، ختنہ کرنے والے، ناخن کاٹنے والے اور سفید بال دیکھنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ امام طحاوی نے فرمایا۔ مونچھیں کاٹنا حسن ہے جو اتنا کاٹا جائے کہ اوپر والے ہونٹ کے اوپر کی طرف سے کم ہو جائے (یعنی ہونٹ مکمل نظر آجائے) فرمایا: منڈوانا سنت اور ترشوانے سے اچھا ہے۔ یہ ہمارے آئمہ احناف کا قول ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: مونچھ کم کرو اور داڑھی بڑھاؤ۔ احفاء بالوں کو ختم کرنا ہے اور داڑھی بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ داڑھی کو چھوڑو کہ بڑی ہو جائے اور داڑھی میں قصر (چھوٹی) کرنا سنت ہے اور قصر یہ ہے کہ

[1] (الاختيار لتعليل المختار ج۴ ص ۱۶۷ [فَصْلٌ فِي آدَابٍ لِلْمُؤْمِنِ يَنْبَغِي أَنْ يُحَافِظَ عَلَيْهَا)

مرد داڑھی کو مٹھی میں پکڑے جو مٹھی سے زائد بال ہوں ان کو کاٹ دے کیونکہ داڑھی حسن وجمال ہے اوراس کی کثرت (بڑی ہونا) کمال حسن وزینت ہے اورانتہائی لمبی جو نازیبا لگے خلاف سنت ہے۔

بغلوں کے بالوں کی صفائی میں نوچنا سنت ہے جبکہ استرے سے صاف کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، موئے زیر ناف کی صفائی میں ابتداء ناف کی طرف سے کرنا ہے، جب ناخن کاٹے یا بال صاف کرے تو بہتر ہے کہ اس کو دفنایا جائے۔

فرمان الٰہی ہے: ''کیا ہم نے زمین کو چھپانے والا نہیں بنایا۔'' اور اگر کسی نے ان بالوں اور ناخن کو گرایا تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن غسل خانے اور ناپاک جگہ گرانا مکروہ ہے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ دارالحرب میں ناخن اور مونچھوں کو بڑا کرنا مستحب ہے تاکہ دشمن گھبرا جائے کیونکہ اسلحہ پاس نہ ہونے کی صورت میں ناخن اسلحہ کا کام دیتا ہے۔

کاکی نے کہا کہ امام طحاوی نے ذکر کیا کہ ہمارے آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مونچھوں کا حلق کرنا سنت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام طحاوی نے ایسا ذکر نہیں کیا بعد احادیث مذکورہ روایت کرنے کے بعد ان میں تطبیق یوں کی کہ مونڈانا، ترشوانے سے افضل ہے، پھر کہا ہاں، اوراس سے مراد یہ ہے کہ مونچھیں اتنی کم کی جائیں کہ حلق نظر آئے۔ مختار میں ہے کہ مونچھوں کا مونڈوانا سنت اور کاٹنا اچھا ہے۔ محیط میں ہے کہ حلق کرنا کاٹنے سے احسن ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اوران کے شاگردوں کا قول ہے۔

متن میں قصہ احسن کتابت کی غلطی ہے، صحیح لفظ ''حسن،، ہے، اس پر دو دلائل ہیں:

عینی رحمہ اللہ کی مختار سے منقولہ عبارت مذکورہ میں وقصہ حسن ہے۔ مصنف نے شرح میں خود امام طحاوی رحمہ اللہ سے حلق کا احسن ہونا نقل کیا ہے، عینی رحمہ اللہ نے حلق کے احسن من القص ہونے کے بارے میں مختار اور محیط کا حوالہ دیا ہے، عبارت مختار کی تحقیق اوپر گزر چکی، محیط سے بظاہر محیط سرخسی مراد ہے، اس لئے کہ حاشیہ طحطاوی علی الدر میں اسکی تصریح ہے۔

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

تصاویر کی حرمت

الحمدللہ الذی رفع اھل الحق و وضع اھل الباطل و احق الحق و ابطل الباطل و الصلٰوۃ و السلام علی نبینا و سیّدنا و سندنا و وسیلتنا فی الدارین محمّد النبی المکمل الاکمل و علٰی آلہٖ و اصحابہٖ جاھدوا لاحقاق الحق و ابطال الباطل و رفعوا الحق و وضعوا الباطل و علٰی التابعین الذین ناظروا لاظھار الحق و اخفاء الباطل و علٰی تبعھم الذین لایخافون لومۃ لائم فی احقاق الحق الراسخ و ابطال الباطل الزائل اللّٰھمّ انا نسئلک الفتح و الغلبۃ فی المناظرات مع اھل الباطل بجاہ الرسول الاکمل امابعد!

ایک ضروری تنبیہ

تصاویر کی حرمت اسلام میں ہجرتِ مدینہ کے بعد ہوئی

تصاویر سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو معلوم کرنے سے پہلے یہ معلوم کرلینا مناسب ہے کہ تصاویر کی حرمت شریعتِ اسلامیہ محمدیہ کا مخصوص حکم ہے، پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں تصاویر ممنوع نہیں تھیں۔

جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ان کے حکم سے جنات کا تصاویر بنانا مذکور ہے:

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ (سبا ۱۳)

یعنی بناتے ہیں ان کے لئے جو وہ چاہیں، محرابیں اور تصاویر اور حوض جیسے بڑے بڑے ٹپ۔

اور ہجرت سے پہلے شریعتِ اسلام میں تصاویر کی حُرمت کا ثبوت نہیں ملتا، ہجرت کے بعد احکامِ حُرمت آئے ہیں (کما ذکرہ فی فتح الباری و مرقاۃ شرح المشکوٰۃ) ان احکام کی تفصیل آگے ملاحظہ فرمائیں۔

فوٹو گرافر کو ہر فوٹو کھینچنے پر علیحدہ عذاب

وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول کل مصور فی النار یجعل لہ بکل صورۃ صورھا نفسٌ فیعذبہ فی جھنم قال ابن عباس فان کنت لا بد فاعلا فاصنع الشجر و مالا روح فیہ۔ (متفق علیہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر تصویر کش دوزخ میں جائے گا۔ اس کی ہر تصویر کے بدلے ایک شخص بنایا جائے گا جس کو اس نے بنایا اور وہ شخص اس مصور کو دوزخ میں عذاب دے گا۔ ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم نے تصویر بنانی ہی ہے تو درختوں اور غیر ذی روح (بے جان چیزوں) کی بناؤ۔ (یہ بخاری و مسلم کی حدیث ہے)۔[1]

تشریح: کل مصور: ہر تصویر بنانے والا۔

یجعل: مجہول کا صیغہ ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مسلم میں اس کو فعل معلوم کے ساتھ ضبط کیا ہے۔

ای یجعل اللّٰہ۔ معلوم صیغہ کی بناء پر "نفس" کو نصب دینا تو ظاہر ہے۔

البتہ مجہول کے صیغہ کے ساتھ المصابیح کے بعض نسخوں میں ہے جو کہ جامع صغیر کی روایت کے مطابق ہے اور "نفس" بالرفع تو ظاہر ہے۔

اکثر مجہول کے صیغہ کے ساتھ "نفساً" منصوب بھی ہے جو کہ جامع الاصول کی روایت کے مطابق ہے اور اکثر مصابیح کے نسخوں کے مطابق ہے، لیکن مشکل ہے۔ مگر اس کی توجیہہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس کی اسناد جار مجرور کی طرف ہے۔

فتعذبه: یہ صیغہ تانیث کے ساتھ ہے: ای تعذب تلک النفس۔

اور فعل کی اسناد اس کی طرف مجازاً ہے۔ کیونکہ یہی اس کا سبب اور اس کی تعذیب کا باعث ہے اور بعض نسخوں میں بصیغہ تذکیر ہے: ای فیعذبه اللّٰہ اور ایک نسخہ میں "فیعذب به" مجہول کے صیغہ کے ساتھ ہے۔ ای بسبب تصویر تلک النفس۔

فی جهنم: علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ یہاں تک روایت کو احمد و مسلم نے ذکر کیا ہے: قوله: قال ابن عباس: فان کنت لا بد فاعلا فاصنع الشجر و ما لا روح فيه: خطاب اس کو ہے جس کا ذکر باب کی فصل ثالث کے آغاز میں آئے گا۔

قوله: متفق علیه: اور ممکن ہے کہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے الفاظ بھی اس طرح ہوں، تو معنیٰ میں یہ حدیث "متفق علیه" کے قبیل سے ہو گی۔ لہٰذا یہ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس اقتصار کے منافی نہیں جو انہوں نے اختیار کیا ہے کہ اس کو صرف بحوالہ مسلم ذکر کیا ہے۔ فتأمل۔[2]

من صوّر صورة عُذِّبَ و کُلِّفَ ان ینفخ فیها و لیس بنافخ۔

---

[1] (أخرجه البخاری فی صحیحه ۴/۱۶ ۴۱۴ الحدیث رقم ۲۲۲۵، و مسلم فی ۳/۱۶۷۰ الحدیث رقم (۹۹-۲۱۱۰)، و أحمد فی المسند ۱/۳۰۸)

[2] (بحواله مرقاة شرح مشکوة ج۸ ص ۵۲۳-۵۲۴)

یعنی جو کوئی تصویر بنائے گا تو اس کو عذاب دیا جائے گا اور اسے اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس میں روح ڈالے۔ وہ ڈال نہ سکے گا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔[1]

تشریح: قولہ: ومن صور صورۃً: یعنی ذی روح کی تصویر بنائی، یا مطلق کوئی صورت بنائی۔

اور ذی روح کی تصویر کے بارے میں اس کو تغلیظاً حکم دیا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے۔

ان ینفخ: ایک روایت میں الروح کا لفظ بھی آیا ہے۔ اس کی نظیر "من تحلم" ہے۔

احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیخین رحمہم اللہ تعالیٰ اور نسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرح روایت کیا ہے:

من صور صورۃ فی الدنیا کلف ان ینفخ فیھا الروح یوم القیامۃ ولیس بنافخ۔[2]

قال رسول اللہ ﷺ کل مصور فی النار یجعل اللہ بکل صورۃ صورھا نفسا فتعذبہ فی جھنم۔

ہر فوٹو گرافر جہنم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر تصویر کے بدلے جو اس نے بنائی تھی ایک مخلوق پیدا کرے گا کہ وہ اسے دوزخ میں عذاب دے۔ (بخاری مسلم)

مسلمان بھائی! ہوش کر! یہ قول حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ہے مگر فی الحقیقت یہ قول اللہ کا ہے، یہ ذہن میں بٹھا کر سچے دل سے سن۔

فوٹو گرافر اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہے ہیں

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنھما قال: قال رسول اللہ ﷺ: انّ الذین یصنعون ھذہ الصور یعذبون یوم القیامۃ، یقال لھم: احیوا ما خلقتم۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ تصاویر بناتے ہیں قیامت کے روز ان کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اس کو زندہ کرو۔[3]

دوزخ میں سب سے بڑا گناہ فوٹو گرافر کو ہو گا

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ ان من أشد الناس عذاباً یوم القیامۃ المصورون۔

---

[1] (أخرجہ البخاری فی صحیحہ ۲/۴۲۷ الحدیث رقم ۳۹۱۶، أبو داؤد فی السنن ۴/۲۸۵ الحدیث رقم ۵۰۲۴، والترمذی فی السنن ۴/۲۰۳ الحدیث رقم ۱۷۵۱، وابن ماجہ ۲/۱۲۸۹ الحدیث رقم ۳۹۱۶، وأحمد فی المسند ۱/۳۵۹)

[2] (بحوالہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۸ ص ۵۲۵-۵۲۶)

[3] (صحیح بخاری باب عذاب المصورین ج ۲ ص ۸۸۰، قدیمی کتب خانہ)

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو دیا جائے گا۔[1]

وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اشدّ الناس عذاباً عند اللہ المصوّرون۔ (متفق علیہ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود ص سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں جن کو سب سے سخت عذاب دیا جائے گا وہ تصویر بنانے والے ہیں۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔[2]

تشریح: اشد الناس عذابا عند اللہ المصوّرون: بعض نے کہا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس کو تہدید پر محمول کیا جائے کیونکہ "**عند اللہ**" سے اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ وہ اس طرح ہونے کے مستحق ہیں، اگرچہ یہ محل عفو ہے۔

علامہ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جو عبادت کے لئے بنائی گئی ہو، کہ اس کے لئے سخت ترین عذاب ہو گا کیونکہ وہ کافر ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ یہ اس شخص کے بارے میں ہے کہ جو اس کو اللہ تعالیٰ کی خلقت کی مشابہت کے ارادہ سے کرے اور اس کا اعتقاد رکھے تو وہ بھی کافر ہے اور اس کا عذاب سخت ہو گا۔ البتہ جو اس ارادے سے اس کو نہ بنائے تو وہ فاسق ہے۔ وہ کافر نہیں ہو گا، جیسا کہ دوسرے گناہ ہوتے ہیں۔

البتہ جن چیزوں میں روح نہیں ہے مثلاً درخت وغیرہ تو اس کی تصویر بنانا کوئی حرام فعل نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کمائی حرام ہے۔ یہ علماء کا مذہب مختار ہے سوائے مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کہ انہوں نے پھل دار درخت کی تصویر کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔

اور (مجاہد نے) اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

"ومن اظلم ممن ذھب یخلق کخلقی"۔

کہ اس میں آپ ﷺ نے ذرۃ کا ذکر کیا ہے جو کہ ذی روح ہے اور حنطہ و شعیر کا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ یہ دونوں چیزیں جمادات میں سے ہیں اور اس پر سخت وعید سنائی ہے۔ اس طور پر کہ جملہ استفہام انکاری کے طور پر ہے اور ظلم کو تفضیل کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں کہ ان کا استدلال بالکل ظاہر و جلی ہے۔

---

[1] (صحیح بخاری، وصحیح مسلم، الموسوعۃ الفقھیہ ۱۳۴:۶، فتح الباری ۳۸۲:۱۰)

[2] (أخرجہ البخاری فی صحیحہ ۳۸۲/۱۰ الحدیث رقم ۵۹۵۰، ومسلم فی ۱۶۷۰/۳ الحدیث رقم ۹۸-۲۱۰۹، والنسائی فی السنن ۲۱۶/۸ الحدیث رقم ۵۳۶۴، وأحمد فی المسند ۴۲۶/۱)

اور فرمایا کہ جمہور علماء کرام نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، احیوا ما خلقتم۔ میں کہتا ہوں ان کی دلیل یہ قول بھی ہے: "لیخلقوا حبة"۔ اور فرمایا خلق اللہ کے ساتھ مشابہت ہے۔

میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں کہ علت مشترک ہے۔ (امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے) فرمایا کہ اس کی تائید حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ہوتی ہے: "ان کنت لا بد فاعلاً فاصنع الشجر و ما لا نفس له" میں کہتا ہوں کہ اس کے باوجود کہ یہ مذہب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں ان کی رائے ہونے کا احتمال بھی ہے۔ لہٰذا اس کو ضرورۃً جواز فعل پر محمول کیا جائے گا اور اس کا ارتکاب "کراھة دون کراھة" پر محمول ہو گا کیونکہ ضروریات محظورات کو مباح کر دیتی ہیں۔ (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالنیات)

اور اس کی نظیر حدیث مرفوع میں یہ وارد ہے:

"ان کنت لا بد سائلا فسل الصالحین"۔

جیسا کہ اس کو ابو داؤد و نسائی نے الفراسی سے روایت کیا ہے۔

امام خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "مصور" اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو حیوانات کی شکلیں بناتا ہے اور وہ شخص جو درختوں کی شکلوں کا نقش لیتا ہو اور اس پر تداویر و خواتیم اور ان جیسے عمل کرتا ہو تو میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ اگرچہ من جملہ مکروہ ہے اور یہ لغو کام میں داخل ہے، اور اشتغال بمالا یعنی ہے اور یہ جو تصویر میں اس قدر سخت عقوبت ہے سو اس لئے ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کی جاتی ہے۔

میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں کہ جمہور نے ذی روح کی جو تخصیص کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں (یعنی ذی روح) کی خلقت کی نسبت مخلوق کی طرف جائز نہیں ہے نہ ہی حقیقۃً اور نہ ہی مجازاً۔ برخلاف باقی نباتات اور جمادات کے، کہ بسا اوقات اس کے فعل کو مجازاً لوگوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے: "انبت فلان ھذا الشجر، وصنع فلان ھذہ السفینۃ" اور ہر وہ چیز کہ جس کی عبادت کی جاتی ہو اگرچہ وہ جمادات میں سے ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ سورج اور چاند وغیرہ تو اس کی تصویر حرام ہونی چاہیئے۔ واللہ اعلم۔

اشرف کہتا ہے کہ اس حدیث میں مشہور روایت رفع کے ساتھ ہے ای "ان من اشد الناس عذاباً المصورون" اسی طرح ابن الملک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شرح میں ذکر کی ہے اور رفع سے اعتذار کیا ہے۔

چنانچہ امام کسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ "من" زائدہ ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں ضمیر شان مقدر ہے۔

أی انه من أشد الناس عذابا المصورون۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مسلم میں بہت ساری روایات ذکر کی ہیں ان میں لفظ "ان" نہیں ہے۔ البتہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں "اشد الناس عذابا" بغیر "من" کے ہے۔

اور جامع الصغیر میں ہے:

"ان اشد الناس عذاباً یوم القیامة المصورون"۔

امام احمد اور مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے "ان" کے ساتھ بغیر "من" کے روایت کیا ہے۔ شاید اشرف کی مراد شہرۃ سے علماء عربیت کے ہاں شہرت ہے اور شاید بعض نسخوں میں ان حضرات نے اس طرح پایا ہو۔

بعض محدثین کرام نے اس حدیث کی تاویل میں یہ معنی بیان کیا ہے کہ: "ان من اشد الناس" ترکیب لفظی کی رعایت کے بغیر انہوں نے اس طرح نقل کیا ہے اور حدیث میں ادراج کر دیا ہے۔

حاصل یہ کہ غیر اہل کے ہاں اس کی شہرت اور عدم شہرت کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کیسے سید سند اور سعد اسعد کے درمیان اس حدیث کے معنیٰ میں تنازع ہوا: "حب الهرة من الایمان"۔ یہ حدیث باتفاق حفاظ حدیث موضوع ہے اور اسی لئے شیخ سخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "المقاصد الحسنة فی الاحادیث المشتهرة علی الالسنة" تصنیف فرمائی اور اس کا خلاصہ ان کے شاگرد ابن الدیبع نے کیا ہے۔[1]

عن مسلم قال: کنا مع مسروق فی دار یسار بن نمیر فرأی فی صفته تماثیل فقال: سمعت عبد اللہ قال: سمعت النبی ﷺ یقول: ان أشد الناس عذاباً یوم القیامة المصوّرون۔

مسلم سے روایت ہے کہ ہم مسروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ یسار بن نمیر کے گھر میں تھے، مسروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے چبوترہ میں کچھ تصاویر دیکھیں تو فرمایا کہ میں نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ سب سے زیادہ سخت عذاب میں قیامت کے روز تصویر بنانے والے ہوں گے۔[2]

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس تصویر کے متعلق مسروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے یہ تھی کہ یہ کسریٰ کی تصویر ہے اور مسلم کا خیال یہ تھا کہ یہ حضرت مریمؑ کی تصویر ہے، حضرت مسروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو مجوسی کی بنائی ہوئی تصویر سمجھا اور مسلم نے کسی نصرانی کی۔ (فتح الباری)

---

[1] (بحوالہ مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۸ ص ۵۲۱-۵۲۳)

[2] (بخاری مع فتح الباری کتاب اللباس ج ۱۰ ص ۳۱۴)

اس حدیث میں مصوّروں کے لئے "اشد العذاب" کا ذکر اس آیت کے منافی نہیں جس میں آلِ فرعون کو اشد العذاب میں داخل کرنے کا ذکر ہے، کیونکہ مراد عذابِ اشد میں داخل ہونا ہے، اس میں مصوّر بھی ہو سکتے ہیں آلِ فرعون بھی اور دوسرے مجرم بھی۔

جیسا کہ حافظ نے طحاوی کی روایت سے مرفوعاً نقل کیا ہے:

"أشد الناس عذاباً يوم القيامة رجل هجا رجلا فهجا القبيلة باسرها"۔

مراد یہی ہے کہ ایسا کرنے والا عذابِ اشد میں آلِ فرعون وغیرہ کا شریک ہو گا۔[1]

قال عليه السلام ان اشد اهل النار عذابا يوم القيمة من قتل نبيا او قتله نبى او امام جائر وهٰؤلآء المصورون۔

یعنی قیامت میں دوزخیوں میں زیادہ سخت عذاب اس پر ہے جس نے کسی نبی کو شہید کیا یا کسی نبی نے اسے (جہاد میں) قتل کیا یا ظالم بادشاہ یا فوٹو گرافر۔[2]

تشریح: قوله: "ان اشد الناس عذابا يوم القيامة" قوله: أو قتله نبى: یہ "فی سبیل اللّٰہ" کی قید کے ساتھ مقید ہے۔

اس تقیید کی تائید ایک اور روایت سے ہوتی ہے:

"يشتد غضب الله على رجل يقتله رسول اللّٰہ"۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ فی سبیل اللہ کی قید اصل میں احتراز ہے اس سے جس کو کوئی نبی حد یا قصاص میں قتل کرے۔ کیونکہ جس کو اللہ کے واسطے نبی قتل کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص نبی کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا۔ اھ۔

البتہ اس پر غلام خضر کی وجہ سے اشکال پڑ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ صحیح قول کے مطابق نبی تھے۔ لیکن یہ اشکال "فی سبیل اللہ" کی قید سے رفع ہو سکتا ہے کیونکہ انہوں نے اس کو ایک حکمت کی وجہ سے قتل کیا تھا جس کا ذکر اپنے موقع محل میں ہو چکا ہے۔ أو قتل أحد والديه یہاں "او" تنویع کے لئے ہے۔

والمصورون: اس کا عطف "من قتل" کے محل پر ہے اور اسی طرح "وعالم لم ينتفع بعلمه" بے عمل عالم کو عذاب اس کی اپنی بے عملی کی وجہ سے ہو گا۔[3]

---

[1] (فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۱۵)

[2] (بیہقی فی شعب الایمان ۶/۱۹۷ الحدیث رقم ۷۸۸۸)

[3] (بحوالہ مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۸ ص ۵۳۵-۵۳۶)

سب سے بڑا ظالم فوٹو گرافر ہے

قال أبو زرعة: دخلت مع أبی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی دار مروان فرأی فیھا التصاویر فقال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: قال اللہ عزّ وجلّ: ومن أظلم ممن ذھب یخلق خلقاً کخلقی فلیخلقوا ذرّۃ ولیخلقوا حبّۃ أو لیخلقوا شعیرۃ۔

حضرت ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مروان کے گھر میں داخل ہوا، انہوں نے اس گھر میں تصاویر دیکھیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرتا ہے پس اس کو تو چاہیئے کہ وہ ذرہ پیدا کر کے دکھائے اور دانہ پیدا کر کے دکھائے اور جَو پیدا کر کے دکھائے۔[1]

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تصویریں بنانے والے کو اپنی پاک ذات سے مقابلہ کرنے والا گردانتا ہے، گویا اس کام کو اللہ تعالیٰ نے شرک کہا ہے۔

روایاتِ مذکورہ میں تصویر بنانے والوں کو قیامت میں سخت عذاب ہونے کا بیان ہے اور اس ضمن میں تصاویر کے استعمال کی ممانعت اور برائی کا بھی بیان ہو گیا، کیونکہ جن حالات میں یہ ارشادات آئے ہیں وہ عموماً اس کے ہیں کہ کسی کے مکان یا کپڑے وغیرہ میں تصویر دیکھی تو اس پر مصوّروں کے عذاب کا ذکر فرمایا، جس میں اشارہ اس طرف بھی ہو گیا کہ یہ عذاب کی چیز اپنے گھروں میں اور استعمال میں رکھنا بھی درست نہیں، جیسا کہ یہ مضمون صراحۃً بھی متعدد احادیث میں آگے آرہا ہے۔

ایک تیسری چیز ان روایات میں یہ بھی ہے کہ تصویر سازی یا تصویر کے استعمال کو شریعتِ اسلام نے کیوں حرام قرار دیا؟

اس کی بہت سی وجوہ میں سے ایک وجہ کا بیان ان روایات میں یہ ہے کہ تصویر اور تخلیق اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کی خاص صفات ہیں، جن میں کوئی غیر اللہ شریک نہیں ہو سکتا، حق تعالیٰ کے ننانوے اسماء حسنیٰ میں سے ایک خالق اور مصوّر بھی ہے، اور اس پر پوری اُمّت کا اتفاق ہے کہ یہ دونوں اسم اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں، غیر اللہ پر ان الفاظ کا اطلاق بھی جائز نہیں۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (الحشر ۲۴)

اس میں خالق اور مصور ہونے کی صفت حق تعالیٰ شانہ کی مخصوص صفت قرار دی گئی ہے، جن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شریک نہیں ہو سکتا، تو جس شخص نے کسی جاندار کی تصویر بنائی اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی صفتِ تخلیق و تصویر میں مداخلت اور

[1] (صحیح بخاری، باب نقض الصور، مسلم)

شرکت کا عملی دعویٰ کیا، اسی لئے حدیث میں اس کا عذاب یہ ذکر فرمایا کہ قیامت کے روز تصویر سازوں سے کہا جائے گا کہ تم نے ہماری صفتِ تخلیق و تصویر کی نقالی کرکے عملی طور پر خالق ور مصور ہونے کا دعویٰ کیا ہے، تو اب تم اس دعویٰ کو پورا کرکے دکھاؤ کہ ان میں روح بھی ڈالو، اور یہ ظاہر ہے کہ کسی بے جان میں جان ڈالنا نہ دنیا میں کسی کی قدرت ہے نہ آخرت میں ہوگی، اس لئے وہ اپنی بنائی ہوئی تصویروں میں جان نہ ڈال سکیں گے تو ان پر عذاب ہوگا۔

سب سے بڑا ظالم فوٹوگرافر!

وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: قال اللہ تعالیٰ ومن أظلم ممن ذھب یخلق خلقاً کخلقی فلیخلقوا ذرّۃ ولیخلقوا حبّۃ أو شعیرۃ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ شخص سب سے بڑا ظالم ہے جو میری تخلیق کی طرح تخلیق کرتا ہے پس اسے چاہیئے کہ وہ ایک چیونٹی یا دانہ یا جو پیدا کرے۔[1]

یعنی میں نے جس طرح صورت بنائی اسی طرح کی صورت بنائے۔ یہ درحقیقت پیدا کرنا تو نہیں جس مواد سے اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ یہ صورت بنا کر یہ گمان کرتا ہے کہ میں نے بنایا ہے۔ اگر یہاں دعویٰ پیدا کرنے کا رکھے تو اسے چاہیئے کہ وہ ایک چیونٹی یا دانہ یا جو پیدا کرے۔

قولہ: من اظلم: ای لا أحد أظلم "ذھب": (فعل شروع کے معنی میں ہے) **أی ارادو طفق و شرع۔**

"فلیخلقوا": اس سے پہلے شرط محذوف ہے۔ **ای فان زعموا ذلک فلیخلقوا** یہ امر برائے تعجیز ہے۔

ذرۃ: چھوٹی چیونٹی یا ہوا میں غبار بنادے یا ان جیسی ایسی کوئی چیز جس کو میں نے بغیر اسباب کے پیدا کیا ہے کوئی اور چیز۔

اویخلقوا: یہاں پر "**او**" تنویع کیلئے ہے اور اس میں تردید کا بھی احتمال ہے۔

حبۃ او شعیرۃ: "**حبہ**" سے اشارہ عام دانہ کی طرف اور "**شعیرۃ**" سے خاص دانہ کی طرف اشارہ ہے۔ تو اس صورت میں "**او**" تقسیم کیلئے ہوگا۔

الجامع الصغیر میں ہے:

"قال اللہ تعالیٰ: ومن اظلم ممن ذھب یخلق خلقا کخلقی فلیخلقوا حبۃ او یخلقوا ذرۃ او لیخلقوا شعیرۃ" رواہ احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، والشیخان رحمھم اللہ تعالیٰ علیہ عن ابی ہریرۃ ص۔[2]

---

[1] (أخرجه البخاری فی صحیحه ١٠/٣٨٥ الحدیث رقم ٥٩٥٣، ومسلم فی ٣/١٦٧١ الحدیث رقم ١٠١-٢١١١، وأحمد فی المسند ٢/٢٣٢)

[2] (بحواله مرقاة شرح مشکوة ج٨ ص ٥٢١)

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سرور عالم ﷺ سفر سے تشریف فرما ہوئے تھے میں نے ایک دروازہ پر تصویر دار پردہ لٹکا دیا۔ جب حضور اقدس ﷺ واپس تشریف لائے، اس کے ملاحظہ سے چہرہ انور کا رنگ بدل گیا۔ اندر تشریف نہ لائے۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں میں نے عرض کی:

یا رسول اللہ! اتوب الی اللہ و الی رسولہ ماذا اذنبت۔

یا رسول اللہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول علیہ السلام کی طرف توبہ کرتی ہوں، مجھ سے کیا خطا ہوئی۔

حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا:

ان اصحاب ھذہ الصور یعذبون یوم القیمۃ یقال لھم احیوا ما خلقتم۔

بے شک یہ فوٹو گرافروں کو قیامت کے دن عذاب ہو گا (ان سے کہا جائے گا) کہ جو تم نے بنایا ہے اسے زندہ کرو۔[1]

اے مسلمان بھائی! حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بے خبری کی بنا پر تصویر دار پردہ لٹکائے رکھا تھا اور وہ بھی صرف ایک بار۔ تم معلوم ہونے کے باوجود بار بار یہ گناہ کرتے ہو۔ تم خود سوچ لو کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کا کتنا غیظ و غضب ہو گا۔ یہ تم خود اپنے دل سے پوچھو کہ تم ان کی شفاعت کے امیدوار ہو یا نہیں؟

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: قدم رسول اللہ ﷺ من سفر و قد سترت بسھوۃ لی بقرام فیہ تماثیل فلما راہ رسول اللہ ﷺ ھتکہ و قال: أشد الناس عذاباً یوم القیامۃ الذین یضاھئون بخلق اللّٰہ، قالت: فقطعناہ فجعلناہ وسادۃ او وسادتین۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ سفر سے تشریف لائے، میں نے روشن دان پر ایک باریک پردہ ڈال دیا تھا جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں۔ جب حضورِ اقدس ﷺ نے اس پردے کو دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کو پھاڑ دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے عمل پیدائش کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے وہ پردہ کاٹ دیا اور اس سے ایک یا دو تکیے بنا لئے۔[2]

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قال: قدم النبی ﷺ من سفر و علقت درنوکا فیہ تماثیل فأمرنی ان انزعہ، فنزعتہ۔

---

[1] (بخاری ص ۸۸۱، مسلم)

[2] (صحیح بخاری، باب ما وطئی من التصاویر)

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سفر سے واپس تشریف لائے تو میں نے ایک چھوٹا کپڑا (دیوار پر) لٹکایا ہوا تھا جس میں تصاویر تھیں، آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کو ہٹادوں، تو میں نے اسے ہٹادیا۔[1]

تشریح: درنوک: بضمِ دال ایسے سوتی کپڑے کو کہا جاتا ہے جو فرش کے طور پر بچھایا جاسکے اور کبھی اس کو پردے کی طرح بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

صحیح مسلم میں اس حدیث کے اندر تصاویر کے ذکر کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یہ تصاویر ایسے گھوڑوں کی تھیں جن کے پَر لگے ہوئے تھے۔(فتح الباری)

وعنها انها کانت قد اتخذت علی سهوة لها ستراً فيه تماثيل فهتكه النبی ﷺ فاتخذت منه نمرقتين فكانتا فی البيت يجلس عليها۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی خاص بیٹھنے کی جگہ پر پردہ لٹکایا جس پر تصاویر تھیں تو آپ ﷺ نے اس پردے کو پھاڑ ڈالا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے دو تکئے بنالئے وہ دونوں گھر میں تھے، آپ ﷺ ان پر بیٹھتے تھے۔یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔(متفق علیہ)

تشریح: سهوة: سین مہملہ کے فتحہ اور ہاء کے سکون کے ساتھ ہے۔دو گھروں کے درمیان کی کھڑکی کو کہتے ہیں۔(ذکرہ فی شرح السنہ)

اور الفائق میں ہے کہ گھر کے سامنے ہوتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ رف یا طاق کے مشابہ ہوتا ہے جس میں چیزیں رکھی جاتی ہیں اور شاید اسی وجہ سے اسے "سهوة" کہا ہے کیونکہ یہ اپنے صغر و خفا کی وجہ سے نظروں سے غافل رہتا ہے۔یہ لها (اس کا متعلق محذوف ہے) ای کائنة لعائشة مختصة بها فيه تماثيل: یہ 'تمثال' کی جمع ہے۔ تمثال "شیئی مصور" کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد حیوان کی تصویر ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں یعنی اس کو کاٹ دیا اور اس میں موجود تصویر کو تلف کر دیا۔علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر اس حدیث اور سابق حدیث کے درمیان تطبیق کیسے ہوگی؟ میں کہتا ہوں کہ تماثیل... کو تصاویر پر محمول کیا جائے، تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان تصویروں کے سر کاٹ کر ان کو نمارق (تکیوں) میں استعمال کیا۔[2]

---

[1] (بخاری مع فتح الباری ۱۰:۳۱۸)

[2] (بحوالہ مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۸ ص۵۱۸-۵۱۹)

تصویر کی وجہ سے چہرہ مبارک پر ناراضگی

وعنها(رضی اللہ عنہا) انها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما رأها رسول الله ﷺ قام على الباب فلم يدخل فعرفت في وجهه الكراهية قالت فقلت يارسول الله ﷺ اتوب الى الله والىٰ رسوله ماذا اذنبت فقال رسول الله ﷺ مابال هٰذه النمرقة قالت قلت اشتريتها لک لتقعد عليها وتوسدها فقال رسول الله ﷺ ان اصحاب هٰذه الصور يعذبون يوم القيمة ويقال لهم احيوا ماخلقتم وقال ان البيت الذى فيه الصورة لاتدخله الملائكة۔ (متفق عليه)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک تکیہ خریدا جس پر تصاویر تھیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے جب اس کو دیکھا تو آپ ﷺ دروازے پر ٹھہرے رہے گھر میں تشریف نہ لائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر ناراضگی کے آثار پائے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرض کرنے لگیں یارسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف رجوع کرتی ہوں۔ میں نے کیا غلطی کی ہے کہ آپ ﷺ گھر میں تشریف نہیں لاتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس تکیے، کا کیا معاملہ ہے اور تم اسے کہاں سے لائی ہو؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرنے لگیں کہ اس کو میں نے آپ ﷺ کے لئے خریدا ہے تا کہ آپ ﷺ اس پر بیٹھیں اور تکیہ لگائیں یعنی جس طرح پسند ہو۔ تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا اس چیز کو زندہ کرو جس کو تم نے بنایا تھا اور ارشاد فرمایا یقیناوہ گھر جس میں تصویر ہو اس میں فرشتے نہیں داخل ہوتے (یعنی اور نہ ہی انبیاء واولیاء اس میں داخل ہوتے ہیں) یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔[1]

تشریح: **نمرقة:** نون اور راء کے ضمہ کے ساتھ، اور ایک نسخہ میں دونوں کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

چنانچہ القاموس میں ہے کہ "**النمرقة**" چھوٹے تکیہ والنمرقة مثلثہ ہے، یا اس تکیہ کو کہا جاتا ہے جو کجاوے کے اوپر رکھا جاتا ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: نون اور راء دونوں پر تینوں حرکتیں درست ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ دونوں کے کسرہ کے ساتھ ہے "**وسادة**" کو کہتے ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "**النمرق**" نون کے ضمہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ، چھوٹے تکیہ کو کہتے ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ مرقعۃ کو کہتے ہیں۔

[1] (أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۳۹۳الحدیث رقم ۵۹۶۱،ومسلم فی ۳/۱۶۶۹ الحدیث رقم(۹۶-۲۱۰۷)وأحمدفی المسند ۶/۲۴۶)

فیھاتصاویر: "تصاویر" یہ "صور" کے معنی میں ہے۔یعنی اس میں تصویریں تھیں۔ گویا کہ انہوں نے گھر کے سامنے والے حصہ میں ڈال رکھا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو وہیں پر ٹھہر گئے اور جلال کی وجہ سے گھر میں داخل نہ ہوئے۔

فعرفت: یہ متکلم کا صیغہ ہے اور ایک نسخہ میں بصیغۂ تانیث ہے۔ اس صورت میں یہ قول راوی کا ہو گا۔یعنی انہوں نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور کے تاثرات اور عدم دخول کی وجہ سے آپ ﷺ کی ناراضگی معلوم کرلی۔

"**الی**" کے اعادۃ میں ان دونوں کی طرف استقلال رجوع پر دلالت ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حسن ادب ہے، کہ گناہ پر مطلع ہوتے ہی توبہ کو مقدم کیا۔

جیسا کہ اللہ کا قول ہے:

عَفَا اللّٰہُ عَنۡکَ لِمَ اَذِنۡتَ لَھُمۡ (التوبۃ۴۳)

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تلطف اور رحم کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ نے عفو کو مقدم فرمایا۔ ذنب کے ذکر سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عفو سے ابتداء فرمائی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس گناہ پر کوئی اطلاع نہیں ہوئی تھی چنانچہ انہوں نے توبہ کو معرفتِ ذنب پر مقدم کیا، گویا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ پتہ نہیں تھا کہ آپ ﷺ کی ناگواری ان تصاویر کی وجہ سے ہے بلکہ انہوں نے خیال کیا ہو گا کہ شاید کراہت اس کو بچھانے اور گھر کو سجانے کی وجہ سے ہے، اس لئے انہوں نے یہ کچھ کیا۔

قولہ: ان أصحاب ھذہ الصور یعذبون: اس کا عموم تصویر ساز اور تصویر استعمال کرنے والے دونوں کو شامل ہے البتہ پہلی بات کی تائید اگلے جملہ سے ہو رہی ہے کہ ان سے کہا جائے گا کہ تم ان میں روح پھونک دو۔ ان کی مزید توہین مقصود ہے۔ کیونکہ خالق کے ساتھ مشابہت اختیار کی ہے اور ان کو "**احیوا**" کا حکم دراصل ان کا عجز بتلانے کے لئے ہے۔

جیسا کہ یہ آیت ہے:

فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَۃٍ مِّنۡ مِّثۡلِہٖ (البقرۃ۲۳)

تو اس سے معلوم ہوا کہ تصویر حرام ہے، اور یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ استعمال تصویر بھی ممنوع ہے کیونکہ یہ اس کا سبب و باعث ہے۔ مزید یہ کہ یہ دنیا کی زینت ہے۔ اگلا جملہ "**ان البیت الذی فیہ۔۔۔**" بھی اس کے امتناع اور سبب منع پر مشتمل ہے اور بظاہر اس حکم میں تمام گھروں کی تمام جگہوں کی تمام تصویریں شامل ہیں۔

قوله: لاتدخله الملائکة: یعنی جس طرح ملائکہ داخل نہیں ہوتے اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبع بھی داخل نہیں ہوتے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ملائکہ کا دخول فی البیت سے ممتنع ہونا تصویر کی وجہ سے ہے چاہے صورۃ مباح ہو یا حرام ہو۔

جیسا کہ حدیث سابق میں امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا:

و اللہ الموفق۔

اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث کے آخر حصہ کو روایت کیا ہے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حسنِ ادب

ادھر یہ بات قابلِ نظر ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ناراضگی کے آثار دیکھے تو پہلے عرض کیا کہ میں توبہ کرتی ہوں! بعد میں پوچھا کہ میرا گناہ کیا ہے؟ ازواج کو ایک مقام ناز کا بھی حاصل ہوتا ہے، آج تو کوئی جاں نثار خادم بھی یہ ادب نہیں جانتا، پہلے الزام ثابت کرنے کو کہتا ہے!

عن انس رضی اللہ عنہ قال: کان قرام لعائشۃ سترت بہ جانب بیتھا فقال لھا النبی ﷺ: امیطی عنی فانہ لا تزال تصاویرہ تعرض لی فی صلوٰتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایک پردہ تھا جس سے اپنے مکان کے ایک حصہ کو ڈھکا ہوا تھا، تو نبی کریم ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ: میرے پاس سے دور کر دو کیونکہ اس کی تصاویر میری نماز میں مخل ہوتی ہیں۔[1]

مذکور الصدر احادیث سے ثابت ہوا کہ جاندار چیزوں کی تصویر کا جیسے بنانا حرام ہے، ویسے ہی ان کا اپنے گھروں میں زینت کے پردوں وغیرہ میں رکھنا بھی ناجائز ہے، اور یہ کہ جاندار چیزوں کی تصویر کے علاوہ بے جان چیزوں میں جن اشیاء کی پرستش عام طور پر کی جاتی ہو جیسے صلیب اس کا نقش اور تصویر بھی رکھنا جائز نہیں۔

اور بعض احادیث میں ایک مضمون تو وہی کہ تصویر بنانے والوں کو قیامت میں سخت عذاب دیا جائے گا اور یہ کہ اس عذاب کی وجہ ان کی یہ حرکت ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخصوص صورتِ تخلیق میں اپنا حصہ لگانے کا دعویٰ عملاً کیا۔

---

[1] (بخاری مع فتح الباری ۱۰:۳۲۱)

دوسری بات اس میں یہ بھی ثابت ہوگئی کہ صرف تصویر کے بنانے والے ہی مستحقِ عذاب نہیں بلکہ ان کا استعمال کرنا بھی گناہ میں داخل ہے۔

یہ بھی ثابت ہوا کہ جس مکان میں تصاویر نمازی کے سامنے یا دائیں بائیں ہوں اس میں نماز بھی مکروہ ہے، **کما صرح به الفقهاء۔**

احادیثِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں اختلافِ الفاظ

پردہ میں تصویر کے متعلق حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چار احادیث آئی ہیں، ان میں دو میں آنحضرت ﷺ کے سفر سے واپسی کا ذکر ہے، یہ بیہقی کی روایت کے مطابق غزوۂ تبوک کا اور ابو داؤد و نسائی کی روایت کے مطابق غزوۂ تبوک یا خیبر کا سفر تھا۔

اور ان دونوں احادیث میں دیوار کے کسی حصہ میں ایک باتصویر پردہ لٹکانے کا ذکر ہے، ایک حدیث میں پردہ کو بلفظ "**قرام**" اور دوسری میں بلفظ "**دُرنوک**" بیان کیا گیا ہے۔

اوران دونوں روایتوں میں سے پہلی میں ہے کہ آپ ﷺ نے جب اس مصوّر پردہ کو دیکھا تو خود بدستِ مبارک اس کو چاک کر دیا، اور دوسری روایت میں بخاری کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس کے الگ کرنے کا حکم فرمایا۔ مگر مسندِ احمد میں اسی دوسری حدیث جس میں لفظ "**دُرنوک**" استعمال کیا گیا ہے، اس میں بھی یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کو اپنے دستِ مبارک سے پھاڑ دیا۔

اور دونوں ہی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ پھاڑنے کے بعد صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے دو گدّے یا تکئے بنا لئے تھے، جن کو رسول اللہ ﷺ بھی استعمال فرماتے تھے۔ قرام والی حدیث میں تو اس کے دو تکئے بنا لینا خود بخاری کے الفاظ میں بھی ہے، اور دُرنوک والی حدیث میں اس کے دو تکیے بنا لینا مسندِ احمد کی روایت میں موجود ہے۔

ان دونوں روایات کا واقعہ اتنی چیزوں میں مشترک ہے جن کا اُوپر ذکر آیا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ یہ دونوں روایات ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔

البتہ جس حدیث میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایک مصوّر **نمرقه** یعنی گدّا خریدنا اور رسول اللہ ﷺ کا اس کو دیکھ کر غضبناک ہونا اور گھر میں داخل ہونے سے رکنا مذکور ہے، یہ بظاہر دوسرا مستقل واقعہ ہے، اس میں کسی سفر سے واپسی کا بھی ذکر نہیں اور اپنے ہاتھ سے چاک کر دینے کا بھی ذکر نہیں ہے، بلکہ اظہار ناراضی کے لئے گھر کے اندر تشریف لانے سے رُکنا اور

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

اس پر صدیقہ رضی اللہ عنہا کا متنبہ ہو کر توبہ کرنا منقول ہے، مسند احمد کی روایت میں اس نمرقہ کے بھی دو ٹکڑے کر کے دو تکئے بنا لینے کا ذکر ہے، مسند کے الفاظ میں **نمرقه** کے بجائے **نمط** کا لفظ آیا ہے۔

اسی طرح حدیث بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں مصوّر پردہ کا ذکر ہے اس میں بہت نرم الفاظ آئے ہیں، اس میں یہ بھی ہے کہ اس پردہ میں تصاویر ہونا آپ ﷺ کو پہلے سے معلوم بھی تھا اور اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس کو گھر میں باقی رکھا، اور نہ صرف باقی رکھا بلکہ نماز بھی وہیں پڑھتے تھے، ایک روز یہ فرمایا کہ اس کو میری طرف سے ہٹادو کیونکہ اس کی تصویر میری نماز میں خلل انداز ہوتی ہے، جو سابقہ تینوں روایتوں سے بالکل مختلف ہے۔

خصوصاً مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

انها کانت لها ثوب فيه تصاوير ممدو دالی سهوة و کان النبی ﷺ يصلّی اليه فقال: اخريه عنی!۔

یعنی "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک کپڑا تھا جس میں تصاویر تھیں، یہ ایک طاق یا الماری کی طرف پھیلا ہوا تھا، نبی کریم ﷺ اس کی طرف نماز پڑھتے تھے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو میری طرف سے ہٹادو!"۔[1]

اسکے متعلق حافظ نے فتح الباری میں فرمایا: کہ اس روایت اور روایاتِ سابقہ میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ پہلی روایات کے واقعہ میں جانداروں کی تصاویر تھیں اور اس روایت میں تصاویر ذی روح کی نہ ہوں بلکہ درختوں، پھولوں کے نقش و نگار ہوں، اسی لئے اس پردہ کو آپ ﷺ نے قائم رکھا اور وہ فرشتوں کے داخلہ سے بھی مانع نہیں ہوا، اور نماز میں اس کی طرف رُخ کرنا بھی گوارا کیا گیا، مگر چونکہ نقش و نگار بعض اوقات انسان کی توجہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہٹا کر اپنے میں مشغول کر لیتے ہیں، اس لئے ازراہِ تقویٰ اس کو ہٹانے کا حکم فرمایا، اور یہ حکم ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض روایات میں دیوار پر غیر مصوّر پردہ ڈالنے سے بھی اس لئے روکا گیا کہ یہ زہد اور شانِ نبوّت کے خلاف ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دروازہ پر پردہ دیکھ کر آپ ﷺ کا واپس ہو جانا جو آگے حدیث میں آرہا ہے، اس کی بھی یہ توجیہ خود حدیث میں مذکور ہے کہ ہم اور ہمارے اہل بیت کو نقش و نگار سے کیا کام ہے، عمدۃ القاری میں علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی روایات کی تطبیق اسی طرح نقل کی ہے۔[2]

اور اگر اس میں ذی روح کی تصویریں ہوں تو پھر یہ حدیث تصاویر کی ممانعت سے پہلے ابتداء ہجرت کے وقت کی حدیث قرار دی جائے گی جیسا کہ بہت سے حضرات نے صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گُڑیوں کے متعلق ایسا فرمایا ہے۔

---

[1] (فتح الباری ۱۰:۳۲۱)

[2] (فتح الباری، ۲۲:۷۴)

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

فرشتوں کی برکات سے محروم رکھنے والے "کتا اور تصاویر"

عن ابی طلحۃ قال قال النبی ﷺ لا تدخل الملٰئکۃ بیتاً فیہ کلبٌ و لا تصاویر۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس گھر میں کتا اور تصاویر ہوں وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔[1]

تشریح:

لا تدخل الملائکۃ: یہ صیغہ تذکیر و تانیث دونوں کے ساتھ جائز ہے۔ اس سے مراد ملائکہ رحمت ہیں نہ کہ حفاظت پر مامور اور موت والے ملائکہ۔ اس میں ان کی کراہت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ لیکن وہ ان کاموں پر مامور ہوتے ہیں اور جو ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ اسے بجالاتے ہیں۔

بیتا فیہ کلب: سے مراد رہائش کی جگہ ہے، اس سے شکار، کھیتی اور چوپایوں کی حفاظت کے لئے رکھے جانے والے کتے مستثنیٰ ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ یہ بھی مانع ہیں اگرچہ ان کا رکھنا حرام نہیں ہے۔

و لا تصاویر: یہ تمام انواع کی صورت کو شامل ہے۔ البتہ وہ چیزیں جن کو پاؤں کے ساتھ روندا جاتا ہو۔ ان میں رخصت ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن الملک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو ذکر کیا ہے۔

علامہ خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ دراصل ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں وہ کتے اور تصویریں ہوں جو حرام ہیں۔ البتہ جو کتے حرام نہیں ہیں، مثلاً کھیتی، شکار اور ماشیہ (جانوروں کی حفاظت) کیلئے رکھے گئے کتے اور وہ تصویریں جو حرام نہ ہوں، یعنی جو بستر اور تکیوں میں ہوں تو یہ دخول ملائکہ کیلئے مانع کی حیثیت نہیں رکھتے۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ زیادہ واضح بات یہ ہے کہ یہ حکم کلب اور تصویر کے بارے میں عام ہے اور ان سب کی وجہ سے یہ ملائکہ گھر وغیرہ میں داخل نہیں ہوتے ہیں کیونکہ احادیث مطلق ہیں اور اس لئے بھی نبی علیہ السلام کے گھر میں کتا چارپائی کے نیچے تھا، اس میں تو عذر ظاہر تھا کیونکہ نبی علیہ السلام کو اس کا علم نہیں تھا مگر اس کے باوجود جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے گھر میں داخل نہیں ہوئے۔

---

[1] (أخرج البخاری فی صحیحہ ۱۰/۳۸۰ الحدیث رقم ۵۹۴۹ ومسلم فی ۳/۱۶۶۵ الحدیث رقم (۸۳-۲۱۰۶)، وأبو داؤد فی السنن ۴/ ۳۸۴ الحدیث رقم ۴۱۵۳، والترمذی فی ۵/۱۰۶ الحدیث رقم ۲۸۰۴، والنسائی فی ۸/۲۱۲ الحدیث رقم ۵۳۴۷، وابن ماجہ فی ۲/۱۲۰۳ الحدیث رقم ۳۶۴۹، وأحمد فی المسند ۴/۲۹، مشکوۃ شریف ص ۳۸۵ باب التصاویر)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ فرشتوں کا تصویر والے گھر میں داخل نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ تصویر ان چیزوں میں سے ہے جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے اور جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتے اس لئے داخل نہیں ہوتے کہ کتا گندگی کھاتا ہے اور اس لئے بھی کہ ان میں سے بعض کو شیطان کہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، اور ملائکہ شیطان کی ضد ہیں اور اس لئے بھی کہ کتوں سے قبیح قسم کی بو آتی ہے اور جو کوئی کتا رکھے گا اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو محروم کر دیا جائے بایں طور کہ نہ ملائکہ اس کے گھر میں داخل ہوں اور نہ اس کے لئے دعائے رحمت و استغفار کریں۔ یہ فرشتے حفاظت کرنے والوں کے علاوہ ہیں، کیونکہ وہ مکلفین سے جدا نہیں ہوسکتے۔ ہمارے اصحاب اور دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ حیوان کی تصویر بنانا شدید حرام ہے اور کبائر میں سے ہے، کیونکہ اس پر یہ شدید قسم کی وعید وارد ہوئی ہے۔ چاہے کپڑے پر بنائے یا بستر پر دراہم و دینار پر بنائے یا کسی اور چیز پر۔ البتہ درختوں، کجاوہ اور پہاڑ اور اس طرح کی دوسری چیزوں کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے۔ یہ نفس تصویر کا حکم ہے۔ البتہ اگر حیوان کی تصویر بنائے، تو اگر وہ دیوار پر معلق ہے چاہے اس تصویر کا سایہ ہو یا نہ ہو، کپڑے پر بنائے اور وہ کپڑا ملبوس ہو یا عمامہ یا اس طرح کی چیز ہو تو وہ بھی حرام ہے۔ البتہ تکیہ اور اس جیسی وہ چیزیں جس کو روندا جاتا ہے تو ان پر تصویر حرام نہیں ہے۔ لیکن کیا یہ بھی دخول ملائکہ کا مانع بنتا ہے یا نہیں؟ تو اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں البتہ وہ گڑیا جو بچیوں کے کھیل کے لئے کپڑوں سے بنائی جاتی ہے تو اس میں رخصت ہے۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آدمی کے لئے اس کے خریدنے کو مکروہ لکھا ہے اور بعض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان کے ساتھ بچیوں کے کھیلنے کی اباحت ان احادیث سے منسوخ ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم۔

جامع صغیر میں ہے، کہ اس حدیث کو احمد، شیخین، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ابو طلحہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

لا تدخل الملائکۃ بیتا فیه کلب ولا صورۃ۔

امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ترمذی، ابن حبان، نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کیا ہے:

ان الملائکۃ لا تدخل بیتا فیه تماثیل او صورۃ۔

ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طرح روایت کیا ہے:

ان الملائکۃ لا تدخل بیتا فیه کلب ولا صورۃ۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "ولا تصاویر" کا عطف "کلب" پر ہے اور ظاہر کا حق یہ تھا کہ "لا" کا تکرار ہوتا اور یوں کہا جاتا: "لا کلب ولا تصاویر" لیکن سیاق نفی میں واقع ہونے کی وجہ سے یہ جائز ہے۔

جیسا کہ یہ آیت ہے:

مَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ (الأحقاف ۹)

اور اس میں تاکید ہے۔ اگر اس کو ذکر نہ کرتے تو اس میں یہ احتمال ہوتا کہ ان کے درمیان جمع کی نفی ہے۔

جیسا کہ یہ قول ہے:

"ما كلمت زيداً ولا عمرواً"۔

اگر اس کو حذف کرتے تو جائز تھا کہ ان میں سے کسی ایک کا تکلم ہوتا۔ کیونکہ "واؤ" جمع کے لئے ہے اور "لا" اعادۃ فعل کی طرح ہے۔"[1]

عن أبي طلحة رضى الله تعالىٰ عنه يقول: سمعت رسول الله ﷺ: لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔[2]

عن عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: وعد جبريل النبي ﷺ فراث عليه حتى اشتد على النبي ﷺ فخرج النبي ﷺ فلقيه فشكا اليه ما وجد فقال: انا لا ندخل بيتاً فيه صورة ولا كلب۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنے میں تاخیر کر دی، حضورِ اقدس ﷺ پر یہ بات شاق گزری، آپ ﷺ گھر سے باہر نکلے وہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی، آپ ﷺ نے انتظار کی وجہ سے جو تکلیف ہوئی اس کی شکایت فرمائی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔

عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله ﷺ لا تدخل الملائكة بيتاً فيه تماثيل أو تصاوير۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں مجسمے یا تصاویر ہوں۔ (صحیح مسلم)

عن عبد الله بن نجيّ الحضرمي عن أبيه عن علي رضى الله عنهم في حديث طويل عن رسول الله ﷺ أنه ذكر عن جبريل عليه السلام أنه قال: انها ثلاث لن يلج ملك ما داموا فيها أبداً واحد منها كلب او جنابة او صورة روح۔ أخرجه احمد في مسنده كما في فتح الباري ، وأخرجه أيضاً النسائي وابن ماجه مختصراً وسنده جيد كما في "الفتح الرباني"۔

---

[1] (بحواله مرقاة شرح مشكوة ج۸ ص ۵۱۲-۵۱۳)

[2] (صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، الموسوعة الفقهيه ج ٦ ص ١٣٤، فتح الباری ١٠ ص ٣٨٠، مطبوعه السلفية)

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

حضرت عبد اللہ بن نجی الحضرمی اپنے والد سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں حضورِ اقدس ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جب تک وہ کسی جگہ پر ہوں، فرشتے اس جگہ داخل نہیں ہوتے، ان میں سے ایک کتا، دوسرے ناپاکی کی حالت والا، تیسرے جاندار کی تصویر۔[1]

انها ثلث لم يلج ملک ما دام فيها واحد منها کلب او جنابة او صورة روح۔

جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ کوئی فرشتہ رحمت وبرکت کا اس گھر میں داخل نہیں ہو گا جب تک اِن تین چیزوں میں ایک اس گھر میں ہو: کتا، جُنب، اور جاندار کی تصویر۔ (احمد، نسائی)

وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنه عن ميمونة ان رسول الله ﷺ اصبح يوما واجما وقال ان جبرئيل كان وعدني ان يلقاني الليلة فلم يلقني اما والله ما اخلفني ثم وقع في نفسه جرو كلب تحت فسطاط له فامر به فاخرج ثم اخذ بيده ماءً فنضح مكانه فلما امسىٰ لقيه جبرئيل فقال لقد كنت وعدتني ان تلقاني البارحة قال اجل ولكنا لا ندخل بيتا فيه كلب ولا صورة فاصبح رسول الله ﷺ يومئذ فامر بقتل الكلاب حتى انه يأمر بقتل كلب الحائط الصغير ويترك كلب الحائط الكبير۔ (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک صبح کو رسول اللہ ﷺ خاموش اور غمگین تھے تو آپ ﷺ نے غمگین ہونے کا سبب حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا یا کسی اور زوجہ محترمہ سے یا بطور تعجب اور حیرانی کے فرمایا کہ آپ ﷺ کے دل میں یہ بات آئی کہ آج رات جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا مگر اس نے ملاقات نہیں کی اللہ کی قسم جبرائیل علیہ السلام اپنے وعدے کی خلاف ورزی مجھ سے نہیں کرتے پھر آپ ﷺ کے دل میں خیال آیا کہ کتے کا بچہ جو آپ ﷺ کے خیمہ کے نیچے پڑا تھا جبرائیل علیہ السلام اس کی وجہ سے نہیں آئے آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس کتے کے بچے کو نکال دیا جائے اسے نکال دیا گیا پھر آپ ﷺ نے تھوڑا سا پانی لے کر اس کی جگہ پر چھڑکا تو پھر جب شام ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام کی آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے مجھ سے گزشتہ رات ملنے کا وعدہ کیا تھا، انہوں نے کہا جی ہاں مگر ہم ان گھروں میں داخل نہیں ہوتے جہاں کُتا یا تصویر ہو، پس جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے چھوٹے باغوں کے کتوں کو بھی مارنے کا حکم دیا کیونکہ ان میں حفاظت کی ضرورت نہیں ہوتی اور بڑے باغوں کے کتوں کو چھوڑ دیا کیونکہ ان میں حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔[2]

---

[1] (فتح الباری ۹۷۹:۷)

[2] (أخرجه مسلم في صحيحه ۳/۱۶۶۴ الحديث رقم (۸۲-۲۱۰۵) وأبو داؤد في السنن ۴/۳۸۷ الحديث رقم ۴۱۵۷)

تشریح: عن میمونة "اصبح" یہ "اصباح" کے لئے ظرف ہے۔

واجماً: میم سے پہلے جیم ساکن ہے، یہ حال ہے۔ أی ساکناً حزیناً من الوجوم۔ غم اور غصہ کی وجہ سے خاموش ہونے کو کہتے ہیں اور "النهاية" میں ہے ای مهتماً "واجم" اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کو غم خاموش کرادے اور اس پر سخت رنج غالب آجائے۔

ان یلقانی: یاء متکلم کے فتحہ کے ساتھ ہے اور اس کو ساکن کرنا بھی جائز ہے اور وصل میں اس کا حذف بھی جائز ہے۔

اللیلة: یہ "وعد" کیلئے ظرف ہے۔ "ام" ہمزہ کے فتحہ اور میم کے ساتھ۔ یہاں پر "ام" تنبیہ کے لئے ہے اور الف کو تخفیفاحذف کر دیا گیا ہے۔ "الجرو" جیم مکسور، راء ساکن اور پھر واؤ ہے۔ القاموس میں ہے کہ "الجرو" میں تینوں حرکات درست ہیں۔ کتے کے چھوٹے بچے کو کہتے ہیں۔

فسطاط: فاء کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ ایک قسم کے خیمہ کو کہتے ہیں، یہاں اس سے مراد چارپائی ہے۔

فأمر به: ای باخراج الجرو۔ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ جس شخص کا وقت ضائع ہو جائے اور اس کا وظیفہ خراب ہو جائے تو اس کو اس کے سبب میں غور و فکر کرنا چاہئے جیسا کہ یہاں نبی علیہ السلام نے کیا یہاں تک کہ اس کتے کو نکال دیا اور اس کی طرف قرآن کریم نے بھی اشارہ دیا:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ (الأعراف ۲۰۱)

"جو لوگ پرہیزگار ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو چونک پڑتے ہیں اور (دل کی آنکھیں کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں۔"

أمسی: أی دخل المساء زوال کے بعد یا سورج کے غروب ہونے کے بعد کا وقت مراد ہے۔

"أجل": لام مخففہ کے سکون کے ساتھ بمعنی "نعم"۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے چھوٹے باغ کے کتوں کے قتل کرنے کا حکم کیا۔ کیونکہ ایسے باغوں کو حراست کی ضرورت نہیں تھی۔ جب کہ بڑے باغات کے کتوں کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا کیونکہ کتوں کے بغیر اس کی پہرہ داری مکمل نہیں تھی۔

حتی انه: "انّ بکسر الھمزہ ہے" اور ضمیر ضمیر شان ہے، یا نبی کریم ﷺ کی طرف راجع ہے، علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "یامر" حکایت حال ماضیہ ہے۔ "یترک" یہ معطوف ہے۔ اس تقدیر پر کہ یہ "لم یأمر بقتل کلب الحائط الکبیر" کے معنی میں ہے اور یہ "حائط الکبیر" کے وصف سے مستفاد ہوتا ہے۔

یہ اس شخص کے لئے دلیل ہے جو مفہوم مخالف پر عمل کرتا ہے۔ جیسا کہ سائمہ غنم کی زکوٰۃ میں کہتا ہوں عمل بالقید اور عمل بالمفہوم میں فرق ہے اور حدیث مفہوم مخالف کے عدم اعتبار میں صریح ہے۔ ورنہ تو کلام میں واصل کا تکرار ہوتا اور تحصیل حاصل ہوتا۔ کیونکہ "یآمر بقتل کلب الحائط الصغیر" کا مفہوم یہ ہے: لم یأمر بقتل کلب الحائط الکبیر بل یترکہ۔ کہ آپ نے بڑے باغ کے کتوں کے قتل کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کو چھوڑ دیا اور اسی طرح "ویترک کلب الحائط الکبیر" کا مفہوم یہ ہے: لم یترک کلب الحائط الصغیر بل یأمر بقتلہ کہ آپ ﷺ نے چھوٹے باغ کے کتوں کو نہیں چھوڑا بلکہ اس کے قتل کا حکم دیا۔ واللہ اعلم۔[1]

فوٹو کی ہتک کے لئے جبرئیل علیہ السلام نے کیا فرمایا

قال علیہ السلام أتانی جبریل فقال لی مر برأس التماثیل یقطع فتصیر کھیئۃ الشجرۃ وامر بالستر فیقطع فیجعل وسادتین منبوذتین توطئان۔

میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور عرض کی کہ حضور آپ حکم فرمائیں کہ فوٹو کا سر کاٹا جائے کہ پیڑ کی طرح رہ جائیں اور تصویر والے پردے کے لئے حکم فرمایئے کہ دو مسندیں بنالی جائیں کہ زمین پر ڈال کر پاؤں سے روندی جائیں۔ (ترمذی، نسائی)

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اتانی جبرئیل علیہ السلام قال اتیتک البارحۃ فلم یمنعنی ان اکون دخلت الا انہ کان علی الباب تماثیل وکان فی البیت قرامٌ سترٌ فیہ تماثیل وکان فی البیت کلبٌ فمر برأس التمثال الذی علی باب البیت فیقطع فیصیر کھیئۃ الشّجرۃ ومر بالستر فلیقطع فلیجعل وسادتین منبوذتین توطان ومر بالکلب فلیخرج ففعل رسول اللہ ﷺ۔

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف آئے اور کہنے لگے گزشتہ رات بھی آپ کے پاس آیا تھا، مجھے گھر میں داخلہ سے دروازہ کی تصاویر نے منع کر دیا اور گھر میں تصویر والا رنگین منقش پردہ تھا جس کو لٹکایا گیا تھا اور گھر میں کتا تھا۔ پس آپ ان تصاویر کے سر کاٹنے کا حکم فرمائیں جو دروازے پر لگی ہوں یعنی پردے کی تصاویر کے سر کاٹ دیئے جائیں جس سے وہ درخت کی شکل بن جائیں، ان کی ہیئت تصاویر والی باقی نہ رہے اور آپ یہ حکم دیں کہ پردے کو کاٹ کر دو تکئے بنا لئے جائیں۔ تاکہ وہ روندنے میں آئیں اور گھر سے کُتا نکالنے کا حکم فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ویسا ہی کیا جو جبرائیل علیہ السلام نے کہا تھا۔ یہ ترمذی وابوداؤد کی روایت ہے۔"[2]

[1] (بحوالہ مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۸ ص ۵۱۳-۵۱۴)

[2] (أخرجہ أبو داؤد فی السنن ۳۸۸/۴ الحدیث رقم ۴۱۵۸، والترمذی فی السنن ۲۸۰۶، وأحمد فی المسند ۳۰۵/۲)

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

تشریح: **قال:** یہ استئناف ہے، سوال مقدر کے جواب کے لئے بیان ہے۔

أن أکون: (اس سے پہلے حرف جر مقدر ہے "تاء" کے فتح کے ساتھ "**تمثال**" بکسر الاول کی جمع ہے۔

ابن الملک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حیوانات کی تصاویر ہیں۔

و کان: ما قبل "**کان**" حرفِ عطف ہے۔ لہٰذا یہ بھی کلام جبرائیلؑ کا حصہ ہے۔

القرام: قاف کے کسرہ کے ساتھ منقش پردے کو کہتے ہیں۔

اور القاموس میں ہے کہ "**القرام**" (از روئے وزن) "کتاب" کی طرح ہے سرخ پردہ کو کہتے ہیں یا وہ رنگدار کپڑا جو اون سے بنا ہو جس میں نقش و نگار اور پھول بوٹے ہوں یا باریک پردے کو کہتے ہیں۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے النہایہ سے نقل کیا ہے کہ قرام باریک پردہ کو کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک اس سے مراد رنگ برنگی اون سے بنا ہوا کپڑا ہے اور اس میں اضافت ایسی ہے کہ جیسی "ثوب قمیص" میں ہے اور بعض کے ہاں "قرام" سے مراد وہ باریک پردہ ہے جو موٹے پردے کے پیچھے لٹکایا جاتا ہے اور اسی لئے اس کی اضافت ہے۔

یقطع: یہ مجہول کا صیغہ ہے، تخفیف کے ساتھ ہے اور ایک نسخہ میں تشدید کے ساتھ ہے اور مرفوع ہے اور ایک نسخہ صحیح میں نصب کے ساتھ ہے اور ضمیر "**رأس التمثال**" کی طرف راجع ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جامع الاصول اور مصابیح کے اکثر نسخوں میں رفع کے ساتھ ہے اس طور پر کہ مبتدا محذوف کی خبر ہے اور بعض میں نصب کے ساتھ ہے جواب امر ہونے کی وجہ سے اس لئے کہ شارع کا امر امتثال کا سبب ہوتا ہے اور پہلا (ضبط) معنیٰ کے لحاظ سے زیادہ لطیف ہے۔

فیصیر: اس میں بھی دونوں صورتیں ہیں۔ **ای یرجع التمثال المقطع رأسہ۔** اگر یہ کہا جائے **کھیئۃ الشجرۃ:** کہ اس کے ذکر کا کیا فائدہ ہے؟ میں کہوں گا کہ یہ بتلانا تھا کہ قطع سے مراد اس کے سر کی جگہ کا مٹانا نہیں ہے بلکہ اس کو جدا کرنا مراد ہے کیونکہ یہ اس وقت تک شجر کی طرح نہیں ہوتا جب تک اس سے سر جدا نہ ہو۔ جب تک اس پر سر باقی رہے گا یا مٹا ہوا ہو گا تو وہ ھیئۃ شجرۃ نہیں ہو سکتا۔ (**ابن الملک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ**) اور یہ معقول و منقول کے خلاف ہے۔ پہلی صورت میں جب سر مٹا دیا جائے گا اور چہرہ کی وہ صورت کہ جس سے امتیاز ہوتا ہے وہ بھی مٹا دی جائے گی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ھیئۃ شجرہ کی طرح ہو جاتا ہے اور یہ امر مشاہد ہے اور دوسری صورت میں یہ خلاف مذہب ہے۔

چنانچہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ مکروہ ہے کہ آدمی نماز پڑھے اور اس کے سامنے یا اس کے اوپر یا دائیں طرف یا بائیں طرف کپڑوں پر تصاویر ہوں اور "**بساط**" کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ بچھونے پر مکروہ نہیں ہے جب تک کہ

تصاویر پر سجدہ نہ کرے فرمایا اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب تصویر ناظرین کو بغیر تکلف کے نظر آتی ہو۔ اگر وہ تصویر چھوٹی ہو یا اس کا سر مٹا ہوا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شرح السنہ میں ہے کہ اس میں دلیل ہے کہ جب تصویر کی حقیقت متغیر ہو جائے اس طور پر کہ اس کے سر کو کاٹ دیا جائے، کا اس کے جوڑ جدا کر دیئے جائیں کہ صرف صورت کا اثر باقی رہ جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ کہ جب تصویر کی جگہ کو توڑ دیا جائے یہاں تک کہ اس کے اوصال کٹ جائیں تو پھر اس کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔

توطان: یہ صیغۂ مجہول کے ساتھ ہے یعنی ان کو روندنے، ان پر بیٹھنے یا اس سے ٹیک لگانے سے اس کی اہانت کی جاتی ہو اور "وطا" اصل میں پاؤں کے ساتھ مارنے کو کہتے ہیں اور پردہ کو کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ اس سے دو تکیئے بنائے جائیں۔ جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے۔ اس سے تصویر دار چیز کے استعمال کا جواز نکلتا ہے جیسا کہ تکیہ بستر اور بساط۔

اور بعض نے کہا ہے کہ "**قطع**" سے مراد یہ ہے کہ تصویر کی کوئی جگہ باقی نہ رہے، یہ احتمال بعید ہے اور ممکن ہے کہ "ستر" سے مراد جنس ستر ہو و دروازہ وغیرہ پر لٹکے ہوئے پردے اور گھر میں موجود پردہ کو بھی شامل ہے اور "**قطع**" سے مراد برابر کر کے کاٹنا ہے۔ پھر اس کو سی کر دو تکیے بنا لئے جائیں۔

فیخرج: یہ مجہول کے صیغہ کے ساتھ ہے اور ایک نسخہ میں "**فلیخرج**" ہے۔

ففعل رسول اللہ ﷺ: یعنی جو کچھ مذکور ہوا، وہ سب کچھ کر دیا، یا فعل کو بمنزلہ لازم کے کیا ہے۔ **ای امتثل، واللہ اعلم۔**[1]

بعض حضرات کے نزدیک تصویر والے گھر میں داخل ہونے سے باز رہنا صرف ملائکہ وحی جبرائیل واسرفیل وغیرہ کے ساتھ مخصوص ہے عام فرشتوں کا یہ حکم نہیں، اس قول پر یہ اعتراض تو صحیح نہیں کہ زمانۂ وحی یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد تصویر والے مکان میں داخل ہونا اور تصویر کا استعمال کرنا وغیرہ سب جائز ہو جانا لازم آتا ہے۔ کیونکہ جب وحی بند ہوئی تو ان فرشتوں کا زمین پر آنا بھی بند ہو گیا اور یہ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد سلسلۂ وحی بند ہو جانے سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ ملائکہ وحی جبرائیل علیہ السلام وغیرہ زمین ہی پر نہ اُتریں، بلکہ بہت سی احادیثِ صریحہ سے ان کا قیامت تک ہر زمانہ میں زمین پر تشریف لانا ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک **تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ** میں روح سے جبرائیل ل مراد ہیں۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بیہقی وابن حبان وغیرہ نے بروایت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طبرانی نے بروایت میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آنحضرت ﷺ سے بعبارات مختلفہ

---

[1] (بحوالہ مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۸، ص۵۲۷-۵۲۹)

جبرائیل و میکائیل واسرافیل وغیرہم کا ہر زمانہ میں زمین پر تشریف لانا نقل کیا ہے اور حدیث مشکوٰۃ دربارۂ نزولِ جبرائیل علیہ السلام "فی کبکبۃ من الملٰئکۃ"۔

اور یہ جو مشہور ہے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جبرائیل علیہ السلام زمین پر تشریف نہ لاویں گے، اس کو شیخ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "الاعلام بنزول عیسیٰ علیہ السلام" میں ردّ کر دیا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔

فوٹوگرافر کو ایک شرط پر عذاب سے تخفیف

عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قال: سمعت محمداً ﷺ یقول: من صوّر صورۃ فی الدنیا کلّف یوم القیامۃ ان ینفخ الروح ولیس بنافخ۔

یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے محمد رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں کوئی تصویر بنائے گا تو قیامت کے روز اس کو اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس کے اندر روح ڈالے اور وہ اس کے اندر روح نہیں ڈال سکے گا۔[1]

غور کر کے دیکھو کس طرف جا رہے ہو؟

عن سعید بن أبی الحسن قال کنت عند ابن عباس اذ جاءہ رجل فقال: یا ابن عباس! انی رجل انما معیشتی من صنعۃ یدی وانی اصنع ھذہ التصاویر، فقال: ابن عباس: لا أحدّثک الا ما سمعت من رسول اللہ ﷺ سمعتہ یقول: من صوّر صورۃ فانّ اللہ معذبہ حتی ینفخ فیھا الروح ولیس بنافخ فیھا ابدا۔ فربا الرجل ربوۃ شدیدۃ واصفر وجھہ، فقال: ویحک ان أبیت الا ان تصنع فعلیک بھذا الشجر، کل شیء لیس فیہ روح۔

حضرت سعید بن أبي الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا، اتنے میں ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آکر کہا کہ اے ابن عباس! میری معیشت کا مدار میرے ہاتھ کی صنعت پر ہے اور میں یہ تصاویر بناتا ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے وہ بات بیان کرتا ہوں جو جناب رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنی ہے، میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے کوئی تصویر بنائی تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے والے ہیں یہاں تک کہ وہ اس تصویر میں روح ڈال دے اور وہ کبھی بھی اس میں روح نہیں ڈال سکے گا، یہ سن کر اس شخص نے ایک لمبی سانس لی اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم پر بڑا

[1] (صحیح بخاری باب من صور صورۃ الخ)

افسوس ہے کہ تو تمام پیشوں سے انکار اور صرف مصوری کو اختیار کرنے والا ہے، اگر بنانا ہی ہے تو درختوں اور ہر اس چیز کی تصویر بنا جس میں روح نہ ہو۔[1]

تشریح: یعنی میری معاش کا ذریعہ تو صرف تصاویر ہی ہے۔

لا احدث: "لا" نافیہ ہے۔

ای لا اخبرک فی جوابک۔ اور میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ نبی کی بات نفس میں زیادہ تأثیر رکھتی ہے۔ جس نے تصویر بنائی اور اس کو اپنا مشغلہ بنایا۔

قولہ: فان اللہ معذبہ: یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور ایک نسخہ صحیحہ میں مضارع کے صیغہ کے ساتھ "یعذبہ" ہے۔

حتی ینفخ فیہ: اور ایک نسخہ میں "فیھا" ہے ای فی الصورۃ اور اس کی تائید اگلے جملہ سے ہوتی ہے:

ولیس بنافخ فیھا ابدا۔

اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کا عذاب ہمیشہ ہوگا، یہ وعید شدید پر محمول ہے یا مستحل پر محمول ہے۔

قولہ: فربا الرجل ربوۃ شدیدۃ: یہ مصدریت (یعنی مفعول مطلق ہونے) کی بنا پر منصوب ہے۔

علامہ جوہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ "الربو" نفس عالی (چڑھی ہوئی سانس) کو کہتے ہیں۔ "ربا یربو ربوا" اور القاموس میں ہے کہ "ربا الفرس ربوا" اس وقت کہا جاتا ہے جب دوڑنے سے اس کا سانس چڑھ جائے، یا خوف کی وجہ سے حاصل معنی یہ ہے کہ وہ خوف زدہ ہو گیا جب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث شریف نقل فرمائی اور لمبی سانس لینے لگا۔

ویحک: یہ کلمہ اس شخص کے لئے کہا جاتا ہے جو ایسی ہلاکت میں گر جائے، جس کا مستحق نہ ہو، تاکہ اس پر رحم کیا جائے۔

اور اسی سے یہ خبر مرفوع بھی ہے:

ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ۔

اس کو ابو داؤد نے "الحلیۃ" میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ زیادتی پر نقل کیا:

یدعوھم الی الجنۃ ویدعوھم الی النار۔

---

[1] (أخرجہ البخاری فی صحیحہ ۴/۴۱۶، الحدیث رقم ۲۲۲۵ وأحمد فی المسند ۱/۳۶۰)

برخلاف کلمہ ''ویل'' کے چونکہ یہ مستحق ہلاکت شخص کے لئے کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَیْلَکَ آمِنْ إِنَّ وَعْدَاللہِ حَقٌّ (الأحقاف ۱۷)

اور القاموس میں ہے:

''ویح لذید ویحاً له'' کلمہ رحمت ہے اور اس کا رفع ابتداء کی وجہ سے ہے، اور اضمار فعل کی وجہ سے منصوب ہے اور ''ویح زیدویحه'' یہ دونوں (بھی اسی وجہ سے) منصوب ہیں۔

ان ابیت: یعنی اگر تم باقی صنعتوں سے انکاری ہو، اور صرف تصاویر ہی بنانا چاہتے ہو، تو پھر تم درختوں کی تصاویر بناؤ اور ان جیسی ان اشیاء کی تصویریں بناؤ۔ جو غیر ی ذی روح ہیں۔

جیسا کہ اس بات کو اگلے جملہ میں بیان کیا گیا ہے:

و کل شیء لیس فیه روح۔

''کل'' جر کے ساتھ ہے اور ایک نسخہ میں نصب کے ساتھ ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ اس میں جر اس وجہ سے جائز ہے کہ یہ شجر کا بیان ہو گا کیونکہ جب ان کو تصویر سے منع کر دیا اور ان کی راہنمائی ''جنس شجر'' کی طرف کر دی تو انہوں نے اس کو ''قصد'' کے لئے وافی نہیں دیکھا تو اس کی وضاحت فرمادی، یہ ''بدل'' کے قریب ہے اور نصب تفسیر کی بناء پر ہے۔ یعنی ''اعنی'' مقدر ہے اور اظہر یہ ہے کہ ''جر'' کے ساتھ تعیم بعد التخصیص کے قبیل سے ہے اور ممکن ہے کہ اس کا نصب ''نزع الخافض'' کی بناء پر ہو اور اس پر دال کا وجود ہے۔

قیامت میں ایک خوفناک شیٔ فوٹو گرافر کے سر پر

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یخرج عنق من النار یوم القیمة لھا عینان تبصران و اذنان تسمعان ولسان ینطق یقول انی وکلت بثلثة بکل جبّار عنید وکل من دعا مع اللہ الٰھاً أخر و بالمصورین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی (یعنی آگ کا ایک ٹکڑا گردن کی صورت میں نمایاں ہو گا) جس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گی، دو کان ہوں گے جس سے وہ سنے گی، اور زبان ہو گی جس سے وہ بولے گی، وہ کہے گی مجھے تین اشخاص کے لئے متعین کیا گیا ہے (یعنی

ان کو دوزخ میں داخل کروں اور لوگوں کے سامنے رسوائی کا عذاب دوں): وہ جو حق سے تکبر اور عناد کرنے والے ہیں، ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو شریک کرے اور تیسرا تصویر کھینچنے والوں کے لئے۔[1]

تشریح: **قولہ: یخرج عنق:** اس سے مراد شخص قوی ہے اور بعض نے اس سے مراد ایک طائفہ لیا ہے (**ذکرہ بعض شراح**) اور القاموس میں ہے کہ "**العنق**" ضمہ کے ساتھ اور دو ضموں کے ساتھ جیسا کہ صرد بمعنی "**جیدد**" مؤنث ہے۔ لوگوں کی ایک جماعت کو کہتے ہیں اور علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی فرماتے ہیں "یعنی طائفہ"۔

عینان تبصران: اسی قسم کے اوصاف حجر اسود کے بارے میں وارد ہیں کہ جس نے اس کے ساتھ عہد وہ میثاق کو پورا کیا یہ قیامت کے روز اس کے لئے گواہی دے گا۔

عن أبي جحیفة ص قال: ان النبی ﷺ نهیٰ عن ثمن الدم وثمن الکلب و کسب البغی ولعن آکل الربا و موکله و الواشمة والمستوشمة والمصوّر۔

حضرت ابو جحیفہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے خون کی قیمت لینے سے اور کتے کی قیمت لینے سے اور بدکاری کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور آپ ﷺ نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور گودنے والی اور گدوانے والی اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔[2]

تخلیق الٰہی سے مشابہت کرنے والوں پر عذاب

وعن عائشة رضی الله عنها عن رسول الله ﷺ قال اشد الناس عذابا یوم القیامة الذین یضاهئون بخلق اللّٰہ۔ (متفق علیه)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ان پر سخت عذاب ہو گا جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔[3]

تشریح: قوله: اشد الناس عذاباً یوم القیمة الذین یضاهئون:

یضاهئون: یاء کے ضمہ اور واؤ کے ساتھ ہے اور ایک نسخہ میں ہاء کے کسرہ اور واؤ سے پہلے ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں لغات ہیں اور اس آیت میں یہ لفظ دونوں طرح پڑھا گیا ہے: **یُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِینَ کَفَرُوا (التوبة ۳۰)** لیکن پہلی

---

[1] (أخرجه الترمذی فی السنن ۴/۶۰۴ الحدیث رقم ۲۵۷۴، وأحمد فی المسند ۲/۳۳۶)

[2] (صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من لعن المصور)

[3] (أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۳۸۶ رقم ۵۹۵۴، ومسلم فی ۳/۱۶۶۸ رقم ۹۲-۲۱۰۷، والنسائی فی السنن ۸/۲۱۴ رقم ۵۳۵۶، وأحمد فی المسند ۶/۳۶)

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

لغت زیادہ مشہور اور اکثر ہے۔ بمعنی "**یشابھون**" یعنی تصویر بنانے کے عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے فعلِ خلق کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں یعنی وہ ایسے کام کرتے ہیں جو اللہ کے خلق یعنی اس کی مخلوق کے مشابہ ہیں، یا یہ کہ وہ اعتقاد رکھا تو وہ کافر ہو جائے گا اور قباحت کفر کی زیادتی کی وجہ سے اس کے عذاب میں بھی اضافہ ہو گا۔ ورنہ یہ حدیث تہدید پر محمول ہے۔[1]

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: نھی رسول اللہ ﷺ عن الصورۃ فی البیت ونھی أن یصنع ذلک۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے گھر میں تصویر رکھنے سے منع فرمایا ہے اور تصویر بنانے سے منع فرمایا ہے۔

حضور ﷺ نے فوٹو مٹانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا

عن علیّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنہ قال لأبی الھیاج الأسدی: ألا أبعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ ﷺ ان لا تدع صورۃ الا طمستھا ولا قبر أمشرفاً الا سویتہ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو الہیاج الاسدی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے کام کی ترغیب نہ دوں جس کی حضورِ اقدس ﷺ نے مجھے ترغیب دی، وہ یہ کہ کسی تصویر کو نہ چھوڑو مگر یہ کہ تم اس کو مٹا دو اور کوئی بلند قبر نہ چھوڑو مگر یہ کہ تم اس کو برابر کر دو۔[2]

صرف فوٹو کی وجہ سے نبی کریم ﷺ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دعوت سے واپس لوٹ گئے:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سید عالم ﷺ کی دعوت کی۔ حضور علیہ السلام تشریف فرما ہوئے، پردے پر کچھ تصویریں بنی دیکھیں تو آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کس سبب سے آپ واپس ہوئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

ان فی البیت ستراً فیہ تصاویر وان الملائکۃ لا تدخل بیتاً فیہ تصاویر۔

گھر میں پردے پر تصویریں تھیں، اور ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویریں ہوں۔ (نسائی، ابن ماجہ)

---

[1] (بحوالہ مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۸ ص ۵۲۰)

[2] (مسلم کتاب الجنائز، باب الامر بتسویۃ القبور، ترمذی: کتاب الجنائز حدیث ۱۰۴۹، وابو داؤد: کتاب الجنائز، حدیث ۳۲۱۸)

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

اے ایسے ویسے مسلمان! حضورِ اقدس ﷺ نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ناراض ہو کر ان کی دعوت کو رد فرما دیا، تو بے شک تجھ سے تصویر رکھنے کی صورت میں سارے تعلقات توڑ دیں گے!

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصویر کی وجہ سے ملک شام میں دعوت رد فرمائی۔ [1]

تمام مشائخ کو چاہیئے کہ ایسی جگہوں میں دعوت پر نہ جائیں جہاں پر تصاویر موجود ہوں۔ بعض احمقان یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ تبرکاً رکھتے ہیں۔ جنابِ عالی! خانہ کعبہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی تصاویر تھیں۔ انہیں آنحضرت ﷺ کے حکم سے ختم کیا گیا۔ رہا تبرک کا تصور، تو حرام میں برکت کہاں؟ **تدبر و لا تکن من الغٰفلین۔**

حضور علیہ السلام جس فوٹو کو دیکھتے توڑ دیتے

عن عائشة رضی اللہ عنها ان النبی ﷺ لم یکن یترک فی بیته شیئا فیه تصالیب الا نقضه۔ (رواہ البخاری)

نبی کریم ﷺ گھر میں جس چیز پر بھی تصویر ملاحظہ فرماتے اسے بغیر توڑے نہ چھوڑتے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ [2]

تشریح: یعنی اس چیز کو زائل کر دیتے یا اس کو توڑ دیتے۔ اصل میں "**نقض**" عمارت کے اجزاء کے ابطال کو کہتے ہیں۔ ہمارے علماء میں سے علامہ تورپشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ابن الملک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اصل میں راوی نے "تصالیب" کو تماثیل کی جگہ ذکر کیا ہے، حالانکہ اصل میں یہ دونوں چیزیں مختلف ہیں۔ کیونکہ "**تصالیب**" میں اصل یہ ہے کہ یہ "**تصلیب**" کی جمع ہے۔ "**تصلیب**" صلیب تصویر بنانے کو کہتے ہیں۔ صلیب ایک مثلث نما چیز ہوتی ہے جس کی عبادت نصاریٰ کرتے ہیں۔ پھر نفس "**تصلیب**" پر اس کا اطلاق کیا گیا۔ اور پھر جس چیز کی شکل و صورت تھی اس کو "**تصلیب**" کہنے لگے۔ "**تسمیه بالمصدر**" کے قبیل سے ہے۔ پھر اس کی جمع لائے۔ جیسا کہ "تصاویر" ہے اور یہاں پر "**تصالیب**" سے مراد صورتیں (یعنی تصاویر) ہیں۔

تورپشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ابوداؤد میں بھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

کان لا یترک فی بیته شیئاً فیه تصالیب الا قضبه۔ ای قطع موضع الصلیب منه دون غیرہ و القضب القطع۔ [3]

اور "**قضبه**" کا معنیٰ "**قطعه**" ہے (یعنی اس کو کاٹ دیتے)۔ احتمال ہے کہ اختلاف لفظین بعض رواۃ کی طرف سے واقع ہوا ہو۔ ابوداؤد کی حدیث زیادہ فصیح اور زیادہ قرین قیاس ہے۔

---

[1] (کنز العمال ج ۲ ص ۲۱۹، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ)

[2] (أخرجه البخاری فی صحیحه ۱۰/۳۸۵ الحدیث رقم ۵۹۵۲، وأبو داؤد فی السنن ۴/۳۸۳ الحدیث رقم ۴۱۵۱، وأحمد فی المسند ۶/۲۳۷)

[3] (الموسوعة الفقهية، ۱۳۴:۶)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ اس میں نظر ہے، کیونکہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رواۃ اوثق اور اضبط ہیں۔ بخاری کی روایت پر اعتماد اولیٰ واحریٰ ہے اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ ابو داؤد کے الفاظ کے بارے میں شیخ کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ ابو داؤد کی روایت کے الفاظ ازروئے لغت زیادہ فصیح اور ازروئے صناعت زیادہ قرین قیاس ہیں، یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ کتاب البخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر ایک کے ہاں روایت کے اعتبار سے اصح اور درایہ کے اعتبار سے افصح ہے۔ آپ یہ نہیں دیکھتے کہ قراء سبعہ میں سے بعض قراء بعض اوقات کسی ایسے قراءت میں منفرد ہوتے ہیں جو تمام قراءت متواترہ سے افصح ہوتے ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ کلامِ باری تعالیٰ میں فصیح اور افصح دونوں کا وقوع جائز ہے۔ اور اسی طرح آپ ﷺ کے کلام میں بھی ہے۔ البتہ ان دونوں میں سے ایک کا بطریق اصح ہونا، یا اکثر سے مروی ہونا ایک جدا بات ہے۔ پھر علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ علامہ خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "اعلام السنن" میں ذکر کیا ہے، یہ بخاری کی شرح ہے۔ "وفی سائر الروایات" کے الفاظ اس بات کا پتہ دے رہے ہیں کہ یہ کتاب بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے کیونکہ "السائر" کا معنیٰ: "بقیة من الشیء"۔ اس طرح صاحب النہایۃ نے تصریح کی ہے۔ کیونکہ یہ "سور" سے ماخوذ ہے۔

یہ ایک عجیب بحث اور ایک عجیب اعتراض ہے۔ اس لئے کہ "سائر" بمعنیٰ "جمیع" آتا ہے اور بمعنیٰ "الباقی" بھی آتا ہے۔ اکثر واظہر یہی ہے اور یہ معنیٰ اس مقام میں متعین ہے۔ لیکن علامہ خطابی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مراد باقی روایات البخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ محل نظر ہے۔ کیونکہ یہ خلاف ظاہر ہونے کے ساتھ ساتھ روایات بخاری کے تتبع کا محتاج بھی ہے۔ اور یہ معنیٰ اس مبنیٰ کے وجود پر مبنی ہونا ہے، اور اگر اس کی صحت فرض کرلی جائے، تو پھر یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ روایت ابو داؤد میں بھی اس طرح ہے اور یہ بھی ممتنع نہیں ہے کہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بعض روایات بخاری ہی کی بعض روایات سے افصح اور اقیس ہوں، روایۃً بھی اور درایۃً بھی۔ واللہ اعلم۔[1]

فوٹو کے محب سے نبی علیہ السلام کی انتہائی بیزاری کا اظہار

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ ایک جنازے میں تشریف لے گئے اور فرمایا:

ایکم ینطلق الی المدینة فلا یدع بھا وثنا الا کسرہ ولا قبرا الا سواہ ولا صورة الا لطخھا۔

تم میں کون ہے کہ مدینے شریف جاکر ہر بُت کو توڑ دے اور ہر قبر کو برابر کردے اور ہر تصویر کو مٹادے۔

---

[1] (بحوالہ مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۸ ص ۵۱۵-۵۱۶)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی میں یارسول اللہ۔ فرمایا تو پھر کیا دیر ہے جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاکر واپس آئے اور عرض کیا فرمان کی تعمیل کرلی ہے۔

اس کے بعد فرمایا:

من عادالی صنعۃشی ءمن ھذافقد کفر بماانزل علی محمد۔

اب جو یہ سب چیزیں بنائے گا وہ کفر وانکار کرے گا اس چیز کے ساتھ جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔

مسلمان بنظر ایمان دیکھے تو صحیح اور صریح احادیث میں اس پر کتنی سخت وعیدیں فرمائی گئی ہیں، حتیٰ کہ تصاویر بنانے والے کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ یہ تمام احادیث عام، شامل اور محیط کامل ہیں، جس میں کسی بھی تصویر کے کسی بھی طریقے کی تخصیص نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کتنے بھی کامل ولی کی تصویر، خواہ کسی بھی طریقے سے بنائی جائے، ناجائز ہے۔ (رواہ احمد)

نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اصحاب کرام کو حکم فرمایا کہ کعبۃ اللہ شریف میں جو بُت نصب ہیں، ان کو باہر نکال کر نا معلوم جگہوں پر دفن کریں، چھپی ہوئی تصاویر کو دھو کر صاف کریں۔ انہوں نے آکر عرض کیا کہ ہم نے حکم کی تعمیل اور تکمیل کرلی۔ آپ ﷺ نے کعبۃ اللہ شریف میں پاؤں مبارک اندر کرکے دیکھا کہ حضرت سیدنا ابراہیم ں اور حضرت بی بی مریم رضی اللہ عنہا کی تصاویر ابھی صحیح سلامت ہیں۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شاید احتراماً ان کو ہاتھ نہیں لگایا تھا، کیونکہ حضرت ابراہیم ں اولی العزم رسول ہونے کے علاوہ سردار کریم ﷺ کے جد امجد بھی تھے۔ آپ ﷺ کعبۃ اللہ شریف کے اندر نہیں گئے اور واپس لوٹ آئے اور حکم فرمایا کہ ان تصویروں کو بھی جاکر مٹایا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے زم زم شریف کا پانی بھر بھر کر کپڑے کے ساتھ رگڑ رگڑ کر ان تصاویر کو مٹادیا۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ کعبۃ اللہ شریف میں جو تصویریں تھیں، حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ان کو مٹادو۔ حضرت عمر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کے لئے سرگرم ہوئے۔ زم زم شریف ڈول کے ڈول بھر کر آتے اور کعبہ اندر باہر سے دھویا جاتا۔ کپڑے بھگو بھگو کر تصویریں مٹائی جاتیں یہاں تک کہ وہ مشرکوں کے آثار سب دھو کر مٹادیتے۔ جب سرکار مدینہ ﷺ نے خبر پائی کہ اب کوئی نشان باقی نہ رہا، اس وقت کعبہ کے اندر رونق افروز ہوئے، اتفاق سے بعض تصاویر مثل تصویر حضرت ابراہیم ں کا نشان رہ گیا تھا۔ پھر نظر فرمائی تو حضرت مریم علیہا السلام کی تصویر بھی صاف نہ دھلی تھی۔

حضور سرورِ عالم ﷺ نے اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانی منگا کر بنفس نفیس کپڑا اتر کر کے ان کو مٹانے میں شرکت فرمائی اور ارشاد فرمایا:

قاتل اللہ قوما یصوّرون ما لا یخلقون۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی مار ہو ان پر جو تصویر بناتے ہیں۔

علماءِ حق، مشائخ کرام و سالکین اس پر غور کریں کہ تیرے پیر حضرت سیدنا ابراہیم ں بڑے پیر تھے اور خوش اعتقادی میں تیرے نبی کریم ﷺ تجھ سے بڑھ کر تھے، اس کے باوجود بھی تو نہیں مانتا تو پھر تیرے جیسا بد قسمت اور کوئی نہیں! لہٰذا اپنے مشائخ کی تصاویر کو اپنے گھروں سے، اپنے حجروں سے، اور اپنے دکانوں اور دفاتر سے ہٹانا چاہیئے۔

میں نے اپنے شیخ محترم، جامع المعقول والمنقول جگر گوشہ قیوم الزمان حضرت علامہ محمد سعید حیدری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی اپنے گھر پر دعوت کی۔ ہمارے گھر میں حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے والد صاحب جناب سید جمیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصاویر ساتھ ساتھ لٹکی ہوئی تھیں۔ جب حضرت حیدری صاحب مبارک نے انہیں دیکھا تو خود بنفس نفیس انہیں پھاڑ دیا۔ اور میرے تسکینِ دل کے لئے فرمایا: "شاہ صاحب! آپ ناراض نہ ہوں، میں نے اپنے والد صاحب کی تصویر بھی پھاڑ دی۔ آپ تو عالم بھی ہیں، سید بھی ہیں، اور آپ کو خود معلوم ہے کہ تصاویر گھروں میں رکھنا حرام ہے۔ اور آپ نے یہ حدیث شریف نہیں دیکھی: لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ کلب و لا صورۃ۔ اور کیا آپ نے بخاری شریف کی یہ حدیث نہیں دیکھی: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: لم یکن یترک فی بیتہ شیئا فیہ تصاویر۔ حضور نبی کریم ﷺ جس چیز میں بھی تصویر ملاحظہ فرماتے اسے بغیر توڑے نہ چھوڑتے۔"

سلام ہو ایسے مشائخِ عظام پر جو اس طرح اپنے مریدین کی تربیت کرتے ہیں:

اس طرح تمام سیفی حضرات سے عرض ہے کہ اپنے مرشد مبارک حضرت حیدری صاحب مبارک کی سنت کو زندہ کریں اور تمام تصاویر اپنے گھروں سے نکال دیں۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بدترین لوگ

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: لما اشتکی النبی ﷺ ذکر بعض نسائہ کنیسۃ یقال لہا ماریۃ و کانت أم سلمۃ و أم حبیبۃ أرض الحبشۃ فذکرتا من حسنہا و تصاویر فیہا فرفع رأسہ فقال: اولٰئک اذا مات فیہم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا ثم صوّروا فیہ تلک الصّور، اولٰئک شرار خلق اللہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ جب حضورِ اقدس ﷺ بیمار ہوئے تو بعض خواتین نے نصاریٰ کے کنیسہ کا تذکرہ کیا جس کو "ماریہ" کہا جاتا تھا، حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ دونوں حبشہ سے آئی تھیں، اس لئے ان دونوں نے اس کنیسہ کے حسن اور اس کے اندر جو تصاویر ہیں ان کا ذکر کیا، حضورِ اقدس ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کسی نیک آدمی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے ہیں اور پھر اس مسجد میں تصاویر بنا دیتے ہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بدترین لوگ ہیں۔[1]

مندرجہ بالا عبارات اس پر دلالت کر رہی ہیں کہ تصاویر ممنوع ہیں اور اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ تصاویر جسم والی ہوں یا وہ تصاویر کپڑوں پر یا کاغذ وغیرہ پر بنائی گئی ہوں۔

تشریح: **كنيسة**: یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہ کو کہا جاتا ہے۔ یہ "**كنيشت**" سے معرب ہے اور اس **كنيسة** کو ماریہ کہا جاتا تھا اور شاید ماریہ بھی معرب ہے "**مارئی مثلها**" سے۔

دونوں نے اس کو حبشہ میں دیکھا تھا اور اس پر تعجب کیا تھا دونوں نے آپ علیہ السلام کے سامنے "ماریہ" کی خوبصورت تصاویر حُسن کو بیان اور ذکر کیا تو نبی علیہ السلام نے کمال غیرت الٰہیہ کی وجہ سے سر اُٹھایا "**اولئک**" کاف کے کسرہ کے ساتھ ہے مخاطب کوئی خاتون تھیں اور ان دونوں میں سے کسی کو خطاب فرمایا یا اپنی ازواج میں سے کسی عورت کو خطاب فرمایا۔ یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا اور ایک نسخہ میں "**اولئک**" بفتح الکاف ہے اس صورت میں یہ خطاب عام ہے یا ان خواتین کو مردوں کے قائم مقام قرار دیا۔ مطلب یہ کہ ان اہل کتاب یا یہود و نصاریٰ کی جماعت میں سے کوئی نیک آدمی نبی یا ولی مر جاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر سجدہ گاہ یعنی عبادت گاہ بنا لیتے جس کو "**كنيسة**" کہتے ہیں۔ پھر انہوں نے اس میں ان صلحاء کی تصویریں بنائیں۔ ان کی یادگار کے طور پر یا اس لئے کہ ان کی وجہ سے عبادت میں ترغیب ہو گی۔ پھر ان کے بعد اور لوگ آئے، پس شیطان نے ان کو یہ اشکال مزین کر دکھائیں اور ان سے کہا کہ تمہارے اسلاف اس کی عبادت کیا کرتے تھے، تو وہ بُتوں کی پوجا میں جا پڑے۔[2]

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:

الرّجل الصّالح ای من نبیّ او ولیّ تلک الصور الصّلحاء تذکیرا بهم و ترغیبا فی العبادة لاجلهم۔

---

[1] (اخرجه البخاری فی صحیحه ۷/۱۸۷، الحدیث رقم ۳۸۷۳، ومسلم فی ۱/۳۷۵ الحدیث رقم ۱۶-۵۲۸، وأحمد فی المسند ۶/۵۱، والنسائی)

[2] (بحواله مرقاة شرح مشکوة ج۸ ص ۵۳۴-۵۳۵)

یعنی مرد صالح سے مراد نبی یا ولی ہے تلک الصور سے مراد اولیاء کرام ہیں۔ تصاویر اس لئے کھینچتے ہیں کہ ان کو یاد کر کے اور ان کی عبادت کا تصور لا کر اپنی عبادت پیدا کریں۔

فائدہ: دیکھئے بعینہٖ یہی کیفیت آج کل کے پیر پرست بھائیوں کی ہے کہ کہتے ہیں ہم اپنے مشائخ یا بڑے مولویوں کی تصویریں اس لئے رکھتے ہیں تاکہ تصور شیخ یا ان کے کردار یاد کر کے عبادت میں نفع ہو۔ اگرچہ میں نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ ایسے لوگ صرف نام ہی کے محب ہوتے ہیں، اعمال صالحہ کی بجائے برے اعمال میں منہمک ہوتے ہیں۔

تصویر بنانے والے اور بنوانے والے دونوں پر لعنت

لعن اللہ المصوّر و المصور لہ۔

یعنی جو تصویریں بناتا ہے اور جس کی تصویر بنائی جاتی ہے، دونوں پر اللہ پاک لعنت بھیجتا ہے۔

یعنی دنیا و آخرت میں وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو گا جہنم کا ایندھن بنے گا۔ مگر جس کے دل میں ابلیس کے کئی آشیانے ہیں اور وہ اس کے دل کی یونین کاؤنسل کا چیئرمین بنا بیٹھا ہے وہ کہے گا کہ یہ تو دو تین الفاظ ہیں، ان چند الفاظ سے کیا بنے گا، سب خیر ہے، اگر نہیں مانیں گے تو کون سا آسمان گر پڑے گا؟

تصاویر کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال اور ان کا تعامل

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بہت سے ایسے آثار وارد ہوئے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حضرات بھی تصویر کو مطلقاً حرام قرار دیتے ہیں۔

ان آثار میں سے چند آثار مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنہ قال للنصاری: انا لا ندخل کنائسکم من أجل التماثیل التی فیھا الصور۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصاریٰ سے فرمایا کہ ہم تمہارے عبادت خانوں میں ان مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے جو کہ حقیقت میں تصاویر ہیں۔[1]

عبد الرزاق نے اس اثر کو اسلم مولی عمر کے طریق سے اس طرح نقل کیا ہے کہ:

لمّا قدم عمر الشام صنع لہ رجل من النصاری طعاماً و کان من عظمائھم و قال: أحب أن تجیئنی و تکرمنی فقال لہ عمر: انا لا ندخل کنائسکم من أجل الصور التی فیھا یعنی التماثیل۔

[1] (ذکرہ البخاری تعلیقاً فی کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ فی البیعۃ)

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام میں تشریف لائے تو نصاریٰ کے ایک شخص نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کھانا تیار کیا، وہ شخص نصاریٰ کے بڑے لوگوں میں سے تھا، اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے یہاں تشریف لائیں اور مجھے عزت بخشیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ ہم تمہارے عبادت خانوں میں ان تصاویر یعنی مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے جو اس میں موجود ہوتی ہیں۔

۳۔ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنہ رأی صورۃ فی البیت فرجع۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے گھر میں تصویر دیکھی تو واپس چلے گئے۔[1]

۴۔ عن أبی مسعود الأنصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن رجلاً صنع لہ طعاماً فدعاہ فقال: أفی البیت صورۃ؟ قال: نعم! فأبی أن یدخل حتی کسر الصورۃ ثم دخل۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان کے لئے کھانا تیار کیا اور پھر ان کو بلایا، انہوں نے پوچھا کہ کیا گھر میں کوئی تصویر ہے؟ داعی نے کہا ہاں! آپ نے اس کے گھر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا حتی کہ اس شخص نے وہ تصویر توڑ دی پھر آپ اس کے گھر میں داخل ہوئے۔[2]

۵۔ عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ أنہ رأی فرساً من رقاع فی ید جاریۃ فقال: الا تریٰ ھذا؟ قال رسول اللہ ﷺ انما یعمل ھذا من لا خلاق لہ یوم القیامۃ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بچی کے ہاتھ میں کپڑے کا بنا ہوا ایک گھوڑا دیکھا، آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس کو نہیں دیکھتی ہو؟ حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایسی چیز وہی شخص بناتا ہے جس کا قیامت کے روز کوئی حصہ نہیں ہے۔[3]

عن شعبۃ مولی ابن عباس رضی اللہ عنہما ان المسور ابن مخرمۃ دخل علی عبد اللہ بن عباس یعودہ، فرأی علیہ ثوب استبرق، فقال: یا ابن عباس! ما ھذا الثوب؟ قال ابن عباس: وما ھو؟ قال: الاستبرق قال: انما کرہ ذلک لمن یتکبر فیہ قال: ما ھذہ التصاویر فی الکانون؟ فقال: لا جرم، ألم تر کیف أحرقھا بالنار؟ فلما خرج قال: انزعوا ھذا الثوب عنی واقطعوا رءوس ھذہ التصاویر التی فی الکانون فقطعھا۔

شعبہ مولی ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کے اوپر موٹا ریشمی کپڑا ہے، انہوں نے فرمایا اے

---

[1] (بخاری، کتاب النکاح، باب ھل یرجع اذا رأی منکراً)

[2] (سنن بیہقی ۷:۲۶۸، کتاب النکاح، باب المدعو یریٰ صوراً)

[3] (مسند احمد ۲:۲۸۹)

ابن عباس! یہ کپڑا کیا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یہ تو ریشمی کپڑا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے لئے مکروہ ہے جو اس کو پہن کر تکبر کریں۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ انگیٹھی میں تصاویر ہیں، وہ کیسی ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس میں کوئی گناہ نہیں، کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ ان کو آگ نے کس طرح جلا دیا ہے۔ جب حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس تشریف لے گئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس کپڑے کو میرے اوپر سے ہٹا دو اور انگیٹھی میں جو تصاویر ہیں ان کے سروں کو کاٹ دو۔ پس ان کو کاٹ دیا گیا۔[1]

۷۔ عن قتادة أن کعباً رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: و امّا من آذی اللہ فالذین یعملون الصور فیقال لھم: أحیوا ما خلقتم۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی، یہ وہ لوگ ہیں جو تصاویر بناتے ہیں، ان سے کہا جائے گا (قیامت کے دن) کہ جو تم نے بنالیا ہے ان کو زندہ کرو“۔[2]

۸۔ عن قتادة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: یکرہ من التماثیل ما فیہ الروح فأمّا الشجر فلا بأس بہ۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ تماثیل مکروہ ہیں جو ذی روح ہوں، اگر درخت کی تماثیل ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔[3]

۹۔ أخرج ابن سعد فی طبقاتہ أن سعید بن المسیب کان لا یأذن لابنتہ فی اللعب ببنات العاج۔

ابن سعد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طبقات میں فرمایا ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی کو ہاتھی دانت کی گڑیا سے کھیلنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔[4]

فقہاء کے مذاہب

مندرجہ بالا احادیث و آثار کی وجہ سے جمہور فقہاء تصاویر بنانے اور تصاویر کو گھروں میں لگانے کی حرمت کے قائل ہیں، چاہے وہ تصاویر مجسم اور سایہ دار ہوں یا غیر مجسم ہوں اور سایہ دار نہ ہوں۔

چنانچہ حدیث نمبر ۴ جو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مسلم شریف کی حدیث ہے، اس کے تحت علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ”شرح مسلم“ میں فرماتے ہیں:

قال أصحابنا و غیرھم من العلماء تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم و ھو من الکبائر، لأنہ متوعد علیہ بھذا الوعید الشدید المذکور فی الحادیث، و سواء صنعہ بما یمتھن أو بغیرہ فصنعتہ حرام بکل حال لأن فیہ مضاھاة

---

[1] (سنن بیہقی ۲۷۰:۷، مسند احمد ۳۵۳:۱)
[2] (مصنف عبد الرزاق ۴۰۰:۱۰، حدیث ۱۹۴۹۲)
[3] (مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ ص ۴۰۰، حدیث ۱۹۴۹۳)
[4] (طبقات ۱۳۴:۵)

لخلق اللہ تعالیٰ۔۔۔ وأما اتخاذ المصور فیه صورة حیوان فان کان معلقاً علی حائط أو ثوبا ملبوسا أو عمامة و نحو ذلک مما لا یعد ممتهنا فهو حرام، و ان کان فی بساط یداس و مخدة و وسادة و نحوها مما یمتهن فلیس بحرام، و لا فرق فی هذا کله بین ماله ظل و مالا ظل له۔ هذا تلخیص مذهبنا فی المسئلة۔ و بمعناه قال جماهیر العلماء من الصحابة و التابعین و من بعدهم و هو مذهب الثوری رحمة اللہ تعالیٰ علیه و مالک رحمة اللہ تعالیٰ علیه و أبی حنیفة رحمة اللہ تعالیٰ علیه و غیرهم۔

یعنی ہمارے اصحاب اور دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ حیوان کی تصویر بنانا انتہائی شدید حرام ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے، اس لئے کہ اس عمل پر شدید وعید احادیث میں مذکور ہے، چاہے اس کو کسی حقیر چیز پر بنائے یا باعزت چیز پر بنائے، ہر حال میں اس کی صنعت حرام ہے، اس لئے کہ اس عمل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ عمل پیدائش میں مشابہت اختیار کرنا ہے۔ جہاں تک کہ اس چیز کے رکھنے کا تعلق ہے جس پر کسی حیوان کی تصویر بنی ہوئی ہے، تو اگر وہ تصویر کسی ایسی چیز پر بنی ہوئی ہے جو کسی دیوار پر لٹکی ہوئی ہے یا وہ کپڑا ہے جو جسم پر پہنا ہوا ہے، یا عمامہ پر ہے، یا اس طرح کی کسی چیز پر ہے جس کو حقیر نہیں سمجھا جاتا ہو تو ایسی چیز رکھنا حرام ہے، اور اگر وہ تصویر ایسے بچھونے پر بنی ہوئی ہے جو روندا جاتا ہے، یا کسی چھوٹے یا بڑے ایسے تکیوں پر بنی ہوئی ہے جس کو معمولی سمجھا جاتا ہے تو ان کو رکھنا حرام نہیں۔ البتہ اس لحاظ سے حلت اور حرمت میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر سایہ دار ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں مندرجہ بالا تفصیل ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے، جمہور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جمہور تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے بعد کے جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے۔ امام ثوری، امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے۔[1]

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے "عمدۃ القاری" میں اسی طرح کا قول نقل فرمایا ہے، دیکھئے جلد ۱۰، صفحہ ۳۰۹۔ اسی سے احناف اور شوافع کا مسلک بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور حنابلہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

چنانچہ علامہ مرداوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یحرم تصویر ما فیه روح و لا یحرم تصویر الشجر و نحوه و التمثال مما لا یشابه ما فیه روح، علی الصحیح من المذهب۔۔۔ و یحرم تعلیق ما فیه صورة حیوان و ستر الجدار به و تصویره علی الصحیح من المذهب۔

---

[1] (الارشاد الساری ج ۱۲ ص ۲۲۲)

صحیح مذہب کے مطابق ذی روح کی تصویر بنانا حرام ہے اور درخت وغیرہ کی تصویر بنانا اور ایسا مجسمہ بنانا جو کسی ذی روح کے مشابہ نہ ہو، حرام نہیں۔ اور صحیح مذہب کے مطابق ایسی چیز لٹکانا جس پر حیوان کی تصویر بنی ہوئی ہو اور اس چیز سے دیوار کا پردہ کرنا اور کسی حیوان کی تصویر بنانا حرام ہے۔[1]

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے المغنی میں ص ۷ ج ۷ کتاب الولیمہ میں بھی یہی بات ارشاد فرمائی ہے۔

چونکہ تصویر کے مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف روایات ہیں اس وجہ سے علماء مالکیہ کے درمیان اس بارے میں اختلاف پیش آیا ہے۔ البتہ مذہب مالکیہ کے تمام روایات واقوال کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ مجسم تصویر جو سایہ دار ہو حرام ہے، البتہ وہ تصویر جو سایہ دار نہ ہو جیسے کاغذ یا کپڑے پر بنائی ہوئی تصویر، اس کی حرمت کے بارے میں اختلاف ہے۔

علامہ ابیؒ رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

واختلف فی تصویر مالا ظل لہ فکرھہ ابن شہاب فی أیّ شیء صور من حائط او ثوب أو غیرھما وأجاز ابن القاسم تصویرہ فی الثیاب لقولہ فی الحدیث الآتی الا رقماً فی ثوب۔

یعنی جو تصویر سایہ دار نہ ہو اس کے بارے میں اختلاف ہے، علامہ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں چاہے وہ دیوار پر ہو یا کپڑے پر ہو یا کسی اور چیز پر ہو، جبکہ علامہ ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ صرف اس تصویر کو جائز قرار دیتے ہیں جو کسی کپڑے پر بنی ہوئی ہو، اس لئے اس حدیث شریف کے الفاظ 'الا رقماً فی ثوب' میں ایسی تصویر کی اجازت دی گئی ہے۔[2]

اسی طرح علامہ موّاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عرفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ تصویر کی حرمت کا حکم صرف ان تصاویر کے ساتھ ہے جو جسم دار ہوں۔[3]

علامہ دردیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والحاصل أن تصاویر الحیوانات تحرم اجماعاً أن کانت کاملة لھا ظل ممایطول استمرارہ بخلاف ناقص عضو لا یعیش بہ لو کان حیوانا، وبخلاف مالا ظل لہ کنقش فی ورق أو جدار، وفیما لا یطول استمرارہ (کما لو کانت من نحو قشر بطیخ) خلاف، والصحیح حرمته۔

یعنی خلاصہ یہ ہے کہ اگر حیوانات کی تصاویر کامل ہوں، سایہ دار ہوں اور دیرپا ہوں تو ایسی تصاویر بالاجماع حرام ہیں۔ بخلاف اس تصویر کے جو ایسے ناقص عضو والی ہوں کہ اگر وہ حقیقی حیوان ہوتا تو اس عضو کے ناقص ہونے کی وجہ سے زندہ نہیں

---

[1] (الانصاف للمرداوی ۴۷۴:۱)
[2] (شرح مسلم للابی، ۳۹۴:۵)
[3] (التاج والاکلیل ۴:۴)

رہ سکتا تھا اور بخلاف ایسی تصویر کے جو سایہ دار نہ ہو جیسے کاغذ یا دیوار پر کسی حیوان کا نقش، البتہ وہ تصویر جو دیرپا نہ ہو اس کے بارے میں اختلاف ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ ایسی تصویر حرام ہے۔[1]

مذہب مالکیہ کی کتابوں کی طرف مراجعت کرنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اکثر فقہاء مالکیہ تصویر کی کراہت کے قائل ہیں اگرچہ وہ سایہ دار نہ ہو، الا یہ کہ وہ تصویر ذلت والی جگہ پر بنائی گئی ہو۔

چنانچہ علامہ خرشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال فی التوضیح: التمثال اذا کان لغیر حیوان کالشجر جائز وان کان لحیوان فماله ظل ویقیم فھو حرام باجماع، وکذا یحرم وان لم یقم کالعجین خلافا لأصبغ ومالا ظل له ان کان غیر ممتھن فھو مکروہ وان کانا ممتھا فترکه أولی۔

یعنی علامہ خرشی رحمہ اللہ "توضیح" میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی غیر حیوان کا مجسمہ ہو مثلاً درخت کا تو وہ جائز ہے اور اگر حیوان کا مجسمہ ہو تو اگر وہ مجسمہ سایہ دار ہو اور پائیدار ہو تو وہ بالاجماع حرام ہے اور اگر پائیدار نہ ہو جیسے گوندا ہوا آٹا تو بھی حرام ہے خلافاً لاصبغ۔ اور اگر وہ ایسا مجسمہ ہے جو سایہ دار نہیں ہے تو اس صورت میں اگر وہ کسی حقیر اور ذلیل جگہ پر نہ ہو تو مکروہ ہے اور اگر کسی ذلیل اور حقیر جگہ پر ہو تو بھی اس کا ترک اولیٰ ہے۔ علامہ دردیر رحمہ اللہ نے شرح الکبیر میں بھی اسی طرح بیان فرمایا ہے۔[2]

خلاصہ یہ ہے کہ جسم دار تصویر بنانا ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے اگر جسم دار نہ ہو تو بھی آئمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک قول حرام ہونے کا ہے البتہ اکثر علماء مالکیہ کے نزدیک مختار مذہب یہ ہے کہ ایسی تصویر مکروہ ہے لیکن بعض علماء مالکیہ ایسی تصویر کے جواز کے قائل ہیں۔

جو حضرات فقہاء غیر مجسم تصویر کے جواز کے قائل ہیں وہ حضرت بسر بن سعید کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

أن بسر بن سعید حدثه أن زید بن خالد الجھنی حدثه ومع بسر عبید اللہ الخولانی، أن أبا طلحة حدثه أن رسول اللہ ﷺ قال: لا تدخل الملائکة بیتاً فیه صورة، قال بسر: فمرض زید بن خالد فعدناه فاذا نحن فی بیته بستر فیه تصاویر فقلت لعبید اللہ الخولانی، ألم یحدثنا فی التصاویر؟ قال أنه قال: الا رقماً فی ثوب الم تسمعه؟ قلت: لا، قال: بلیٰ قد ذکر ذلک۔

---

[1] (حاشیہ الصاوی علی الشرح الصغیر، ۲:۵۰۱)

[2] (دسوقی ۲:۳۳۸، الزرقانی علی مختصر خلیل ۴:۵۳)

حضرت بسر بن سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن خالد جہنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں اور حضرت بسر کے ساتھ عبید اللہ خولانی بھی تھے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ”فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔“ حضرت بسر بن سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن خالد الجہنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیمار ہوگئے، ہم ان کی عیادت کے لئے گئے، ہم جس کمرے میں تھے اس میں پردہ تھا جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں، میں نے حضرت عبید اللہ خولانی سے کہا کہ کیا انہوں نے تصاویر کے بارے میں حدیث بیان نہیں کی تھی؟ حضرت عبید اللہ خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے یہ بھی تو فرمایا تھا ”الا رقما فی ثوب“ کیا تم نے یہ الفاظ نہیں سنے تھے؟ میں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا کیوں نہیں سنا، انہوں نے یہ الفاظ بیان کئے تھے۔ [1]

ترمذی شریف میں یہ حدیث ہے کہ:

عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبة أنه دخل علی أبی طلحة الأنصاری یعوده، قال: فوجدت عنده سهل بن حنیف، قال: فدعا أبو طلحة انساناً ینزع نمطاً تحته فقال له سهل: لم تنزعه؟ قال: لأن فیه التصاویر وقد قال فیه النبی ﷺ ما قد علمت، قال سهل: أو لم یقل: الا ما کان رقما فی ثوب فقال: بلیٰ و لکنه أطیب لنفسی۔

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ روایت فرماتے ہیں کہ وہ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس عیادت کے لئے گئے، فرماتے ہیں کہ میں نے وہاں حضرت سہل بن حنیف کو موجود پایا، فرماتے ہیں کہ اس وقت حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بلایا تاکہ وہ ان کے نیچے سے چادر نکال لے، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ اس کو کیوں نکال رہے ہیں؟ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس میں تصاویر ہیں اور تصاویر کے بارے میں حضورِ اقدس ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ آپ جانتے ہیں۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا ”الا رقما فی ثوب“؟ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ضرور فرمایا ہے لیکن اس کا نکال دینا مجھے زیادہ پسندیدہ ہے۔ [2]

غیر مجسّد تصویر کے جواز کے قائلین مندرجہ بالا احادیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ وہ تصویر جو کسی کپڑے پر بنی ہوئی ہو، وہ حرمت سے مستثنیٰ ہے لہٰذا ایسی تصویر جائز ہے۔

---

[1] (صحیح مسلم کتاب اللباس والزینة)

[2] (ترمذی، کتاب اللباس، حدیث ۱۷۵۰)

جمہور فقہاء ان احادیث کے جواب میں فرماتے ہیں کہ "**الرقم فی الثوب**" سے مراد وہ تصویر ہے جو کسی درخت یا کسی غیر ذی روح کی تصویر ہو، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

دخل عليّ رسول الله ﷺ وقد سترت سهوة لي بقرام فيه تماثيل، فلمّا رآه هتكه وتلوّن وجهه وقال يا عائشة! أشد الناس عذابا عند الله يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضورِ اقدس ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں نے اپنے طاقچے کو ایک ایسے پردے سے ڈھانپا ہوا تھا جس پر تصاویر تھیں، جب حضور اقدس ﷺ نے وہ پردہ دیکھا تو آپ نے اس کو پھاڑ دیا اور آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے عمل سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ تصویر جو کسی کپڑے پر بنی ہوئی ہو، جائز ہوتی تو اس پردے پر بنی ہوئی تصویر پر حضورِ اقدس ﷺ نکیر نہ فرماتے جبکہ وہ پردہ کپڑے کا تھا۔ جہاں تک اس قصہ میں روایات کا اختلاف ہے، ان تمام روایات میں ایک ہی واقعہ مذکور ہے اور اس حدیث کو متعدد واقعات پر محمول کرنا بعید ہے۔

ہمارے زمانے کے بعض متجددین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ تصویر کی حرمت ابتداء اسلام میں تھی، اس لئے کہ ابتداء اسلام کا زمانہ جاہلیت اور بت پرستی کے زمانے سے قریب تھا اور لوگوں کے دلوں میں توحید کا عقیدہ راسخ نہیں ہوا تھا، لہٰذا جب توحید کا عقیدہ ان کے اندر راسخ ہو گیا تو تصویر کی حرمت اٹھالی گئی۔ متجددین کے اس دعویٰ پر قرآن و حدیث میں کوئی دلیل موجود نہیں، اگر تصویر کی حرمت کا حکم منسوخ ہو جاتا تو حضور اقدس ﷺ صراحۃً اس کا نسخ بیان فرماتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تصاویر سے منع نہ فرماتے۔ اور آپ نے دیکھا کہ فقہاء صحابہ ایسے گھروں میں داخل ہونے سے منع فرماتے تھے جن میں تصاویر ہوتیں، یہ سب کچھ حضور اقدس ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد پیش آیا۔ یہ اس بات کی دلیل قطعی ہے کہ تصویر کی حرمت کا حکم اب بھی باقی ہے اور اس حکم کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا۔ اور یہ حکم کیسے منسوخ ہو سکتا ہے جبکہ حضور اقدس ﷺ نے تصویر کی حرمت کی علّت یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے عمل سے مشابہت اختیار کرنا ہے، یہ علّت ایسی ہے جو کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے کہ ایک زمانے میں پائی جائے اور دوسرے زمانے میں نہ پائی جائے۔

علامہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ "**شرح العمدۃ**" میں فرماتے ہیں:

ولقد أبعد غاية البعد من القال: ان ذلك محمول على الكراهة وأن التشديد كان في ذلك الزمان لقرب عهد الناس بعبادة الأوثان، وهذا الزمان حيث انتشر الاسلام وتمهدت قواعده فلايساويه في هذا التشديد۔۔۔ وهذا القول

عندنا باطل قطعاً لأنه قد ورد فی الأحادیث والأخبار عن أمر الآخرة بعذاب المصورین، وانهم یقال لهم: احیوا ما خلقتم، وهذه علة مخالفة لما قاله هذا القائل۔ وقد صرّح بذلک فی قوله علیه السلام: المشبهون بخلق اللّٰہ، وهذه علّة عامّة مستقلة مناسبة ولا تخص زماناً دون زمان، ولیس لنا أن نتصرف فی النصوص المتظاهرة المتضافرة بمعنی خیالیّ۔

ترجمہ: جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے انہوں نے نہایت دور کی بات کہی ہے کہ تصویر کی حرمت کراہت پر محمول ہے اور یہ تصاویر کی حرمت کی شدّت اسی زمانے میں تھی (جب اسلام نیا نیا تھا) کیونکہ لوگوں کا وہ زمانہ بتوں کی عبادت سے قریب کا زمانہ تھا، اب اس زمانہ میں چونکہ اسلام پھیل چکا ہے اور اسلام کے قواعد آسان ہو چکے ہیں، اس لئے اس حکم میں اب وہ شدّت باقی نہیں رہی۔ ہمارے نزدیک یہ قول قطعی طور پر باطل ہے اس لئے کہ احادیث اور اخبار میں تصویر بنانے والوں کو آخرت میں عذاب دیئے جانے کی وعید وارد ہوئی ہے اور قیامت کے روز تصویر بنانے والوں سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اس کو زندہ کرو۔ لہٰذا یہ علّت ان متجددین کے قول کے بالکل مخالف ہے اور حضور اقدس ﷺ کے اس قول میں اس کی صراحت موجود ہے، وہ یہ کہ "المشبهون بخلق اللّٰہ" یعنی یہ تصاویر بنانے والے اللہ تعالیٰ کے بنانے سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ یہ علّت عام، مستقل اور مناسب ہے، کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، لہٰذا ایک خیالی معنی کی وجہ سے ایسی نصوص میں تصرف کرنا جائز نہیں جو ظاہر ہیں اور جو ایک دوسرے کی تائید کر رہی ہیں۔[1]

علامہ احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ علامہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ بالا عبارت کے بعد فرماتے ہیں:

هذا ما قاله ابن دقیق العید منذ أکثر من ٦٧٠ سنة، یرد علی قوم تلاعبوا بهذه النصوص فی عصره أو قبل عصره، ثم یأتی هؤلاء المفتون المضلون واتباعهم المقلدون الجاهلون او الملحدون الهدّامون، یعیدونها جزعة ویلعبون بنصوص الاحادیث کما لعب اولٰئکم من قبل، ثم کان من اثر هذه الفتاوی الجاهلة ان ملئت بلادنا بمظاهر الوثنیة کاملةً فنصبت التماثیل وملئت بها البلاد تکریماً لذکری من نسبت الیه وتعظیماً ـ۔۔ وکان من أثر هذه الفتاویٰ الجاهلة ان صنعت الدولة وهی تزعم أنها دولة اسلامیة فی امّة اسلامیة ماسمته مدرسة الفنون الجمیلة أو کلیة الفنون الجمیلة صنعت معهداً للفجور الکامل الواضح! ویکفی للدلالة علی ذلک ان یدخله الشبّان الماجنون من الذکور والاناث اباحیین مختلطین، لا یردعهم دین ولا عفاف ولا غیرة، یصورون فیه الفواجر من الغانیات اللائی لا یستحیین ان یقفن عرایا ویجلسن عرایا ویضطجعن عرایا ۔۔۔ ثم یقولون لنا: هذا فنّ، لعنهم اللّٰہ ولعن من رضی هذا منهم او سکت علیه۔

---

[1] (شرح العمدة ۲: ۱۷۲، کتاب الجنائز، حدیث ۱۱)

ترجمہ: بعض متجددین تصویر کے جواز پر قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں نازل ہوئی ہے کہ:

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَاسِيَاتٍ (سبا ۱۳)

"وہ جنّات ان کے لئے وہ چیزیں بناتے جو ان کو (منظور) ہوتا، بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیاں اور لگن (ایسے بڑے) جیسے حوض اور (بڑی بڑی) دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں۔"

متجددین اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مورتیاں بناتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کو نعمتوں کے بیان کے سیاق میں ذکر فرمایا ہے، لہٰذا اس سے پتہ چلا کہ مورتیاں بنانا حرام نہیں۔

لیکن یہ استدلال دووجہ سے درست نہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ لغت میں "تمثال" ہر اس تصویر کو کہا جاتا ہے جو کسی دوسری شيء کی صورت کے مطابق بنائی گئی ہو، جیسا کہ "لسان العرب" وغیرہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔ لہٰذا یہ ممکن ہے کہ وہ "تماثیل" جو جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے بناتے تھے وہ غیر ذی روح کی تصاویر ہوں۔[1]

چنانچہ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "کشّاف" میں مندرجہ بالا آیت کے تحت فرماتے ہیں:

ويجوز أن يكون غير صور الحيوان كصور الأشجار وغيرها لانّ التمثال كل ما صور على مثل صورة غيره من حيوان أو غير حيوان۔

یعنی یہ ممکن ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات جو تماثیل بناتے تھے وہ غیر حیوان مثلا درخت وغیرہ کی تماثیل ہوں، کیونکہ "تمثال" ہر اس تصویر کو کہا جاتا ہے جو کسی دوسری چیز کی صورت کے مثل بنائی جائے، چاہے وہ حیوان کی صورت ہو یا غیر حیوان کی ہو۔

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ توراۃ میں بھی ذی روح کی تصویر کی حرمت وارد ہوئی ہے، حتی کہ وہ محرف شدہ توراۃ جو آج ہمارے پاس ہے، اس میں بھی یہ حکم موجود ہے۔

چنانچہ "سفر الخروج" میں ہے:

لا تصنع لک تمثالاً منحوتاً و لا صورة ما مما في السماء من فوق و ما في الارض من تحت و ما في الماء من تحت الارض۔

[1] (تعليقات احمد شاكر على مسند احمد ۱۵۱:۱۲، حديث ۷۱۶۶)

یعنی آپ کے لئے کوئی تراشیدہ صورت نہ بنائی جائے، نہ کسی ایسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان میں ہے یا جو نیچے زمین میں ہے یا جو زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ [1]

"سفر التثنية" میں یہ عبارت درج ہے:

لئلا تفسدوا و تعملوا الأنفسكم تمثالاً منحوتاً صورة مثال ماشبه ذكر أو أنثى، شبه بهيمة مّا ممّا على الأرض، شبه طير مّا ذى جناح ممّا يطير فى السماء شبه دبيب مّا على الأرض، شبه سمك ما مما فى الماء من تحت الارض۔

ترجمہ: یعنی تاکہ تم فساد نہ کرو (اس طرح کہ) تم اپنے لئے ایسی تراشیدہ تصویر بناؤ جو کسی مذکر یا مؤنث کے مشابہ ہو، یا کسی ایسے چوپائے کے مشابہ ہو جو زمین پر ہے، یا کسی ایسے پرندے کے مشابہ ہو جو پروں والا ہو جس سے وہ آسمان پر اڑتا ہو، یا زمین پر رینگنے والے کے مشابہ ہو، یا زمین کے نیچے پانی میں تیرنے ولی مچھلی کے مشابہ ہو۔ [2]

یہ بات مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام توراۃ کی پیروی کرتے تھے، لہٰذا یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ ایسی تصاویر بنانے کا حکم دیں جس کو توراۃ نے حرام قرار دیا ہو۔ لہٰذا ظاہر یہ ہے کہ وہ تصاویر جو جنّات حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے بنایا کرتے تھے، وہ غیر ذی روح کی تصاویر ہوتی تھیں جیسے درخت اور پھول اور کائنات کے قدرتی مناظر وغیرہ کی تصاویر۔

اس آیات سے استدلال درست نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ذی روح کی تصاویر بنانے کی اجازت دے رکھی تھی، تو بھی اصول یہ ہے کہ سابقہ شرائع کے ذریعہ ایسی چیز کے بارے میں استدلال کرنا صحیح نہیں کہ ہماری شریعت میں اس کے معارض حکم موجود ہو۔ اور آپ نے دیکھ لیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے تصویروں کے بارے میں انتہائی تاکید سے ممانعت فرمائی ہے اور حضور اقدس ﷺ کا منع فرمانا ہمارے لئے حجت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا (المائدة۴۸) "تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔"

تصویر کھینچوانے والے کی امامت

استفتاء: آپ اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ: اگر کوئی امام یا خطیب تصویر کھینچوانے جیسا حرام فعل کرتا ہو تو اس کی امامت میں نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

[1] (سفر الخروج، ۲:۲۰)

[2] (سفر التثنية ۱۸۶:۴)

الجواب: قصداً تصویر کھنچوانا گناہ ہے اور ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ ہاں کوئی شخص تصویر کھینچنے کو منع کرتا اور ناجائز بتاتا ہے، پھر بھی اس کی تصویر کھینچ لی گئی تو وہ گناہ گار نہیں ہے، یا گورنمنٹ نے جن جگہوں میں تصویر لگانا ضروری قرار دیا ہے، مثلاً پاسپورٹ شناختی کارڈ وغیرہ ان چیزوں کے لئے تصویر کھچوانا گناہ نہیں ہے۔ جس صورت میں تصویر کھچوانا ناجائز ہے اس صورت میں امامت بھی ناجائز ہے۔[1]

بزرگانِ دین کی تصاویر بنانا اور تبرکاً لٹکانا

حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعلیمات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی تصویر لگانے میں کسی قسم کی خیر وبرکت نہیں بلکہ معصیت ہے۔ عام آدمی کی تصویر کے ساتھ برابر ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس گھر یا دوکان میں عام آدمی یا کسی بزرگ کی تصویر ہو اس کے گھر میں رحمت کا فرشتہ داخل نہیں ہوتا۔ لھٰذا مذکورہ بالا مقصد کے لئے کسی بزرگ کی تصویر لگانے سے اجتناب ضروری ہے۔

لما ورد فی الحدیث: عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالت دخل علیّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و انا مشترۃ بقرام فیہ صورۃ فتلون وجھہ ثم تناول الستر فھتکہ ثم قال ان اشد الناس عذابا یوم القیامۃ الذین یشبھون بخلق اللہ۔[2]

میرے مسلمان بھائی! اللہ تعالیٰ ہمیں بڑے اور سخت سے سخت تر عذاب سے پناہ میں رکھے اور ہمیں توبہ کی توفیق بخشے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد وقارالدین قادری نوّر اللہ مرقدہ وجعل الجنۃ مثواہ فرماتے ہیں:

کسی جاندار کی تصویر بنانا یا اس کا بنوانا، تصویر کی تعظیم کرنا اور کسی تصویر کو باعث خیر وبرکت سمجھنا، سب حرام ہے۔ احادیث میں تصویر سازوں کے لئے سخت عذاب کی وعید آئی ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے:

ان اشد الناس عذابا عند اللہ المصورون۔

"یعنی بے شک اللہ کے یہاں سخت ترین عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔"[3]

دنیا میں شرک کی ابتداء ہی تصویروں سے ہوئی۔ صحاح ستہ کی احادیث میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ بزرگوں سے مسلمانوں کو عقیدت ہوتی ہے اس کی بناء پر وہ بزرگوں کی تصویروں کی بھی عزت کریں گے، یہ اور زیادہ سخت گناہ ہے۔ اس لئے

---

1 (وقار الفتاویٰ، کتاب الصلوۃ، جلد ۲ ص ۱۷۲)

2 (صحیح مسلم، ج ۲ ص ۲۰۰، بحوالہ فتاویٰ حقانیہ ج ۲ ص ۴۳۰)

3 (بخاری شریف، ج ۲، کتاب اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ ص ۸۸۰، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

تمام تصویروں کے مقابلے میں بزرگوں کی تصویر بنانے کا گناہ زیادہ سخت ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ حکومت سے سخت احتجاج اور مطالبہ کریں کہ اس ناجائز کام کو بند کیا جائے۔[1]

بعض فوٹو کھنچوانے کے شوقین حضرات کہتے ہیں کہ تصویر سے مراد وہ ہے جو مصور نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہو، اس سے فوٹو مراد نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نقش و نگار کے ذریعہ بنائی ہوئی تصاویر اور عکسی تصاویر کے درمیان جو تفریق ہے اس کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں ہے۔ شریعت کا اصول یہ ہے کہ جو چیز اصلاً حرام اور غیر مشروع ہو، آلہ کے بدل جانے سے اس کا حکم نہیں بدلتا۔ مثلاً شراب حرام ہے، چاہے اس کو ہاتھ سے بنایا گیا ہو یا جدید مشینوں کے ذریعے تیار کیا گیا ہو۔ یا مثلاً قتل حرام ہے چاہے کوئی شخص چھری سے قتل کرے یا گولی چلا کر قتل کرے۔ یہی معاملہ تصویر کا ہے، شریعت نے تصویر بنانے اور رکھنے کو منع فرمایا ہے لہٰذا اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر مصور کے برش سے بنائی گئی ہے یا کیمرہ کے ذریعہ کھینچی گئی ہو۔ **واللہ سبحانہ اعلم**۔[2]

شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک علماء ازہر کا یہ نظریہ صحیح نہیں ہے کہ کیمرے کی بنائی ہوئی تمام تصاویر اس لئے جائز ہیں کہ وہ ہاتھ سے نہیں بنائی جاتیں اور یہ کہ کیمرے کے ذریعہ صرف عکس کو مقید کر لیا جاتا ہے۔ دیکھئے پہلے شراب ہاتھ سے بنائی جاتی تھی، اب مشینی عمل کے ذریعہ شراب بنائی جاتی ہے تو کیا اس فرق سے اب شراب جائز ہو جائے گی؟ پہلے ہاتھوں کی تراش خراش سے مجسمے بنائے جاتے تھے، اب مشینوں کے ذریعے پلاسٹک اور دوسری اجناس کے مجسمے ڈھال لئے جاتے ہیں تو کیا اب وہ جائز ہو جائیں گے؟ فوٹو کے متعلق اسلام کا منشاء یہ ہے کہ کسی بھی جاندار کی صورت اور شبیہ کو مستقل طور پر محفوظ کر لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ ہمیشہ جانداروں کی تصویریں شرک اور فتنہ کی موجب بنتی رہی ہیں۔ اب بھی ہندوستان اور بعض دوسرے ممالک میں تصویروں اور بتوں کی پوجا ہوتی ہے۔ ہندوستان میں گاندھی کی تصویر کی تعظیم اور تکریم ہوتی ہے، روس میں سٹالن کی تصویر کی تعظیم کی جاتی ہے، پاکستان کے تمام دفاتر، اسمبلیوں اور سفارت خانوں میں بڑے سائز کی قائد اعظم کی تصویر تعظیماً اونچی جگہ پر آویزاں کی جاتی ہے۔ اس لئے اصل فتنہ صورت کے محفوظ کرنے میں ہے، خواہ صورت کو سنگ تراشی سے محفوظ کیا جائے، قلم کاری سے یا

---

[1] (حوالہ وقار الفتاویٰ جلد ۲ صفحہ ۵۱۳)

[2] (بحوالہ فقہی مقالات، ص ۱۳۰)

فوٹو گرافی سے، جس طریق سے بھی تصویر کو حاصل اور محفوظ کر لیا جائے گا اس سے حاصل شدہ تصویر ناجائز اور حرام ہو گی اور بت تراشی، مصوری اور فوٹو گرافی میں جواز اور عدم جواز کا فرق کرنا صحیح نہیں ہے۔ [1]

مولوی محمد یوسف لدھیانوی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''کیمرے کے اندر جو ''چغد'' بیٹھا ہوا ہے وہ مشین ہے، جو انسان کی تصویر کو محفوظ کر لیتی ہے۔ جو کام مصور کا قلم یا برش کرتا ہے وہی کام یہ مشین نہایت سہولت اور سرعت کے ساتھ کر دیتی ہے، اور اس مشین کو بھی انسان ہی استعمال کرتے ہیں۔ یہ منطق کم از کم میری سمجھ میں تو نہیں آتی کہ جو کام آدمی ہاتھ یا برش سے کرے تو وہ حرام ہو اور وہی کام اگر مشین سے کرنے لگے تو وہ حلال ہو جائے، اور پھر آنجناب فوٹو کے تصویر ہونے کا بھی انکار فرماتے ہیں، حالانکہ عرف عام میں بھی فوٹو کو تصویر ہی کہا جاتا ہے اور تصویر کا ہی ترجمہ ''فوٹو'' ہے۔ الغرض آپ نے ہاتھ کی بنائی ہوئی اور مشین کے ذریعہ اتاری ہوئی تصویر کے درمیان جو فرق کیا جاتا ہے، یہ صرف ذریعہ اور واسطہ کا فرق ہے۔ مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں اور حدیث نبوی ﷺ: المصورون اشدّ عذاباً یوم القیامة۔ میں ہاتھ سے تصویر بنانے والے اگر شامل ہیں تو مشین کے ذریعہ بنانے والے بھی اس سے باہر نہیں، اور جن کو ''اشد عذاباً'' فرمایا ہو وہ گناہ کبیرہ کے مترکب ہیں یا صغیرہ کے؟ اس کا فیصلہ آپ خود ہی فرما سکتے ہیں، میرے لکھنے کی ضرورت نہیں۔''

بعض مولوی صاحبان سے یہ الفاظ بھی سنے ہیں کہ فلاں زبردست مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں۔ حالانکہ مولوی صاحبان کو یہ کہنا چاہیئے کہ اس بارے میں اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کا ارشاد مبارک یوں ہے۔ فقہہ شریف جو قرآن اور احادیث کے تمام مسائل کی ایک نہایت مستند مفصل فہرست اور قرآن و حدیث کا ماحصل ہے، اس فقہہ شریف میں یہ لکھا گیا ہے۔ باقی رہا زبردست عالم اور اس کا قول، تو اوّل تو وہ یوں کہے گا ہی نہیں، لیکن اگر قرآن و حدیث کے برعکس ایسی کوئی بات کہتا ہے، تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گمراہ ہے، مشت خاک لے کر اس کے منہ پر ماریں گے۔ کیا کسی زبردست عالم کو یہ اختیار ہے کہ جس کام کو اللہ نے حرام کیا ہو وہ اسے حلال کرے۔ ایسے عالم کو گرٹینگ نہیں بلکہ گڑبڑنگ کہا جائے گا۔

بعض علماء و مشائخ کہتے ہیں کہ لوگ زبردستی ہماری تصویر اُتارتے ہیں، ہم کیا کریں، ہم تو انہیں ایسا کرنے کا حکم نہیں کرتے۔ اے برادرِ عزیز! لوگ تیری زبان پر تالے تو نہیں لگاتے۔ کوئی عالم غیر شرعی کام دیکھ کر خاموش ہو جائے اور منہ پر چونے اور پتھر کا مضبوط پلستر لگا دے، اور چند الفاظ بھی حق گوئی کے ادا نہ کرے۔

لب از گفتن چناں بستم کہ گوئی　　　دہن بر چہرہ زخم بود و بہ شد

---

[1] (بحوالہ شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۴۷۰)

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الساکت عن الحق شیطان اخرس۔

یعنی حق بات کہنے سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔[1]

تم کہو کہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں تپایا ہوا لال لگام اس کے منہ میں ڈالیں گے یا نہیں؟ سوال یہ ہے کہ اگر حق بات کہنے سے تمہیں جان کا خطرہ ہے تو پھر ایسی سر تا پا گناہ و مغضوب علیہ مجلس سے اُٹھ تو سکتے ہو؟ جناب عالم صاحب، تم وہاں مضبوط ستون سے بندھے ہوئے تو نہیں بیٹھے ہو، کہ لوگ اس کا مطلب یہ نکالتے ہیں کہ تصویر سازی جائز ہے۔ کیونکہ ہم نے فلاں عالم صاحب کو اس مجلس میں خوشی کے ساتھ بیٹھے دیکھا جہاں تصویر بنائی جا رہی تھی۔ عام آدمی جب اتنے بڑے گناہ کو جائز تصور کرنے لگے تو تم ٹھنڈے دل اور ایمانداری سے فیصلہ کر کے بتاؤ کہ اس کا گناہ تمہارے سر پر ہو گا یا نہیں؟

اے برادرِ عزیز! موت قریب ہے، جو نہی لپکے گی، بچنے کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہو گی۔ اللہ رب العزت کے آگے حاضر ہونا ہے۔ میرے مہربان بھائی، اس فانی دنیا کی گہما گہمی پر مست اور مگن مت ہو، کہ گویا تجھے آگے چلنا ہی نہیں۔ ذوالجلال والا کرام ربّ کے آگے پیش ہونا ہی نہیں۔ ملک الموت پہنچنے ہی والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے عمرِ دراز عطا فرمائے، لیکن سو سال بھی تو آخر گزر جائیں گے۔ وقتِ مقرر آگیا تو ڈاکٹر حضرات کی انجکشن جسم میں پیوست ہی رہیں گے، گلوکوز اور خون کی تھیلیاں دھری کی دھری رہ جائیں گے، سانس اس طرح اکھڑ جائے گی کہ گویا اس کا اندازہ بھی نہیں ہو سکے گا۔

إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (نوح ۴)

یعنی اگر مقرر وقت آیا تو ایک منٹ بھی پیچھے نہ ہو گا۔

و اذا المنیة انشبت اظفارها　　　　الفیت کل تمیمة لا تنفع

یہ سانپ جیسے پیچ و خم اس دنیا میں تو کارگر ہو سکتے ہیں لیکن اللہ کے سامنے کام نہ آئیں گے۔

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ (البروج ۱۲)

اللہ کی پکڑ بڑی شدید ہے۔

اللہ آپ کو، ہمیں اور ہر مسلمان کو اپنی سخت پکڑ سے بچائے۔ ہمیں بھی تو چاہئے کہ ہم اپنے بچاؤ کے راستے نکالیں۔ اے میرے دوست و مہربان! تم نے تو اپنے بچاؤ کے راستے بند کر دیئے ہیں۔ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا کہ نہیں داخل ہو گا دوزخ میں مگر مارد اور متمرد۔ یعنی وہ شوخ اور سرکش جو کچھ بھی ہو جائے، وہ باز نہ آئے۔ اپنے شیطانی ضد سے ہرگز پیچھے نہ ہٹے۔

---

[1] (نور الانوار صفحہ ۲۱۹، باب الاجماع)

میرے بھائی تم رؤف اور رحیم، مشفق اور مہربان نبی اکرم ﷺ جو تمہاری کوئی بھی تکلیف برداشت نہیں کرسکتے۔ بحکم: عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (التوبۃ ۱۲۸) تمہاری تکلیف محبوبِ کریم کو تکلیف دیتی ہے۔ اس رحمت للعالمین رسول کی اتنی حدیثیں سننے کے باوجود اس کو نہیں مانتے۔ کچھ شرم کرو۔ پھر بھی باز نہیں آتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم محبوب کریم کی دامن سے ہاتھ دھو بیٹھے ہو۔ پھر تم خود انصاف سے فیصلہ کرو کہ اس صورت میں تم مارد اور متمرد بن چکے ہو یا نہیں۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (الأعراف ۱۷۹)

ہم نے خاص جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں بہت سے جن اور انسان (ان کی نشانی یہ ہوگی کہ) ان کے دل ایسے ہوں گے جن سے کچھ نہیں سمجھیں گے اور ان کی آنکھیں ایسی ہوں گی جن سے کچھ بھی نہیں دیکھیں گے اور ان کے کان ایسے ہوں گے جن سے وہ نہیں سنیں گے۔ وہ جانوروں کی مانند ہیں، بلکہ گمراہ ہیں اور غافل ہیں۔

جو گناہ چوری سے، شراب سے، سود سے بلکہ ناحق خون سے بھی ہزاروں گنا بھاری ہے، والدین کے قتل سے بھی بھاری، بلکہ کسی پیغمبر پاک کے قتل کے برابر، حتیٰ کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے اس منحوس گناہ کرنے والے کو کافر فرمایا ہے، ایسے ملعون گناہ کو سن اور سمجھ کر اور دیکھ کر نہ ڈرتے ہو اور نہ کوئی خوف اور ڈر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تمہیں اللہ تعالیٰ مندرجہ بالا آیات کے مصداق بننے سے بچائے تمہارے دل میں رب تعالیٰ فہم وادراک کوئی عقل یا نرمی، خداترسی، حق بینی، حق نیوشی عطا فرمائے۔ تم قیامت کے دن حضرت حبیب ہاشمی ﷺ کی امت میں سے اٹھائے جاؤ۔ تمہارا ہاتھ ان کے دامنِ رحمت سے نہ نکلے۔ تم خود بتاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت پر کھلم کھلا کمربستہ بنے بیٹھے ہو یا نہیں۔

جی ہاں! تو پھر کان کھول کر سنو:

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ (التوبۃ ۶۳)

کیا وہ شخص نہیں جانتا جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے۔ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، یہ بڑی ذلت ہے۔

اے اہل سنت والجماعت کے علماء کرام ومشائخِ عظام! اگر اب بھی باز نہیں آتے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ آپ کی داڑھی مبارک جو آپ کے چہرہ اقدس پر جلوہ نمائی کر رہی ہے، وہ حضرت حبیب ﷺ کی مثال، امر اور اتباع سنت نہیں، مگر گرو گوبند سنگ کی پیروی ہے۔ تم نے محبوب کریم ﷺ سے منہ پھیر لیا ہے۔ کیا تم نے آپ ﷺ کی دامنِ رحمت سے ہاتھ نکال لیا ہے۔ کیا تمہیں یہ علم ہے کہ محشر کے میدان میں شفیع المذنبین اور رحمت للعالمین رسول ﷺ بھی تجھ سے روگردان

ہوں گے؟ نادان! پھر تم کس کے سامنے جھولی پھیلا کر بھیک مانگو گے؟ پھر تمہارا کون مدد گار ہو گا؟ پھر تو تم ذلیل ہو کر عذاب والے مقامات کی طرف گھسیٹے جاؤ گے۔ آج یہ فلم تباہ وبرباد ہو جائے آگ میں جل جائے اور پھر واپس نہ ہو۔ اس کی اور کیمرا کی اندھی چکاچوند نے تمہارے دل کو لُبھالیا ہے۔ تمہاری ان سے دل لگی ہوئی ہے۔ تمہارے دل میں ان کی لغار ہے۔ آج یہ تمہاری محبوبہ، جان نواز اور معشوقہ تند وطناز اور سراپاہ عشوہ، وناز ہے۔ اس کے دیکھنے کے لئے تمہاری آنکھیں ترستی ہیں۔ ان کے پلید پر تو دیکھنے کے لئے تمہارادل حیران ہے، اور تم مرے جارہے ہو۔ حضرت حبیب ہاشمی کا یہ وسیع نہ تھمنے والا وبے شمار بیحد اور بے حساب نور جس میں سے ذرہ حاصل کر کے سورج، چاند اور ستاروں نے دنیا کو جگمگادیا ہے، جس کے نور سے کل کائنات روشن ہورہی ہے۔

بھٹائی بادشاہ نے شاید اسی جمال جہان آرا کا نقشہ کھینچا ہے۔ چاند کا نور آٹھویں سے لے کر چودھویں تاریخ تک پورے سات دن بہت زیادہ اور اچھا اور بے حد محبوب ہوتا ہے۔ ہر مہینے میں سات دن تو پورے سال کے بارہ مہینوں میں بارہ ستے ۸۴۔ مطلب یہ ہے کہ پورے سال میں چوراسی چاند سب سے بڑھ کر روشن ہوتے ہیں اور پورے سال میں ۳۶۴ سورج طلوع ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ پورے سال کے چوراسی چاند اور تین سو چونسٹھ سورج اگر بیک وقت طلوع ہوں تو روشنی کا اندازہ کیا ہو گا؟ مطلب یہ ہے کہ اس روشنی کی کوئی حد وانتہاء نہ ہوگی۔ مگر بھٹائی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قسم کھا کر کہا ہے کہ محبوب کریم ﷺ کے جمال جہان آرا کی روشنی اس قدر لامتناہی، محیر العقل اور انسانی فکر کے پرواز کی حد سے زیادہ ہے، جو پورے سال کے شمس وقمر کی روشنی اس کے مقابلے میں گویا کہ اندھیرا ہے۔ جیسے روشنی ہے ہی نہیں۔ اس بڑے نور پر تمہاری نگاہ ہی نہیں پڑرہی۔ ناہنجار ونابکار فلم کو دیکھ کر اپنا دل لبھا بیٹھے ہو۔ مہربانی فرما کر یہ وصیت مت کرنا کہ مرنے کے بعد فلم کو میرے ساتھ قبر کی پہلو میں ہم آغوش کر کے پھر میری میت کو دفنانا۔

میرے پیارے بھائی! اگر تمہارے اندر ذرہ برابر بھی عقل موجود ہے تو پھر یہ کہنا کہ تصویروں کی صنعت آج کل بہت ترقی کی ہے، یہ برائی بڑھ چڑھ کر کمالیت کو پہنچی ہے۔ آج اس پر اللہ کی پھٹکار اور غضب بھی پہلے سے بڑھ کر ہورہا ہے۔ یہ برائی بہت بڑھ چکی ہے۔ اس لئے ابھی اس میں کوئی قباحت نہیں۔ سب ٹھیک ہے۔ یہ سوچ، یہ اندازِ فکر تم خود منصف ہو کر بتلاؤ کہ احمقانہ، سفیہانہ، جاہلانہ، وحشیانہ، ظالمانہ، بہیمانہ، غیر منصفانہ، باغیانہ، طاغیانہ، فاسقانہ، خرمغزانہ، مفسدانہ، معاندانہ، مجرمانہ، منافقانہ، مویشیانہ، آمرانہ، جابرانہ، ہٹلوانہ ہے یانہیں۔

خدانخواستہ تمہاری یہ سوچ ہے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ تم بالکل گمراہ ہو، بالکل غلط ہو پھر تو تم زیرک، چالاک اور ذہین بالکل نہیں۔ پھر یہ کہا جائیگا کہ تم جیسا کند ذہن، تم جیسا عقل سے عاری، تم جیسا بیوقوف کہاں ملے گا؟ تو کہیں گے کہ ایک شاعر نے بھی تمہارا دیدار فرحت آثار کرنے کے بعد یہ شعر کہا ہے؟

یہ شک نہیں کہ حضرت ملا ہے خوب شخص	علامہ زمان وبڑا فیلسوف ہے
ذاتِ شریف ان کی ہے مجمع الصفات	لیکن یہ بات ہے کہ ذرا بے وقوف ہے

اے میرے پیارے اہل سنت والجماعت کے علماء کرام! میں تو ہر وقت بارگاہِ ایزدی کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ عرض کرتا ہوں کہ اللہ کرے تم ان علماء میں ہو جن کے لئے دریا کی مچھلیاں مغفرت کی دعا مانگتی ہیں۔ جن کی نیند بھی بفحوائے نوم العلماء عبادة عبادت ہو۔ جو جہاں پر قدم رکھتے ہیں، وہاں فرشتے اپنے پاک پر بچھادیتے ہیں تاکہ تمہارے قدم ان کے پروں پر آئیں اور تمہارے قدم کی برکتوں اور سعادتوں سے وہ بہرہ ور ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ امتی پر ہے۔

اور فرمایا:

”اللہ تعالیٰ، فرشتے، زمین و آسمان کی مخلوق یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بلوں میں، مچھلی سمندروں میں ہر اس شخص پر رحمت کی دعا کرتے ہیں اور رحمت نازل فرماتا ہے جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا ہے۔“

خدا کرے تم ایسے علماء میں سے ہو جن کی شفاعت سے ستر دوزخ کے مستحقین کو بہشت کے مرصع تاج پہنائے جائیں۔ العلماءورثة الانبیآء۔ کا سب سے بڑھ کر اعزاز خدا کرے تمہیں نصیب ہو اور تو ایسا عالم بنے جو کہ تمہاری رگ رگ سے حضور سرورِ کائنات ﷺ کے جسدِ اطہر کے ہر موئے مبارک پر سو سو جانیں قربان ہیں کی روح پر صدائیں بلند ہو رہی ہوں۔ خدا کرے تو ایسا عالم ہو کہ تمہارے وصال کے بعد رحمن کریم رب کی طرف سے یہ محبت بھرا پیغام پہنچے کہ: يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (٢٧) ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً (٢٨) فَادْخُلِي فِي عِبَادِي (٢٩) وَادْخُلِي جَنَّتِي (الفجر ٣٠) خدا کرے تو وہ عالم بنے کہ بہشت کی حوریں تمہیں دیکھ کر پھولوں کی طرح باغ و بہار بنیں اور فرطِ مسرت سے تمہارا والہانہ اور عاشقانہ استقبال کریں۔

مفتی محمد شفیع صاحب فتاویٰ دار العلوم دیوبند، امداد المفتیین، میں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال: تصویر کشی کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: تصویر کشی شریعت اسلامیہ میں مطلقاً حرام ہے خواہ قلم سے ہو یا بصورت فوٹو گرافی یا بصورت طباعت و پریس بشرطیکہ کسی جاندار کی تصویر ہو۔

حدیث میں ہے:

اشد الناس عذابا یوم القیامة الذین یضاھون بخلق اللہ رواہ البخاری ومسلم عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً۔

اور بعض روایات میں اس جگہ لفظ مصورون بھی موجود ہے۔

کما رواہ بخاری و مسلم عن عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسری ایک حدیث میں مروی ہے:

سمعت رسول اللہ ﷺ قال اللہ تعالیٰ من اظلم ممن ذھب یخلق کخلقی۔ (بخاری و مسلم)

اور ایک اور حدیث میں ہے:

یقال لھم احیوا ما خلقتم۔

یعنی مصوروں سے عذاب کے وقت تنبیہا کہا جائے گا کہ اپنی بنائی ہوئی صورت میں جان بھی ڈالو۔

ان روایات اور دوسری اس قسم کی احادیث سے ثابت ہوا کہ تصور کشی مطلقاً حرام ہے۔ جس میں کسی قسم کا استثناء منقول نہیں۔

ایضاً۔۔ سوال: فوٹو تصویر ہے یا نہیں اور فوٹو گرافی تصویر کشی میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب: فوٹو بھی تصویر کی ایک قسم ہے جیسے پریس پر چھپی ہوئی تصویر ایک قسم ہے تصویر کی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دستی اور قلمی تصویروں میں قلم دوات کے ذریعہ سے تصویر کھینچی جاتی ہے اور پریس میں سیاہی کے رول سے اور فوٹو میں عکس پر اس کے مسالہ اور آلات سے۔ آئینہ اور پانی سے عکس پر اس کو قیاس کرنا محض بے معنی اور لغو ہے کیونکہ اس عکس کو کسی مسالہ سے پائیدار اور قائم نہیں کیا جاتا اور اگر بالفرض آئینہ یا پانی میں بھی کسی مسالہ کے ذریعہ سے عکس کو قائم کر دیا جائے تو وہ بھی تصویر کے حکم میں داخل ہو جائے گا پھر وہ عکس نہ رہے گا کیونکہ عکس اسی وقت تک عکس ہے جب تک ذی عکس کے تابع ہو اس کے وجود سے جدا نہ ہو سکے اور یہ ظاہر ہے کہ فوٹو کا عکس ذی صورت کے مرنے کے بعد بھی قائم رہتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ فوٹو گرافی بھی تصویر کشی کے حکم میں ہے۔

سوال: جاندار کی وہ مکمل تصویر جو محض آرائش اور زیب وزینت کے لئے رکھی جاتی ہے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

جواب: جو تصویر محض آرائش کے لئے رکھی جاتی ہے اگر وہ کسی جاندار کی تصویر ہے تو اس کا رکھنا ناجائز ہے البتہ اگر اسی کو ذلت و امتہان کی جگہ میں ڈال دیا جائے جیسے جوتوں کے فرش میں یا اور کسی ایسی جگہ تو پھر جائز ہو جاتا ہے۔

كمافی حديث عائشة رضی الله تعالىٰ عنه عند احمد فی مسنده و عند البخاری و مسلم۔

بعض روایات حدیث میں صراحۃً مذکور ہے:

فاما ان تقطع رؤسها او تجعل بساطاً موطا البدر العينی و به قال مالک رحمة الله تعالىٰ عليه و ابو حنيفة رحمة الله تعالىٰ عليه و الشافعی رحمة الله تعالىٰ عليه۔

سوال: وہ مکمل تصویر جو محض طبی معلومات یا نقشہ جات جنگ یا دوستوں سے خط ملاقات حاصل کرنے وغیرہا کے لئے ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: طبّی معلومات یا نقشہ جنگ وغیرہا کے لئے مکمل تصویر رکھنا جائز نہیں اول تو یہ ضروری نہیں کہ ہر وہ ضرورت جس کو لوگ خواہ مخواہ ضرورت بنالیں شریعت اس کی اجازت بھی دے اور دوسرے اس جگہ تو یہ ضرورت اس طرح بھی رفع ہو سکتی ہے کہ ہر عضو کی علیحدہ علیحدہ تصویریں رکھی جائیں بجز سر کے کہ اس کی تصویر تنہا رکھنا بھی جائز نہیں جیسا کہ آئندہ سوال میں ذکر کیا جائے گا۔

سوال: صرف چہرہ کی تصویر یا نصف اعلیٰ کی تصویر شرعاً کیا حکم رکھتی ہے؟

جواب: صرف چہرہ کی تصویر یا نصف دھڑ کی یعنی نصف اعلی کی وہ بھی مکمل تصویر کے حکم میں ہے۔

لمافی رواية الطحاوی عن ابی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه الصورة الرأس فكل شئ ليس له رأس فليس بصورة۔[1]

اور شرح احیاء العلوم میں حضرت عکرمہ سے مروی ہے:

كل شئ له رأس فهو صورة۔[2]

اور تلقیح فہوم اہل الاثر لابن الجوزی میں ہے:

كان لرسول الله ﷺ ترس فيه تمثال رأس كبش فكره رسول الله ﷺ فاصبح يوماً و قد اذهبه الله عز و جل۔[3]

سوال: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ جدید فوٹو گرافی جو تصویریں کھینچی جاتی ہیں ان میں آئینہ کی طرح عکس آتا ہے البتہ غیر مستقل اور مستقل طور پر صورت قائم ہو جانے کا فرق ہے پس ارشاد ہوا کہ بلا ضرورت شدیدہ مثلاً لازمی پاسپورٹ وغیرہ اس جدید طریقہ فوٹو گرافی سے جاندار کے پورے قد کی تصویر کھینچنا اور کھچوانا شرعاً جائز ہے یا

---

[1] (معانی الاثار ص ۳۶۲ جلد اول)
[2] (اتحاف السادہ صفحہ ۵۹ جلد ۷)
[3] (امداد المفتیین، ج ۲ ص ۸۲۲ تا ۸۲۴)

نہیں؟ پس اگر جائز ہے تو کیوں اور اس میں کیا مصلحت ہے؟ اور اگر ناجائز ہے تو اس طرح سے تصویر کھینچنے والے اور کھچوانے والوں کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز میں اقتدا درست ہے اور کیا یہ لوگ فاسق کے حکم میں داخل ہیں؟ اور اس قسم کی تصویریں اپنے پاس رکھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

جواب: کسی جاندار کی صورت بنانا خواہ مجسمہ کی صورت میں ہو یا نقش اور رنگ کی صورت میں اور پھر خواہ قلم سے اس کی نقاشی کی جائے یا پریس وغیرہ پر اس کو چھاپا جائے اور یا فوٹو کے ذریعے عکس کو قائم کیا جاوے یہ سب بلاشبہ تصاویر و تماثیل ہیں جن کی حرمت پر اس قدر احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں کہ اگر تواتر کا دعویٰ کیا جائے تو غالباً صحیح ہو گا۔

فوٹو کی تصویر کو یہ کہنا کہ یہ تصویر نہیں بداہت کا انکار ہے اور یہ شبہ کہ آئینہ اور پانی میں اپنا عکس دیکھنا ممنوع نہیں بالکل بے معنی اور بے اصل ہے کیونکہ فوٹو عکس نہیں بلکہ عکس کے ذریعے تصویر بنانا ہے، یعنی بجائے اس کے کہ تخمینہ اور نظر سے تصویر کھینچی جاتی، فوٹو میں عکس سے تصویر بنائی جاتی ہے مسالہ کے ذریعے عکس کو پائیدار بنانا یہی تصویر کشی ہے۔ عکس اسی وقت تک عکس ہے جب تک اس کو پائیدار نہ کیا جاوے اور جب اس کو فوٹو کے ذریعہ سے قائم کر لیا گیا تو وہ عکس کی حد سے نکل گیا اور تصویر کے مفہوم سے نکالنا نصوص شریعہ کی تحریف ہے، جو ایک مستقل دوسرا گناہ عظیم ہے۔

اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ فوٹو کے ذریعے تصویر بنانا اور قلم سے تصویر کھینچنا دونوں ایک ہی حکم میں ہیں تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ جاندار کا فوٹو کھچوانا دونوں گناہ کبیرہ ہیں۔

حدیث صحیح البخاری و مسلم میں ارشاد ہے:

اشد الناس عذابا یوم القیامۃ الذین یصورون ھذہ الصور (بخاری و مسلم) بطرق متعددہ و الفاظ مختلفۃ۔

نیز بخاری و مسلم کی طویل حدیث میں ہے کل مصور فی النار۔ یعنی ہر مصور جہنم میں جائے گا۔

و قال تعالیٰ: وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ ۲)

اور فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

قال اصحابنا وغیرھم تصویر صورۃ الحیوان حرام اشد التحریم وھو من الکبائر سواء منہ لما یمتھن او لغیرہ فحرام بکل حال لان فیہ مضاھات بخلق اللہ تعالیٰ وسواء کان فی ثوب او بساط او دینار او درھم او فلس او حائط (الی قولہ) وبہ قال جماعۃ العلماء مالک و السفیان و ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتھی۔ وفی رد المحتار ویکرہ الدخول الی بیت فیہ صور علی سقفہ او حیطانہ او علی الستر و الازر و الوسائد العظام (الی قولہ) و کذالک نفس التعلیق لتلک الصور الخ۔[1]

[1] (شامی مکروہات الصلوۃ و مثلہ فی البدائع ۱۱۶:۱)

احادیث مذکورہ اور عبارات فقہاء سے یہ بھی ثابت ہے کہ فوٹو اور مطلقاً تصویر کھینچنا کھنچوانا اور ان کا استعمال کرنا اور ان کا اپنے پاس رکھنا گناہ کبیرہ ہے اور کرنے والا ان افعال کا فاسق ہے اور نماز اس کے پیچھے جب کہ دوسرا صالح امام مل سکتا ہو مکروہ تحریمی ہے۔

کما صرح بہ فی رد المحتار و عامۃ کتب المذھب۔

واللّٰہ سبحانہ و تعالیٰ عالم۔

کتبہ الاحقر محمد شفیع عفااللہ عنہ،

مدرس دارالعلوم دیوبند

۳ شعبان ۵۶[1]

مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمن صاحب سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال: ہمارے یہاں مدرسے میں سال بھر کے بعد ایک سالانہ رپورٹ چھپواتے ہیں، جس میں کچھ اساتذہ اور طلباء کی تصاویر ہوتی ہیں، ایسی تصویریں جائز ہیں یا ناجائز؟

جواب: مدرسے کی سالانہ رپورٹ میں تصاویر کا شائع کرنا درست نہیں ہے، اس سے اجتناب بہتر ہے، کیونکہ یہ ایسی ضروریات میں سے نہیں ہے جن پر اس فقہی اصول کا اطلاق ہوتا ہے کہ: "الضرورۃ تبیح المحظورات یعنی ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔"[2]

بعض خاص قسم کی تصاویر کی رُخصت و اجازت

ابو ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ رفعہ فی التماثیل رخص فیما کان یوطأ و کرہ ما کان منصوباً للاوسط بضعف۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو تصاویر محلِ اہانت میں پامال ہوں ان کی اجازت ہے، اور جو کھڑی ہوں وہ ناجائز ہیں۔

اور مسند احمد میں حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصوّر پردے کے قصہ میں جس میں پردہ کو پھاڑ کر دو گدّے بنادینا مذکور ہے، یہ الفاظ بھی ہیں:

فکان فی البیت یجلس علیہ و فیہ صورۃ۔

---

[1] (امداد المفتیین ج ۲ ص ۶-۸۲۵)

[2] (تفہیم المسائل ج ۴ ص ۶۷۴)

یہ گدّا گھر میں رہا جس پر آنحضرت ﷺ بیٹھتے تھے حالانکہ اس میں تصویر موجود تھیں۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑی ہوئی تصویروں کو ناجائز سمجھتے تھے اور پامال میں کوئی مضائقہ نہیں جانتے تھے۔[1]

یہی مضمون فتح الباری میں بحوالہ ابن ابی شیبہ حضرت ابنِ سیرین اور سالم بن عبد اللہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے بھی نقل کیا ہے۔

عن اللیث قال: دخلت علیٰ سالم بن عبد اللہ وھو متکی علیٰ وسادۃ فیھا تماثیل طیر ووحش فقلت: الیس یکرہ ھذا؟قال: لا! انما یکرہ ما نصب نصبا۔

حضرت لیث فرماتے ہیں: میں حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر گیا تو وہ ایک تکیہ سے کمر لگائے بیٹھے تھے جس میں پرندوں اور وحشی جانوروں کی تصویریں تھیں، میں نے عرض کیا کہ کیا ان کا استعمال مکروہ وناجائز نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں! بلکہ ناجائز وہ تصویریں ہیں جو کھڑی ہیں۔[2]

طبقات ابنِ سعد جزء تابعین میں ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بٹن میں آدمیوں کے چہرہ کی تصویریں تھیں۔[3]

اسد الغابہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں ہے کہ ان کی انگوٹھی کے نگینہ پر ایک شیر غرّاں کی تصویر بنی تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگوٹھی میں جو نگینہ تھا اس میں دو مکھیوں کی تصویر بنی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک انگوٹھی دستیاب ہوئی تھی جس کے متعلق یہ معلوم ہوا تھا کہ یہ حضرت دانیال نبی کی انگوٹھی ہے، اور اس کے نگینہ میں اک مرقع تھا کہ دو شیر دائیں بائیں تھے، بیچ میں ایک لڑکا تھا، حضرت عمر نے یہ انگوٹھی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی۔[4]

ابو داوٗد باب اللعب بالبنات میں حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بروایت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے:

قالت: کنت العب بالبنات فربما دخل علیّ رسول اللہ ﷺ وعندی الجواری فاذا دخل خرجن واذا خرج دخلن۔

---

[1] (فتح الباری بحوالہ ابن ابی شیبہ ۱۰:۳۴۶)

[2] (مسند احمد مع فتح ربانی ۱۷:۲۷۷)

[3] (طبقات ابن سعد جزء تابعین ص ۱۳۶)

[4] (منقول از معارف اعظم گڑھ)

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی، بسا اوقات رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے اور میرے ساتھ کھیلنے والی لڑکیاں ہوتیں، جب آپ ﷺ اندر آتے تو وہ باہر چلی جاتیں، جب آپ ﷺ باہر جاتے تو وہ پھر آجاتی تھیں۔[1]

اور اسی باب میں بروایت ابی سلمہ بن عبد الرحمن اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قالت قدم رسول اللہ ﷺ من غزوۃ تبوک او خیبر وفی سھوتھا ستر فھب الریح فشکفت ناحیۃ الستر عن بنات لعائشۃ لعب فقال: ما ھٰذا یا عائشۃ! قالت: بناتی! ورأی بینھن فرساً لہ جناحان من رقاع، فقال: ما ھٰذا الذی اری فی وسطھن؟ قالت: فرس! قال: وما ھٰذا الذی علیہ؟ قلت: جناحان! قال: فرس لہ جناحان؟ قال: اما سمعت ان لسلیمان خیلا لھا اجنحۃ! قالت: فضحک رسول اللہ ﷺ حتی رأیت نواجذہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک یا خیبر سے واپس آئے تو میرے طاق پر پردہ پڑا ہوا تھا، اتفاقاً ہوا چلی، جس نے پردہ کا ایک حصہ کھول دیا جہاں سے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ گڑیاں سامنے آگئیں، آپ ﷺ نے پوچھا: عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: میری گڑیاں ہیں! آپ ﷺ نے ان کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے دو پر کاغذ کے لگے ہوئے تھے، تو فرمایا: یہ کیا ہے جو میں ان کے درمیان دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا: گھوڑا ہے! پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے اوپر کیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ: دو بازو ہیں! آپ ﷺ نے تعجب سے فرمایا کہ: گھوڑے کے بازو ہوتے ہیں؟ میں نے عرض کی: کیا آپ ﷺ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پر لگے تھے! فرماتی ہیں: آپ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کے دندان مبارک دیکھے۔

اور مشکوٰۃ کتاب النکاح باب الولی فی النکاح میں صحیح مسلم کی یہ حدیث خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے:

ان النبی ﷺ تزوجھا وھی بنت سبع سنین وزفت الیہ وھی بنت تسع سنین ولعبھا معھا ومات عنھا وھی بنت ثمانی عشرۃ۔

نبی کریم ﷺ نے صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جبکہ ان کی عمر سات سال کی تھی، اور رُخصتی ہوئی جبکہ ان کی عمر نو سال کی ہوئی، رُخصتی کے وقت ان کی گڑیاں بھی ان کے ساتھ آئیں، اور آپ ﷺ کی وفات ہوگئی جبکہ ان کی عمر کل اٹھارہ سال کی تھی۔[2]

---

[1] (از بذل المجهود ۵:۲۶۴)

[2] (مرقاۃ جدید ۶:۲۰۵)

احادیثِ رخصت سے فقہاءِ امّت نے کیا سمجھا

احادیثِ حرمت میں خود جبرائیل علیہ السلام کی تلقین سے معلوم ہوا کہ جن تصاویر کا سر کاٹ دیا جائے یا کسی رنگ روغن سے لتھیڑ دیا جائے، اس کا استعمال جائز ہے۔[1]

اسی لئے سر کٹی ہوئی تصاویر کے جواز پر پوری اُمت کا اجماع ہے اس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خود ہی درختوں اور غیر ذی روح چیزوں کے حکم میں کر دیا ہے۔

دوسری رخصت وہ ہے جو احادیث میں مذکور ہے کہ تصاویر سالم ہی رہیں مگر ان کو محلِ اہانت وذلّت میں مثلاً: پامال فرش یا گدّا وغیرہ جس کے اوپر بیٹھا جائے بنا دیا جائے، ان کے جواز پر بھی اُمّت کا اجماع ہے۔

تیسری رُخصت سے یہ ثابت ہے کہ بہت چھوٹی تصویریں جیسے بٹن یا انگوٹھی کے نگینے پر یا روپیہ پیسہ پر اس کے استعمال کی گنجائش ہے۔ اس پر بھی تقریباً تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔

چوتھی رُخصت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکیاں جن گڑیوں سے کھیلتی ہیں یہ کھلونے استعمال کرنا بھی جائز ہے، مگر اس میں حضراتِ فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔

اقوال فقہاء ومحدّثین

علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح بخاری میں "الا رقما فی ثوب" والی حدیث کے ذیل میں فرمایا ہے:

وقالوا کرہ ن ما کان ستراً ولم یکرہ ما یداس علیہ ویوطاء۔ بھذا قال سعد بن ابی وقاص وسالم وعروۃ وابن سیرین وعطاء وعکرمۃ۔ قال عکرمۃ یوطاء من الصور ھو ذلّ لھا۔ وھذا اوسط المذاھب وبہ قال مالک والثوری وابو حنیفۃ والشافعی۔

حضراتِ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ نے ان تصاویر کو ناجائز قرار دیا ہے جو پردہ کی صورت میں معلّق ہوں، اور ان تصاویر کو ناجائز نہیں کیا جو پامال ہوں اور ان پر بیٹھا لیٹا جائے۔ یہی قول ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سالم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اور حضرت عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور عکرمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

---

[1] (کمافی حدیث رواہ النسائی وحدیث رواہ احمد فی مسندہ)

علیہ نے فرمایا کہ جو تصاویر پاؤں میں روندی جائیں یہ ان کی ذلّت ہے، یہی مذہب ہے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سفیانِ ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا۔[1]

مسئلۂ تصویر کے بارے میں جمہور اُمت کا اجماع اور آئمہ اربعہ کا مذہب

مسئلہ تصویر کے بارے میں جمہور اُمّت کا اجماع اور ائمہ اربعہ کا مذہب شرحِ بخاری عمدۃ القاری میں بالفاظ ذیل منقول ہے:

وفی التوضیح قال اصحابنا وغیرھم: تصویر صورۃ الحیوان حرام اشد التحریم وھو من الکبائر وسواء صنعہ لمایمتھن اولغیرہ فحرام بکل حال لان فیہ مضاھات بخلق اللّٰہ، وسواء کان فی ثوب او بساط او دینار او دراھم او فلس او اناء او حائط واما لیس فیہ صورۃ حیوان کالبحر ونحوہ فلیس بحرام، وسواء کان فی ھذا کلہ مالہ ظل وما لا ظل لہ، وبمعناہ قال جماعۃ العلماء مالک والسفیان وابو حنیفۃ وغیرھم انتھی۔

توضیح میں ہے کہ ہمارے فقہاء وغیر ہم نے فرمایا ہے کہ: جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے شدید الحرمت اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے، خواہ ایسی تصویریں ہوں جن کو عادۃً ذلیل و ممتہن رکھا جاتا ہے یا ایسی نہ ہوں، پس وہ بہرحال حرام ہے، اس لئے کہ اس میں مشابہت خلق اللہ ہے، اور برابر ہے کہ وہ تصویر کپڑے میں ہو یا فرش میں، دینار، درہم اور پیسوں میں ہو یا برتنوں میں اور دیواروں میں، اور برابر ہے کہ وہ مجسّم مورت ہو جس کا سایہ پڑتا ہے یا محض نقش اور رنگ کی صورت میں ہو، یہی فرمایا ہے جماعتِ علماء امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سفیان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیر ہم نے۔

اور شیخ الاسلام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے اور حافظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتح الباری میں اسی کو توثیق کی ہے:

قال اصحابنا وغیرھم من العلماء تصویر صورۃ الحیوان حرام شدید التحریم وھو من الکبائر لانہ متوعد علیہ بھذا الوعید الشدید المذکور فی الاحادیث وسواء صنعہ بمایمتھن او بغیرہ فصنعتہ حرام بکل حال لان فیہ مضاھات بخلق اللّٰہ تعالیٰ وسواء ما کان فی ثوب او بساط او درھم او دینار او فلس او اناء او حائط او غیرھا واما تصویر صورۃ الشجر ورحال الابل وغیر ذٰلک ممالیس فیہ صورۃ الحیوان فلیس بحرام وان کان فی بساط یداس ومخدۃ ووسادۃ ونحوھا مما یمتھن فلیس بحرام، ولا فرق فی ھٰذا کلہ بین ما لہ ظل وما لا ظل لہ، ھٰذا تلخیص مذھبنا فی المسئلۃ وبمعناہ قال جماھیر العلماء من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم وھو مذھب الثوری ومالک وابی حنیفۃ وغیرھم۔

[1] (عمدۃ القاری طبع قدیم ۱۰:۳۱۳)

(۲) باب نمبر دو: تصاویر کا شرعی حکم

ترجمہ: ہمارے حضرات اور دوسرے علماء نے فرمایا ہے کہ: جاندار کی تصویر بنانا سخت حرام ہے اور وہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اس لئے کہ اس پر ایسی وعید شدید وارد ہے جو بہت سی احادیث میں مذکور ہے، اور اس میں برابر ہے کہ ایسی چیز کی بہر حال بنانا اس کا حرام ہے، اس لئے کہ اس میں حق تعالیٰ کی صفتِ خلق کی نقل اتارنا ہے، اور یہ بھی برابر ہے کہ کپڑے میں ہو یا فرش میں، اور درہم و دینار یا پیسہ میں ہو یا برتن اور دیوار وغیرہ پر، لیکن درختوں، اُونٹ کے کجاوہ وغیرہ کی، ایسی چیزوں کی جو ذی روح نہیں تو اس کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے، یہ تو تصویر بنانے کا حکم ہے، لیکن ان چیزوں کا استعمال جن میں ذی روح کی تصویر بنی ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ دیوار پر معلق یا پہنے ہوئے کپڑے یا عمامہ وغیرہ ایسی چیزوں میں ہو جو عادۃً ذلیل یا حقیر نہیں سمجھی جاتی تو ان کا استعمال حرام ہے، اور اگر پامالِ فرش یا کسی گدّے اور تکیہ وغیرہ میں ہو جو عادۃً ذلیل و پامال ہوتے ہیں تو یہ حرام نہیں ہے، اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ یہ تصویر مجسّم ہو جس کا سایہ پڑتا ہے یا مجسمہ نہ ہو بلکہ محض نقش و رنگ ہو، یہ خلاصہ ہے ہمارے مذہب کا مسئلہ تصویر میں اور یہی مذہب ہے جمہور علماء کا صحابہ و تابعین اور ان کے بعد کے علماء میں سے اور یہی مذہب ہے امام ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہم کا۔[1]

کسی جاندار کی تصویر بنانا کسی طرح بھی ہو بہر حال ممنوع و ناجائز ہے۔ چاہے وہ ہاتھ سے ہو یا کیمرے سے یا جدید دور کی نئی ایجاد موبائل کے ذریعے ہو۔ خصوصاً غیر محرم خواتین کی تصاویر بنانا یا انہیں موبائل میں محفوظ رکھنا تو ایسا قبیح فعل ہے جس کی قباحت پر کوئی بھی عاقل و سمجھدار شخص تردّد نہیں کر سکتا۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ شادی بیاہ اور دیگر خوشی کے مواقع پر لوگ اپنے اہل خانہ اور رشتے دار خواتین کی تصاویر بڑے فخر و اصرار سے بنواتے ہیں اور انہیں سی ڈیز (CDs) وغیرہ اور موبائل میں محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ وبا عام لوگوں میں ہی نہیں بلکہ بڑے سنجیدہ و ظاہراً دیندار لوگ بھی اس میں مبتلا ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک)۔

ناجائز و ممنوع ہونے کے علاوہ اس میں یہ خطرہ بھی رہتا ہے کہ موبائل سے ایسی تصاویر کو چوری کر کے کوئی اجنبی یا دشمن ان میں ترمیم و قطع بُرید کر کے لوگوں کے سامنے لائے اور بلیک میل کرے جس سے اس خاندان کے لوگوں کی بے عزتی ہو اور انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔ لہٰذا اپنی عزت کی حفاظت کرنا ضروری ہے جس کے لئے تصاویر سے پرہیز لازم ہے۔ موبائل فون کے ذریعے بھی تصویر کھینچنا اور محفوظ رکھنا حرام و ممنوع ہے۔ اس کا حکم بھی عام کیمرے کی تصویر کا حکم ہے۔

کسی نام نہاد مفتی سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ موبائل سے تصویر بنانا جائز ہے کیونکہ یہ حقیقت میں تصویر نہیں ہے بلکہ عکس ہے، جیسے کہ ہم جب آئینہ کے سامنے کھڑے ہوں تو ہمارا چہرہ (یعنی عکس) نظر آتا ہے سامنے سے ہٹ

---

[1] (نووی مع مسلم ج ۲ ص ۱۹۹، فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۱۵)

جائیں تو چہرہ (عکس) نظر نہیں آتا۔ یعنی مفتی مذکور نے موبائل کو آئینہ کے قائم مقام قرار دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو عام تصویروں کا حکم ہے وہی حکم موبائل کی تصویر کا بھی ہے۔ نام نہاد مفتی کا یہ کہنا کہ موبائل کی تصویر، تصویر نہیں عکس ہے، درست نہیں اور آئینے کی مثال دے کر مفتی نے اپنی تردید بھی خود کر دی۔ عکس اور تصویر میں فرق یہی ہے کہ جو مفتی مذکور نے بتایا کہ عکس کی اپنی کوئی حقیقت نہیں ہوتی وہ سائے کی مانند دوسری چیز کا پرتو ہوتا ہے جب کہ تصویر خود سے قائم اور پائیدار ہوئی ہے۔ آئینہ کا عکس اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک اصل چیز قائم ہے۔ اس کے غائب ہوتے ہی عکس غائب اور معدوم ہو جاتا ہے۔ جبکہ موبائل کی تصویر محفوظ و پائیدار ہوتی ہے۔ اگر اسے خود ضائع نہ کریں تو سالوں تک محفوظ رہ سکتی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ یہ تصویر نہیں بلکہ عکس ہے۔ پس موبائل فون کے ذریعہ تصویر کھینچنا اور اسے محفوظ رکھنا پھر خود دیکھتے رہنا یا دوسروں کو دکھانا شرعاً جائز نہیں ہے اور اسی طرح دوسروں کو بھیجنا بھی ممنوع ہے، خصوصاً اجنبی عورت کی تصویر جس میں فتنہ و فساد بھی زیادہ ہے۔ (نجّانا اللہ منہا)۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

انّ اشدّ الناس عذابا عند اللہ المصوّرون۔ (رواہ الشیخین)

یقیناً قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کو سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔

اسی طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے، تصاویر بنانے والوں کو قیامت کے دن آگ کا عذاب دیا جائے گا۔"

آج کل بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو خود ساختہ تقوی اپنا کر اپنی بڑائی جتاتے ہیں اور دوسروں کو حقیر اور غیر متقی تصور کرتے ہیں، بازار کی چیزوں مثلاً مرغی کا گوشت، مشروبات، اور دیگر اقسام کی مباح و جائز اشیاء جو بازار میں ملتی ہیں، اور مسلمان انہیں بیچتے ہیں، ان سے شدّت کے ساتھ پرہیز کرتے ہیں بلکہ نفرت آمیز رویئے سے دیکھتے ہیں اور جو صاحبِ طریقت و شریعت حضرات ان مباح چیزوں کو استعمال کرتے ہیں تو ان پر یہ لوگ تنقید کرتے ہیں۔ اور اگر کسی دعوت میں چلے جائیں تو صاحبِ دعوت کو ان کے اس عمل سے شرمندگی اور پریشانی اٹھانی پڑتی ہے، حالانکہ بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو مشقت میں ڈالنا نہ صرف برائی ہے بلکہ حماقت بھی ہے۔ ایسے ہی خصوصاً متقی لوگوں کے پاس بھی کیمرے والا موبائل بڑی شان سے رکھا جاتا ہے جس میں تصویروں کا البم ہوتا ہے۔ حالانکہ تصویر بنانا حرام ہے تو اس حرام چیز کو اپنے پاس محفوظ رکھنا اور اسے بنانا کیا خلافِ تقویٰ نہیں؟ وہی کیمرے والا موبائل ان کے پاس ہوتا ہے جب کہ وہ نماز بھی پڑھاتے ہیں، پھر اپنے آپ کو پیر، مولانا و خلیفہ بھی کہلواتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ غلط چیز کہیں بھی ہو غلط ہی ہوتی ہے، چاہے پیر کرے، مولانا کرے، صدر کرے، وزیر اعظم کرے یا عام شخص کرے۔ جائز اور شرعاً مباح اشیاء کو استعمال کرنا خلافِ تقویٰ نہیں بلکہ حرام و مکروہ اشیاء کو ترک کرنا تقویٰ ہے۔ لہٰذا تصویر بنانا، چاہے موبائل کے ذریعے ہو، ممنوع وناجائز ہے، اس سے بچنا تقویٰ کے زمرہ میں آئے گا۔

اسی طرح صاحب طریقت و شریعت مشائخ سے بد ظن ہونا بھی ممنوع ہے بلکہ ہلاکت کا سبب بھی ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (الحجرات ۱۲)

بے شک بعض گمان بھی گناہ ہیں۔

عام تصویروں کے مقابلے میں موبائل کی تصویر زیادہ نقصان دہ ہے کیونکہ عام تصویریں عموماً چھپی رہتی ہیں، کبھی کبھی انہیں دیکھتے ہیں جبکہ موبائل تو ہر وقت پاس ہی ہوتا ہے۔ اور اکثر استعمال بھی ہوتا رہتا ہے تو تصاویر آسانی سے دیکھی اور بنائی جاسکتی ہیں یعنی ایک ممنوع کام جلدی اور آسانی سے ہوسکتا ہے، اس لئے یہ فتنہ زیادہ بڑا ہے۔ بعض لوگ تصاویر کو یادگار اور تبرک کے لئے بناتے اور محفوظ رکھتے ہیں (اس گمان سے) کہ شاید کہ اس سے کچھ فائدہ ملے گا۔ مگر یہ بات بھی انتہائی غلط ہے کیونکہ اگر تصویر میں برکت ہوتی تو سید کائنات ﷺ کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی، تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی، تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مشائخِ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصاویر ہوتیں اور وہ خود بنوا کر اپنے پاس رکھتے اور دوسروں کو تلقین کرتے کہ یہ تصاویر رکھا کرو کہ ان سے برکت ملتی ہے۔ مگر ایسا ہرگز نہیں ہوا، اور نہ ہے۔ اس لئے بھی کہ ایک حرام و ممنوع چیز میں تبرک کہاں سے ہوسکتا ہے؟ ہاں تبرک کا حصول آپ ﷺ اور بزرگانِ دین کے آثار، مثلاً کرتہ، قمیص، چادر، بال، ناخن، وغیرہا سے ثابت ہے اور امت کا تعامل بھی ہے۔

لہٰذا تصویر کو تبرکاً بھی بنانا یا محفوظ رکھنا خاص کر لٹکانا ممنوع اور ناجائز ہے۔ بلکہ گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں میں بت پرستی کا ایک ذریعہ تصاویر بنیں۔ وہ اپنے گزرے ہوئے نیک لوگوں کی تصاویر بناتے اور انہیں لٹکاتے تبرک کی نیت سے پھر آہستہ آہستہ ان کی عبادت شروع کر دیتے اور ان کو خدا بنالیتے۔ گویا تصویر کشی ایسی لعنت ہے جس سے انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی جناب میں گستاخی کا مرتکب ہوسکتا ہے اور ایمان سے محرومیت کا سبب بھی بن سکتا ہے، لہٰذا اس ناجائز کام سے اجتناب ضروری ہے۔ اور یہ تصویر بنانے والا عمل بہرحال حرام اور کفر کی طرف لے جانے کا ذریعہ ہے۔ فلہٰذا جو کام حرام و کفر کی طرف جانے کا سبب ہو وہ بھی حرام و ممنوع ہوتا ہے۔

وفی الرد المختار او کانت صغیرۃً لاتتبین تفاصیل اعضائها للناظر قائما وهی علی الارض۔ ذکره الحلبی وقال الشامی وهٰذا اضبط لما فی القهستانی (ومثله فی الطحطاوی علی الدر وشرح المنیه)۔

ترجمہ: اور در مختار میں ہے کہ اس تصویر کا استعمال بھی جائز ہے جو اتنی چھوٹی ہو کہ اگر اس کو زمین پر رکھ کر آدمی کھڑا ہو کر دیکھے تو اس کے اعضاء کی تفصیل نظر نہ آئے۔

طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شرح منیہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

یہ مذہب حنفیہ کا نقل کیا گیا ہے، مالکیہ کا بھی یہی مذہب رسالہ "بلوغ القصد والمرام بما تنفر عنه الملٰئکة الکرام" میں شیخ الاسلام ابو جعفر کتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کیا ہے، شوافع اور حنابلہ سے بھی اس کے خلاف کوئی قول نظر سے نہیں گزرا، یہ تین قسم کی تصاویر کی رخصت تقریباً سب فقہاء میں متفق علیہ ہے، البتہ چوتھی رخصت یعنی لڑکیوں کے کھیلنے کی گڑیاں، اس میں حضراتِ فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ گڑیاں بھی عام تصاویر کی طرح حرام ہیں اور صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس زمانہ کی ہے جبکہ تصاویر کی حرمت کا حکم نہیں تھا۔ یہ قول محدث امام بیہقی، ابن جوزی، منذری، حلیمی، ابن بطّال اور محدث داؤدی رحمہم اللہ وغیرہ کا ہے، اور ابو زید نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی یہ نقل کیا ہے کہ آپ لڑکیوں کے لئے گڑیاں خریدنے کو ناجائز سمجھتے تھے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا:

ثبت النهی عن اتخاذ الصور فنحمل علیٰ ان الرخصة لعائشة ذٰلک کانت قبل التحریم۔ وبه جزم ابن الجوزی۔

ترجمہ: چونکہ تصاویر کے استعمال کی حرمت نصوص سے ثابت ہو چکی ہے، اس لئے حدیثِ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر محمول کیا جاوے گا کہ یہ حرمتِ تصاویر سے پہلے کا واقعہ تھا جو منسوخ ہو گیا۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی کو قولِ فیصل قرار دیا ہے۔[1]

اور مسندِ احمد کی ایک مرفوع روایت سے بھی اس کی تائید ہوئی ہے:

عن رجل من قریش عن ابیه ان کان مع ابی هریرۃ فرأی ابو هریرۃ فرسا من رقاع فی ید جاریة فقال: الا تری هٰذا؟ قال رسول اللہ ﷺ: انما یعمل هٰذا من لا خلاق له۔

[1] (فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۳۷)

ترجمہ: ایک شخص حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، دیکھا کہ ایک لڑکی کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا گھوڑا تھا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ کام ان لوگوں کا ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔[1]

بعض نے فرمایا ہے کہ: اس سے صرف نابالغ لڑکیوں کے معاملہ میں مساہلت کا معاملہ ہوتا ہے، نابالغ لڑکیاں جو احکام کی ابھی مکلف نہیں، ان کو گڑیوں کے کھیل سے منع نہ کیا جاوے گا، صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ بھی ان کی بالغی کے زمانے کا ہے، بالغوں کے لئے ان کا استعمال حسبِ عموم احادیث حرام ہوگا۔

بعض علماء نے مطلقاً گڑیوں کی تصاویر کو عام حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے، جیسا کہ پامال تصاویر مستثنیٰ کی گئی ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کی تشریح میں لکھا ہے:

المراد ھٰذا اللعب المسماۃ بالبنات التی تلعب بھا الجواری الصغار معناہ التنبیہ علیٰ صغر سنھا قال القاضی وفیہ جواز اتخاذ اللعب واباحۃ۔لعب الجواری بھن وقد جاء انہ علیہ الصلوۃ والسلام رأی ذٰلک لم ینکرہ, قالوا وسببہ تدریبھن لتربیۃ الاولادو اصلاح شانھن وبیوتھن۔

مراد لعب سے وہ ہیں جن کو گڑیاں کہا جاتا ہے جن سے چھوٹی لڑکیاں کھیلتی ہیں اور مطلب اس روایت کا اس پر متنبہ کرنا ہے کہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت بہت صغیر سن تھیں۔

قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اس روایت سے جواز ثابت ہوتا ہے گڑیاں رکھنے اور چھوٹی بچیوں کے ان سے کھیلنے کا کیونکہ اس حدیث میں ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو دیکھا اور اس پر نکیر واعتراض نہ فرمایا۔ علماء نے فرمایا کہ سبب اس کا لڑکیوں کو خانہ داری کا انتظام اور بچوں کی پرورش سکھانا ہے۔

اور شرح مشکوۃ میں ہے:

ویحتمل ان یکون مخصوصا من احادیث النھی من اتخاذ الصور لما ذکر من المصلحۃ ویحتمل ان یکون قضیۃ عائشۃ فی اوّل الھجرۃ قبل تحریم الصورۃ۔

ترجمہ: اور مرقاۃ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ گڑیوں کی حدیث عام حرمتِ تصاویر سے مستثنیٰ اور مخصوص ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ واقعہ حرمتِ تصاویر سے پہلے کا ہو، اور بعد احادیث حرمت کے وہ منسوخ ہو گیا ہو۔

---

[1] (مسند احمد مع فتح ربانی ۲۷۸:۱۷)

فی متفرقات البیوع من الدر المختار وفی أخر حظر المجتبیٰ عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبة وان یلعب بها الصبیان انتھیٰ۔ قال الشامی: ونسبتہ الیٰ ابی یوسف لاتدل علی ان الامام یخالفہ لاحتمال ان لا یکون فی المسئلة قول۔

ترجمہ: اور در مختار کی کتاب البیوع کے متفرقات میں مجتبیٰ کے حوالہ سے ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: گڑیا کی بیع جائز ہے اور بچوں کا ان سے کھیلنا بھی جائز ہے، اور علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: یہاں ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول کسی اختلاف کے بیان کے لئے نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں کوئی صریح قول منقول ہی نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ لڑکیوں کی گڑیوں کے معاملہ میں فقہاء کے چار اقوال ہیں، ایک یہ کہ وہ بھی عام تصویر کی طرح حرام ہیں، اور جواز والی روایت حرمت سے پہلے کی ہے جو بعد میں منسوخ ہو گئی۔ دوسرا قول اس کے بالمقابل قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے کہ اسی حدیث کی رو سے بچیوں کی گڑیاں حرمتِ تصویر سے مستثنیٰ کر دی گئی ہیں، وہ جائز ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ نابالغ بچیوں کے لئے اجازت ہے، عام اجازت نہیں ہے، حنفیہ کا مسلک مذکورہ عبارت در مختار سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں جن گڑیوں کا ذکر ہے وہ مکمل تصویر نہیں تھیں، اس لئے حرمتِ تصاویر کی روایات سے اس کا کوئی تعارض نہیں۔ لیکن پہلے اور تیسرے قول پر ابو داؤد کی روایت جو مسلم کے طریق سے منقول ہے اس میں اس واقعہ کی تاریخ غزوۂ خیبر یا غزوۂ تبوک سے واپسی بتلائی ہے جو ۷ھ یا ۹ھ میں ہیں، اس وقت تک تصاویر کی حرمت کے احکام نہ ہونا یا حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نابالغ ہونا دونوں چیزیں نہایت بعید ہیں۔

جب اس روایت کے دوسرے طرق کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گڑیوں کے واقعہ میں غزوۂ خیبر و تبوک کا ذکر کہیں بجز اس ایک طریق ابو داؤد کے اور کسی کتاب میں نہیں، یہ واقعہ صحیحین بخاری و مسلم میں بھی آیا ہے، اور مسندِ احمد وغیرہ میں بھی، ان میں سے کسی میں سفر خیبر و تبوک کا کوئی ذکر نہیں اس لئے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابو داؤد کے اس طریق میں کسی راوی کو مغالطہ پیش آیا ہے کہ دراصل سفر تبوک یا خیبر کا حوالہ اس واقعہ میں آیا ہے، جو حضرت سیدنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مصوّر پردہ (قرام یا دُرنوک) اپنے گھر میں کسی طاق یا الماری پر ڈالا تھا، ان دونوں روایتوں میں صحیحین بخاری و مسلم کی روایت میں سفر کی واپسی کا ذکر ہے اور فتح الباری میں اس سفر کو بحوالہ بیہقی سفر تبوک اور بحوالہ ابو داؤد خیبر یا تبوک لکھا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ابو داؤد کی روایت میں غزوۂ خیبر یا تبوک لکھا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ابو داؤد کی روایت میں غزوۂ خیبر یا تبوک کا تعلق صدیقہ عائشہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی گڑیوں کے واقعہ سے نہیں بلکہ مصور پردہ کے واقعہ سے ہے، راوی کو مغالطہ کی وجہ سے شاید یہ پیش آئی ہو کہ قرام اور دُرنوک کے واقعہ میں صحیح مسلم کے الفاظ میں یہ بھی ہے کہ اس پر ایک پروں والے گھوڑے کی تصویر تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گڑیوں میں بھی کوئی ایسی چیز تھی جس کو انہوں نے پروں والا گھوڑا اقرار دیا تھا، اس سے راوی کو یہ اشتباہ ہو جانا کچھ بعید نہیں اور خود ان دو واقعات کے الفاظ اور بیان کو دیکھئے تو وہ اس پر کھلی شہادت دیں گے کہ یہ گڑیوں کا واقعہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی بچپن کے زمانہ کا ہے اور قرام اور دُرنوک کا واقعہ اس کے بعد کا ہے، صحیح مسلم کتاب النکاح کی حدیث میں صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بلوغ سے پہلے گڑیاں ہونا اور رخصتی کے وقت ان کا ساتھ آنا مذکور ہے، یہ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ہجرت کے بالکل ابتدائی زمانہ کا ہے۔

ان سب قرائنِ قویہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گڑیوں کا واقعہ بالکل ابتداء ہجرت کے زمانے میں پیش آیا جبکہ تصاویر کی حرمت کے احکام نہ تھے، نیز حضرت صدیقہ صغیر السن لڑکی تھیں، اس لئے جن حضرات نے اس کو احادیثِ حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا، یا جنہوں نے اس کو صرف نابالغ لڑکیوں کی خصوصیت قرار دیا، ان کے کلام کی گنجائش بلاشبہ موجود ہے، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

خلاصہ کلام

خلاصہ ٔکلام یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ائمہ ٔفقہاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان احادیثِ رخصت سے یہ نتائج نکالے ہیں:

تصویر کشی اور تصویر سازی کسی جاندار کی کسی حال میں جائز نہیں، صرف غیر ذی روح بے جان چیزوں کی تصاویر بناسکتے ہیں۔

اور تصاویر کے استعمال میں مندرجہ ذیل قسم کی تصاویر کی اجازت دی ہے:

۱۔ سر کٹی ہوئی تصویر جو درخت کے مشابہ ہو جائے۔

۲۔ پامال تصاویر جو جوتے کے تلے یا فرش وغیرہ میں ہوں۔

۳۔ بہت چھوٹی تصویریں جیسے انگوٹھی اور بٹن کی تصویریں وہ بھی عام نقش و نگار کے حکم میں ہیں۔

۴۔ بچیوں کے کھیلنے کی گڑیاں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض حرام فرماتے ہیں، بعض جائز، اور بعض خاص شرائط کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔

لیکن اصل مسئلہ تصویر کی حرمت کا سب کے نزدیک متفق علیہ ہے، یہ کسی نے نہیں کہا کہ ان سے احادیثِ حرمت کو منسوخ قرار دے کر اصل تصویر ہی کو جائز کر ڈالا ہو، یا جائز تصویروں کی کوئی ایسی علّت ہو جس کی وسعت میں عام تصویریں بھی حلال ہو جائیں۔

مگر آج کل کے جدید مصنفین نے ان احادیثِ رخصت کو عام تصاویر کی حلت کا حیلہ بنالیا ہے، اور ایک نیا حیلہ تو ایسا ایجاد کیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ تصاویر کی ساری ہی بحث ختم ہو جاتی ہے، وہ یہ کہ آج کل جس طرح تمام مصنوعات جو پہلے زمانے میں دستی بنائی جاتی تھیں، اب مشینوں اور آلات کے ذریعہ بنائی جاتی ہیں، اسی طرح تصاویر سازی کے فن کو اس مشینی دور نے ترقی دے کر فوٹو گرافی اور عکّاسی کی صورت دے دی ہے، بعض علماء مصر نے پھر بعض علمائِ ہند نے بھی اس کے متعلق یہ فرمادیا کہ کیمرا کے ذریعہ جو تصویر لی جاتی ہے، وہ تصویر کے حکم میں داخل نہیں، وہ تو ایک ظل اور سایہ جیسے آئینہ اور پانی میں انسان کی شکل دیکھی جائے، اس کے حرام وناجائز ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں۔

اور یہ فتنہ ایسا عام ہوا کہ بہت سے علماء وصلحاء بھی کاغذی پراہنوں میں دنیا بھر میں چلتے پھرتے نظر آنے لگے، اور اربابِ عمائم وقبا کے فوٹو دنیا میں عام ہو گئے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض علماء کو اس فوٹو کے اسٹیج پر زبردستی ان کے علم وقصد کے خلاف لایا جاتا ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ بہت سے حضرات بالقصد اس میں شریک ہوتے ہیں۔

(۳) باب نمبر تین: گانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

گانے بجانا حرام ہے اور اس کو جائز کہنا کفر ہے

غناء کی تعریف اور اس کا حکم

غناء لغت میں نغمہ و سرود خوانی کو کہتے ہیں، اھ۔[1]

اور نغمہ کو موسیقی بھی کہتے ہیں۔

اور اصطلاح میں کلام منظوم معنوی کے ساتھ نغمہ اور الحان کو کہتے ہیں۔

ا۔ جیسا کہ حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی ہے:

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم: وَإِيَّاكُمْ وَلُحُونَ أَهْلِ الْعِشْقِ وَلُحُون أهل الْكِتَابَيْنِ وسيجي بعدِي قوم يرجعُونَ بِالْقُرْآنِ ترجع الْغِنَاء، اھ۔[2]

گانے کو عربی میں "غناء" کہتے ہیں، خواہ اس کا مضمون اچھا ہو یا بُرا۔۔۔ گانے والے مرد کو "مغنّی" اور گانے والے عورت کو "مغنّیہ" کہتے ہیں۔۔۔ ہاتھ سے بجائے جانے والے آلاتِ موسیقی (سازوں) کو "معازف" اور منہ سے بجائے جانے والے آلاتَ موسیقی کو "مزامیر" کہتے ہیں۔۔۔ جن آلاتِ موسیقی کا مطلقاً ذکر ہوتا ہے تو اس سے "معازف و مزامیر" دونوں مراد ہوتے ہیں۔۔۔ اور جب لفظ "مزامیر" مطلقاً بولا جاتا ہے تو اس سے بھی دونوں قسم کے آلاتِ موسیقی مراد ہوتے ہیں ۔۔۔ شریعت میں غناء (گانے) کا حکم یہ ہے کہ اگر گانے کا مضمون اچھا ہو، گانے والا مرد، مردوں کی محفل میں ہو اور گایا جانے والا گانا بغیر آلاتِ غنا کے ہو تو اس کا گانا اور سننا جائز ہے۔۔۔ اگر گانے کا مضمون اچھا نہ ہو مثلاً عورتوں اور امارد (بے ریش لڑکوں) کے حُسن و جمال کا ذکر ہو، شراب یا دیگر محرمات کی تعریف ہو یا ایسے عشقیہ اشعار ہوں جو نفس کو بُرائی پر برانگیختہ کرنے کا باعث ہوں اگرچہ بغیر آلاتِ موسیقی کے ہوں، ان کا گانا اور سننا حرام ہے۔۔۔ اگر گانے کا مضمون اچھا ہو اور آلاتِ موسیقی کے ساتھ ہو تو بھی حرام ہے۔۔۔ جو گانا، گانا حرام ہے، اس کا سننا بھی حرام ہے۔۔۔ گانے والا مرد عورت کی محفل میں یا مخلوط محفل میں ہو تو مرد کا گانا حرام ہے۔ اگرچہ گانے کا مضمون میں ہو یا حجاب کی اوٹ میں مرد سن رہے ہوں تو اس کا گانا حرام ہے اگرچہ گانا اچھے مضمون پر مشتمل ہو۔۔۔ گانے والی عورت، عورتوں کی محفل میں ہو، گانے کا مضمون اچھا اور بغیر آلاتِ موسیقی

---

[1] (غیاث اللغات و منتخب اللغات و صراح، قاموس)

[2] (مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۶۷۵، الناشر: المکتب الإسلامي – بیروت، المعجم الأوسط للطبرانی، ج۷، ص ۱۸۱، الناشر دار الحرمین للطباعة والنشر والتوزیع)

کے ہو تو جائز ہے۔۔۔ عیدین، شادی نکاح، ولیمہ، ختنہ، عزیز کی آمد کی خوشی اور جہاد کے موقع پر دف بجا کر ایسی نظم جس کا مضمون اچھا ہو جائز ہے، اور ان مواقع کے علاوہ مواقع پر دف کی دُھن پر گانا یا صرف دف بجانا جائز ہے۔۔۔ مساجد و مزارات کے پاس آلاتِ موسیقی یا ڈھول بجانا اور دیگر محرمات کا اہتمام کرنا سخت حرام ہے۔۔۔ مذموم مضامین پر مشتمل گانے اور آلاتِ موسیقی کی حرمت پر تمام امت کا اجماع واتفاق ہے۔۔۔ اجماع امت کی مخالفت گمراہی کا باعث ہے۔۔۔

موسیقی وآلاتِ موسیقی کے دلدادہ وشوقین اور اس کے ذوق فاسد کے مریض لوگوں نے اس کو مطلقاً جائز کرنے کی بہت کوشش کی ہے اور اس کے جواز میں بہت کچھ تحریر کیا ہے، چناچہ ان کے جواب میں صرف اتنا کہہ دیناہی کافی ہے کہ آلاتِ غناء وطرب کی حرمت وعدم جواز میں قرآنی آیات، احادیث و آثار، فقہاء و محدثین اور بزرگانِ دین کے اقوال کے مقابلہ میں کسی بھی نفس وہوا پرست کا قول و فعل معتبر اور قابلِ حجت نہیں ہے۔

گانے بجانے کی حرمت کے دلائل

❖ یہ آیات کریمہ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ قَالَ أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا (۶۱) قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا (۶۲) قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَوْفُورًا (۶۳) وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا (الإسراء ۶۴)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو توان سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے بولا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تونے مٹی سے بنایا، بولا دیکھ تو جو یہ تونے مجھ سے معزز رکھا اگر تونے مجھے قیامت تک مہلت دی تو ضرور میں اس کی اولاد کو پیس ڈالوں (برباد کرڈالوں) گا مگر تھوڑا، فرمایا دور ہو توان میں جو تیری پیروی کرے گا تو بے شک تم سب کا بدلہ جہنم ہے بھرپور سزا، اور ڈِگا دے (بہکادے) ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے اور ان پر لام باندھ لا (فوجی لشکر چڑھالا) اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کا اور ان کا ساجھی ہو مالوں اور بچوں میں اور انہیں وعدہ دے اور شیطان انہیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔

موضع استدلال یہ ہے بِصَوْتِكَ صوت سے یہاں مراد غنا یعنی گانا بجانا ہے۔

۲۔ مشہور عالم ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے:

قال مجاهد: بالغناء والمزامیر۔[1]

[1](معالم التنزيل، ج۸، ص ۱۶)

۳۔ تفسیر جامع البیان میں امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر فرمایا ہے:

فقال بعضهم: عني به: صوت الغناء و اللعب۔

حدثنا أبو كريب، قال: ثنا ابن إدريس، عن ليث، عن مجاهد، في قوله (وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ) قال: باللهو و الغناء۔

ہمیں بیان کیا ہے ابو کریب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا ہے ابن ادریس نے وہ لیث سے نقل کرتے ہیں، اس نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ آواز کے ساتھ یعنی عبث کاموں اور گانوں کے ساتھ اور اسی طرح بہت زیادہ آثار نقل کیے ہیں۔[1]

۴۔ علامہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں:

قال مجاهد باللهو و الغناء۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ عبث اور بے فائدہ کام اور گانا بجانا ہے۔[2]

۵۔ علامہ ابن جوزی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

انه الغناء و المزامير قاله مجاهد۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ صوت گانے گانا اور بانسری بجانا ہے۔[3]

۶۔ ابو محمد البغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں ذکر کیا ہے:

ای بالوسوسة او بالغناء و المزامير۔

یعنی وسوسوں، گانوں اور بانسری کے ساتھ۔[4]

۷۔ امام قرطبی نے لکھا ہے:

عن بن عباس كل داع يدعو إلى معصية الله تعالى مجاهد: الغناء و المزامير و اللهو الضحاک: صوت المزمار۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ صوت سے مراد وہ آواز ہے جو اللہ تعالیٰ کی معصیت کو دعوت دیتی ہے۔ اور امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گانے بجانا اور عبث افعال ہیں، اور امام ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بانسری کی آواز مراد ہے۔[5]

---

[1] (جامع البیان (طبری)، ج۱۷، ص۴۹۰)
[2] (تفسیر ابن کثیر، ج۴، ص۱۳۷)
[3] (زاد المسیر، ج۵، ص۵۸)
[4] (معالم التنزیل، ج۸، ص۱۶)
[5] (الجامع لاحکام القرآن، ج۱۰، ص۲۸۸)

۸۔ کتاب التسہیل میں مذکور ہے:

قیل الغناء والمزامیر وقیل الدعاء الی المعاصی۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد گانے گانا اور بانسری بجانا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد عام گناہوں کی طرف دعوت دینا ہے۔[1]

۹۔ حافظ ابن قیم نے اپنی کتاب اغاثۃ اللھفان میں لکھا ہے:

ومن المعلوم أن الغناء من أعظم الدواعي إلى المعصية ولهذا فسر صوت الشيطان به۔

یہ بات معلوم ہے کہ گانے وموسیقی گناہ کی طرف سب سے بڑی دعوت ہے تو اس لئے اس کو شیطان کی آواز کہا گیا۔[2]

۱۰۔ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن قیم الجوزیہ اپنی تفسیر أرشيف ملتقى أهل التفسير میں ذکر فرماتے ہیں:

الغناء (صوت الشيطان)۔

گانے بجانا شیطان کی آواز ہے۔[3]

پھر اس کے بعد ذکر فرماتے ہیں:

ومن المعلوم أن الغناء من أعظم الدواعي إلى المعصية ولهذا فسر صوت الشيطان به۔

یہ بات معلوم ہے کہ گانے وموسیقی گناہ کی طرف سب سے بڑی دعوت ہے تو اس لئے اس کو شیطان کی آواز کہا گیا۔[4]

پھر لکھتے ہیں:

الصوت الشيطانى لتنفر بنى آدم والصوت الشيطانى كل صوت فى غير طاعة الله نسب الى الشيطان لامره به ورضاه۔

شیطانی آواز انسان کو طاعت سے نکال کر معصیت کی طرف لے جاتی ہے۔ شیطانی آواز وہ آواز ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر کسی دوسرے امر کے لئے ہو، اور اس کی نسبت شیطان کی طرف اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ اس کا حکم کرتا ہے اور اس پر خوش ہے۔[5]

---

1 (كتاب التسهيل، ج۲، ص۱۷۸)

2 (إغاثة اللهفان، ج۱، ص۲۵۵)

3 (أرشيف ملتقى أهل التفسير، ج۱، ص۱۳۰۵)

4 (إغاثة اللهفان، ج۱، ص۲۵۵)

5 (بدائع التفسير، ج۳، ص۸۸)

پھر آگے فرماتے ہیں:

فصوت الغناء وصوت النوح وصوت المعازف کلھا من اصوات الشیطان۔

گانے بجانے اور موسیقی کی آواز، نوحہ کرنے والی آواز، معازف کی آواز وغیرہ تمام شیطان کی آوازیں ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

وھو ضد القرآن تطمئن بہ القلوب وتسکن وتخبت الی ربھا فصوت القرآن یسکن النفوس ویطمئنھا ویوقرھا وصوت الغناء یتنفرھا۔

یہ گانے بجانا قرآن کے مقابل ہے وہ قرآن جس سے دل مطمئن ہوتے ہیں اور آرام پاتے ہیں۔ اور یہ اپنے رب کا عاجز ہے اور معزز بناتا ہے اور گانوں کی آواز آدمی کو طاعت سے ترش رو بنا دیتا ہے اور معصیت کی طرف لے جاتی ہے۔[1]

شیطانی آواز کی تشریح:

۱۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اسۡتَفۡزِزۡ مَنِ اسۡتَطَعۡتَ مِنۡهُمۡ بِصَوۡتِکَ۔

ترجمہ: اور ڈِگا دے (بہکا دے) ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے۔

۱۲۔ عن مجاھد انہ الغناء و اللھو وھما محظوران و انھما من صوت الشیطان۔

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اس (شیطانی آواز) سے مراد گانا بجانا اور فضول وبیکار قسم کے کام ہیں، اور ان دونوں سے منع کیا گیا ہے اور وہ دونوں (گانا بجانا اور فضول وبیکار قسم کے کام) شیطانی آواز ہیں۔[2]

۱۳۔ وقال ابن عباس ھو الصوت الذی یدعو بہ الی معصیۃ اللہ و کل صوت دعی بہ الی الفساد فھو من صوت الشیطان۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اس آواز سے مراد وہ آواز ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کی طرف بلائے اور ہر وہ آواز جو فتنہ وفساد (اور گناہوں) کا باعث بنے وہ شیطانی آواز ہے۔[3]

۱۴۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

بعض علماء نے فرمایا کہ مراد اس (شیطانی آواز) سے گانے باجے، لہو ولعب کی آوازیں ہیں۔

---

1 (بدائع التفسیر، ج۳، ص۹۰)

2 (احکام القرآن للجصاص ج۳ ص۳۵)

3 (احکام القرآن للجصاص ج۳ ص۳۵)

۱۵۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ جو آواز اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف منہ سے نکلے وہ شیطانی آواز ہے۔[1]

اور یہ یقینی امر ہے کہ دلوں میں ہیجانی کیفیت پیدا کرنے، فتنہ وفساد پھیلانے اور گناہوں کی طرف بلانے والی چیزوں میں سے سب سے بڑھ کر گانا بجانا ہے، اسی لیے "شیطانی آواز" کی تفسیر گانے بجانے سے کی گئی ہے۔

دوسری آیت حرمتِ گانا کے بارے میں

❖ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (الفرقان ۷۲)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو حاضر نہیں ہوتے جھوٹے کام میں اور جب گزرتے ہیں کھیل کی باتوں پر نکل جائیں بزرگانہ۔

یہاں طریقۂ استدلال یہ ہے کہ اس سورۃ الفرقان میں اللہ تعالیٰ مؤمنین کی صفات بیان فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مؤمنین وہ لوگ ہیں جو "الزُّورَ" کو حاضر نہیں ہوتے۔

تو اب مفسرین کے اقوال (زور) کے بارے میں۔

۱۶۔ تفسیر معالم التنزیل میں امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ عَنْ مُحَمَّدِ بن حنفية اى اللهو و الغناء۔

ترجمہ: محمد بن حنفیہ نے زور کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ اس سے مراد لہو اور گانے بجانے ہیں کہ اس کے مجالس میں حاضر نہیں ہوتے۔[2]

۱۷۔ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

وقال آخرون: بل عني به الغناء. ذكر من قال ذلك: حدثني علي بن عبد الأعلى المحاربيّ قال: ثنا محمد بن مروان، عن ليث، عن مجاهد في قوله: (وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ) قال: لا يسمعون الغناء۔

ترجمہ: بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گانے گانا ہے اور جو یہ مطلب بیان کرتے ہیں تو وہ فرماتے ہیں کہ مجھے بیان علی بن عبد الاعلیٰ محاربی نے وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بیان کیا محمد بن مروان نے وہ لیث سے نقل کرتے ہیں اور وہ امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہ اس سے مطلب کہ زور کو حاضر نہیں ہوتے یہ ہے کہ گانے نہیں سنیں گے۔[3]

---

[1] (خزائن العرفان فی تفسیر القرآن ص ۵۱۹)

[2] (تفسیر معالم التنزیل)

[3] (جامع البیان لابن جریر طبری، ج ۹، ص ۳۱۳)

۱۸۔ امام نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر لکھا ہے:

عن ابن الحنیفۃ ھو اللھو و الغناء۔

ترجمہ: محمد بن الحنفیۃ سے منقول ہے کہ اس سے مراد لہو اور گانے بجانا ہے۔[1]

۱۹۔ امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں اس طرح لکھتے ہیں:

قال مجاھد الغناء و قال محمد بن الحنفیۃ ایضا و اذا مروا باللغو مروا کراما ھو کل سقط من قول أو فعل فیدخل فیہ الغناء و اللھو و غیر ذلک مما یقاربہ۔

ترجمہ: امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گانے گانا ہے، اور یہی قول محمد بن حنفیہ کا بھی ہے، پھر لغو کی تفسیر میں ذکر فرماتے ہیں کہ یہ ہر گرے ہوئے چیز کو کہا جاتا ہے خواہ فعل ہو یا قول، تو اس میں غناء اور لہو وغیرہ سب داخل ہیں۔[2]

اس آیت کی تشریح میں امام قرطبی نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا واقعہ ذکر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک گویا سے گانے کی آواز سنی تو عبد اللہ بن مسعود دوڑتے ہوئے وہاں سے چلے گئے، تو یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد اصبح ابن أم عبد کریما۔

ترجمہ: یقیناً ابن ام عبد (عبد اللہ بن مسعود) صاحب عزت و کرامت ٹھہرا۔

۲۰۔ علمائے دیوبند کے مفتی اعظم مفتی محمد شفیع نے معارف القرآن میں لکھا ہے کہ مجاہد اور محمد حنفیہ کی نظر میں گانا بجانے کی محفلیں ہیں"۔[3]

۲۱۔ امام ابو بکر جصاص نے اس آیت کی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے کہ:

عن ابي حنیفۃ الزور الغناء۔

ترجمہ: امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ زور سے مراد گانے بجانے ہیں۔[4]

۲۲۔ تفسیر زاد المسیر میں ہے:

و الثانی انہ الغناء قالہ محمد بن الحنیفۃ مکحول و روی لیث عن مجاھد ای لا یسمعون الغناء۔

---

[1] (تفسیر مدارک: ۳/۱۷۶)
[2] (الجامع الاحکام القرآن، ج ۱۰، ص ۹۴)
[3] (معارف القرآن)
[4] (احکام القرآن لجصاص: ج ۸، ص ۲۵۳، المکتبۃ الفاروقیۃ)

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد گانے بجانے ہیں، جیسا کہ محمد بن حنفیہ اور مکحول نے فرمایا ہے اور اسی طرح لیث نے مجاہد سے بھی نقل فرمایا ہے کہ گانے نہیں سنتے۔[1]

حرمت غناء کے بارے میں تیسری آیت

❖ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ (لقمان ٦)

ترجمہ: اور ایک وہ لوگ ہیں کہ خریدارہیں کھیل کی باتوں کے تا کہ بچلائیں اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹھہرائیں اسی کو ہنسی وہ جو ہیں ان کو ذلت کا عذاب ہے۔

شانِ نزول:

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے اس آیت کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ کفار مکّہ کی شدید ترین مخالفت کے باوجود جب دینِ اسلام روز بروز پھیلتا چلا گیا اور قرآن کا حسن اعجاز لوگوں کے دلوں کو موہنے لگا تو اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو ختم کرنے کے لیے نضر بن حارث نے ایک چال چلی، یہ تجارت پیشہ آدمی تھا، اپنے کاروبار کے سلسلہ میں مختلف ممالک ایران، عراق، شام وغیرہ میں اس کی بکثرت آمد ورفت تھی، وہاں سے وہ رستم واسفندیار کے قصّے، بادشاہوں کی جنگوں کی کہانیاں اور افسانے، خرید کرلے آتا اور جب حضور سرور عالم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَالہ واصحابہ وَسلَّم لوگوں کو کلامِ الٰہی پڑھ کر سنانے لگتے تو وہ بالمقابل اپنے مجلس جماتا اور لوگوں کو دلچسپ کئی لوگ قرآن کریم کو سننے کی بجائے اس کی مجلس کو ترجیح دیتے، اس ظالم نے فقط اسی پر اکتفانہ کیا بلکہ اس نے کئی پری پیکر لونڈیاں بھی خرید رکھی تھیں، جو رقص وسرور کے فن میں بھی ماہر تھیں، جب اسے پتا چلتا کہ فلاں شخص اسلام کی طرف مائل ہو رہا ہے تو وہ ان مہ وشوں (حسیناؤں) کو اس کے اوپر مسلط کردیتا، جو گانے گاتیں، ناچتیں اور ہر ذلیل حرکت سے اس کے دل کو لبھاتیں، حتیٰ کہ وہ حق کے دلکش حُسن سے بے خبر ہو جاتا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی اور "فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ" فرما کر ایسے لوگوں کے انجام بد سے پردہ اٹھایا۔[2]

لهو الحديث کی تفسیر:

۲۳۔ وعن ابن مسعود وابن عباس والحسن وعكرمة وسعيد بن جبير قالوا لهو الحديث الغناء والآية نزلت فيه۔

[1] (زادالمسیر: ٦/٣٩)
[2] (ضیاءالقرآن ج۳ص ۵۹۹)

(۳) باب نمبر تین گانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، حسن عکرمہ اور سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ لھو الحدیث سے مراد گانا بجانا ہے اور یہ آیت گانوں (کی حرمت) کے بارے میں نازل ہوئی۔[1]

۲۴۔ عن أبي الصهباء البكري أنه سمع عبد الله بن مسعود وهو يسأل عن هذه الآية: {ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله} فقال عبد الله بن مسعود: الغناء، والله الذي لا إله إلا هو، يرددها ثلاث مرات۔

ترجمہ: حضرت ابو صہباء البکری رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اُس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس آیت سے مراد گانا بجانا ہے اور آپ نے اس کو تین بار دُہرایا۔[2]

۲۵۔ عن الحسن كل ما شغلك عن عبادة الله تعالى وذكره من السمر والاضاحيك والخرافات والغناء ونحوها۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ بات جو تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر سے غافل کردے وہ لھو الحدیث ہے، مثلاً رات گئے تک قصہ گوئیاں، ہنسانے والے چٹکلے ولطیفے، ہر طرح کے خرفات و لغویات اور گانا بجانا وغیرہ (یہ سب اس میں شامل ہیں)۔[3]

۲۶۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں:

فقہاء کرام نے فرمایا کہ گانا بجانا حرام ہے اور یہ آیت اس کی حرمت کی دلیل ہے کیونکہ گانا بجانا لھو الحدیث ہے اور لھو الحدیث حرام ہے۔[4]

۲۷۔ علامہ قرطبی ذکر فرماتے ہیں:

هذه احد الايات الثلاث اللتى استدل بها العلماء على كراهة الغناء والمنع منه۔

ترجمہ: یہ آیت ان تین آیتوں میں سے ہے جس پر علماء کراہت غناء اور اس سے منع پر استدلال کرتے ہیں۔[5]

روى عن سعيد بن جبير عن ابي الصهباء البكري قال سئل عبد الله بن مسعود عن قوله لهو الحديث فقال الغناء والله الذي لا اله الا هو يرددها ثلاث مرات۔

---

[1] (التفسیر مظھری ج ۱ ص ۳۰۱۸، سورت القمان)
[2] (مختصر ابن کثیر- للصابوني ج ٦ ص ١٩٢)
[3] (روح المعانی ج ۲۱ ص ٦٧)
[4] (تفسیر مظھری، ج۷، ص ۲۴۸)
[5] (الجامع لاحکام القرآن، ج۸، ص ٥٦)

ترجمہ: سعید بن جبیر نے ابو صھباء سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا گیا کہ لھو الحدیث سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد غناء یعنی گانے بجانا ہے اور پھر تین مرتبہ اس بات پر قسم فرمائی۔

وعن ابن عمر انه الغناء۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ اس سے مراد غناء یعنی گانے بجانا ہے۔

قال المجاهد ان لهو الحديث في الآية الاستماع الى الغناء و الى مثله من الباطل۔

ترجمہ: امام مجاہد فرماتے ہیں کہ لھو الحدیث سے مراد گانا بجانے کو سننا ہے اور اسی طرح اباطیل۔

قال الحسن لهو الحديث المعازف و الغناء۔

ترجمہ: حضرت حسن فرماتے ہیں کہ لھو الحدیث سے مراد موسیقی اور گانے بجانے کا سننا ہے۔[1]

۲۸۔ اور علامہ بغوی نے اپنے تفسیر میں لکھا ہے:

عن عبد الله بن مسعود و ابن عباس و الحسن و عكرمة و سعيد بن جبير قالو الهو الحديث الغناء۔

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود، ابن عباس، حضرت حسنؒ، حضرت عکرمہ اور حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ لھو الحدیث سے مراد گانے بجانے ہیں۔[2]

اور پھر اس کے بعد لکھتے ہیں:

يشترى اى يستبدل و يختار الغناء و المعازف على القرآن۔

ترجمہ: بدلتے ہیں گانے بجانے اور موسیقی، لہو و لعب قرآن پر۔[3]

بطور مثال جب تم ٹائپ ریکارڈ پر مسائل اور ترجمہ قرآن کے کیسٹ لگا دو تو تمہیں کہے گا کہ اس کی بجائے گانوں والی کیسٹ لگا دے۔

۲۹۔ تفسیر مدارک میں ابو عبد اللہ النسفی لکھتے ہیں:

لهو الحديث نحو السمر بالأساطير التي لا أصل لها و الغناء و كان ابن مسعود و ابن عباس رضي الله عنهما يحلفان أنه الغناء۔

ترجمہ: لھو الحدیث سے مراد وہ واقعات ہیں جس کی کوئی حقیقت نہ ہو اور اس سے مراد گانے بجانے ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم قسمیں کھا کر فرماتے کہ لھو الحدیث سے مراد غناء ہے۔[1]

---

[1] (الجامع الاحکام القرآن، ج۸، ص۵۷)

[2] (تفسیر معالم التنزیل: ج۸، ص۵۵)

[3] (معالم التنزیل، ج۱، ص۱۰۶)

۳۰۔ پھر علامہ نسفی نے اس کے سننے کے تین نقصانات ذکر کئے ہیں:[1]

مفسدة للقلب، منقدة للمال، مسخطة للرب۔

دل کو خراب کرتا ہے، مال ختم کرتا ہے، رب کو ناراض بناتا ہے۔[2]

اسی طرح علمائے دیوبند کے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع نے معارف القرآن میں لکھا ہے کہ لھو الحدیث سے مراد حضرت ابن مسعود، ابن عباس اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک روایت کے مطابق گانا بجانا اور موسیقی ہے۔ یہ روایت حاکم نے ذکر کی ہے اور اسے صحیح بھی قرار دیا ہے۔

۳۱۔ اسی طرح تفسیر طبری نے بھی ذکر کیا ہے:

عن أبي الصهباء البكري، أنه سمع عبد الله بن مسعود، وهو يسأل عن هذه الآية، {ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم} [لقمان: 6] فقال عبد الله: الغناء، والذي لا إله إلا هو، يرددها ثلاث مرات۔

ترجمہ: ابو صہباء فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے اس آیت و من الناس من یشتری لھو الحدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت عبد اللہ نے فرمایا کہ اس سے مراد غناء ہے اور تین مرتبہ قسم کھا کر یہ فرمایا۔[3]

ابن جریر نے اس طرح بہت زیادہ آثار نقل کئے ہیں کہ اس سے مراد غناء ہے۔

عبد اللہ بن مسعود، ابن عباس، جابر، مجاہد، شعیب بن سیار عکرمہ سے کہ اس سے مراد غناء یعنی گانے بجانا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ لہو الحدیث سے مراد ڈھول بجانا ہے اور یہ امام ضحاک، ابن زید سے نقل کیا ہے۔

پھر آخر میں ذکر فرمایا ہے کہ:

والصواب من القول في ذلك أن يقال: عنى به كلّ ما كان من الحديث ملهيا عن سبيل الله مما نهى الله عن استماعه أو رسوله، لأن الله تعالى عمّ بقوله: (لَهْوَ الحَدِيثِ) ولم يخصص بعضا دون بعض، فذلك على عمومه حتى يأتي ما يدلّ على خصوصه، والغناء والشرك من ذلك۔

ترجمہ: حق اور صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مراد وہ باتیں ہیں جو آدمی کو اللہ تعالی کی راہ سے غافل کر دے، جس کے سننے سے اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بات عام ذکر کیا ہے اور کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ یہ ہو گا اور یہ نہیں تو غناء گانے بجانے اور شرک بھی اس میں داخل ہے۔[4]

---

[1] (تفسیر مدارک، ج۶، ص ۷۱۱)
[2] (تفسیر مدارک، ج۶، ص ۷۱۱)
[3] (جامع البیان لابن جریر طبری: ج۱۸، ص ۵۳۴)
[4] (جامع البیان لابن جریر طبری: ج ۲۰، ص ۱۳۰)

۳۲۔ اسی طرح تفسیر خازن اور تفسیر مظہری نے بھی ذکر کیا ہے کہ:

المراد منه الغناء۔

کہ اس سے مراد گانے بجانا ہے۔[1]

۳۳۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

وقال الحسن البصري: نزلت هذه الآية والمزامير۔

ترجمہ: حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہ آیت گانا بجانے، موسیقی اور بانسری وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔[2]

۳۴۔ تفسیر زاد المسیر میں بھی اسی طرح لکھا ہے کہ:

وفي المراد بلهو الحديث أربعة أقوال أحدها أنه الغناء كان ابن مسعود يقول هو الغناء والذي لا إله إلا هو۔

ترجمہ: لهو الحديث سے مراد اس میں چار اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ موسیقی کے بارے میں ہے اور عبد اللہ بن مسعودؓ قسم کھا کر فرماتے کہ یہ موسیقی کے بارے میں ہے۔[3]

۳۵۔ اور ڈاکٹر محمد بن سلیمان بھی اپنے تفسیر زبدۃ التفسیر میں لکھتے ہیں:

لهو الحديث اى كل ما يلهو به الناس من الغناء والملاهي۔

لهو الحديث ہر وہ چیز ہے جو لوگوں کو غافل کر دے جیسے موسیقی اور آلات موسیقی۔[4]

۳۶۔ اسی طرح عبد الرحمن بن ناصر السعدی نے بھی اپنی تفسیر کریم الرحمن میں لکھا ہے:

ومن غيبة، ونميمة، وكذب، وشتم، وسب، ومن غناء ومزامير شيطان۔

ترجمہ: لهو الحديث جیسے غیبت، چغل خوری، جھوٹ، گالی کسی کی آبرو پر حملہ کرنا، موسیقی اور شیطانی بانسری وغیرہ۔[5]

۳۷۔ امام ابن قیم بھی بدائع التفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

وقد فسر غير واحد من السلف لهو الحديث بانه الغناء۔

ترجمہ: یقیناً بہت سے علماء سلف سے لہو الحدیث کا معنیٰ موسیقی وغناء کیا ہے۔

۳۸۔ والغناء اشد لهوا واعظم حزرا من احاديث الملوك فانه رقية الزنا منبت النفاق وشرك الشيطان وخمرة العقل وصده عن القرآن العظيم اعظم من صد غيره من الكلام الباطل لشدة ميل النفوس اليه ورغبتها فيه ويوضحه

[1] (تفسیر خازن ۳/۲۶۸، تفسیر مظہری: ۷/۲۳۶)

[2] (تفسیر ابن کثیر ج۶، ص۲۹۶)

[3] (زادالمسیر، ج۶، ص۳۱۶)

[4] (زبدۃالتفسیر)

[5] (تیسیر کریم الرحمن، ج۱، ص۶۴۲)

انک لا تجد احدا عنی بالغناء و الاستماع الاته و فیه ضلال عن طریق الھدی علما و عملا و فیه رغبة عن استماع القرآن الی استماع الغناء بحیث اذا عرض له سماع الغناء و سماع القرآن عدل عن ھذا الی ذاک و ثقل علیه سماع القرآن۔

ترجمہ: گانے بجانا اور موسیقی تو سب سے زیادہ عبث اور فضول ہے، سب سے زیادہ اور نقصان ہے۔ بادشاہوں کے قصے سننے سے اس لئے کہ گانے سننا زنا کی دم، جادو اور منتر ہے اور دوسری بات یہ کہ منفاعت پیدا کرنے کا آلہ ہے، شیطان کا جال ہے، عقل کو خراب بناتا ہے اور لوگوں کو تلاوت سے روکتا ہے اور یہ باطل باتوں کے روکنے سے ہوا ہے۔ اس لئے کہ گانے بجانے کو لوگوں کے دلوں کا میلان زیادہ ہوتا ہے اور تم کسی ایک آدمی کو بھی نہیں پاؤگے کہ وہ گانے بجانے اور اس کے آلات کا قصد کرے مگر وہ ضرور سیدھے راستے سے جھکے گا، خواہ علماً ہو یا عملاً۔ اور اس میں قرآن کریم کے سنے سے بے رغبتی اور گانوں کی طرف رغبت پیدا ہوتا ہے۔ اس طریقہ سے کہ جب اسے گانے بجانے اور قرآن کریم پیش کیا جائے تو قرآن سے بھر کر انوں کی طرف جائے گا۔ اس پر قرآن کریم کی تلاوت گراں گزرتی ہے۔[1]

حافظ ابن قیم حدیث مبارکہ نهيت عن الصوتين الاحمقين کی شرح کرتے ہوئے اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں:

وَمَعْلُومٌ عِنْدَ الْخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ أَنَّ فِتْنَةَ سَمَاعِ الْغِنَاءِ وَالْمَعَازِفِ أَعْظَمُ مِنْ فِتْنَةِ النَّوْحِ بِكَثِيرٍ، وَالَّذِي شَاهَدْنَاهُ نَحْنُ وَغَيْرُنَا وَعَرَفْنَاهُ بِالتَّجَارِبِ أَنَّهُ مَا ظَهَرَتِ الْمَعَازِفُ وَآلَاتُ اللَّهْوِ فِي قَوْمٍ، وَفَشَتْ فِيهِمْ، وَاشْتَغَلُوا بِهَا، إِلَّا سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْعَدُوَّ، وَبُلُوا بِالْقَحْطِ وَالْجَدْبِ وَوُلَاةِ السُّوءِ۔

عوام و خواص دونوں ہی جانتے ہیں کہ غناء و معازف کا فتنہ نوحہ کے فتنے سے زیادہ خطرناک ہے۔ چنانچہ جس امر کا ہم نے اور دوسروں نے مشاہدہ کیا ہے اور جسے ہمیں تجربات کی بنیاد پر جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ جس قوم میں بھی معازف و آلات کا رواج پھیلا اور جس قوم نے بھی ان چیزوں میں مشغولیت اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر اس کے دشمنوں کو مسلط کر دیا اور اسے بھوک اور قحط میں مبتلا کر دیا، اور بدترین لوگوں کو ان کا حاکم بنا دیا۔[2]

پھر حاشیے میں مفاسد کے پیدا ہو جانے کی وجہ بتاتے ہیں:

و ذلک انھم باللھو و الغناء یقلبون حیاتھم من الجد الی اللعب و السخریة و من الرشد الی السفه و الغی و من القوة الی الضعف و الوھن فان حیاة الغناء و اللھو و اللعب لا بد تحلل عناصر القوة و النشاط العلمی و العملی الذی لا نجاح للامة و لا قوة لھا الا به فتضعف صناعیاً و اقتصادیاً و زراعیاً و عسکریا فضلا عن انھیارھا الخلقی و شدة تعرضھا

[1] (بدائع التفسير: ۴۰۱، ۴۰۵/۳)

[2] (مدارج السالكين، ج ۱، ص ۵۰۰، الناشر: دار الكتاب العربي - بيروت)

للعنۃاللہ ویصبح امرھا فرطالان قلوبھا غفلت عن الحق فی سنن اللہ و آیاتہ و حکمتہ و اتبعت ھواھا فھوی بھاالی درک الوھن و الضعف۔

یہ اس وجہ سے کہ لہو وغنا میں لگ جانے کے بعد ان کی زندگی کا رخ سنجیدہ اور حقیقی امور کی بجائے کھیل کود اور ہنسی مذاق کی طرف مڑ جاتا ہے، اور رشد وہدایت کی جگہ حماقت وضلالت اور قوت وشوکت کی جگہ ضعف ودھن لے لیتے ہیں۔ اس لئے کہ لہو وغنا اور کھیل کود میں انہماک کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ قوموں کی علم و عمل کی ایسی گرانبھا قوتوں اور صلاحیتوں کو دیمک کی طرح چاٹ جاتے ہیں جن کے بغیر کوئی قوم بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ جس قوم میں یہ چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں وہ صنعتی، زراعتی، اقتصادی اور عسکری ہر اعتبار سے کمزور ہو جاتی ہے، اور اس کی قوت وشوکت اللہ کی لعنت اور پھٹکار کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو، جب دل اللہ کی نشانیوں، اس کی آیات اور حکمتوں سے غافل ہو جائیں اور خواہشات کی پیروی کرنے لگیں تو ان میں لازماً بزدلی اور کمزوری ہی پیدا ہو گی۔

چوتھی آیت حرمت موسیقی کے بارے میں

❖ قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ (۱) الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (۲) وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (المؤمنون ۳)

ترجمہ: کام نکال لے گئے ایمان والے جو اپنی نماز میں جھکنے والے ہیں اور جو نکھی بات پر دھیان نہیں کرتے۔

۳۹۔ ان آیتوں کی تفسیر میں امام نسفی ذکر فرماتے ہیں:

اللغو کل کلام سقط حقہ ان یلغی کالکذب و الشتم و الھزل۔

لغو ہر وہ کلام ہے جو ساقط ہوتا ہے اور حق یہ ہو کہ لغو ہو جائے جیسے جھوٹ، گالی اور گپ شپ۔[1]

۴۰۔ تفسیر قرطبی میں لکھا ہے:

و قال الحسن انہ المعاصی کلھا فھذا قول جامع یدخل فیہ قول من قال ھو الشرک و قول من قال ھو الغناء کما روی مالک بن انس۔

ترجمہ: حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عام گناہ ہیں یہ عام قول ہے اس میں ان کا قول بھی داخل ہے جو کہتے ہیں کہ اس سے مراد شرک ہے اور ان کا قول جو کہتے ہیں کہ موسیقی کو شامل ہے جیسے مالک بن انس سے محمد بن منکدر نے نقل کیا۔[2]

پانچویں آیت حرمت موسیقی کے بارے میں

❖ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (الشعراء ۲۲۴)

[1] (تفسیر مدارک، ج۳، ص ۱۱۴)
[2] (الجامع لاحکام القرآن ۱۲/۷۱)

(۳) باب نمبر تین بگانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

ترجمہ: اور شاعروں کی بات پر چلیں وہیں جو بے راہ ہیں۔

۴۱۔ امام قرطبی نے یہاں مفصل بیان فرمایا ہے کہ شعر کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حسن اور (۲) قبیح

اور اس کی تائید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل فرمائی ہے:

وعن عمرو بن العاص قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "الشعر بمنزلة الکلام حسنه کحسن الکلام وقبیحه کقبیح الکلام"۔

ترجمہ: عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعر بمنزلہ عام باتوں کے ہے، اس کی بہتر اچھی باتوں کی طرح ہے اور اس کا قبیح قبیح باتوں کی طرح ہے اور اسی طرح حضرت عائشہ سے بھی روایت ہے۔[1]

۴۲۔ اچھے شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی سنا کرتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم کے ایک حدیث میں ہے جو حضرت عمرو بن شرید سے منقول ہے فرماتے ہیں:

ردفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال: "هل معک من شعر أمية بن أبي الصلت أنشدته بيتا. فقال: "هيه" حتى أنشدته مائة بيت۔

ترجمہ: عمرو بن شرید فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں امیہ بن الصلت کے اشعار یاد ہیں؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سناؤ میں نے ایک شعر کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا دوسرا پڑھو یہاں تک کہ میں نے سو (۱۰۰) شعر کہہ دیئے۔[2]

اور غلط اشعار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ یہاں تک کہ فرمایا ہے کہ:

لان یمتلئ جوف احدکم قیحًا حتیٰ یریه خیر من ان یمتلئ شعرا۔

ترجمہ: کہ تم میں سے کوئی اپنا پیٹ خون اور قئی سے بھر جائے تو اس کے لئے یہ بہتر ہے اس سے کہ شعر سے بھر جائے۔

اور اس قسم کے شاعر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ابو سعید خدری سے روایت کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جا رہے تھے تو راستے میں ایک شاعر ملا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو الشیطان، اس شیطان کو پکڑو تو پہلا مصداق غلط اشعار اور گانوں کے لئے کی ہے۔ یہ تمام تفسیر و تفصیل علامہ قرطبی نے ۱۳ / ۱۹۸ سے ۱۰۱ تک ذکر فرمائی ہے۔

---

[1] (مشکوۃ: ۲/۴۳۳، الجامع لاحکام القرآن)

[2] (الجامع لإحکام القرآن، ج ۱۳، ص ۱۴۴)

چھٹی آیت حرمت موسیقی کے بارے میں

أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ (۵۹) وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ (۶۰) وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ (النجم ۶۱)

ترجمہ: کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوتا ہے اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم کھلاڑیاں کرتے ہو۔

۴۳۔ علامہ آلوسی علیہ الرحمتہ لفظ "سَامِدُوْنَ" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابو عبیدۃ السمود الغناء بلغۃ حمیر یقولون یا جاریۃ اسمدی لنا ای غنی لنا۔۔۔ عن ابن عباس انہ قال ھو الغناء بالیمانیۃ و کانوا اذا سمعوا القرآن غنوا تشاغلا عنہ۔

ترجمہ: حضرت ابو عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حمیری زبان میں سمود کا معنی (گانا بجانا) ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں: یا جاریۃ اسمدی لنا (یعنی اے لڑکی ہمیں گانا سناؤ) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یمنی زبان میں اسکا معنیٰ (گانا بجانا) ہے کیونکہ وہ (کفار و مشرکین) جب قرآن پاک کی (تلاوت کی) آواز سنتے تو وہ گانے بجانے میں مشغول ہو جاتے تاکہ قرآن کی آواز کے کانوں میں نہ پڑے۔[1]

۴۴۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں:

و قال عکرمۃ السمود الغناء بلغۃ اھل الیمن کانوا اذا سمعوا القرآن تغنوا و لعبوا۔

ترجمہ: حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یمنی زبان میں سمود کا معنی (گانا بجانا) ہے، کیونکہ وہ (کفار و مشرکین) جب قرآن پاک کی تلاوت کی آواز سنتے تو وہ گانے بجانے اور کھیل کود میں مشغول ہو جاتے۔[2]

مذکورہ قرآنی آیات کی تفسیر سے یہ بات واضح ہوگئی کی گانا بجانا حرام ہے اور اس کی حرمت پر امت کا اجماع ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گانا بجانا کفار اور مشرکین کا شعار ہے۔

۴۵۔ تفسیر معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع تحریر فرماتے ہیں کہ مود گانا گانے کے ستی پر بھی یہاں وہ تفسیر مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض ائمہ نے یہ تغیر نقل فرمایا ہے۔[3]

۴۶۔ تفسیر مدارک میں ہے:

سامدون غافلون او لاھون لاعبون و مکانوا اذا سمعوا القرآن عارضوہ بالغناء لیشغلوا الناس عن استماعہ۔

---

[1] (روح المعانی ج27ص73)

[2] (مظھری ج۹ص ۱۲۳)

[3] (معارف القرآن)

ترجمہ: غافل عبث کرنے والے کھیل کود کرنے والے کفار کی عادت یہ تھی کہ جب قرآن کریم سنتے تو یہ لوگ گانا شروع کردیتے تاکہ لوگ قرآن کریم سے ایک صفت غافل اور مشغول ہو۔[1]

۴۷۔ تفسیر ابن جریر میں عبداللہ بن عباس کا اثر نقل کیا گیا ہے کہ:

هو الغناء۔

ترجمہ: عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ یہاں مراد گانے ہیں کہ تم دنیا میں گانے گاتے اور قرآن سے غافل تھے تو اس لئے دوزخ میں آئے۔[2]

۴۸۔ تفسیر زاد المسیر میں لکھا ہے کہ:

والثالث: أنه الغِناء، وهي لغة يمانية، يقولون: اسْمُدلنا، أي: تَغَنَّ لنا، رواه عكرمة عن ابن عباس۔

ترجمہ: تیسرا قول یہ ہے کہ مسامدون غناء کے معنی پر آتا ہے اور یہ یمن الوں کی لغت ہے۔[3]

وقال عكرمه حو الغناء بالحمير به۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ یہ بنی تعمیر کی انفت میں گانا بجانے اور موسیقی کو کہا جاتا ہے۔

ساتویں آیت حرمت غناء کے بارے میں

❖ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ (القصص ۵۵)

ترجمہ: جب لغو اور فضول باتیں سنے تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔

اس آیت میں خداوند قدوس نے مؤمنوں کی صفات کا تذکرہ فرمایا ہے کہ ایک صفت یہ ہے کہ فضول سنے تو اعراض کرتے ہیں۔

۴۹۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

ثُمَّ مَدَحَهُمْ أَيْضًا عَلَى إِعْرَاضِهِمْ عَنِ اللَّغْوِ۔

ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے اس طرح مؤمنوں کی صفت و مدح فرمایا ہے ان کے لغو اور فضول سے اعراض پر۔[4]

۵۰۔ لغو کی تفسیر علامہ قرطبی نے سورہ مومنون کی تفسیر میں بیان کیا ہے:

وَقَالَ الْحَسَنُ: إِنَّهُ الْمَعَاصِي كُلُّهَا. فَهَذَا قَوْلٌ جَامِعٌ يَدْخُلُ فِيهِ قَوْلُ مَنْ قَالَ هُوَ: الشِّرْكُ، وَقَوْلُ مَنْ قَالَ هُوَ الْغِنَاءُ۔

---

[1] (مدارک: ج۳، ص۳۹۸)
[2] (جامع البیان لابن جریر طبری، ج ۱، ص ۱۴)
[3] (تفسیر زاد المسیر، ج۴، ص ۱۹۵)
[4] (تفسیر قرطبی، ج ۱۳، ص ۲۹۸)

ترجمہ: حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تمام معاصی ہیں، پس یہ قول ایک جامع قول ہے جس میں ان لوگوں کا قول بھی داخل ہے جو فرماتے ہیں ہیں کہ لغو سے مراد شرک ہے اور ان لوگوں کا بھی جو فرماتے ہیں کہ اس سے مراف غناء ہے۔[1]

قرآن مجید فرقان حمید سے حرمت غناء پر دلائل اور مفسرین کے اقوال تو آپ نے ملاحظہ کئے کہ گانا بجانے کے مجالس میں حاضر ہونا حرام ہے۔

فصل دوم: حرمتِ آلاتِ غناء احادیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی روشنی میں

گانے بجانے سے شکلیں مسخ کردینے کی وعید:

ا۔ حدثنا عبد الرحمان بن غنم الأشعري قال حدثني أبو عامر أو أبو مالک الأشعري و الله ما كذبني سمع النبي يقول ليكونن من أمتي أقوام يستحلون الحر و الحرير و الخمر و المعازف و لينزلن أقوام إلى جنب علم يروح عليهم بسارحة لهم يأتيهم يعني الفقير لحاجة فيقولون ارجع إلينا غدا فيبيتهم الله ويضع العلم ويمسخ آخرين قردة وخنازير إلى يوم القيامة۔

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن بن غنم اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے حدیث بیان کی اور اللہ کی قسم !انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور انہوں نے نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور آلاتِ موسیقی (باجوں) کو حلال قرار دیں گے اور کچھ ایسے لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے کہ جب شام کو وہ اپنے جانورن کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو کہیں گے (کل آنا) تو اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (شراب اور آلاتِ موسیقی وغیرہ کو حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر و خنزیر بنادے گا۔[2]

۲۔ عن أبي هريرة يرفعه يمسخ قوم من أمتي آخر الزمان قردة وخنازير قالوا يا رسول الله ويشهدون أنک رسول الله و أن لا إله إلا الله قال نعم ويصلون ويصومون ويحجون قالوا افما بالهم يا رسول الله قال اتخذوا المعازف و القينات و الدفوف ويشربون هذه الأشربة فباتوا على لهوهم و شرابهم فأصبحوا قردة و خنازير۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں میری امت کے ایک گروہ کو منسخ کر کے بندر و خن زیر بنا کے ایک گروہ کو مسخ کر کے بندر و خنزیر بنادیا جائے گا، صحابہ

---

[1] (تفسیر قرطبی، ج ۱۲، ص ۱۰۵)

[2] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج31 ص161)

نے عرض کیا یا رسول اللہ !خواہ وہ اس بات کی گواہی دیتے ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، آپ نے فرمایا ہاں، خواہ وہ نمازیں پڑھتے ہوں، روزے رکھتے ہوں اور حج بھی کرتے ہوں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَالِہ واصحابہ وَسلَّم !ان کا کیا گناہ ہو گا؟ آپ نے فرمایا وہ آلاتِ موسیقی (سازوں) اور عورتوں سے گانا سنیں گے اور ڈھول بجائیں گے اور شرابیں پئیں گے، اسی لہو ولعب میں وہ رات گزاریں گے اور صبح کو وہ بندر و خنزیر ہوں گے۔[1]

شکلیں مسخ کیے جانے کی توجیہ:

مذکورہ احادیث مبارکہ میں میوزک و موسیقی کو حلال جاننے والوں اور گانے بجانے اور سننے والوں کو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَالِہ واصحابہ وَسلَّم نے بندر و خنزیر کی شکل میں مسخ کیے جانے کی سخت وعید سنائی ہے۔

بندر و خنزیر کی شکل میں تبدیل کیے جانے کی نوعیت کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ ایسے لوگ حقیقتاً بندر و خنزیر کی شکل میں متشکل کر دیئے کائیں گے اور یہ کچھ بعید نہیں ہے، اسی لیے کہ جو خالق انسان کی خوبصورت شکل دے سکتا ہے، وہ اس کی شکل بگاڑ کر بندر و خنزیر کی شکل میں تبدیل کرنے پر قادر ہے۔ اور اس سلسلہ میں پچھلی قوموں کے واقعات اور مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں، جو ہمارے لیے باعث عبرت ہیں۔

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کی شکلیں تو ویسی ہی رہیں گی مگر ان کے اخلاق و خصائل اور عادات یا ان کے دل بندر و خنزیر کے اخلاق و عادات اور ان کے دلوں کے ساتھ تبدیل کر دیے جائیں گے اور ان میں وہی خصوصیات ہوں گی جو بندر و خنزیر میں ہوتی ہیں۔ نتیجاًوہ درجہ انسانیت سے گر کر درکِ حیوانیت میں جا پہنچیں گے اور (اُولٰئِکَ کَالاَنعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلّ) کے مصداق بن کر غضب الٰہی کا نشانہ بن جائیں گے۔

بندر و خنزیر کا نام کیوں لیا گیا؟

سوال یہ ہے کہ میوزک و موسیقی میں مشغول و منہمک اور اسے حلال جاننے والوں کی شکلوں کو مسخ کرکے بندر و خنزیر کی شکلوں میں تبدیل کرنے کی وعید کیوں سنائی گئی ہے، کسی دوسرے جانور کا نام کیوں نہیں لیا گیا؟ (جواب کے طور پر) اول یہ کہ سزا گناہ کے مطابق ہوتی ہے جس نوعیت کا گناہ و جرم ہوتا ہے سزا بھی اسی نوعیت کی ہوتی ہے۔ پچھلی قوموں میں مختلف قسم کے عذاب آئے مگر شکلیں مسخ ہو کر بندر و خنزیر بن جانے کا عذاب انتہائی ذلیل ترین عذاب تھا، جس کو اللہ تعالیٰ نے لفظ (نَکَالاً) (باعث عبرت) سے تعبیر فرمایا۔

---

[1] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج31ص161)

چونکہ گانے بجانے اور سننے میں مشغول ومنہمک ہونا(جو ان گنت گناہوں، فتنوں اور ذلیل ورذیل حرکات کا مجموعہ ہے) اور پھر اسے اپنے ناپاک عقیدے سے حلال جاننا قبیح ترین اور فعل اور ذلیل ترین نوعیت کا عذاب منتخب کیا گیا۔

دوسرے یہ کہ بندر وخنزیر رذالت وبے غیرتی جیسے خصائل وصفات میں معروف ومشہور جانور ہیں۔چونکہ ایسے لوگوں میں حیاء وغیرت نام کی کوئی شئے موجود نہیں ہوتی اسی لیے حرکات وعادات اور صفات وخصائل کی مناسب سے وعید کے طور پر انہیں جانوروں کا نام لیا گیا۔(واللہ اعلم)

اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بھی معلوم ہوا کہ میوزک وموسیقی ایسا گناہ ہے کہ اس کی نحوست کی وجہ سے نماز، روزہ اور حج وغیرہ جیسی اہم عبادات کی مقبولیت بھی ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ مذکور ہے کہ حضور صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے جب شکلیں بگڑ جانے کی سخت ترین وعید سنائی تو صحابہ کرام نے پوچھا کہ کیا توحید ورسالت کی گواہی دینے والوں کو بھی (صورتیں مسخ کرکے) بندر وخنزیر بنایا جائے گا؟ تو آپ نے توحید ورسالت کی گواہی کے ساتھ اہم عبادات، روزہ اور حج وغیرہ کا ذکر کرکے مزید تنبیہہ اور وضاحت فرمادی کہ اگر کوئی شخص ان تمام عبادات کا پابند ہے لیکن میوزک وموسیقی کا شوقین ہے تو وہ بھی اس ذلیل ترین عذاب سے نہ بچ سکے گا۔

شراب، جوا اور موسیقی حرام ہے:

۳۔عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ حرم علی أو حرم الخمر والمیسر والکوبۃ وکل مسکر حرام۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقینًا اللہ تعالیٰ نے شراب، جوا اور موسیقی وغیرہ اور ہر نشہ آور چیز حرام کردی ہے۔[1]

آلات موسیقی کا توڑنا واجب ہے:

۴۔عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: (بُعِثْتُ بِکَسْرِ الْمَزَامِیرِ)۔

ترجمہ: حضرت علی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مزامیر (رباب وغیرہ) کے توڑنے کے لئے بھیجا ہے۔[2]

۵۔عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: امرت بھدم الطبل والمزمار۔

---

1 (مسند احمد، ج۲، ص ۱۳۱)

2 (تفسیر قرطبی، ج۱۴، ص ۵۳)

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "مجھے ڈھول اور بانسری کے توڑنے کا حکم دیا گیا ہے"۔[1]

موسیقی اور گانے والا اللہ تعالی کا دشمن ہے:

۷۔ أَنَّهُ سَمِعَ صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَهُ عَمْرُو بْنُ قُرَّةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ قَدْ كَتَبَ عَلَيَّ الشِّقْوَةَ، فَمَا أُرَانِي أُرْزَقُ إِلَّا مِنْ دُفِّي بِكَفِّي، فَأْذَنْ لِي فِي الْغِنَاءِ فِي غَيْرِ فَاحِشَةٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا آذَنُ لَكَ، وَلَا كَرَامَةَ، وَلَا نُعْمَةَ عَيْنٍ، كَذَبْتَ، أَيْ عَدُوَّ اللَّهِ، لَقَدْ رَزَقَكَ اللَّهُ طَيِّبًا حَلَالًا، فَاخْتَرْتَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْكَ مِنْ رِزْقِهِ مَكَانَ مَا أَحَلَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَكَ مِنْ حَلَالِهِ، وَلَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ إِلَيْكَ لَفَعَلْتُ بِكَ وَفَعَلْتُ. قُمْ عَنِّي، وَتُبْ إِلَى اللَّهِ. أَمَا إِنَّكَ إِنْ فَعَلْتَ بَعْدَ التَّقْدِمَةِ إِلَيْكَ، ضَرَبْتُكَ ضَرْبًا وَجِيعًا، وَحَلَقْتُ رَأْسَكَ مُثْلَةً، وَنَفَيْتُكَ مِنْ أَهْلِكَ، وَأَحْلَلْتُ سَلَبَكَ نُهْبَةً لِفِتْيَانِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ». فَقَامَ عَمْرٌو، وَبِهِ مِنَ الشَّرِّ وَالْخِزْيِ مَا لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا اللَّهُ فَلَمَّا وَلَّى، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَؤُلَاءِ الْعُصَاةُ، مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ بِغَيْرِ تَوْبَةٍ حَشَرَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا كَانَ فِي الدُّنْيَا مُخَنَّثًا عُرْيَانًا لَا يَسْتَتِرُ مِنَ النَّاسِ بِهُدْبَةٍ، كُلَّمَا قَامَ صُرِعَ۔

ترجمہ: صفوان بن امیہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ عمرو بن قرۃ آئے اور عرض کیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے رسول! مجھ پر یہ بد بختی آئی ہے کہ مجھے رزق نہیں دیا جاتا، جب میں اپنے ہاتھ سے ڈھول نہ بجاؤں اور فحش گانے نہ گاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا کہ میں اجازت نہیں دیتا اور نہ تمہاری کوئی عزت اور نہ نعمت۔ اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! چل اُٹھ کر چلے جاو، میرے ہاں سے۔ اللہ سے توبہ کرو، اللہ تعالی نے تم کو حلال رزق دیا، مگر تم نے حرام کو پسند کیا اور پھر فرمایا کہ اگر دوبارہ ایسا کام کیا تو میں ماروں گا دردناک مارنا، سر کو گنجا کر کے مال کو لوگوں کے لئے حلال کر دوں گا تو عمرو بن قرۃ شرم کے مارے اٹھا، تو جب پیٹ پیچھے کر دیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ گناہگاروں کی گروہ ہے، اگر بغیر توبہ کے ان میں سے کوئی مرا تو اللہ تعالی اس کو ایسا اُٹھائے گا جیسا کہ دنیا میں محبت تھا اور لوگوں میں ننگا جس پر کوئی کپڑا نہ ہو، جیسا کہ دنیا میں مخنث اور لوگوں سے پردہ وحیا نہیں کرتا تھا، جب اُٹھے گا تو گرے گا۔[2]

اس حدیث شریف سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گانوں کی اجازت نہیں دی اگرچہ اس میں بخشش ہو۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گویّا کو جھوٹا کہا۔

---

[1] (کنز العمال، ج۱۵، ص ۲۱۶)

[2] (سنن ابن ماجہ، ج۲، ص ۸۷۱)

(۳) گویّااللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔

(۴) گویا حلال رزق اپنے اوپر بند کرتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں۔

(۵) گویے کو مجلس سے اٹھایا جائے گا۔

(۶) گوینے کو توبہ کا حکم دیا جائے گا۔

(۷) حاکم کے لئے گویا کا مارنا جائز ہے۔

(۸) عبرتاً گنجا کرنا اور بازار میں چکر دینا جائز ہے۔

(۹) حاکم کے لئے جائز ہے کہ گھر سے نکال دے۔

(۱۰) اس کے مال کو نیلام کرانا جائز ہے۔

(۱۱) گناہگار ہے۔

(۱۲) قیامت کے دن ننگا ہو گا، اگر بغیر توبہ کے مرا۔

۸۔ کنزالعمال میں یہ بھی ہے کہ:

وأوسع علی نفسک وعیالک حلالا، فان ذلک جهاد في سبيل الله، واعلم أن عون الله مع صالحي التجار۔

ترجمہ: اُٹھو توبہ کرو اپنے آپ اور اولاد اہل وعیال پر حلال خرچ کرو، یہ تمہارے لئے جہاد فی سبیل اللہ ہے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد نیک تاجروں کے ساتھ ہے۔[1]

گانے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی:

۹۔ عن عبد الله بن مسعود: أنّ رسولَ اللهِ ﷺ سمِع رجلًا يتغنّى من اللّيلِ، فقال: لا صلاةَ له حتّى يُصلِّيَ مثلَها، ثلاثَ مرّاتٍ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسلَّم نے ایک رات کسی آدمی کو گانا گاتے ہوئے سنا تو آپ نے (تین مرتبہ) فرمایا: اس (گویے) کی نماز قبول نہیں، اس کی نماز قبول نہیں، اس کی نماز قبول نہیں۔[2]

---

[1] (کنزالعمال: ج۱۵، ص۲۲۲)

[2] (ابن الجوزي (ت۵۹۷)، موضوعات ابن الجوزي ۳/۳۳۶• لم يصح)

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ نبی کا کلام وحی الٰہی ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا اور یقینی ہوتا ہے لہٰذا گانے والوں کے بارے میں آپ کا یہ فرمان کہ ان کی نماز قبول نہیں ہوتی، یہ کوئی مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔

عبرت و نصیحت:

دوران سفر کاروں، جیپوں، ویگنوں، بسوں اور دیگر گاڑیوں میں ڈرائیور حضرات اپنی مرضی سے اور مسافروں کی فرمائش پر میوزک و موسیقی اور فحش کے گانے لگا دیتے ہیں جن کی شیطانی اور قبیح و مکروہ آواز سے پوری مسافر گاڑی گونج رہی ہوتی ہے۔، ڈرائیور و مسافرین ان گانوں اور آلاتِ موسیقی کی منحوس سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس کے انجام سے بے خبر ہو کر اپنی منزل مقصود کی جانب رواں دواں ہوتے ہیں اور اگر کوئی نیک سیرت شخص اس قباحت سے منع کرنے کی کوشش کرے تو اس کی خیر خواہانہ نصیحت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا جاتا ہے اور اس کی شخصیت کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور یہ وباء اس قدر عام اور مرغوب ہو چکی ہے کہ میوزک و موسیقی کے بغیر سفر ادھورا اور بے مزہ سمجھا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات دوران سفر انتہائی خوفناک و ہولناک قسم کے حادثات پیش آجاتے ہیں، نتیجتاً کئی مر جاتے ہیں، جو مر جاتے ہیں ان میں سے بعض کی شناخت ناممکن ہو جاتی ہے، اور کئی بری طرح زخمی ہو جاتے ہیں، جو زخمی ہوتے ہیں ان میں سے بعض کی صورتیں زبان حال سے عبرت ناک منظر بیان کر رہی ہوتی ہیں، اور بعض اوقات تو گاڑی سمیت مسافروں کا نشان تک باقی نہیں رہتا اور اس قسم کے اندوہناک و عبرت ناک واقعات و مناظر کی تشہیر میڈیا کے ذریعہ پوری دنیا میں ہوتی ہے، جنہیں غالباً ہر آنکھ دیکھتی اور ہر کان سنتا ہے۔

چناچہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں اگر یہ کہا جائے کہ کاروں، ویگنوں، بسوں اور دیگر مسافر بردار گاڑیوں کا المناک و خوفناک حادثات کا شکار ہونا اسی شیطانی اور مکروہ آواز کا نتیجہ ہے اور ان کے پس منظر میں یہی عمل بدکار فرما ہے تو غلط اور بے جانہ ہو گا۔ اور قابلِ غور و لائقِ توجہ بات یہ ہے کہ جب اس نوع کے حادثات کی وجوہات ڈرائیور کی غفلت کو بیان کرتے ہیں، لیکن یہ نہیں بتایا جاتا کہ ڈرائیور کی غفلت کے پس منظر میں کیا چیز کار فرما تھی جو حادثہ کا باعث بنی۔ اور اگر کبھی دبے لفظوں میوزک و موسیقی کو وجہ غفلت بیان کیا بھی جاتا ہے تو آئندہ کے لیے مستقل طور پر اس کا تدارک نہیں کیا جاتا، جبکہ دیگر خرابیوں کے ازالہ کے لیے ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔

شیطان گویوں کا ہمراہی ہے:

• ا۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اِلَی السَّوْقِ فَمَرَّ عَلیٰ جَارِیَۃٍ صَغِیْرَۃٍ تُغَنِّیْ فَقَالَ اِنَّ الشَّیْطَانَ لَوْ تَرَکَ اَحَداً لَتَرَکَ ھٰذِہٖ۔

(۳) باب نمبر تین:گانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن دینار رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ بازار جا رہا تھا کہ آپ ایک بچی کے پاس سے گزرے جو گانا گا رہی تھی تو آپ نے فرمایا: اگر شیطان کسی کو چھوڑ تا تو اس لڑکی کو چھوڑ دیتا۔[1]

گانے والے کے کندھوں پر شیطان کا سوار ہونا:

۱۱۔ رواہ أبو أمامة رضي الله عنه عن النبي عليه السلام أنه قال: "ما رفع أحد صوته بغناء إلا بعث الله له شيطانين على منكبيه يضربان بأعقابهما على صدره حتى يمسک"۔

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا: جب بھی کوئی آدمی گانے کے لیے اپنی آواز بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس دو شیطانوں کو بھیج دیتا ہے، جو اس کے دونوں کندھوں پر بیٹھ کر اپنی ایڑیاں اس کے سینے پر اس وقت ہیں جب تک کہ وہ خاموش نہیں ہو جاتا۔[2]

گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے:

۱۲۔ عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء البقل-

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا! گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سبزہ اگاتا ہے۔[3]

گانا گانے اور سننے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے:

۱۳۔ عن القاسم بن محمد أنه سئل عن الغناء فقال للسائل: أنهاک عنه وأكرهه لک فقال السائل: أحراء هو قال: أنظر يا إبن أخي إذا ميز الله تعالى الحق من الباطل في أيهما يجعل سبحانه الغناء وأخرجا عنه أيضا أنه قال: لعن الله تعالى المغني والمغنى له۔

حضرت قاسم بن محمد علیہ الرحمہ سے گانے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے سائل کو فرمایا کہ میں تمہیں اس (گانے) سے منع کرتا ہوں اور اسے تیرے لیے ناپسند کرتا ہوں تو سائل نے پوچھا کیا وہ (گانا) حرام ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے بھتیجے!

[1] (الادب المفرد ص ۲۷۴، سنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۲۲۳)

[2] (تفسير روح البيان-موافق للمطبوع سورت الشوري ج8 ص252)

[3] (الدر المنثور ج11 ص617)

دیکھو جب اللہ تعالیٰ نے حق کو باطل سے الگ کر دیا تو گانے کو ان دونوں (حق و باطل) میں سے کس میں رکھے گا؟ نیز آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ گانے والے اور سننے والے پر لعنت فرماتا ہے۔[1]

گانا شرم وحیاء کو ختم کر دیتا ہے:

۱۴۔ عن أبي عثمان الليثي قال: قال يزيد بن الوليد الناقص: يا بني أمية أياكم و الغناء فانه ينقص الحياء ويزيد في الشهوة ويهدم المروءة وانه لينوب عن الخمر ويفعل ما يفعل السكر فان كنتم لا بد فاعلين فجنبوه النساء فان الغناء داعية الزنا۔

حضرت ابو عثمان لیثی کا بیان ہے کہ یزید بن ولید ناقص علیہ الرحمہ نے فرمایا: اے بنو امیہ! تم گانے بجانے سے بچتے رہو، کیونکہ وہ شرم وحیاء کو گھٹاتا ہے، نفسانی خواہش کو بڑھاتا ہے، اچھے اخلاق کو ختم کرتا ہے، شراب کا نائب ہے اور جو حرکات و خرافات نشہ کی وجہ سے ہوتی ہیں وہی اس (گانے) سے ہوتی ہیں، اور اگر تم گانا گانے اور سننے کے گناہ میں پڑنا ہی چاہتے ہو تو اپنی عورتوں کو اس سے دور رکھو، کیونکہ گانا زنا کا محرک ہے۔[2]

گانا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے:

۱۵۔ وقال الضحاک الغناء منفدة للمال مسخطة للرب مفسدة للقلب۔

حضرت ضحاک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ گانا مال کے ضائع ہونے، رب تعالیٰ کی ناراضگی اور دل کے فساد و بگاڑ کا سبب ہے۔[3]

ہمہ قسم کے آلات موسیقی کا بجانا اور سننا حرام ہے:

۱۸۔ عن عبد اللہ بن عمر أن النبي صلی اللہ علیه وسلم قال "إن اللہ حرم الخمر و الميسر و الكوبة و الغبيراء و كل مسكر حرام۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شراب، جوا، طبل (آلاتِ موسیقی) اور شراب غبیرا کو حرام کر دیا ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔[4]

۱۹۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنهما عن رسول اللہ -صلی اللہ علیه وسلم- قال: «إن اللہ حرم عليكم الخمر والميسر والكوبة». وقال: «كل مسكر حرام»۔

---

[1] (روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ج21ص68)

[2] (الدر المنثور ج11ص619)

[3] (روحالمعاني ج21ص68)

[4] (عون المعبود شرح سنن أبي داود لشمس الحق ابادي ج26ص117)

(۳) باب نمبر تین گانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم نے شراب سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔[1]

عن ابن عباس قال: الدف حرام والمعازف حرام والكوبة حرام والمزمار حرام۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دف حرام ہے، (ہاتھوں سے بجائے جانے والے) آلاتِ موسیقی حرام ہیں، طبل حرام ہے اور بانسری حرام ہے۔[2]

عن عبد الله بن عمرو: أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- نهى عن الخمر والميسر والكوبة والغبيراء وقال: «كل مسكر حرام»۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم نے شراب سے منع فرمایا اور فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔[3]

عن عبد الله بن عمرو قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار ثم قال إن الله ورسوله حرما الخمر والميسر والكوبة والغبيراء۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم نے فرمایا! جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنے آپ کو جہنم کے لیے تیار کرلے، پھر آپ نے فرمایا! کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے شراب، جوا، طبل (آلاتِ موسیقی) اور غبیراء شراب کو حرام کر دیا ہے۔[4]

گانے بجانے کی آواز فسق وفجور کا باعث ہے:

۲۱۔ عن جابر رضي الله عنه قال قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنما نهيت عن النوح عن صوتين أحمقين فاجرين: صوت عند نغمة لعب ولهو ومزامير شيطان، وصوت عند مصيبة خمش وجوه وشق جيوب ورنة شيطان۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم نے فرمایا: مجھے ایسی دو آوازوں (کو سننے) سے منع کیا گیا ہے جن میں فسق وفجور ہے، ایک وہ آواز جو گانے بجانے اور مزامیر شیطان سے متعلق ہے، دوسری وہ آواز جو مصیبت کے وقت منہ نوچنے، گریبان پھاڑنے اور شیطان کی چیخ و پکار سے متعلق ہے۔[5]

---

[1] (السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي ج10 ص213)
[2] (السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي ج10 ص222)
[3] (السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي ج10 ص221)
[4] (سنن البيهقي الكبرى ج10 ص221)
[5] (إتحاف الخيرة المهرة كتاب المساجد ج2 ص495)

(۳) باب نمبر تین بگانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

بانسری کی آواز کی حکم:

۲۲۔ عن عبد الله بن عمر: عن نافعٍ قال: كنتُ مع ابنِ عمرَ في طريقٍ، فسمع مزمارًا، فوضع أصبعَيه في أذنيه، وناء عن الطريقِ إلى الجانب الآخرِ، ثم قال لي بعد أن بعُد: يا نافعُ! هل تسمع شيئًا؟! قلتُ: لا، فرفع أصبعيه من أذنيه، قال: كنتُ مع رسولِ اللهِ -ﷺ-، فسمع صوت يراعٍ، فصنع مثل ما صنعتُ، قال نافعٌ: فكنتُ -إذ ذاك- صغيرًا۔

حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک راستہ میں جارہا تھا تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے مزمار (بانسری) کی آواز سنی تو انہوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ڈال لیں اور راستہ سے دوسری ہٹ گئے، پھر کچھ دور جانے کے بعد مجھ سے کہا اے نافع! کیا تم کچھ سن رہے ہو؟ میں نے کہا نہیں، پھر آپ نے کانوں سے اپنی انگلیاں نکال لیں اور فرمایا کہ ایک بار میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے ساتھ تھا، تو آپ نے ایک چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو آپ نے اسی طرح کیا تھا جیسے میں نے کیا ہے، نافع کہتے ہیں کہ اس وقت میں چھوٹا تھا۔[1]

گانے بجانے سے لطف اندوز ہونا کفرانِ نعمت ہے:

۲۳۔ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- قَالَ: {اسْتِمَاعُ الْمَلَاهِي مَعْصِيَةٌ وَالْجُلُوسُ عَلَيْهَا فِسْقٌ وَالتَّلَذُّذُ بِهَا كُفْرٌ}۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے ارشاد فرمایا: گانے کی طرف کان لگانا گناہ ہے، وہاں بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لطف اندوز ہونا کفر ہے، یعنی کفرانِ نعمت ہے۔[2]

ملعون آوازیں:

۲۴۔ عن أنس بن مالک و عائشه رضي الله عنهما ان النبي صلي الله عليه وسلم قال صوتانِ ملعونانِ في الدُّنيا والآخرةِ مزمارٌ عندَ نعمةٍ ورنَّةٌ عندَ مصيبةٍ۔

حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا کو دو آوازیں ایسی ہیں جو دنیاو آخرت میں ملعون ہیں، ایک آواز نعمت کے وقت آلاتِ موسیقی کی ہے اور دوسری آواز مصیبت کے وقت آہ وبکا اور نوحہ کی ہے۔[3]

---

[1] (الألباني (ت ١٤٢٠)، تخريج مشكاة المصابيح ٤٧٣٩• إسناده حسن صحيح• شرح رواية أخرى)

[2] (نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار ج12 ص123)

[3] (البزار (ت ٢٩٢)، البحر الزخار المعروف بمسند البزار ١٤/٦٢• لا نعلمه يروى عن أنس إلا بهذا الإسناد)

(۳) باب نمبر تین بگانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

جو شخص گانا سنتے ہوئے مر جائے اس کی نماز جنازہ کا حکم:

۲۵۔ عن علی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من مات و لہ قینۃ فلا تصلوا علیہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی کریم نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس کے پاس گانے والی عورت تھی (یعنی وہ شخص گانا سنتے ہوئے مر گیا) تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔[1]

گانا سننے والا روحانیین کی آواز سننے سے محروم رہے گا:

۲۶۔ عن أبي موسى الأشعري: مَنِ استمعَ إلى صَوتِ غناءٍ، لم يؤذَنْ لهُ أن يسمعَ الرُّوحانيِّينَ في الجنَّةِ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا: جس شخص نے قصداً گانا سنا اسے جنت میں روحانیین کی (خوبصورت) آواز سننے کی اجازت نہیں ملے گی، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! روحانیین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ (جنت کے قاری) ہیں۔[2]

گانا سننے والے کو قیامت کے دن سزا:

۲۷۔ عن أنس بن مالک: من قعد إلى قَينَةٍ يستمعُ منها صُبَّ في أُذُنيهِ الآنکُ يومَ القيامة۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی گانے والی عورت کے پاس بیٹھ کر گانا سنتا ہے، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالے گا۔[3]

گانے والوں کو عالم برزخ میں سزا:

۲۸۔ ملا معین الدین کاشفی الہروی علیہ الرحمتہ معراج النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فرمود کہ طائفہ دیگر دیدم کہ طبق ہائے آتشیں بر سینہائی ایشاں نہادہ بودند و رویہائی ایشاں سیاہ وچشمائی ارزق و جامہائی قطران سیاہ پوشید فرشتگاں عذاب بہ غمود ہائی آتشین میزدند جبریل گفت ایں ہا مطرب باشند۔

---

[1] (كنز العمال ج15 ص222)

[2] (الألباني (ت ١٤٢٠)، ضعيف الجامع ٥٤٠٩ • ضعيف • أخرجه الحكيم الترمذي (٢/٨٧) باختلاف يسير)

[3] (الدارقطني (ت ٣٨٥)، تهذيب التهذيب ٧/٧٧ • مرفوع لا يثبت • أخرجه ابن حزم في «المحلى» (٩/٥٧)، وابن عساكر في «تاريخ دمشق» (٥١/٢٦٣) باختلاف يسير)

حضور صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا کہ (سفر معراج میں) میں نے ایک گروہ کو دیکھا کہ ان کے سینوں پر آگ کے طبق رکھے ہوئے تھے، ان کے چہرے سیاہ تھے، ان کی آنکھیں نیلی تھی، سیاہ تار کول کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور عذاب کے فرشتے انہیں آگ کے گرزوں سے مار رہے تھے، حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا (اے اللہ کے رسول) یہ لوگ گلوکار (گانے بجانے والے) ہیں۔[1]

ف: حضور سرور کونین صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے سفر معراج میں یہ **معذب** گروہ عالم برزخ میں ملاحظہ فرمایا جس کی آپ نے خبر دی۔

نوٹ: موت سے لے کر قیامت تک کر عرصہ کو عالم برزخ کہا جاتا ہے اور عالم برزخ کا زمانہ کس قدر طویل ہے، اس کی مقدار کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ بہر حال حدیث طیبہ کے مطابق گانے بجانے والوں کو موت کے فوراً بعد عذاب شروع ہو جاتا ہے جو قیامت تک رہے گا اور اس کے بعد جو عذاب ہو گا وہ اس کے علاوہ ہو گا۔ گانے والوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

گانے بجانے والوں کی کمائی حرام ہے:

۲۹۔ عن علي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بعثت بكسر المزامير، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كسب المغني والمغنية حرام، وكسب الزانية سحت، وحق على الله أن لا يدخل الجنة بدنا نبت من السحت۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا: مجھے آلاتِ موسیقی کے توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ پھر رسول اللہ صَلّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا کہ گانے والے مرد اور گانے والی عورت کی کمائی حرام ہے اور زانیہ کی کمائی حرام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ حرام مال سے پلنے والے بدن کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔[2]

مقصد بعثت محمدی:

۳۰۔ عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بعثني الله تعالىٰ هدى ورحمة للعالمين وبعثني لا محق المزامير والمعارف وامر الجاهلية والاوثان۔

---

[1] (معارج النبوت رکن سوم ص110)

[2] (کنز العمال ج30 ص27)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے باعث ہدایت ورحمت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے اس لیے بھیجا ہے تا کہ میں منہ سے بجائے جانے والے اور ہاتھ سے بجائے جانے والے (ہر قسم کے) آلاتِ موسیقی، امور جاہلیت اور بُتوں کو مٹادوں۔ [1]

واقعہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ:

۳۱۔ امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ کسی باغ میں چہل قدمی کے لیے تشریف لے گئے اور جب وہاں سے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ واپس آئے تو راستہ میں امام ابن ابی لیلیٰ جو مشہور قاضی بھی ہیں، مل گئے۔ یہ دونوں بزرگ ساتھ ساتھ چلتے رہے، آگے ان دونوں کا گزر ایسی عورتوں کے پاس ہوا جو گانا گا رہی تھیں، اور انہیں دیکھتے ہی خاموش ہوگئیں، امام ابو حنیفہ علیہ الرحمتہ نے ان عورتوں سے ارشاد فرمایا"احسنتن"(تم نے اچھا کیا) تھوڑی دور چل کر یہ دونوں بزرگ الگ الگ ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد قاضی ابن ابی لیلیٰ علیہ الرحمتہ کی شہادت کی ضرورت تھی، چنانچہ امام صاحب علیہ الرحمتہ نے ان کی گواہی رد کر دی اور کہا کہ آپ نے گانے والیوں سے کہا تھا: "احسنتن"(تم نے اچھا کیا) اس طرح آپ نے گانے والیوں کی حوصلہ افزائی اور گانے بجانے کی حمایت کی تھی جو سراسر فاسقانہ فعل ہے اور فاسق کی شہادت قابلِ قبول نہیں۔

امام ابو حنیفہ علیہ الرحمتہ نے فرمایا: میں نے ان سے یہ کب کہا تھا؟ اس وقت جب وہ گا رہی تھیں یا اس وقت جب وہ خاموش ہوگئی تھیں؟ قاضی صاحب نے کہا اس وقت جب وہ خاموش ہو چکی تھیں۔ امام صاحب نے فرمایا: میں نے ان سے یہی کہا تھا کہ "احسنتن بالسکوت"(تم نے خاموش ہو کر اور گانا باجا چھوڑ کر اچھا کیا)۔ [2]

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ الرحتہ گانے بجانے کو ناجائز سمجھتے تھے، (جس کی تصریح علامہ آلوسی علیہ الرحمتہ نے بھی ائمہ اربعہ کے حوالے سے کر دی ہے) نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ امام بن ابی لیلیٰ علیہ الرحمتہ بھی گانے بجانے کو حرام اور گناہ سمجھتے تھے اور قاضی ہونے کے ناتے کسی ایسے شخص کی شہادت قبول نہیں کرتے تھے جو گانا، گانا تو کجا اس کی حمایت ہی کرتا ہو۔

گانے بجانے والوں کی گواہی قابلِ قبول نہیں:

۳۲۔ ولا من یغنی للناس لانہ یجمع الناس علی ارتکاب کبیرۃ۔

---

[1] (کنز العمال 11ص445)

[2] (اسلام اور موسیقی ص ۲۷۰ بحوالہ حموی شرح الاشباہ والنظائر)

ترجمہ: اور گانے بجانے والے کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ لوگوں کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے لیے اکٹھا کرتا ہے۔[1]

۳۳۔ولا شهادة صاحب الغنا الذي يخازن عليهم ويجمعهم۔

ترجمہ: اوراس گانے والے کی گواہی قبول نہیں ہے جس کے پاس لوگ اکٹھے ہوتے ہوں اور وہ لوگوں کو اکٹھا کرتا ہو۔[2]

ہر قسم کی لغویات سے دُور رہنے والوں کے لیے اجر:

۳۴۔ عن كعب قال إن فيما أنزل الله عز وجل على موسى إنا أنزلنا الحق لنبطل به الباطل ونبطل به اللعب والمزامير والكنارات والشعر والخمر فأقسم ربي عز وجل لا يتركها عبد خشية مني إلا سقيته من حياض القدس۔

ترجمہ: حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کچھ نازل فرمایا اس میں یہ بھی تھا،(اے موسیٰ) ہم نے (آپ پر) حق کو نازل کیا تاکہ ہم اس (حق) کے ذریعہ باطل کو مٹادیں اور اس کے ذریعہ فضول کھیل، آلاتِ موسیقی، طنبور، (بُرے) شعر اور شراب کو مٹادیں۔ سو میرے پروردگار نے قسم کھا کر کہا کہ جس شخص نے میرے خوف کی وجہ سے ان چیزوں کو چھوڑ دیا تو میں اس کو پاکیزہ حوضوں سے پانی پلاؤں گا۔[3]

قیامت کے دن آلاتِ موسیقی سے دُور رہنے والوں کا مقام:

۳۵۔إذا كان يوم القيامة قال الله عز وجل: أين الذين كانوا ينزهون أسماعهم وأبصارهم عن مزامير الشيطان؟ ميزوهم، فيميزون في كتب المسک والعنبر؛ ثم يقول للملائكة: أسمعوهم تسبيحي وتمجيدي، فيسمعون بأصوات لم يسمع السامعون بمثلها قط.(الديلمي عن جابر)۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا! کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے کانوں اور اپنی آنکھوں کو مزامیر شیطان (آلاتِ موسیقی) سے دور رکھتے تھے، سو انہیں ساری جماعتوں سے الگ کردو، تو (فرشتے) انہیں الگ مشک وعنبر کے ٹیلوں پر بٹھادیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرمائے گا کہ ان کو میری تسبیح وتمجید کے (پاک نغمے) سناؤ پھر فرشتے انہیں ایسی (خُوبصورت) آواز میں سنائیں گے کہ سننے والوں نے ایسی خُوبصورت آوازیں کبھی نہ سنی ہوں گی۔[4]

---

1 (هداية اخيرين ص ۱۶۱)

2 (المبسوط ج ۱۶ ص ۱۳۲)

3 (السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي ج10 ص222)

4 (كنز العمال ج ۳۰ ص ۲۳)

(۳) باب نمبر تین بگانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

۳۶۔عن أبی ھریرۃ عند الاصبھانی مرفوعا ان اللّٰہ تعالی لیوصی إلی شجرۃ الجنۃ ان اسمعي عبادی الذین شغلوا أنفسھم عن المعازف و المزامیر بذکری فیسمعھم بأصوات ماسمع الخلائق مثلھا قط بالتسبیح و التقدیس۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جنّت کے درخت کو فرمائے گا کہ میرے وہ بندے جنھوں نے گانوں کو چھوڑ کر اپنے آپ کو میرے ذکر میں مشغول رکھا ان کو ایسی آوازوں اور ترنم میں تسبیح و تقدس سناؤ کہ مخلوقات میں سے کسی نے بھی ایسی آواز نہ سنی ہو۔[1]

جنّت اور موسیقی:

۳۷۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ (الروم: ۱۵)

ترجمہ: تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے باغ کی کیاری میں اُن کی خاطر داری ہو گی۔

لفظ "یحبرون" حبور سے مشتق ہے اور حبور ایسی مسرت و فرحت اور خوشی کو کہتے ہیں جس کے ساتھ عزت و اکرام بھی ہو اور اس لفظ کے عموم میں ہر قسم کی خوشی و راحت اور انعام و اکرام داخل ہے جو جنت میں حاصل ہو گا۔ چونکہ جنت میں مؤمن کے لیئے موسیقی بھی خوشی و مسرت کا باعث ہو گی، اسی بنا پر لفظ کے "یحبرون" عموم سے وہ بھی اس میں داخل ہے۔

۳۸۔علامہ آلوسی علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں:

عن الاخیر انہ قال قیل یارسول ما الحبر ؟فقال علیہ الصلوۃ و السلام اللذۃ و السماع۔

ترجمہ: رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ حبر سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر قسم کی خوشی و مسرت سے لطف اندوز ہونا اور گانے سننا۔[2]

۳۹۔وقال الاوزاعی و وکیع و یحیی بن ابن کثیر یسمعون الاغانی۔

ترجمہ: حضرت اوزاعی، وکیع اور یحیٰی بن ابی کثیر رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ (لفظ یحبرون سے مراد یہ ہے کہ) جنتی لوگ جنّت، میں گانے سنیں گے۔[3]

---

[1] (التفسیر المظھری-موافقاللمطبوع ج1ص 2997سورۃالروم)

[2] (روح المعانی ج ۲۱ ص ۲۶)

[3] (روح المعانی ج ۲۱ ص ۲۶)

۴۰۔ حضرت قاضی ثناءُاللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

عن ابی امامۃ عن النبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَ آلہ و اصحابہ وَ سلَّم قال ما من عبد یدخل الا ان تجلس عنہ راسہ و عند در جلیلہ ثنتان من الحور العین تغنیان با حسن صوت ما سمعہ الانس و الجن و لیس بمز ما الشیطان و لکن بتحمید اللہ و تقدیسہ۔

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بندہ (مومن) جب جنّت میں داخل ہو گا تو دو حوریں اس کے سر اور پاؤں کے پاس بیٹھ کر ایسی خُوبصورت آواز میں گانا گائیں گی جس کو نہ کسی انسان نے سنا ہو گا اور نہ کسی جن نے اور وہ شیطانی موسیقی نہ ہو گی، بلک اس نغمہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و تقدیس ہو گی۔[1]

حضرت سعید بن جبیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم ہم سے سوال کرو کیونکہ تم ہم سے کسی ایسی چیز کا سوال نہیں کرو گے مگر ہم نے اس کے بارے میں پوچھ رکھا ہے۔ تو ایک شخص نے عرض کیا: کیا جنّت میں نغمہ سرائی ہو گی؟ آپ نے فرمایا: کستوری کے کوزے ہوں گے جس کے پاس لڑکیاں ہوں گی جو اللہ تعالیٰ عزوجل کی ایسی آواز میں بزرگی بیان کریں گی کہ ان کی مثل کانوں نے کبھی نہیں سنی ہو گی۔[2]

معلوم ہوا کہ جنت میں موسیقی ہو گی مگر اس میں واہیات قسم کے گانے اور نغمے نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء فرشتوں، حوروں، درختوں، اور لڑکیوں وغیرہ کی خوبصورت ترین آوازوں میں سنائی جائے گی جو جنتیوں کی مزید خوشی و مسرت اور انعام و اکرام کا باعث ہو گی۔ مگر جو لوگ دنیا میں گانے بجانے سے محفوظ ہوتے رہے اور جن کا اوڑھنا بچھونا گانا بجانا ہی رہا وہ جنت کے پاکیزہ نغموں کی خوبصورت آوازوں کے سننے سے محروم رہیں گے۔

عورت کے پہنے ہوئے زیورات کی آواز کا حکم:

۴۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا یَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِینَ مِنْ زِینَتِهِنَّ (النور ۳۱)

ترجمہ: اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار۔

آیت کی ابتداء میں عورتوں کو اپنی زیب و زینت غیر محرموں پر ظاہر کرنے سے منع فرمایا گیا تھا اور آخر میں اس کی مزید تائید کی گئی ہے کہ مواضع زینت سر اور سینہ وغیرہ کا چھپانا تو واجب ہی ہے مگر اپنی پوشیدہ زینت کا اظہار بھی خواہ کسی ذریعہ سے ہو جائز نہیں۔ یاد رہے کہ زیور کے اندر کوئی چیز ایسی ڈالی جائے جس سے وہ بجنے لگے یا زیورات آپس میں ایک دوسرے کے ٹکرا کر

[1] (مظھری ج ۷ ص ۲۲۶)

[2] (جنّت کے حسین مناظر ص ۳۲۰)

آوازیں یا زیورات سے آراستہ (پازیب وغیرہ پہن کر) پاؤں پر اس طرح زور سے مارے جائیں جس سے ان کی آواز غیر محرم سنیں، یہ سب چیزیں اس آیت کی رو سے جائز نہیں ہیں۔

چناچہ اسی بناپر فقہاء ومفسرین کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جب زیور کی آواز اس آیت کی رو سے غیر محرموں کو سنانا جائز نہیں توخود عورت کی آواز کاسنانابدرجۂ اولیٰ ناجائز ہے،(اسی لیے عورت کی آواز کو ان حضرات نے ستر قرار دیا ہے)۔

عورت کی آواز کا حکم:

۴۲۔ علامہ ابو بکر جصاص علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

وفي الآية دلالة على أن المرأة منهية عن رفع صوتها بالكلام بحيث يسمع ذلک الأجانب إذا كان صوتها أقرب إلى الفتنة من صوت خلخالها . ولذلک كره أصحابنا أذان النساء لأنه يحتاج فيه إلى رفع الصوت ,والمرأةُ منهية عن ذلک۔

ترجمہ: اور (عورت کو غیر محرم کے لیے) زیورات کی آواز کے اظہار سے منع کیا جانا) اس امر کی دلیل ہے کہ دورانِ گفتگو عورت کا اس قدر آواز بلند کرنا منع ہے جس کو غیر محرم مرد سن لیں، کیونکہ عورت کی اپنی آواز، اس کے زیورات کی آواز کی نسبت فتنہ میں زیادہ مبتلا کرنے والی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے اصحاب نے عورت کے اذان دینے کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس میں بلند آواز کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت کو آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے۔[1]

۴۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

قال البيضاوي وهو ابلغ من النهى عن إبداء الزينة وادل على المنع من رفع الصوت لها ولذا صرح في النوازل بان نغمة المرأة عورة وبنى عليها ان تعلمها القرآن من المرأة أحب اليّ لأن نغمتها عورة ولذا قال عليه السّلام التسبيح للرجال والتصفيق للنساء - متفق عليه من حديث سهل بن سعد فلا يحسن ان يسمعها الرجل قال ابن همام وعلى هذا لو قيل إذا جهرت المرأة بالقراءة في الصلاة فسدت كان متجها - ولذا منعها عليه السلام من التسبيح بالصوت لاعلام الامام بسهوه إلى التصفيق۔

ترجمہ: بیضاوی نے کہا کہ عورت کو زینت کے اظہار تاکیداً منع کیا گیا ہے اور یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ عورت کو اپنی آواز بلند کرنا سخت منع ہے، اسی لیے نوازل میں تصریح کی گئی ہے کہ عورت کی آواز پردہ ہے اسی بناء پر عورت کا عورت سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (سوائے مجبوری کے) کیونکہ اس کی آواز پردہ ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ (دورانِ نماز آگے گزرنے والے کو) مرد سبحان اللہ کہہ کر اور عورت ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مار کر آگاہ کرے۔

[1] (تفسير آيات الأحكام ج1ص376)

اور سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ مرد کے لیے عورت کی آواز سننا اچھا نہیں ہے۔ اور ابن ہمام نے کہا کہ اگر یہ کہا جائے کہ عورت جب بلند آواز سے قرأت کرے گی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی تو بالکل درست ہے اور اسی لیے کہ امام کے بھول جانے پر اس کو آگاہ کرنے کے لیے عورت کے سبحان اللہ کہنے سے حضور علیہ السلام نے منع فرمایا بلکہ وہ ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرا ہاتھ مار کر امام کو متنبہ کرے۔[1]

۴۴۔عن ابي هريرة عن النبي صلي الله عليه وسلم التصفيق للنساء و التسبيح للرجال۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا: (نماز میں امام کے بھول جانے پر اس کو متنبہ کرنے کے لیے یا دوران نماز آگے گزرنے والے کو آگاہ کرنے کے لیے یا دوران نماز کسی اور معاملہ کے پیش آنے پر خبر دار کرنے کے لیے) عورتیں ہاتھ کی پشت پر ہاتھ ماریں اور مرد سبحان اللہ کہیں۔[2]

۴۵۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمتہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا صوتهن عورة۔

ترجمہ: یعنی عورت کو ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مارنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کی آواز پردہ ہے۔[3]

۴۶۔ حضرت علامہ عینی حنفی علیہ الرحمتہ لکھتے ہیں:

شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورت کے سبحان اللہ کہنے کو اسی لیے ناپسند فرمایا کہ اس کی آواز (باعث) فتنہ ہے، اس لیے اس کو اذان دینے، امامت اور نماز میں بلند آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔[4]

تفصیلی گفتگو کا ماحصل:

مذکورہ مدلل و مفصل گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ عورت اپنے پاؤں زمین پر اس قدر زور سے نہ مارے جس سے اس کے پہنے ہوئے زیورات کی آواز غیر محرم مرد سن لیں۔ عورت کی آواز پردہ اور فتنہ ہونے کے باعث اس کو اس قدر بلند کرنا جائز نہیں جس سے وہ آواز غیر محرم مرد کے کان میں پہنچے۔ اسی بنا پر عورت کے لیے اذان دینا، نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنا جائز نہیں۔ دوران نماز کسی بھی حادثہ کے پیش آنے کی صورت میں خبر دار کرنے کے لیے سبحان اللہ کہنا جائز نہیں بلکہ ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مار کر آگاہ کرے۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتے وقت آواز اتنی بلند نہ کرے کہ غیر محرم مرد سن لیں۔ گھر کی چار دیواری

---

[1] (التفسیر المظھری۔موافقا للمطبوع سورۃالنور ج1ص 2713)

[2] (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۰ ،صحیح مسلم، ج ۱ ص ۱۸۰ ،سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۶)

[3] (مرقات ج۳ص ۷۳)

[4] (عمدۃالقاری ج۷ص ۲۷۹)

میں بھی عورت اپنی آواز اس قدر بلند نہ کرے جو اجنبی مرد کے کان میں پڑے۔ اگر غیر محرم مرد سے گفتگو کرنا پڑے تو آواز میں نرمی اور لچک بالکل نہ ہو (تاکہ بیمار دل اس کی طرف راغب ومائل نہ ہو) بلکہ آواز میں وقار اور لہجہ میں کرختگی ہو۔ قرآن کریم اور دیگر علوم وفنون کی تعلیم بھی غیر محرم مرد سے حاصل نہ کی جائے۔ (چنانچہ مشاہدات اس بات کے گواہ ہیں کہ جو لڑکیاں غیر محرم مرد سے تعلیم حاصل کرتی ہیں (الّاماشاء اللہ) اس کے نتائج بھیانک ہوتے ہیں) البتہ مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے۔

چنانچہ اس سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ مردوں کی محفل میں یا مخلوط محفل میں یا ریڈیو، ٹی وی میں عورت کا قرآن پاک کی تلاوت کرنا، حمد ونعت پڑھنا اور وعظ وتقریر کرنا جائز نہیں ہے، آڈیو اور ویڈیو کیسٹس میں ان کا ریکارڈ کرنا اور کرانا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ آواز خواہ ریکارڈ شدہ ہو یا براہ راست سنی جائے بحیثیت آواز کے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور اگر خالصتاً اور عورتوں کی محفل ہو تو اس میں عورت کا تلاوت کرنا، حمد ونعت پڑھنا اور وعظ وتقریر کرنا جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔

ذرا غور کریں کہ شریعت نے عورت کی عزت وناموس کے تحفظ اور اس کے تقدس و وقار کے قیام وبقا کی خاطر اس کے پردہ کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ اس کے پہنے ہوئے زیورات کی آواز اور قرآن پاک، حمد ونعت اور وعظ وتقریر (جو مستحسن امور ہیں) کی آواز بھی غیر محرم مرد کے کان میں نہ پڑے، تو جو خواتین رزق برق بھڑکیلے، چست ونیم عریاں لباس میں ملبوس، زیورات سے خوب آراستہ، چہار طرف پھیلی ہوئی خوشبو سے معطع اور گھنگھروؤں کی جھنکار میں دلکش اداؤں کے ساتھ رقص وسرود کی محفل میں اپنی سریلی ودل آویز آواز میں اپنے فن کا مظاہرہ کر کے سامعین وناظرین کی ہوسناک نگاہوں کا مرکز بن کر داد عیش وصول کرتی ہیں ان کا انجام کیا ہو گا؟

مرد کی آواز میں عورت کا گانا سننا:

۷۴۔ عن (أنس بن مالک) قال کان رسول الله في سفر وکان معه غلام له أسود یقال له أنجشة یحدوا فقال له رسول الله ویلک یا أنجشة رویدک بالقواریر۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم ایک سفر میں تھے اور آپ کے ساتھ ایک سیاہ فام غلام تھا جس کا نام انجشہ تھا اور وہ حدی خوانی کر رہا تھا تو رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم نے فرمایا: اے انجشہ تمہارا بھلا ہو، کچی شیشیوں کو چھوڑ دو۔[1]

[1] (عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج32 ص373)

(۳) باب نمبر تین:گانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

نوٹ: اونٹ کو تیز چلانے کے لیے جو گانا گایا جاتا ہے اسے حدی کہا جاتا ہے اور اون؟ٹ کی خصوصیت یہ ہے کہ خوش الحانی سے مست ہو جاتا ہے اور خوب چلتا ہے۔

۴۸۔ عن أنس بن مالک: کان للنبيِّ ﷺ حادٍ يقالُ له: أنجشَةُ و کان حسَنَ الصَّوتِ فقال له رسولُ اللهِ ﷺ: (رُوَيْدَکَ يا أنجشةُ لا تکسِرِ القواريرَ) قال قتادةُ: يعني ضَعَفةَ النِّساءِ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کا ایک حدی خواں تھا جسے انجشہ کہا جاتا تھا اور وہ خوش آواز تھا، تو نبی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے اسے فرمایا اے انجشہ چھوڑ دو کچی شیشیاں نہ توڑو۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد کمزور دل عورتیں ہیں۔[1]

یعنی اے انجشہ! جس طرح شیشیاں معمولی چوٹ سے ٹوٹ جاتی ہیں اس طرح عورتوں کے دل بہت نازک ہوتے ہیں اور ان کے دل کسی بھی چیز کا بہت جلد اثر قبول کرتے ہیں، تم چونکہ خوش الحان ہو اسی لیے گانا چھوڑ دو، ایسا نہ ہو کہ یہ عورتیں تمہاری آواز سن کر فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔

نوٹ: حدی پڑھنا اگرچہ شرعاً جائز ہے مگر اس میں محرمات و منکرات سے پرہیز لازمی ہے، چناچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو حدی پڑھتے ہوئے سنتے تو اس سے فرماتے کہ حدی میں عورتوں کا ذکر کنایتاً بھی نہ کرنا۔

مذکورہ احادیث کی روشنی میں یہ مسئلہ واضع ہو گیا کہ جس طرح عورت کی آواز میں مرد کا گانا سننا جائز نہیں، اسی طرح مرد کی آواز میں عورت کا گانا سننا بھی جائز نہیں اگرچہ گانے کا مضمون اچھا ہو، اگرچہ عورت پردہ کی اوٹ میں ہو، جیسا کہ صحابیات اونٹوں کے ہودج میں ہونے کی وجہ سے پردہ کی اوٹ میں تھیں اور حضرات انجشہ رضی اللہ عنہ حدی خوانی کر رہے تھے۔ مگر چونکہ حضرت انجشہ کی حدی خوانی کی آواز صحابیات تک پہنچ رہی تھی اسی لیے نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے ان کو حدی خوانی سے منع فرمادیا۔

یاد رہے کہ ریڈیو، ٹی وی، آڈیو کیسٹس کے ذریعہ بھی گانا سننا جائز نہیں ہے۔

اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جس طرح عورت کی آواز مرد کے لیے کشش اور نفس کو برانگیختہ کرنے کا باعث ہوتی ہے، اسی طرح مرد کی خوش الحانی بھی عورت کے لیے جاذیت اور غیر معمولی سرعت سے عشق و محبت کا سبب ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عشق و محبت کی جو داستانیں منظر عام پر آتی ہیں ان میں زیادہ تر دخل آواز کا ہوتا ہے۔

اسی لیے شریعت نے وہ راستہ ہی بند کر دیا جس سے معاشقانہ فتنوں اور برائیوں کے رونما ہونے کا اندیشہ اور خطرہ تھا۔

---

[1] (ابن حبان (ت ۳۵٤)، صحيح ابن حبان ۵۸۰۱ • أخرجه في صحيحه • شرح رواية أخرى)

البتہ پردہ کی اوٹ میں مرد کی آواز میں عورتیں قرآن پاک کی تلاوت، حمد باری تعالیٰ نعت رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہٖ وَسَلَّم اور وعظ و تقریر سن سکتی ہیں کیونکہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت و لگاؤ، نیکیوں میں فرق و شوق، برائیوں سے نفرت اور موت و آخرت کی یاد کا سبب بنتی ہیں اور مزید اچھے نتائج و ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔

گانے بجانے کی آواز اچانک کان میں پڑ جانے کا حکم:

۴۹۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمتہ فتاویٰ قاضی خاں کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

اما استماع صوت الملاهی کالضرب بالقیب وغیر ذلک حرام ومعصیۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام استماع الملاهی معصیۃ والجلوس علیها فسوق والتلذذ بها من الکفر انما قال ذالک علی وجه التشدید وان سمع بغتۃ فلا اثم علیه ویجب ان یجتهد کل الجهد حتی لا یسمع لما روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ادخل اصبعیه فی اذنیه۔

ترجمہ: شاخ کی طرح گانے بجانے کے آلاتِ کی آواز کو سننا حرام اور گناہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: گانے بجانے کے آلات کو سننا گناہ ہے، وہاں بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لطف اندوز ہونا کفر (کی علامات) میں سے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ قول بطور تشدید فرمایا ہے، اگر کسی شخص نے اچانک یہ آواز سن لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، اور اس پر واجب ہے کہ نہ سننے کی پوری کوشش کرے، کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہٖ وَسَلَّم نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں۔[1]

۵۰۔ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

وان سمع بغتۃ یکون معذورا ویجب ان یجتهد ان لا یسمع۔

ترجمہ: اور اگر (گانے بجانے اور آلاتِ موسیقی کی آواز کو) اچانک سن لیا تو معذور ہے، اور اس پر واجب ہے کہ نہ سننے کی پوری کوشش کرے۔[2]

گھنٹی، گھنگھرو، پازیب اور جھانجھن کی آواز کی نحوست:

۵۱۔ عن أبي هريرة أن رسول الله {صلى الله عليه وسلم} قال الجرس مزامير الشيطان۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ واصحابہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: گھنٹی شیطان کی بانسریاں ہیں۔[3]

---

1 (مرقات ج3ص538)

2 (ردالمختار ج5ص279)

3 (الجمع بين الصحيحين البخاري ومسلم ج3ص223)

(۳) باب نمبر تین بگانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

۵۲۔(حديث أبي هريرة في صحيح مسلم) أن النبي -صلى الله عليه وسلم- قال: لا تصحب الملائكة رفقة فيها كلب ولا جرس۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا: فرشتے ان مسافروں کے ساتھ نہیں ہوتے جن کے ساتھ کتا یا گھنٹی ہو۔[1]

۵۳۔عن أم حبيبة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إن الملائكة لا تصحب رفقة فيها جرس۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس جماعت (اور مسافروں) کے ساتھ گھنٹی ہو اس میں فرشتے نہیں ہوتے۔[2]

۵۴۔عن أنس لا تصحب الملائكة رفقة فيها جرس ولا بيتا فيه جرس۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جن مسافروں کے ساتھ گھنٹی ہو اور جس گھر میں گھنٹی ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔[3]

۵۵۔ عن ابن الزبير: "أنَّ مولاةً لهم ذهبَتْ بِابْنَةِ الزبيرِ إلى عمرَ بنِ الخطابِ وفي رجلِها أجراسٌ، فقطعَها عمرُ وقال: سمعتُ رسولَ اللهِ صلى اللهَ عليه وسلم يقولُ: مع كلِّ جرسٍ شيطانٌ"۔

ترجمہ: حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک آزاد شدہ لونڈی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹی کو لے گئی اور اس (بچی) کے پاؤں میں جھانجھن تھے تو حضرت عمر رحی اللہ عنہ نے اس (بچی کے جھانجھن) کو کاٹ دیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر جھانجھ کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔[4]

۵۶۔ بنانة مولاة عبد الرحمن بن حسان الأنصاري - رحمها الله -: كانت عند عائشة، إذ دُخِلَ عليها بجارية وعليها جَلاجِلُ يُصَوِّتْنَ، فقالت: لا تُدخِلْنَها عَلَيَّ إلا أن تُقَطِّعْنَ جلاجِلَها، وقالت: سمعتُ رسولَ الله -صلى الله عليه وسلم- يقول: لا تدخل الملائكة بيتاً فيه جَرس۔

ترجمہ: حضرت بنانہ جو حضرت عبد الرحمٰن بن حیان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ آپ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے پاس ایک بچی لائی گئی جس پر جھانجھن تھے جن سے (چھن چھن کی) آواز آرہی تھی تو آپ نے فرمایا کہ

---

[1] (الضياء اللامع من صحيح الكتب الستة وصحيح الجامع ج2 ص113)
[2] (مصنف عبد الرزاق ج10 ص459)
[3] (كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال ج ٦ ص ١٠٩٨)
[4] (مصابيح السنة باب الخاتم ج٣ ص ٢٠٩)

اس (بچی) کو میرے پاس نہ لاؤ، سوائے اس صورت کے کہ اس کے جھانجھن کاٹ دیئے جائیں، میں نے رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس گھر میں جھانجھن ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔[1]

۵۷۔ هشام بن عروة قال دخلت جارية على عائشة وفي رجلها جلاجل في الخلخال فقالت عائشة أخرجوا عني مفرقة الملائكة۔

ترجمہ: حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے پاس ایک لڑکی آئی اور اس کے پاؤں میں پازیب کی (جھنکار کی) آواز آرہی تھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ فرشتوں کو ہٹانے والی (اس لڑکی) کو مجھ سے دُور کرو۔[2]

۵۸۔ عَنْ بِنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم, قَالَ: لاَ تَصْحَبُ الْمَلاَئِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جُلْجُلٌ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا کہ اس قافلہ (اور جماعت) کے ساتھ فرشتے نہیں ہوتے جس کے ساتھ گھنگھرو ہوں۔[3]

مذکورہ احادیث طیبہ کی روشنی میں یہ بات واضع ہوگئی کہ جہاں گھنٹیاں بج رہی ہوں، گھنگھرو، پازیب وپائل اور جھانجھن وغیرہ کی جھنکار ہو وہاں (ان کی آواز کی نحوست کی وجہ سے) رحمت و استغفار والے فرشتے نہیں آتے اور جہاں اس طبقہ کے فرشتے نہیں آتے وہاں خیر و بھلائی نہیں ہوتی۔

حقیقت یہ ہے کہ آلاتِ موسیقی میں گھنٹیوں، گھنگھروؤں، پائل اور جھانجھن وغیرہ کی جھنکار اور چھن چھن بدرجۂ اتم موجود ہے۔

آلاتِ موسیقی کی حرمت پر احادیث صحیحہ بکثرت وارد ہیں اور اس پر شدید وعیدیں مذکورہ ہیں جو آلاتِ موسیقی بدرجہ اولیٰ فرشتوں کی آمد سے مانع ہیں۔ اور کوئی مقام وجگہ ایسی نہیں جو آلاتِ موسیقی کے منحوس وجود سے خالی ہو، اور چونکہ گانا اور آلاتِ موسیقی لازم وملزوم ہیں لہٰذا نتیجتاً ثابت ہوا کہ جہاں گانا بجانا ہوگا وہ مقام وجگہ رحمت اور استغفار کرنے والے فرشتوں سے محروم ہوگی۔

---

[1] (جامع الأصول في أحاديث الرسول ج4ص 731)
[2] (مصنف عبدالرزاق باب الاجراس ج10ص 459)
[3] (المسند الجامع الباب 05 ج24ص 214)

مسئلہ: عورت کو ہر وہ زیور نہیں پہننا چاہیے جس سے چھن چھن کی آواز پیدا ہو اور بعض لوگ معصوم بچوں کے ہاتھوں، پاؤں اور گردنوں میں ایسے زیورات پہناتے ہیں جن سے چھن چھن کی آواز پیدا کرتی ہے، جائز نہیں ہے اور پہنانے والے گناہ گار ہوں گے۔

جانوروں کی گردنوں میں گھنٹی، گھنگھرو باندھنے کا حکم:

۵۹۔عن خالد بن معدان، قال: مروا على النبي صلى الله عليه وسلم بناقة في عنقها جرس، قال: هذه مطية شيطان۔

ترجمہ: حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے پاس سے ایک اونٹنی لے کر گزرے جس کی گردن میں گھنٹی تھی تو آپ نے فرمایا: یہ شیطان کی سواری ہے۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عامر اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہاد لے جانوروں کو فرشتے چھوتے ہیں، لیکن (جہاد کے) جس جانور پر گھنٹی ہو اُس کو نہیں چھوتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے (جنگ) بدر کے موقع پر اونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیاں کاٹنے کا حکم دیا۔

عام طور پر لوگ اونٹوں، گھوڑوں، گدھوں، بھیڑوں اور بکریوں وغیرہ جانوروں کی گردنوں اور پاؤں میں گھنٹیاں اور گھنگھرو وغیرہ باندھتے ہیں۔

چنانچہ مذکورہ احادیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ جانوروں کی گردنوں اور پاؤں میں گھنٹیاں اور گھنگھرو وغیرہ باندھنا جائز نہیں۔

عیدین کے مواقع پر دَف بجا کر اچھی نظم گانا:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس منیٰ کے ایام میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور اس وقت ان کے پاس دو بچیاں دَف بجا کر وہ نظم گا رہی تھیں جو انصار نے جنگ بعاث کے موقع پر کہی تھی اور نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کپڑا اوڑھے لیٹے ہوئے تھے، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان بچیوں کو ڈانٹا تو نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے (اپنی چادر سے) اپنا چہرۂ باہر نکال کر فرمایا: اے ابو بکر انہیں کچھ

[1] (مُصنف ابن أبي شيبة ج12ص 229)

نہ کہو کیونکہ یہ عید کے دن ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اے ابو بکر ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔

شادی کے موقع پر دَف بجا کر اچھی نظم گانا:

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ جب میری رخصتی کی گئی تو نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم میرے پاس تشریف لائے اور جیسے تم میرے پاس بیٹھے ہو ویسے ہی آپ میرے بستر پر بیٹھ گئے تو ہماری بچیاں دف بجانے لگیں اور میرے باپ دادا جو بدر کے موقع پر شہید ہوئے تھے ان کے بارے میں نظم کہنے لگیں، جب ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم میں وہ نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا: یہ بات چھوڑو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔

معلوم ہوا کہ شادی و عیدین کے موقع پر دَف بجا کر ایسا گیت یا نظم پڑھنا جائز ہے جو مباح قسم کے اشعار پر مشتمل ہو، اس میں فواحش و محرمات کا قطعاً ذکر نہ ہو۔

نکاح کے موقع پر دَف بجانا:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا: نکاح کا اعلان کیا کرو اور نکاح کا انعقاد مساجد میں کیا کرو اور (انعقاد نکاح کے وقت) دَف بجایا کرو۔

نکاح کے موقع پر دَف بجانے کا مقصد:

حضرت محمد بن حاتم جمحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: حلال اور حرام کے درمیان فرق نکاح کے موقع پر (مبارکباد کی) آواز دَف بجانا ہے۔

۶۰۔ علامہ عینی حنفی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

الضرب بالدف فی العرس بحصرۃ شارع الملۃ و مبیں الحل من الحرمۃ و اعلان النکاح بالدف و الغناء المباح فرقابینہ و بین م یستر من السفاح۔

شادی کے موقع پر حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے سامنے دَف بجایا گیا، جس سے معلوم ہوا کہ دَف اور گانے (جس کا مضموں اچھا ہو) کے ساتھ نکاح کا اعلان کرنا جائز ہے تاکہ اعلانیہ نکاح اور خفیہ زنا میں فرق ہو۔[1]

۶۱۔ ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

فالسنۃ اعلان النکاح بضرب الدف و اصوات الحاضرین بالتھنّۃ او النغمۃ فی انشاد الشعر المباح۔

---

[1] (عمدۃ القاری ج20 ص136)

ترجمہ: سُنت یہ ہے کہ نکاح کا اعلان دف بجا کر اور حاضرین کی مبارک باد کی آوازوں یا جائز قسم کے اشعار کے نغموں کے گانے سے کیا جائے۔[1]

عیدین، نکاح، ولیمہ اور ختنہ کے علاوہ مواقع پر دَف بجانے کا حکم:

۶۲۔عن علی قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ضرب الدف ولعب الصنج وصوت الزمارۃ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے دَف بجانے، جھا جھن سے کھیلنے اور بانسری (بجا کر اس) کی آواز (نکالنے) سے منع فرمایا۔[2]

۶۳۔عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ عَمْرُو بْنُ قُرَّةَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللہِ إِنَّ اللہَ قَدْ كَتَبَ عَلَيَّ الشِّقْوَةَ فَلَا أَرَى لِي رِزْقًا إِلَّا مِنْ دُفِّي وَكَفِّي، فَأْذَنْ لِي فِي الْغِنَاءِ مِنْ غَيْرِ فَاحِشَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا آذَنُ لَكَ وَلَا كَرَامَةَ وَلَا نِعْمَةَ كَذَبْتَ أَيْ عَدُوَّ اللہِ لَقَدْ رَزَقَكَ اللہُ حَلَالًا طَيِّبًا فَاخْتَرْتَ مَا حَرَّمَ اللہُ عَلَيْكَ مِنْ رِزْقِهِ مَكَانَ مَا أَحَلَّ لَكَ حَلَالَهُ وَلَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ إِلَيْكَ لَفَعَلْتُ بِكَ قُمْ عَنِّي وَتُبْ إِلَى اللہِ۔

ترجمہ: حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن قرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول! میں بڑا بدبخت ہوں، کیونکہ میں اپنے ہاتھ سے دف بجا کر روزی حاصل کرتا ہوں، تو کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ (دَف) بجا کر ایسا گانا گا لیا کروں جو فحش و بیہودہ نہ ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسے کام کی ہرگز اجازت نہیں دیتا جو ذلیل و بدترین ہو۔ اے اللہ کے دشمن تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حلال و طیب رزق کمانے کی صلاحیت بخشی ہے مگر تم نے حلال روزی کی بجائے حرام کو اختیار کر لیا ہے، سو اٹھو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے سابقہ گناہوں سے توبہ کرو۔[3]

۶۴۔عن الن عباس قال الدف حرام۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دَف (بجانا) حرام ہے۔[4]

۶۵۔عن شریح انہ سمع صوت دف فقال الملائکۃ لا یدخلون بیتاً فیہ دف۔

[1] (مرقات ج6ص314)

[2] (کنز العمال ج15ص227)

[3] (کنز العمال ج15ص221، معجم الکبیر ج8ص51، مسند الشامیین ج4ص391، المعجم الکبیر للطبرانی ج7ص54، معجم ابن الأعرابي ج2ص712)

[4] (سنن کبري ج10ص222)

ترجمہ: حضرت شریح رضی اللہ عنہ نے دف کی آواز سنی تو فرمایا: جس گھر میں دَف ہو اس میں (رحمت واستغفار کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔[1]

٦٦۔عن ابن سیرین ان عمربن الخطاب کان اذا سمع صوتاً او دفاً فقال ماهو فاذا قالو ا عرس او ختان صمت ۔(وفی روایۃان کان فی غیرہ عمدہ بالدرۃ)۔

ترجمہ: حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب (گانے کی) آواز یا دَف (کی آواز) سنتے تو پوچھتے کی یہ گانا بجانا کیوں ہو رہا ہے؟ جب آپ کو بتایا جاتا کہ یہ شادی یا ختنہ کی تقریب کی وجہ سے ہو تو آپ خاموش ہو جاتے۔ اور اگر کوئی اور موقع ہوتا تو اس کو درہ سے سزا دینے کا قصد فرماتے۔[2]

و استماع ضرب الدف و المزمار و غیر ذالک حرام۔

ترجمہ: اور دَف بجنے کی آواز سننا، بانسری اور دیگر سازوں کا سننا حرام ہے۔[3]

مذکورہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں یہ امر واضح ہو گیا کہ دف بجانے کی اجازت ورخصت عیدین، نکاح، ولیمہ اور ختنہ کے مواقع کے ساتھ خاص ہے اور ان کے علاوہ مواقع پر دف دیگر آلات موسیقی میں داخل ہے اور ناجائز ہے۔ چناچہ جب یہ امر عیاں ہو گیا کہ دف بھی آلات موسیقی میں داخل ہے اور مذکررہ مخصوص مواقع کے علاوہ اس کا بجانا جائز نہیں ہے تو اس سے وہ ماڈرن قسم کے نعت خواں عبرت حاصل کریں جو دف یا دیگر آلات موسیقی پر حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم پڑھتے ہیں۔ ذرا غور کریں کہ جب حضور علیہ السلام کے صحابی نے دف کی دھن پر محمود کلام کے گانے کی اجازت مانگی تو آپ نے اسے نہ صرف اجازت نہیں دی بلکہ اس فعل کو بدترین وذلیل قرار دے کر اسے توبہ کرنے کا حکم دیا۔ بہر کیف یہ عمل باعث اجر و ثواب نہیں ہے بلکہ معصیت اور غضب الٰہی کا موجب ہے۔

اچھے مضمون پر مشتمل اشعار کا حکم:

٦٧۔عن ابی بن کعب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من الشعر حکمۃ۔

ترجمہ: حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا کہ بعض اشعار دانائی کی باتوں سے پُر ہوتے ہیں۔[4]

---

[1] (المصنف ابن ابی شیبہ ج3ص 322)

[2] (مصنف عبدالرزاق ج11ص 5، المصنف ابن ابی شیبہ ج3ص 321)(البحر الرائق ج7ص 88)

[3] (ردالمختار ج5ص 279)

[4] (ترمذی ج2ص 111)

۶۸۔ عن عائشه رضی اللہ عنها قالت ذكر عند رسول صلی اللہ عليه وسلم الشعر فقال رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم هو كلام فحسنه حسن و قبيحه قبيح۔

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ کی بارگاہ میں شعر کا ذکر کیا گیا تو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا کہ وہ ایک کلام ہے، اچھا شعر اچھا ہے اور بُرا شعر بُرا ہے۔[1]

معلوم ہوا کہ شعر کی اچھائی یا برائی اس کے مضمون پر منحصر ہے اگر اس کا مضمون وعظ و نصیحت، نیکی و تقویٰ، توحید باری تعالیٰ، اطاعت خدا اور سول کی رغبت، کفر و شرک سے نفرت، حمد باری تعالیٰ، نعت رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم، جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب، اسلام سے محبت، آپس میں اخوت وبھائی چارہ، برائیوں سے روکنے اور حکمت و دانائی وغیرہ پر مشتمل ہو تو وہ شعر حسن ہے اور اس کا پڑھنا، سننا جائز بلکہ باعث اجر و ثواب ہے۔ نیز ایسے اشعار گمراہ لوگوں کو سیدھے راستے پر لانے کا بھی سبب ہوتے ہیں اور صحابہ کرام بزرگانِ دین سے جن اشعار کا پڑھنا اور سننا منقول ہے وہ اسی نوع کے اشعار ہیں۔

اور جو اشعار فحش و منکرات، عورتوں اور امارد کے حسن وجمال کے ذکر، عبادت خدا او اطاعت رسول کی تحقیر، لوگوں پر طعن و تشنیع اور شراب ودیگر محرمات کی تعریف وغیرہ جیسے مضامین پر مشتمل ہوں تو وہ قبیح و مذموم ہیں۔

چنانچہ اس قسم کے اشعار پڑھنا، سننا جائز و حرام ہے اور ان کے ناجائز و حرام ہونے پر تمام امت کا اجماع و اتفاق ہے۔

اچھے اشعار کو حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے پسند فرمایا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا: کہ شاعر جو بات اپنے اشعار میں کہتا ہے ان میں سے سب سے اچھی وہ ہے جو لبید شاعر نے کہی ہے: آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس شعر کا مضمون اچھا ہوتا، حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم اسے پسند فرماتے۔

اچھے اشعار کو حضور نے خود سنا:

۶۹۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ، كَلِمَةُ لَبِيدٍ: أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللهَ بَاطِلُ۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن شرید رضی اللہ عنہ کے والد بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے پیچھے سواری پر بیٹھا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا: کیا تمہیں امیہ بن ابی صلت کے شعروں میں سے کچھ یاد ہیں؟ میں

[1] (مشکوٰۃ المصابیح ص 411)

نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: سناؤ، تو میں نے آپ کو ایک شعر سنایا، آپ نے فرمایا: اور سناؤ، یہاں یک کہ میں نے آپ کو ایک سو اشعار سنائے۔[1]

اچھے اشعار کو حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے پڑھا:

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم ہمارے ساتھ مٹی ڈھو رہے تھے یہاں تک کہ آپ کا شکم مبارک غبار آلود ہو گیا اور آپ (یہ رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے) کہہ رہے تھے: اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ کی مدد نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ صدقہ و خیرات کرتے اور نہ ہی نماز پڑھتے۔ (اے اللہ) تُو ہم پر سکینہ (سکون و اطمینان) نازل فرما، اور (کفار سے) لڑائی کے وقت ہمیں ثابت قدم رکھنا۔ یقیناً دشمن ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں، جب وہ کوئی فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں تو ہم انکار کر دیتے ہیں (یعنی ان سے دبتے نہیں ہیں) اور آپ (اَبَیْنَا اَبَیْنَا) پر اپنی آواز بلند فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے صحابہ کرم جنگ خندق کے دن یہ کہہ رہے تھے: ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے دست مبارک پر اس بات پر بیعت کی ہے کہ تاحیات اسلام کی سربلندی اور اس کی بقا کی خاطر لڑتے رہیں گے اور نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم (شمع توحید کے پروانوں اور جانبازوں کی جانثاری کے جذبہ کو دیکھ کر) کہہ رہے تھے: اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے، پس اے اللہ! تُو انصار و مہاجرین کو بخش دے۔

معلوم ہوا کہ حکمت و دانائی اور وعظ و نصیحت پر مشتمل اشعار کو حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نہ صرف پسند فرماتے اور سنتے تھے بلکہ کبھی کبھار پڑھ بھی لیا کرتے تھے۔

جس نظم کا مضمون بُرا ہو اس کا پڑھنا اور سننا حرام ہے:

۰۷۔ حضرت مخدوم سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مشائخ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ فرمان رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم سے استفادہ کرتے ہیں، آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا: شعر ایک ایسا کلام ہے کہ جس کا اچھا (حصّہ) اچھا ہے اور بُرا (حصّہ) بُرا ہے، جس بات کا سننا نثر میں حلال ہے مثلاً حکمت، نصائح، آیاتِ الٰہی میں استدلال اور حق کے دلائل میں غور و فکر کرنا وغیرہ وغیرہ تو اس کا نظم میں سننا بھی حلال اور جائز ہے۔ مختصر یہ کہ جس طرح فتنہ پھیلانے والے حُسن پر نظر ڈالنا حرام ہے اسی طرح کی نظم و نثر کو بھی

[1] (صحیح بخاری ج2ص908، ترمذی ج2ص112، مسند الإمام أحمد بن حنبل ج16ص98)

سننا حرام ہے۔ اگر کوئی شخص سماع شعر کو مطلق حلال و جائز سمجھتا ہے تو وہ کفر و بے دینی میں مبتلا ہے اور جو شخص یہ کہے کہ میں حسن صورت میں حسن خدا کا جلوہ دیکھتا ہوں اور طلب حق کرتا ہوں کیونکہ آنکھ اور کان محل عبرت ہیں اور علم کا ذریعہ ہیں تو دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ میں چھوتا (ہاتھ لگاتا) ہوں اور چھونے سے عبرت و نصیحت حاصل ہوتی ہے، ایسی صورت میں تو شریعت کا ظاہر بالکل بالکل ہو جائے گا، حالانکہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا: دونوں آنکھیں (غیر محرم کے دیکھنے سے) زنا کرتی ہیں، چناچہ دیکھنے و چھونے سے شرعی حکم ساقط ہو جائے گا اور یہ ظاہر گمراہی ہے۔[1]

مذکورہ عبارت کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ جو نظم و گیت اور اشعار مذموم و فحش قسم کے مضمون پر مشتمل ہوں، ان کا گانا اور پڑھنا حرام ہے اسی طرح ان کا سننا بھی حرام ہے۔

سماع (قوالی) و آلاتِ موسیقی:

سماع کے لغوی معنی مطلقاً" سننے '' کے ہیں، سنا جانے والا کلام خواہ نثر کی صورت میں ہو یا نظم کی صورت میں ہو، خواہ اچھے مضمون پر مشتمل ہو یا قبیح و مذموم مضمون پر مشتمل ہو۔

تصوف کی اصطلاح میں وعظ و نصیحت، حکمت و دانائی پر مشتمل اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم سے عشق و محبت سے متعلق پاکیزہ منظوم کلام کے سننے کو سماع کہا جاتا ہے، جسے عرف عام میں قوالی کہا جاتا ہے اسے محفل سماع کہا جاتا ہے۔ حکمت و دانائی، وعظ و نصیحت اور حقیقت و معرفت پر مبنی منظوم کلام اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم سے عشق و محبت پر ابھارنے والے حمدیہ و نعتیہ اشعار پڑھنا، سننا اور اس مقصد لے لیے خصوصی محفل کا (پاکیزہ ماحول میں) اہتمام کرنا حضرات صوفیاء کرام رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعیں کا ذوق و مشرب اور معمول رہا ہے، اور بعض ارباب ذوق و وجد کی غذا ہی سماع (قوالی) رہی ہے، اور وہ حضرات اسی سماع کے ذریعہ قرب و وصال کی منزلیں طے کرتے رہے، اور ان کی محفل سماع ہر قسم کی خرافات و لغویات، غیر شرعی حرکات اور آلاتِ موسیقی جیسی قباحتوں سے پاک وصاف ہوتی تھی، پابندیٔ شریعت کا خاص لحاظ تھا، اور صوفیاء کرام نے سماع (قوالی) کو بعض شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا تھا۔ (جن کی تفصیل آگے آرہی ہے)

مگر جعلی پیروں، بناوٹی صوفیوں، خالص ہواء و نفس پرست، ناخلف و ناعاقبت اندیش اور شریعت و طریقت سے کوسوں دور افراد نے شیطان کی پیروی میں اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے اور سادہ لوح مسلمانوں کو سیدھی راہ سے بھٹکانے کے لیے قوالی

[1] (کشف المحجوب اردو ص ۵۶۲)

میں رقص وناچ، تالیوں، مزامیر (آلاتِ موسیقی) اور دیگر ایسی خرافات و محرمات کو شامل کر لیا جن کا صوفیاء کرام کی سماع اور محفل سماع سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے، مزید ظلم یہ کہ ان ظالموں نے قوالی میں شامل قبیح امور کو حضرات ارباب صدق وصفا کی طرف منسوب کر دیا جو ان پاک ہستیوں پر بہت بڑا اتہام ہے۔

مروجہ قوالی صوفیاء کرام کی نظر میں:

۷۱۔ حضرت مخدوم سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اہلِ علم محقق بھی بہت سے دعوے کرتے ہیں اور انہوں نے سریلی آوازوں کو باہم ملانے کے لیے کتابیں بھی تصنیف کی ہیں اور الحان وترنم کو بڑی اہمیت دی ہے، ان کے نظریات کی ترجمانی آج مزامیر (آلاتِ موسیقی) سے ہوتی ہے جو خواہش نفس اور بیہودگی کے لیے تیار کیے گئے ہیں، جن سے شیطان کی پیروی ہوتی ہے۔[1]

نیز فرماتے ہیں:

جبکہ آج گمراہوں کا ایک گروہ بدکاروں کے سماع (قوالی) میں حاضر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم حق کی وجہ سے سماع کرتے ہیں، فاسق لوگ ان کے ہم خیال ہو جاتے ہیں اور سماع کے سلسلہ میں فسق وفجور میں زیادہ تر حریص بن جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ خود بھی ہلاک ہو جاتے ہیں اور اپنے متعلقین کو بھی تباہ کر دیتے ہیں۔[2]

۷۲۔ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں:

لیکن چونکہ اس دور میں اس (قوالی) کی وجہ سے بہت سے فتنے رونما ہو گئے ہیں۔ اور سماع (قوالی) کی پاکیزگی ان فتنوں کے باعث زائل ہو گئی ہے اور ابنائے زمانہ میں اس کا ذوق وشوق اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اعمالِ حسنہ میں انہوں نے کمی کر دی ہے اور لوگوں کی حالتیں اس قدر بھڑ گئی ہیں کہ سماع کی محفلیں بڑی کثرت سے قائم ہونے لگی ہیں، نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ بعض لوگ تو ان اجتماعات میں کھانا کھلاتے ہیں، اب دلی رغبت کے حصول کے لیے یہ اجتماع منعقد نہیں ہوتا جیسا کہ مخلص درویشوں کا طریقہ تھا، بلکہ اب تو محض نفسانی خواہشات کی تحریک اور سیر تماشے کے لیے ایسے اجتماعات ہوتے ہیں جس لے نتیجہ میں مردوں کی روحانی ترقی منقطع ہو گئی ہے اور اب اس طریقے سے سوائے تضیع اوقات کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور مزید بر آں

---

[1] (کشف المحجوب (اردو) ص ۶۳ ۵)

[2] (کشف المحجوب (اردو) ص ۵۷۴)

یہ کہ اس سے لطف عبادات بھی گھٹ گیا ہے، اب ایسے اجتماعات کا مقصد نفسانی خواہشات سے محفوظ اور عیش و عشرت سے لطف اندوز ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے، پس ایسا اجتماع اور ایسی محفل سماع ارباب صدق وصفا کی نظر ناجائز و مردود ہے۔[1]

جو شخص گویوں کو رکھتا ہے تو اس کی جنازہ نہ پڑھو:

۷۳۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه و سلم: من مات و عنده جارية مغنية فلا تصلوا عليه۔

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مرا اور اس کے ساتھ گانا گانے والی لونڈی تھی تو اس پر جنازہ نہ پڑھو۔[2]

۷۴۔ اور یہی روایت کنز العمال میں ہے اور امام دیلمی نے حضرت علی سے اس الفاظ میں نقل کیا ہے کہ:

من مات و له قينة فلا تصلوا عليه۔

ترجمہ: جو مرا اور اس کے ساتھ گانے والی لونڈی تھی تو اس پر جنازہ نہ پڑھو۔[3]

محترم قارئین! ناراض نہ ہوں' آج کل ہم نے گھروں میں کس طرح کی ڈی وی سی آر کیبل نیٹ ورک کو داخل کیا ہے؟ اور اس میں کیا کچھ نہیں ہو رہا؟ یورپ و انڈیا کے ننگے فلم دیکھے جاتے ہیں۔ کیا یہ کام ایک لونڈی کر سکتی ہیں؟ نہیں کبھی نہیں کر سکتی، جب اس شخص کی جس نے گانے والی لونڈی پالی ہے جنازہ جائز نہیں تو کیا ان لوگوں کا ان غلط کاموں کے ساتھ جائز ہو سکتا ہے۔

حافظ صغیر احمد نے اپنے رسالہ "ٹی وی کی تباہ کاریاں" ص:۷ میں ایک عبرتناک واقعہ لکھا ہے کہ: دو دوست تھے، ایک جدہ میں رہتا تھا اور دوسرا ریاض ہیں۔ دونوں کے درمیان گہرا تعلق تھا، دونوں دیندار بھی تھے لیکن ریاض والے دوست نے گھر والوں کی اصرار پر ٹی وی لایا۔ چند دن بعد اس کا انتقال ہو گیا تو جدہ والے دوست نے اپنے دوست کو تین مرتبہ خواب میں دیکھا اور ہر مرتبہ کہتا ہے کہ خدا کے لئے جاؤ اور میرے گھر میں کہہ دیں کہ ٹی وی کو گھر سے نکال دیں۔ اس لئے کہ تم لوگوں نے جس وقت مجھے دفن کیا ہے تو اس وقت سے مجھے عذاب دیا جاتا ہے ٹی وی کی وجہ سے۔ تو وہ جدہ سے بذریعہ جہاز ریاض روانہ ہوا

---

[1] (عوارف المعارف (اردو) ص ۳۳۶)
[2] (الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۴، ص ۵۴)
[3] (کنز العمال، ج ۱۵، ص ۲۲۲)

اور خواب کی تفصیل میت کے گھر والوں کو بیان کر دی، تو میت کے بڑے بیٹے نے ٹی وی تھوڑ ڈالا، اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، پھر جب خواب میں زیارت ہوئی، تو کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے، مجھے عذاب سے چھٹکارا ملا۔ [1]

گانے کی آواز پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت:

۷۵۔عن انس قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: (صوتان ملعونان فاجران أنهى عنهما: صوت مزمار ورنة شيطان عند نغمة ومرح ورنة عند مصيبة لطم خدود وشق جيوب۔

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آوازیں ہیں جس پر لعنت ہوئی ہے اور دونوں بدکار ہیں مجھے دونوں سے منع کیا گیا ہے، ایک بانسری کی آواز یہ شیطان کی آواز ہے، گانوں اور مستی کے وقت اور دوسرا مصیبت کے وقت کی آواز کہ گریبان کو چھاکے اور چہرے مارے۔ [2]

محترم قارئین! یہ بات واضح ہوئی کہ ان گانا بجانے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور جو اسے نے تو اس پر بھی خدا کی لعنت ہے۔ تو چاہئے کہ اس سے ہم اپنے آپ کو بچائے۔ میرے بھائیو! اگر ایک آدمی ایسی حالت میں ٹی وی دیکھے کہ اس کا روح پرواز کر جائے، یا گانا بجانے میں مصروف ہو اور روح چلی جائے تو اس کا انجام کتنا خطرناک ہو گا ایک دردناک واقعہ سنیئے۔

حافظ صغیر احمد نے اپنی کتاب ٹی وی کی تباہ کاریاں میں یہ واقعہ ذکر کیا ہے کہ:

"رمضان میں ایک عورت نے اپنی بیٹی کو کہا کہ آؤ تا کہ افطاری کے لئے کچھ تیاری کریں، تو بیٹی نے جواب دیا جاؤ اپنا کام کرو میں پروگرام دیکھتی ہوں اس بات کے ساتھ وہ اوپر چھت پر چلی گئی اور کمرے کا دروازہ بند کر دیا، تو اذان کے قریب ماں نے آواز دی کہ آؤ افطاری کرو، تو کمرے سے کوئی آواز نہ آئی، آخر لوگ جمع ہو گئے اور کمرے کا کواڑ نکالا، جب اندر چلے گئے تو لڑکی مری ہوئی پڑی تھی، جب انہوں نے اس لڑکی کو اٹھانا چاہا تو کوئی بھی نہ اُٹھا سکا، آخر ایک آدمی کے دل میں آیا کہ اس ٹی وی کو بھی ساتھ اُٹھالو، جب ٹی وی اُٹھایا گیا تو لڑکی کو بھی اٹھالیا۔ یہاں تک غسل خانے میں بھی ساتھ لے گئے اور یہی ٹی وی قبر میں بھی ساتھ دفن کر دیا"۔

محترم قارئین! کتنی عبرت کی بات ہے کہ ہمارے ساتھ نیک عمل کی بجائے ٹی وی دفنایا جائے۔ اللہ تعالی ہم سب کو سوو خاتمہ سے بچائے۔ (آمین)

---

[1] (ٹی وی کی تباہ کاریاں)

[2] (الجامع لاحکام القرآن، ج۸، ص ۵۸)

گانے سننے کی وجہ سے آدمی جنت کی قراء کی آواز سننے سے محروم

۷۵۔ عن أبي موسى الأشعري: مَنِ استمعَ إلى صَوتِ غناءٍ، لم يؤذَنْ لهُ أن يسمعَ الرُّوحانيِّينَ فقيل ومن الروحانيون یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قال قراء اهل الجنَّةِ۔

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مغنی (گانا گانے والے) کی آواز کو کان گیا کے سنا تو یہ روحانیوں کی آواز نہیں سنے گا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ: اے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم روحانی کون ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اہل جنت کے قاری ہیں۔[1]

اس حدیث مبار کہ سے یہ بات اور فائدہ معلوم ہوا کہ دنیا میں یہ لعنتی آواز میں آخرت کے اعتبار سے اس قدر خسارے والی ہیں کہ آخرت کے بڑے فائدہ سے آدمی کو محروم کر دیتا ہے کہ جنت کے قاریوں کی آواز نہیں سنے گا، تو جنت کے قاریوں کی آواز سننے سے محرومی کتنا بڑا خسارہ ہے۔ تو افسوس ہے ان لوگوں پر جو احکام شرعیہ سے اعراض کرتے ہیں اور جنتی قاریوں کی آوازوں سے محروم ہوتے ہیں۔ اللهم احفظنا منهم۔

گانا بجانا اور موسیقی دل میں منافقت آگاتی ہے:

۷۶۔ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ۔

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گانے اور موسیقی منافقت کو دل میں اس طرح اُگاتا ہے جس طرح کہ پانی گھاس کو اگاتا ہے۔[2]

مطلب یہ ہوا کہ گانا بجانوں کا پہلا نقصان یہ ہے کہ آدمی کی محبت منافقت سے پیدا ہوتی ہے اور یہ منافقت کے لئے پہلی سیڑھی ہے۔

گانوں اور موسیقی کا زیادہ ہونا قیامت کی علامت

۷۷۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا اتُّخِذَ الفَيْءُ دُوَلًا، وَالأَمَانَةُ مَغْنَمًا، وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّينِ، وَأَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ، وَعَقَّ أُمَّهُ، وَأَدْنَى صَدِيقَهُ، وَأَقْصَى أَبَاهُ، وَظَهَرَتِ الأَصْوَاتُ فِي المَسَاجِدِ، وَسَادَ القَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ، وَكَانَ زَعِيمُ القَوْمِ أَرْذَلَهُمْ، وَأُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهِ، وَظَهَرَتِ القَيْنَاتُ وَالمَعَازِفُ، وَشُرِبَتِ الخُمُورُ، وَلَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَلْيَرْتَقِبُوا عِنْدَ ذَلِكَ رِيحًا حَمْرَاءَ، وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْكُهُ فَتَتَابَعَ۔

[1] (الحکیم الترمذی، ج ۲، ص ۸۷)
[2] (مشکوۃ: ۴۳۳/۲)

(۳) باب نمبر تین: گانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت غنیمتوں کو ذاتی دولت ٹھہرایا جائے اور امانت کو غنیمت سمجھا جائے، زکوۃ کو تاوان سمجھا جائے، غیر دین کا علم پڑھا جائے، آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے، اپنی ماں کی نافرمانی کرے، اپنے دوست کو نزدیک کرے، اپنے باپ کو دور رکھے، مساجد میں آوازیں ظاہر ہوں، فاسق وفاجر شخص اپنے قبیلہ کا سردار بن جائے، قوم کا سردار ذلیل وکمینہ شخص ہو، آدمی کے شر سے ڈرتے ہوئے اس کی عزت کی جائے، گانے بجانے والیاں اور باجے ظاہر ہوں اور شراب پی جائے، اس اُمت کے پچھلے انگلوں پر لعنت کریں، اس وقت سرخ ہوا کا زلزلوں کا زمین میں دھنس جانے، صورتوں کو تبدیل ہو جانے، پتھروں کے برسنے اور پے درپے نشانیوں کے ظاہر ہونے کا انتظار کرو، جیسے جواہر کی لڑی کا ڈورا ٹوٹ جائے اور اس کے دانے پیہم گرنے لگیں۔ [1]

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوئی کہ جب گانے بجانے والیوں کا ظہور ہو جائے، تو یہی دور عذابوں کے آنے کا ہے اور عذابوں کی مختلف صورتیں ہیں، کبھی سرخ ہوائیں چلے گی کبھی زلزلے کبھی زمین میں دھنسنا کبھی صورت بدلنا، آسمان سے پتھروں کا برسنا وغیرہ۔ تو ہم دیکھیں کہ آج کل حقیقی گانے والیاں تو نہیں مگر مصنوعی گانے والیاں ٹی وی، وی سی آر تو موجود ہے، سب کو چاہئے کہ یہی لعنت ٹی وی ہی آر وغیر وگھروں سے نکال دیں اور اوروں کو بھی ترغیب دیں۔ یہی ہمارے لئے راہ نجات ہے۔

گانوں کی آواز سننے پر اگر بند کرنے کی طاقت نہیں تو کان میں انگلی رکھ دیں :

۷۸۔ عَنْ نَافِعٍ قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ مِزْمَارًا - قَالَ - فَوَضَعَ أُصْبُعَيْهِ عَلَى أُذُنَيْهِ وَنَأَى عَنِ الطَّرِيقِ وَقَالَ لِى يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا قَالَ فَقُلْتُ لاَ. قَالَ فَرَفَعَ أُصْبُعَيْهِ مِنْ أُذُنَيْهِ وَقَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- فَسَمِعَ مِثْلَ هَذَا فَصَنَعَ مِثْلَ هَذَا۔

ترجمہ : حضرت نافع سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر نے بانسری کی آواز سنی تو انگلیوں کو کانوں میں رکھا اور دور چلے گئے، پھر مجھ سے کہا کہ اے نافع! کچھ سنتے ہو؟ میں نے عرض کیا نہیں، تو انہوں نے انگلیوں کو کانوں سے نکال کر فرمایا کہ اسی طرح ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا کہ آپ ﷺ نے بانسری کی آواز سنی تو اسی طرح کانوں میں انگلیاں رکھی جس طرح میں نے رکھی۔ [2]

---

[1] (ترمذی، ج۴، ص۴۹۵، مشکوۃ: ج۳، ص۱۸۳)

[2] (ابوداؤد، ج۴، ص۴۳۴، باب کراھیۃ الغناء)

(۳) باب نمبر تین: گانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

محترم قارئین ! یہاں ایک سنت طریقہ بیان ہوا کہ جب کسی جگہ میں کوئی موسیقی وغیرہ کی آواز سنے، اگر طاقت ہو تو بند کرنے کی کوشش کرے، اگر یہ طاقت نہیں تو پھر خود تو کم از کم نہ سنے اور اس جگہ سے جا کر انگلیاں کانوں میں رکھ دیں۔

جو دنیا میں موسیقی سنے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے کانوں میں قلعی اور سیسہ ڈالے گا:

۷۹۔ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عن انس قال قال رسول اللہ صلی جلس الی قینۃ یسمع منہا صب اللہ في اذنیہ الأنک یوم القیامۃ۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے گانے والی باندی کو کان لگا کر سنا تو اللہ تعالی اس کے کانوں میں قلعی سیسہ قیامت کے دن ڈال دیگا۔[1]

اس حدیث مبارک میں لفظ تک آیا ہے، اس کے بارے میں النہایہ نے لکھا ہے کہ:

هو الرصاص الابیض۔

ترجمہ : یہ سفید سیسہ کو کہا جاتا ہے۔[2]

اور دوسرا لفظ قنیة: اس کی تفسیر لغت کی کتاب المختار نے ذکر کیا ہے:

الأمة -مغنية كانت أو غير مغنية- و الجمع: القيان. (المختار)۔

ترجمہ: یہ لونڈی کو کہا جاتا ہے خواہ گانے والی ہو یا نہ ہو، اس کی جمع قیان آتا ہے۔

صوتان ملعونان في الدنيا و الآخرة: مزمار عند نعمة, و رنة عند مصيبة۔

ترجمہ : دو آوازیں جس پر اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ طرف سے لعنت ہوئی ہے، ایک بانسری (موسیقی) کی آواز ہے، گانے بجانے کے سے خت وقت اور دوسری مصیبت کے وقت کرب واندوہ اور رونے کی آواز۔[3]

جب ان دونوں آوازوں پر لعنت کی گئی ہے، سننے اور کہنے والے دونوں پر لونڈے بھی احت ِخداوندی ہے تو ہم اور آپ کو چاہیئے کہ اس سے اپنے آپ اور اہل وعیال کو بچائے۔

۸۰۔ یہ حدیث حضرت انسؓ اور حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ:

نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ ، صَوْتٍ عِنْدَ نغمةٍ لَهْوٍ وَلَعِبٍ وَمَزَامِيرِ الشَّيْطَانِ ، وَصَوْتٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ لَطْمِ وجُوهٍ وَشَقِّ جُيُوبٍ۔

[1] (كنز العمال: ج۱۵، ص ۲۲۰، الجامع لاحكام القرآن: ۱۴/۳۷)
[2] (النهاية: ج۱، ص۷۷ بحواله كنز العمال)
[3] (كنز العمال، ج۱۵، ص ۲۲۲)

(۳) باب نمبر تین گانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے دو کم عقل، بدکار آوازوں سے منع کیا گیا ہے، ایک آواز خوشی کے وقت لہو واجب میں اور دوسری آواز صحبت کے وقت میں کہ چہرے کو مارا جائے اور گریبان کو چھاکا جائے۔[1]

گانے بجانے کے ساتھ قسم قسم کے عذاب آتے ہیں:

۸۱۔ عن علي عن النبي صلى الله عليه و سلم قال تمسخ طائفة من أمتي قردة و طائفة خنازير ويخسف بطائفة ويرسل على طائفة منهم الريح العقيم بأنهم شربوا الخمور و لبسوا الحرير و اتخذوا القيان و ضربوا بالدفوف۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ایک گروہ مسخ ہو جائے گا، بندر بن جائیں گے اور دوسرے گروہ سے خنزیر بن جائیں گے، دوسرے گروہ کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، دوسرے گروہ پر عقیم ہوائیں چلیں گی، اس لئے کہ انہوں نے شراب پی ہو گی، ریشم پہنا ہو گا، گانے والی لونڈیاں پالی ہوں گی اور ڈھول بجائے ہوں گے۔[2]

حضرت ابو عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

۸۲۔ لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ عَلَمٍ يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ يَأْتِيهِمْ يَعْنِي الْفَقِيرَ لِحَاجَةٍ فَيَقُولُونَ ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا فَيُبَيِّتُهُمُ اللهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا اور حریر اور شراب اور باجوں کو (گانے بجانے) کو درس کر لیں گے اور ایسا ہو گا کہ چند لوگ ایک پہاڑ کے بازو میں اتریں گے، شام کو ان کا چرواہا ان کے پاس آئے گا، کوئی حاجت مند اس کے پاس آئے تو اس سے کہیں گے کہ ارے فقیر کل آنا لیکن وہ کل تک بچتے کہاں ہیں، رات کو اللہ تعالیٰ ان پر پہاڑ گرا کر ان کا کام تمام کر دے گا اور ان میں سے کچھ لوگوں کو (جو پہاڑ گرنے سے بچ جائیں گے) بندر اور سور بنا دے گا قیامت تک اسی صورت میں رہیں گے۔[3]

فتح الباری میں اس حدیث کی تشریح میں ابن العربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ یہاں مسخ سے مراد مسخ حقیقی بھی ہو سکتا ہے اور مسخ مجازی بھی، یعنی اخلاق کی تبدیلی آجائے گی۔

---

[1] (مستدرک الحاکم: ج۴، ص۴۰، مصنف لابن ابی شیبۃ: ۳/۳۹۳، احسن الفتاوی)

[2] (کنز العمال، ج۱۵، ص۲۲۲)

[3] (صحیح بخاری، ج۲، ص۸۳۷، کتاب الاشربہ)

۸۳۔ یہاں المعازف کی تشریح بھی صاحب فتح الباری نے نقل کی ہے:

المعازف الغناء والذي آلات الملاهي ونقل القرطبي عن الجوهري أن المعازف الغناء وفي حواشي الدمياطي المعازف الدفوف وغيرها۔

ترجمہ: معازف جمع ہے معزفہ کی یہ لہو ولعب کے اسباب و آلات کو کہتے ہیں جوہری سے منقول ہے کہ گانے بجانے کو کہتے ہیں اور دمیاطی کے حواشی میں ہے کہ اس سے ڈھول مراد ہے۔[1]

۸۴۔ اسی طرح مجد الدین ابن الاثیر الجزری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب النہایہ فی غریب الحدیث میں لکھا ہے کہ:

العزْفُ: اللّعِب بالمعَازِف وهي الدُّفوف وغيرها مما يُضرَب. وقيل: إنّ كُلّ لَعِبٍ عزْفٌ۔

ترجمہ: عزف معازف سے کھیلنے کو کہتے ہیں اور معازف ڈھول کو کہتے ہیں، اور اسی طرح جو بجایا جاتا ہے۔[2]

۸۵۔ ابن منظور افریقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی یہی عبارت لسان العرب، ج۹، ص ۲۲۴ میں نقل کی ہے۔

اس حدیث کا فائدہ یہ ہوا کہ جو اقوام ان چار جرموں کے مرتکب ہیں: زناکاری، شراب نوشی، ریشم پہننا، ڈھول باجے بجانا۔ تو اللہ تعالیٰ لازمی اور ضرور بہ ضرور ان کو ہلاک فرمائے گا، جس آفت سے بھی ہو خواہ سور و بندر بنالے یا اور عذاب دے۔

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَبِيتُ قَوْمٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى طَعَامٍ وَشَرَابٍ وَلَهْوٍ، فَيُصْبِحُونَ قَدْ مُسِخُوا خَنَازِيرَ، وَلَيُخْسَفَنَّ بِقَبَائِلَ فِيهَا وَفِي دُورٍ فِيهَا، حَتَّى يُصْبِحُوا فَيَقُولُوا خُسِفَ اللَّيْلَةَ بِبَنِي فُلَانٍ خُسِفَ اللَّيْلَةَ بِدَارِ بَنِي فُلَانٍ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمْ حَصْبَاءُ حِجَارَةٌ كَمَا أُرْسِلَتْ عَلَى قَوْمِ لُوطٍ، وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الرِّيحُ الْعَقِيمُ فَتَنْسِفُهُمْ كَمَا نَسَفَتْ مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ بِشُرْبِهِمُ الْخَمْرَ، وَأَكْلِهِمُ الرِّبَا، وَلُبْسِهِمُ الْحَرِيرَ، وَاتِّخَاذِهِمُ الْقَيْنَاتِ، وَقَطِيعَتِهِمُ الرَّحِمَ قَالَ: وَذَكَرَ خَصْلَةً أُخْرَى فَنَسِيتُهَا۔

ترجمہ: بعض اقوام کھانے پینے اور عیاشیات و کھیلوں میں رات گزاریں گی، جب صبح اٹھیں گی تو ان کی شکلیں مسخ ہوں گی، ان سے سور بنے ہوں گے، بعض کو اللہ تعالیٰ زمین میں دھنسا دے گا، تو یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو فلاں قبیلہ کو دھنسایا ہے، فلاں گھر دھنسایا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ پتھر برسائے گا جیسا کہ قوم لوط پر برسائے تھے، اور بعض پر اللہ تعالیٰ عقیم بادیں اور ہوائیں بھیج دے گا، تو ان کو ٹکڑے ٹکڑے اور ذرہ ذرہ کر دیں گے، یہ عذاب اس لئے دیئے جائیں گے کہ یہ شراب پیتے تھے، سود کھاتے، ریشم کے کپڑے پہنتے، گانے والی لونڈی رکھتے تھے، صلح رحمی قطع کرتے اور ایک دوسری بات بھی فرمائی تھی جسے میں بھول گیا ہوں۔[3]

---

[1] (فتح الباری، ج۱۰، ص۵۵)
[2] (النهاية في الغريب والاثر، ج۳، ص۳۲۰)
[3] (المستدرک، ج۴، ص۵۱۵)

(۳) باب نمبر تین: گانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

اس حدیث میں یہ بھی بات وضاحت سے مذکور ہے کہ ان کاموں میں سے ایک جو آدمی کو تباہی کی طرف لے جاتا ہے، گھر میں آلات موسیقی رکھنا بھی ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ، فَوَجَدَهُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَضَعَهُ فِي حِجْرِهِ فَبَكَى، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: أَتَبْكِي؟ أَوَلَمْ تَكُنْ نَهَيْتَ عَنِ الْبُكَاءِ؟ قَالَ: لاَ، وَلَكِنْ نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ: صَوْتٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ، خَمْشِ وُجُوهٍ، وَشَقِّ جُيُوبٍ، وَرَنَّةِ شَيْطَانٍ۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد الرحمن بن عوف کا ہاتھ پکڑا اور اپنے بیٹے ابراہیم کے پاس لے گئے تو وہ اپنے روح کو حوالہ کر رہا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُٹھا کر اپنی گود میں رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم روئے تو عبد الرحمن بن عوف نے عرض کیا کہ کیا آپ نے رونے سے منع نہیں فرمایا تو آپ علیہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں نے دو کم عقل اور بدکار آوازوں سے منع کیا ہے ایک مصیبت کے وقت منہ مارنے اور گریبان چاکنے اور دوسرا شیطان کی آواز جو گانے بجانے ہے اور یہ رونا تو رحمت ہے۔[1]

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فِي هَذِهِ الأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ»، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ المُسْلِمِينَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَتَى ذَاكَ؟ قَالَ: «إِذَا ظَهَرَتِ القَيْنَاتُ وَالمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الخُمُورُ۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس امت میں خسف (زمین میں دھنسنا) مسخ (یعنی صدرتوں کا بدلنا) اور پتھر برسنا ہو گا تو کسی شخص نے مسلمانوں میں سے پوچھا کہ یہ کب ہو گا؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب گانا گانے والی عورتیں، اور ڈھول باجے ظاہر ہو جائے اور شراب پینا عام ہو جائے۔[2]

۸۶۔ عن عائشة قالت: قال رسول الله الله: يكون في امتي خنف و مسخ و قذف قالت عائشة يا رسول الله الا الله وهم يقولون لا اله الا الله فقال اذا ظهرت القينات وظهرت الزنا وشربت الخمر ولبس الحرير كان ذا عند ذا۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس امت میں خسف (زمین میں دھنسنا) شکلوں کا مسخ ہونا، پتھر برسنا ہو گی حضرت عائشہ نے پوچھا کہ: اے اللہ کے رسول" ان پر جب بھی عذاب آئیگی تو وہ کلمہ پڑھیں گے تو نبی

[1] (مسند ابو داؤد الطیالسی: ۲۳۵، ترمذی ابواب الجنائز: ج ۲، ص ۳۱۹)
[2] (ترمذی، ج ۴، ص ۴۹۵)

(۳) باب نمبر تین بگانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ہاں جب گانا گانے والی اور زنا ظاہر ہو جائے، شراب پیا جائے، ریشم کے کپڑے پہنے جائیں تو یہ غذا میں ان گناہوں کی وجہ سے آئیگی۔[1]

۸۶۔ عن النبي صلی الله علیه و سلم أنه قال لیشربن أناس من أمتي الخمر یسمو نها بغیر اسمها ویضرب علی رؤوسهم المعازف و المغنیات یخسف الله بهم الأرض ویجعل منهم القردة و الخنازیر۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے امت میں بعض لوگ شراب پیئیں گے اور نام دوسرا دیں گے اور ان کے مجالس میں ڈھول باجے وغیرہ اور گانے والی گانے گائیں گے تو اللہ ان کو زمین میں دھنسائے گا اور بعض سے بندر و سور بنائے گا۔[2]

۸۶۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں، کہ:

الغناء ینبت النفاق في القلب کما ینبت الماء البقل۔

ترجمہ: گانے گانا اور سننا دل میں نفاق کو اس طرح اگاتا ہے جس طرح پانی سے گھاس اگتا ہے۔[3]

۸۷۔ حضرت جابر نے روایت ہے کہ:

الْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ۔

ترجمہ: گانا بجانے دل میں منافقت اس طرح اگاتا ہے جس طرح پانی سے فصل اگتا ہے۔[4]

۸۸۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ:

نهی عن الغناءِ، و الاستماعِ إلی الغناءِ، و عن الغیبةِ، و الاستماعِ إلی الغیبةِ، و عن النمیمةِ، و الاستماعِ إلی النمیمةِ۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے گانے بجانے اور سننے، غیبت کرنے اور سننے، چغلی کھانے اور چغلی سننے سے منع فرمایا ہے۔[5]

۸۹۔ حضرت معاویہ سے روایت ہے کہ:

نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ضرب الدف و لعب الصج و صوت الزمارة۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ڈھول بجانے اور شطرنج سے کھیلنے اور بانسری بجانے سے منع فرمایا ہے۔[6]

---

1 (ابن ابی الدنیا بحوالہ تنگ منگور)
2 (ابو داؤد، ابن ماجہ ۲۹۰ سنن کبری للبیھقی)
3 (کنز العمال، ج۱۵، ص۲۱۸)
4 (مشکوۃ المصابیح، ج۳، ص۱۳۵۵)
5 (جامع الصغیر للسیوطی، رقم الحدیث: ۹۳۵۹)
6 (کنز العمال، ج۱۵، ص۳۲۹)

(۳) باب نمبر تین بگانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

۹۰۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ:

لست من دد ولا دد مني، ولست من الباطل ولا الباطل مني۔

ترجمہ: میں نہ لہو واجب کے لئے ہوں اور نہ کھیل میرے لئے ہے اور نہ میں باطل کے لئے ہوں اور نہ باطل میرے لئے ہے۔[1]

۹۱۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ:

حب الغناء ینبت النفاق في القلب کما ینبت الماء العشب۔

ترجمہ: گانے بجانے سے محبت دل میں نفاق اس طرح پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سے گھاس اُگتا ہے۔[2]

۹۲۔ عن ابن مسعود قال لعن الله المغني و المغنی له۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے گانا گانے والوں پر اور اس پر جس کے لئے گایا جاتا ہے۔[3]

فصل سوم: ائمہ کرام کے مذاہب کے بیان میں

تفسیر قرطبی نے یہ بحث سورۃ لقمان کی تفسیر میں لکھا ہے فرماتے ہیں کہ:

۱) امام اعظم ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے:

و اما مذهب ابي حنيفه فانه يكره الغناء و يجعل من الذنوب و كذلک مذهب سائر اهل الكوفه كابراهيم والشعبي و حماد و الثوری لا اختلاف بينهم فی ذلک۔

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ گانے بجانے مکروہ ابراہیم نخعی، امام شعبی، امام حماد، امام ثوری رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے درمیان اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔

(۲) امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ:

قال عیسی الطباع سئلت مالکا فقال انما یفعل عندنا الفساق۔

ترجمہ: عیسیٰ طباح فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے گانے بجانے کے متعلق پوچھا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ہمارے نزدیک یہ فاسقوں کا عمل ہے۔

---

[1] (کنز العمال، ج۱۵، ص ۲۱۹)
[2] (کنز العمال، ج۱۵، ص ۲۲۰)
[3] (رواہ ابن ابی الدنیا روح المعانی: ۲۱/۶۷)

(۳)امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ:

واما مذهب الشافعي فقال الغناء مكروه يشبه الباطل وان استكثر فهو سفيه ترد شهادته۔

ترجمہ: امام شافعی کا مذہب یہ ہے فرماتے ہیں کہ گانے سننا مکروہ (حرام) ہے۔

اگر کوئی زیادہ سنے تو یہ احمق وبے وقوف ہے، اس کی گواہی اور شہادت منظور نہ کی جائے۔

(۴)امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ ان کے بیٹے عبد اللہ فرماتے ہیں :

سئل عن احمد بن حنبل عن الغناء فقال ينبت النفاق في القلب وانا اكرهه۔

ترجمہ: امام احمد بن فضیل سے گانا بجانے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ دل میں منافقت پیدا کرتا ہے اور میں اس سے نفرت کرتا ہوں۔

بعض روایات میں احمد بن حنبل سے اباحت منقول ہے، تو اس کے بارے میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ غزلیں ہیں جس میں زہد فی الدنیا کا بیان ہو۔

سوال یہ ہے کہ ان چاروں ائمہ نے لفظ کراہت فرمایا ہے اور تم نے معنی حرمت سے کیا یہ کیوں؟

جواب یہ ہے کہ یہ معنی فقہاء کے اس قاعدہ پر بنا ہے کہ جب کراہت مطابق ذکر ہو تو اس سے مراد فرد کامل ہے اور وہ حرام ہے۔ جیسا کہ مشہور عالم دین پیر مانگی مولانا عبد الوہاب صاحب نے اپنی کتاب ہدایۃ الابرار میں ذکر کیا ہے کہ:

ونزدیک امام شافعی مکروہ است یعنی بے تحریم۔

ترجمہ: امام شافعی کے نزدیک گانے گانا مکروہ ہے، یعنی مکروہ تحریمی۔

اور علامہ آلوسی نے ذکر کیا ہے کہ:

وكأن مراده بالكراهة الحرمة۔

ترجمہ: اور ان کا مراد مکروہ سے حرام ہے۔[1]

فصل چہارم: اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جید علماء کرام کے فتوؤں کے بیان میں

مشہور عالم دین صالح بن فوزان الفوزان اپنی کتاب مختارات من الخطب المنبریہ میں گانے بجانے کی مفاسد ذکر کرکے فرماتے ہیں کہ:

عباد الله ان مفاسد استماع الاغاني كثيرة وافاته خطيرة۔

[1] (تفسیر روح المعانی، ج ۱۱، ص ۶۹)

(۳) باب نمبر تین گانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

(۱) منها انه يفسد القلب وينبت النفاق فيه كما قال غير واحد من السلف۔

(۲) انه يمحو من القلب محبة القرآن الكريم فانه لا يجتمع في القلب محبة القرآن ومحبة الالحان لان القرآن وحي الرحمن والغناء وحي الشيطان ولا يجتمع وحي الرحمن ووحي الشيطان الا اخرج احدهما الآخر۔

۳) ومن مضار الغناء انه يتسخط الله عز وجل لانه يصد عن ذكره وعن طاعته۔

۴) ومنها انه سبب لانواع العقوبات في الدنيا والاخرة قال ابن قيم والذي شاهدناه نحن وغيرنا وعرفناه بالتجارب انه ماظهرت المعازف والات اللهو فی قوم وفشت فيهم واشتغلوا بها الا سلط الله عليهم العدو وبلو بالقحط والجدب وولاة السوء.

۵) ومن مضار استماع الاغانی انها مجلبة للشياطين فهم قرناء المغنين والمستعين وما كان مجلبة للشياطين فهو مطروة للملائكة الانهما ضدان لاتجتمعان فالبيت الذي ترتفع فيه الاصوات الاغانی تجتمع فيه الشياطين وتبعد عنه الملائكة.

(٦) ومن مفاسد استماع الاغانی الترغيب في الزناء والدعوة اليه وقد جاء في الحديث الغناء رقية الزنا. عباد الله طهروا بيوتكم من هذه الانجاس وقطعوا هذه الاصوات الملعونة واعمروها بذكر الله وتلاوة القرآن لعلكم تفلحون۔

ترجمہ: اللہ کے بندو! گانے بجانے سننے کے مفاسد بہت زیادہ ہیں اور اس کے مصائب بھی بڑے بڑے ہیں۔

۱) ایک فساد تو یہ ہے کہ دل کو فاسد کرتا ہے اور اس میں منافقت پیدا کرتا ہے۔

۲) دوم یہ کہ دل سے قرآن مجید کی محبت ختم کرتا ہے، اس لئے کہ قرآن رحمن کی وحی ہے، اور گانا بجانا شیطان کی وحی ہے، تو رحمن اور شیطان کی وحی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے، ایک کو ضرور نکال دو۔

۳) تیسرا یہ کہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، اس لئے کہ گانا بجانا آدمی کو ذکر وطاعت سے بند کر دیتا ہے۔

(۴) چوتھا ضرور یہ ہے کہ یہ قسم قسم عذابوں کے آنے کا سبب ہے جیسا کہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ یہ ہمیں تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایک قوم میں آلات موسیقی اور لہو وعبث ظاہر ہو تو اللہ تعالی اس قوم پر دشمن مسلط کر دیتا ہے، قحط سالی، جابر، ظالم حکمران ان پر مسلط کر دیتا ہے۔

(۵) پانچواں ضرر یہ ہے کہ یہ گانے بجانے شیاطین کو قریب لاتا ہے، تو یہ شیاطین موسیقاروں اور اس کے سننے والوں کے دوست بن جاتے ہیں اور جو سبب شیاطین کے قریب کرنے کا ہے وہی سبب ملائک کے دور کرنے کا ہے۔ اس لئے کہ ملائک اور شیاطین ایک دوسرے کی ضد ہیں، ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے، جس گھر میں گانے کی آواز میں ہوں، تو اس میں شیاطین جمع ہوتے ہیں اور ملائک دور چلے جاتے ہیں۔

ششم ضرر یہ ہے کہ اس میں زنا کی طرف ترغیب اور دعوت ہے، اور حدیث شریف میں ہے کہ گانے زنا کے لئے ایک دم ہے۔ اے اللہ تعالیٰ کے بندو! اپنے گھروں کو اس پلید اور ناپاک چیزوں سے پاک کر دو، اور یہ یعنی آواز میں اپنے گھروں سے ختم کر دو، اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت سے اسے آباد کر دو، اس لئے کہ کامیاب ہو جاؤ۔[1]

(۲) علامہ قرطبی کا فتوی:

وھذا دلیل علی أن الغناء محظور۔

ترجمہ: اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ گانے گانا اور سننا منع اور حرام ہے۔[2]

قاضی ظہیر الدین خوارزمی کا فتوی ہے:

من سمع الغناء او یری فعلا من الحرام فیحسن ذلک باعتقاد و بغیر اعتقاد یصیر مرتدا فی الحال۔

جس نے کسی گانے والے سے گانا سنا یا کوئی حرام کام دیکھا اور اسے اچھا کہا تو یہ آدمی فوراً مرتد ہوا۔[3]

اس لئے کہ اس نے شریعت کے حکم کو باطل کیا اور جو شریعت کے حکم کا ابطال کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں ہوتا۔

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ:

روایات واحادیث و روایات فقیہ در حرمت غناء بسیار است بحدیکہ احصائے ان تعذر است۔

آیات مبارکہ اور احادیث مطہرہ اور فقہی روایات گانوں و موسیقی کی حرمت کے بارے میں بہت زیادہ ہے، جس شمار کرنا بھی مستعدر ہے۔[4]

۵) صاحب برہنہ کا فتویٰ ہے:

ہفتاد ہفت مجتہد نعمانی بریں اتفاق کردہ اند و ہیچ کس از علماء نعمانی در میں مسئلہ اختلافی نیست۔

ترجمہ: ۷۷ مجتہدین مذہب ابو حنیفہ کا اتفاق ہے کہ گانے گانا اور سنا حرام ہے اور کسی شخص کا احناف میں اس کا اختلاف نہیں۔[5]

---

[1] (مختارات من الخطب المنبریہ: ۲۵۸، ۲۵۹)
[2] (الجامع لاحکام القرآن: ج ۱۴، ص ۵۵)
[3] (المنتخاب من المکتوبات: ۱۷۴)
[4] (المنتخبات من المکتوبات: ۱۷۴)
[5] (ھدایت الابرابر: ۸۸)

(۷) شہاب الدین سہروردی کا فتوی ہے:

اجماع کردہ اند ھمہ علماء بر سماع وفتاہ مستحل او کافر است ولی سبہ او منافق است۔

ترجمہ: تمام علماء کا اجماع ہے کہ گانے گانا اور موسیقی سننا حرام ہے اور جو جائز سمجھے تو وہ کافر ہے اور جو اس میں مبتلا ہے وہ منافق ہے۔[1]

(۸) علامہ ثعلبی کا فتویٰ :

الغناء وضرب البربط والطنبور والاوطار کل ذلک حرام ومن استحل فقد کفر ومن ابتلی به فھو منافق۔

ترجمہ: گانے گانا، ڈھول بجانا، جمعہ مارنا ستار، رباب وغیرہ ترام ہے اور جو اسے حلال سمجھے تو کافر ہوا، اور جو اس میں مبتلا ہے وہ منافق ہے۔[2]

(۹) ابو معین نسفی کا فتوی :

ابو معین نسفی رحمہ اللہ پہلے شیعوں کا قول ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اہل السنۃ والجماعۃ والے کہتے ہیں کہ:

و کذالک الرقص والغناء والشعر و کل ذلک حرام۔

ترجمہ: اسی طرح رقص کرنا، گانے اور قبیح اشعار کہنا یہ سب حرام ہے۔

(۱۰) امام شافعی کا دوسرا فتویٰ :

خلقت ببغداد شیئا احدثه الزنادقه ویسمونه الغناء۔

ترجمہ: بغداد میں زنادقہ نے ایک پیز شروع کر دی اسے گانے موسیقی کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ زنادقوں کا کام ہے۔[3]

(۱۲) علامہ شعبی کا فتوی:

فرماتے ہیں کہ گانے والوں اور سننے والوں دونوں پر لعنت ہے۔[4]

---

[1] (ھدایت الابرار ۸۸)

[2] (تذکرۃ الابرار والاشرار:۸)

[3] (تذکرۃ الابرابر والاشرار، ص ۹)

[4] (ٹنگ ٹکور ۱۸)

۱۳) عمر بن عبد العزیز کا فتوی:

آپ نے اپنے بیٹے کے استاد کو لکھا کہ لیکن اول مـا يـعـتـقـدون من ادابک بغض الملاهی بدءها من الشيطان و عاقبتها سخط الرحمن۔

ترجمہ : یہ تلامیذ آپ سے سب سے پہلے یہ بات دیکھے کہ ان کا گانا بجانے اور سننے سے بغض و نفرت ہو، اس لئے کہ اس کا ابتداء شیطان سے ہے اور انجام اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو مول لینا ہے۔[1]

۱۴) اور علامه زین الدین ابن نجیم حنفی کا فتوی : وظاهره ان الغنا كبيرة وان لم يكن للناس بل لاستماع نفسه۔

ترجمہ : ظاہر مذہب یہ ہے کہ گانے گانا اور سننا گناہ کبیرہ ہے، اگر جا اگر چہ اور لوگوں کو نہ سنائے اور خود سنے۔[2]

(۱۵) علامہ محمد خطاب کا فتویٰ

قال فی التوضيح الغناء ان کان بغير الة فهو مكروه وان کان بالة فان كانت ذات اوتار كالعود والطنبور فممنوع۔

ترجمہ: توضیح میں کہا ہے کہ اگر گانے بغیر آلہ کے ہوں تو مکروہ ہیں اگر آلہ کے ساتھ ہوں اور آلہ تاروں والا ہو جیسے ستار، رباب تو ممنوع ہیں۔[3]

(۱٦) امام غزالی کا فتوی:

وضعته الزنادقة ليشتغلوا به عن القرآن۔

ترجمہ: یہ زنادقہ نے وضع کئے ہیں تا کہ لوگ قرآن سے مشغول کریں۔[4]

۱۷) امام نووی کا فتویٰ:

وَإِنْ كَانَ سَمَاعُهُ مِنَ الْأَجْنَبِيَّةِ كَانَ أَشَدَّ كَرَاهَةٍ، وَالْغِنَاءُ بِآلَاتٍ مُطْرِبَةٍ هُوَ مِنْ شِعَارِ شَارِبِي الْخَمْرِ۔

ترجمہ: اگر گانے سننا اجنبی عورتوں سے ہوں تو یہ بخت مکروہ ہے اور آلات کے ساتھ گانے گانا ہو تو یہ آدمی میں مستی پیدا کرتا ہے اور یہ شرابیوں کا طریقہ ہے۔[5]

---

1 (اغاثة اللهفان: ۱/۲۵۰)
2 (بحر الرائق: ۷/۸۸)
3 (مواهب الجليل (۸/۳۸۷)
4 (احياء العلوم الدين ۲/۳۳۹)
5 (مرقات: ج۷، ص ۳۰۲۴)

(۱۸) علامہ قاضی خان کا فتویٰ

استماع الملاهی معصیة و الجلاس علیها فسق و التلذذ بها کفر۔

ترجمہ : گانوں کا سننا آلات کے ساتھ گناہ کبیرہ ہے اور اس کو بیٹھنا فسق ہے اور اس سے مزا حاصل کرنا کفر ہے۔[1]

۱۹) شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی کا فتوی :

و دلت المسئلة علی ان الملاهي کلها حرام حتی التثني بالقصب۔

ترجمہ : دلالت کرتا ہے مسئلہ اس پر کہ عبیات (جیسے گانے گانا، ڈھول بجاتا وغیرہ سب حرام ہیں، یہاں تک کہ بانسری بجانا بھی حرام ہے۔[2]

۲۰) علامہ ابن قیم جوزئی کا فتویٰ :

الغناء صوت الشیطان۔

ترجمہ: گانے گانا اور موسیقی شیطان کی آواز ہے۔[3]

(۲۱) امام سیوطی کا فتوی :

و من ذلک ما احدث من السماع و الرقص و الوجد و فاعل علی ذلک ساقط المروءة و مردود الشهادة عاص الله و رسوله و هو محظور۔

ترجمہ : بعض ناجائز کاموں میں سے وہ بدعات بھی ہیں جو نو پیدا شدہ ہیں جیسے قوالی، ناچنا اور وجد میں آنا ان کاموں کے کرنے والے لوگوں کی نظروں سے گرا ہوا ہے اور اس کی گواہی و شہادت روکی جائے گی اور یہ شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ اسلم کا نافرمان ہے اور یہی عمل ناجائز ہے۔[4]

میرے عزیزو ! یہاں ہمارا یہ مدعی واضح ہوا کہ جو کوئی ناچتا ہے تو وہ لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے اور اس کی گواہی قبول نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صل اللہ علیہ سلم کا نافرمان اور مخالف ہے اور یہ گل ناجائز ہے تو یہ آدمی ناجائز کر رہا ہے۔

---

1 (قاضی خان ۴/۳۶۵)

2 (هدایه: ۴/۴۲۹)

3 (بدائع التفسیر: ۳/۸۸)

4 (الامر بالاتباع و النهي عن الابتداع ۳/۹۹)

پھر علامہ سیوطی نے ایک عنوان قائم کیا ہے اپنی کتاب الامر ابالاتباع، ص۹۹ میں : **ادلة تحريم الغناء**: دلائل حرمت موسیقی کے بارے میں۔ تو اس باب میں آیا ہے قرآنیہ، احادیث نبویا اور اقوال انسان تفصیل سے ذکر فرمائے ہیں۔

(۲۲) امام طبری کا قول:

قال الطبري رحمه الله: أجمع علماء الأنصار على كراهة الغناء، و المنع عنه۔

ترجمہ: امام طبری فرماتے ہیں کہ تمام شہروں کے علماء نے موسیقی کی کراہت پر اجماع کیا ہے اور اس سے منع کیا ہے۔[1]

تو اس سے یہ فائدہ ظاہر ہوا کہ اگر تمہارے سامنے کوئی موسیقی سنے تو اس کو منع کرو یہ نہیں کہ اس کا اپنا عمل ہے مجھے کیا؟ اگر طاقت ہو تو ہاتھ سے منع کر دو، ہاتھ سے بند کرنے اور منع کرنے کی طاقت نہیں تو زبان سے اس کی تردید کر دو، اگر یہ بھی طاقت نہیں تو دل میں بُرا سمجھو، مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھو، مگر اس کا مقصد یہ ہے کہ اس جگہ سے چلے جاؤ، اور یہ اس کے فعل سے مخالفت کی علامت ہے۔

(۲۳) علامہ مناوی کا فتوی

قال المناوی يايها الناس صفقة في غاية الخسران حيث باع سماع الخطاب من الرحمن بسماع المعازف والألحان والجلوس على منابر الدر والياقوت بالجلوس في مجالس الفسوق۔

ترجمہ: امام مناوی فرماتے ہیں کہ اے لوگو! آئیں تاکہ تعجب کریں اس بیچ پر جس کا انتہا گھائی اور تاوان ہے، اس لئے کہ بیچ دیا اس نے مہربان بادشاہ کی باتیں موسیقی سننے سے اور شعری کلام سے اور بیچ دیا موتیوں اور یاقوت کے منبروں پر بیٹھنے کو فاسقوں کی مجالس پر۔[2]

مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا میں کلام الرحمن سنتا تو قیامت کے موتیوں اور جواہر کے منبر پر بیٹھتا لیکن قرآن کو چھوڑ کر گانا بجانے اور موسیقی کو لے لیا اور منابر یاقوت کو چھوڑ کر فساق کی مجالس میں بیٹھا۔

(۲۴) قاسم بن محمد کا فتوی:

یہ ہے کہ اس سے ایک آدمی نے موسیقی اور گانے بجانے کے متعلق دریافت کیا کہ:

"سنوں یا نہ سنوں؟"

---

[1] (الأمر بالاتباع، ج ا، ص ۱۰۱)

[2] (فيض القدير، ج۴، ص ۴۱۳)

تو آپ نے فرمایا کہ:

میں تمہیں اس کے سننے سے منع کرتا ہوں اور یہ تمہارے لئے برا سمجھتا ہوں۔

تو اس شخص نے کہا: "حرام ہے کیا؟"

تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ جب حق اور باطل کو جدا کرے اور تم سے پوچھے کہ موسیقی حق میں داخل کرتے ہو یا باطل میں؟ مطلب یہ ہے کہ یہ ایک باطل عمل اور باطل حرام ہے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ موسیقی، گانا بجانا حرام ہے۔[1]

(۲۵) فضیل بن عیاض کا فتویٰ:

الغناء رقية الزناء۔

ترجمہ: گانے اور موسیقی زنا کے لئے جادو اور دم ہے۔[2]

یعنی اس سے آدمی زنا کی طرف آمادہ ہوتا ہے، تو قاعدہ اور قانون ہے کہ جب واجب کا مقدمہ واجب ہوتا ہے اور حرام کا مقدمہ حرام ہوتا ہے تو گانا اور موسیقی زنا کا مقدمہ ہے اور زنا حرام ہے تو یہ بھی حرام ہے۔

۲۶) امام ضحاک کا فتویٰ:

الغناء مفسدة للقلب مسخطة للرب۔

ترجمہ: موسیقی دل کو خراب کرتا ہے اور رب کی ناراضگی کا ذریعہ ہے۔[3]

۲۷) یزید بن ولید کا فتویٰ:

يا بني أمية، إياكم و الغناء، فإنه يزيد الشهوة، و يهدم المروءة و إنه لينوب عن الخمر۔

ترجمہ: اے بنو امیہ! تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ موسیقی اور گانے بجانے سے اپنے آپ کو بچالو، اس لئے کہ اس سے شہوت بڑھتا ہے اور آدمیت غیرت و مروت کو ختم کر دیتا ہے اور یہ شراب کے قائم مقام ہے۔[4]

(۲۸) امام احمد بن حنبل کا فتویٰ:

يُنبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ۔

---

1 (سنن کبری: ۱۰/۳۲۳)

2 (ذم الملاهي: ۴۲، تلبیس ابلیس: ۳۳۵)

3 (اغاثة اللهفان: ۱/۲۵۰، تلبیس ابلیس: ص ۳۳۵)

4 (البدایه والنهایه: ۱۰/۱۶، اغاثة اللهفان: ۱/۲۳۵)

ترجمہ :موسیقی، گانا بجانا دل میں منافقت پیدا کرتا ہے۔[1]

توکسی نے پوچھا کہ اگر کسی نے یہ قصیدہ پڑھا تو کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ:

"اکرھہ وھو بدعۃ ولا تجالسوھم"۔

میں اسے کریہہ سمجھتا ہوں اور یہ بدعت ہے ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔

۲۹) امام ابن جوزی کا فتویٰ :

وکم قد فتنت الاصوات بالغناء من زاھد وعابد وقد ذکرنا جملة من احیاءھم في کتابنا المسمی بذم الھوی: ۲۳۵۔

ترجمہ: بہت سے عابد اور زاہد موسیقی اور گانوں کی وجہ سے فتنوں اور گمراہیوں میں گرفتار ہوئے ہیں اور میں نے اس کے بہت سے واقعات اپنی کتاب ذم الھویٰ میں ذکر کئے ہیں۔

۳۰) امام سیوطی کی نصیحت :

فینبغي للعاقل ان ینصح لنفسه واخوانه ویحذرھم مکائد الشیطان۔

ترجمہ: ہوشیار اور عاقل آدمی کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو اپنے بھائیوں اور دوستوں کی خیر خواہی کرے اور ان کو شیطان کے مکائد وفریب سے بچائیے۔[2]

پھر فرماتے ہیں کہ:

لولا خوف الإطالة لاستقصینا ما ورد في ذلک، ولکن العاقل الفطن الموفق من قبل نصح الناصح بأخصر عبارة وعرف الحق واتبعه بأدنی إشارة۔

ترجمہ :اگر کتاب کی طوالت کا ڈار نہ ہوتا تو ہم ان تمام روایات کو مکمل ذکر کرتے جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں لیکن دانا اور عاقل آدمی وہ ہے جو ناصح کی نصیحت کو قبول کرے، چھوٹی سی عبارت سے اور حق کو پہچانے اور اس کی تابعداری ادائی اشاروں پر کرے۔[3]

۳۱) صاحب زخیری کا فتوی :

واعلم ان الغنی مع جمیع انواعه حرام عند علمائنا۔

---

[1] (الامر بالاتباع: ج ۱، ص ۱۰۲)

[2] (الامر بالاتباع ۱۱۳)

[3] (الأمر بالاتباع، ج ۱، ص ۱۰۴)

ترجمہ: جان لو کہ ہمارے علماء کے نزدیک موسیقی اپنے تمام انواع واقسام کے ساتھ حرام ہے۔[1]

۳۲) شیخ عبد القادر جیلانی کا فتویٰ :

غنیۃ الطالبین میں فصل ادب الاکل والشرب میں بحث ذکر فرماتے ہیں کہ:

فان حضرہ منکر کالطبل والمزمار والرباب والمعازف ,الخ۔

ترجمہ :اگر کسی دعوت میں منکر اور ناجائز کام ہو جیسی ڈھول، بانسری، رباب اور موسیقی وغیرہ تو اس دعوت کو قبول کرنا ناجائز ہے۔

(۳۳) مفتی اعظم مولانا رشید احمد لدھیانوی کا فتوی :

شریعت مطہرہ میں موسیقی کی حرمت کا مسئلہ ایسا بدیہی ہے جس پر دلیل پیش کرنے کی چنداں حاجت نہیں۔[2]

اس کو جائز قرار دینا ایسا ہے جیسے زنا، شراب، رشوت، سود اور جوا کو جائز قرار دیا۔

(۳۴) شیخ عبد الرزاق بشر زی کا فتویٰ

کہا گیا کہ گانے بجانے اور موسیقی موجودہ دور میں سخت حرام ہے بہ نسبت گزشتہ دور کے، اس لئے کہ اس سے مسلمان ہر جگہ اللہ کی عبادت سے غافل ہوتے ہیں۔[3]

۳۵) عبد الرزاق بشر زی کی نصیحت :

میری ہر مسلمان کو نصیحت ہے کہ وہ خود اور اپنے اہل وعیال کو گانا بجانے اور موسیقی سے بچائے۔

۳۶) شاہ محمد اسحاق کا فتوی :

نواختن نقارہ برائے اعلان نکاح حرام است۔

ترجمہ: نقارہ کا بجانا بوقت اعلان نکاح حرام ہے۔[4]

۳۷) فتاوی کبیری کا فتویٰ :

زدن طبل وشنیدن آن دام است زیرا کہ این همہ راهی است۔

---

1 (مائۃ مسائل، ص ۱۲۰)

2 (احسن الفتاوی: ۸/۳۷۹)

3 (ٹنگ ٹکور ۴۰)

4 (مسائل اربعین: ۲۱)

ترجمہ: اول بجانا اور سننا حرام ہے اس لئے کہ یہ تمام ہو کے سامان ہیں۔[1]

(۳۸) فتاوی حمادیہ کا فتوی :

ویحرم استعمال الات اللتي تطرب من غير غناء كالعود والطنبور والمعرفة والطبل والمزمار۔

ترجمہ: وہ آلات جو آدمی میں مستی پیدا کرے بغیر گانوں کے جیسے ستار، رباب ڈھول اور بانسری وغیرہ استعمال کرنا حرام ہے۔[2]

(۳۹) صاحب ترجیح کا فتوی :

والانكحة اللتي تنعقد في مجالس الملاهي والمزامير تكون مختلف فيها بوجهين احدهما يفسق الولى لانه هو الذي احضر الملاهي والمعازف و امرهم بذلک و اعطى المغنين على ذالک الاجرة والثانى ان الحاضرين صار وافسقة لاستماعهم ذلک فلم ليبق الوليا والحاضرين شهودا۔

ترجمہ : وہ شادیاں جن میں لہو ولعب کے یہ اسباب و آلات استعمال ہو تو پیچ نہ ہوا اور مختلف فیہ بن گیا، اس لئے کہ ایک تو ولی فاسق ہو گیا، اس لئے کہ اس نے خود آلات لہو حاضر کئے اوروں سے بھی گناہ کرایا اور گویوں کو اس پر اجرت دیا۔ دوم یہ کہ جتنے بھی لوگ یہاں حاضر تھے سب فاسق ہو گئے اور فاسق کی گواہی قبول نہیں ہوتی تو ولی ولی نہ رہا اور گواہ گواہ نہ رہا۔[3]

(۴۰) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول اور واقعہ :

شاہ محمد اسحاق نے مسائل اربعین میں ذکر کیا ہے:

حكى ان موسى لما رجع غضبان اسفًا واستمع الصياح و كانوا يرقصون حول العجل ويضربون الدفوف والمزامير فقال هذا صورة الفتنة۔[4]

(۴۱) شیخ اکمل الدین کا فتویٰ:

شیخ اکمل الدین در کتاب اشراق گفتہ اند کہ غنا نزدیک امام ابی حنیفہ واہل عراق حرام است۔

[1] (مسائل اربعین، ۲۱)
[2] (مسائل اربعین، ص ۲۲)
[3] (مسائل اربعین، ۲۲)
[4] (مسائل اربعین ۳۱)

ترجمہ: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے قوم سے ناراض اور غصہ ہوا تو جب انہوں دیکھا کہ وہ کچھ چیخ کر بچھڑے کے ارد گرد گھوم کر ناچ رہے تھے اور سیٹھیاں بجا رہے تھے، تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فتنے کی شکل ہے۔[1]

ترجمہ: شیخ اکمل الدین نے اپنی کتاب اشراق میں فرمایا ہے کہ گانے اور موسیقی امام اعظم ابو حنیفہ اور اہل عراق کے نزدیک حرام ہیں۔

ودر خبر است کہ صوفی چون رقص میکند شیطان انگشت در براو در می اورند۔

ترجمہ: خبر میں ہے کہ صوفی جب ناچتا ہے تو شیطان پیچھے سے انگل دیتا ہے۔[2]

(۴۲) قاسم بن محمد کا دوسرا فتویٰ:

الْغِنَاءُ بَاطِلٌ وَ الْبَاطِلُ فِي النَّارِ۔

ترجمہ: غناء باطل ہے اور باطل آگ میں ہو گا۔[3]

یہاں الغناء باطل صغری ہے۔ والباطل في النار قیاس کبری ہے۔ تو یہاں باطل باطل حد اوسط نکال کر نتیجہ یہ ہو گا کہ فالغناء فی النار کہ گانے بجانے، موسیقی جہنم میں ہوں گے اور جو موسیقی سنے گا تو وہ بھی جہنم میں ہو گا۔

(۴۳) علامہ قرطبی نے علماء کا اجماع نقل فرمایا ہے:

وَ لِهَذِهِ الْآثَارِ وَ غَيْرِ هَا قَالَ الْعُلَمَاءُ بِتَحْرِيمِ الْغِنَاءِ۔

ترجمہ: اس اثار اور اس کے علاوہ علماء نے قول فرمایا ہے حرمت موسیقی پر۔[4]

یعنی موسیقی، گانے سننا حرام ہے اور اس پر علامہ قرطبی نے بہت سی روایات نقل کی ہیں۔

(۴۴) علامہ قرطبی کا فتویٰ:

الِاشْتِغَالُ بِالْغِنَاءِ عَلَى الدَّوَامِ سَفَهٌ تُرَدُّ بِهِ الشَّهَادَةُ۔

ترجمہ: موسیقی گانوں پر مداومت کرنا حماقت ہے اور اس سے گواہی رد کی جاتی ہے۔[5]

---

[1] (ھدایت الابرار: ۸۸)
[2] (ھدایت الابرار، ص ۸۹)
[3] (قرطبی، ج ۱۴، ص ۵۲)
[4] (تفسیر قرطبی: ج ۱۴، ص ۵۴)
[5] (تفسیر قرطبی، ج ۱۴، ص ۵۵)

(۴۵) ابو الفرج اور دقفال کا فتویٰ

قَالَ أَبُو الْفَرَجِ: وَقَالَ الْقَفَّالُ مِنْ أَصْحَابِنَا: لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْمُغَنِّي وَالرَّقَّاصِ۔

ترجمہ: ابو الفریج اور فعال فرماتے ہیں کہ گانے والے اور ناچنے والے کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔[1]

(۴۶) محمد بن منکدر کا قول

بَلَغَنَا أَنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: (أَيْنَ عِبَادِي الَّذِينَ كَانُوا يُنَزِّهُونَ أَنْفُسَهُمْ وَأَسْمَاعَهُمْ عَنِ اللَّهْوِ وَمَزَامِيرِ الشَّيْطَانِ أَحِلُّوهُمْ رِيَاضَ الْمِسْكِ وَأَخْبِرُوهُمْ أَنِّي قَدْ أَحْلَلْتُ عَلَيْهِمْ رِضْوَانِي). وَرَوَى ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ مِثْلَهُ، وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهِ (الْمِسْكِ: ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ أَسْمِعُوهُمْ حَمْدِي وَشُكْرِي وَثَنَائِي، وَأَخْبِرُوهُمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔

ترجمہ: محمد بن مکندر فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے دن فرمائے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ بندے جنھوں نے خود کو اور اپنے کانوں کو عبثیات ولہویات اور بانسری (ڈھول وغیرہ) شیطان سے بچایا ہو، میں آج ان کو مشک کے باغات میں داخل کروں گا اور انہیں خبر دو کہ میں نے ان پر اپنی رضا نازل فرمائی، پھر فرشتوں سے فرمائے گا کہ سناؤان کو میر احمد، شکر اور صفت اور اپنی خبر دو کہ نہ تو مستقبل کے لئے پریشان اور ڈر میں ہوں گے اور نہ ماضی پر افسوس کریں گے۔[2]

(۴۷) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کا فتویٰ:

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نے اس بحث کا تذکرہ اپنی کتاب "آپ کے مسائل اور اُن کا حل" ۷/ ۳۳۸ تا ۳۵۵ میں فرمایا ہے۔ میں ان کا اختصار کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں۔ آپ نے سوال کے جواب میں جس میں ان سے پوچھا گیا ہے کہ:

س: ایک عورت کہتی ہے کہ میں گانوں اور ٹیوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے دین کی پیغامات کو لوگوں تک پہنچاتی ہوں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

ج: گانے کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

س: کیا یہ درست ہے کہ موسیقی روح کی غذا ہے؟ ملخصا۔

---

[1] (تفسیر قرطبی: ج ۱۴، ص ۵۶)

[2] (تفسیر قرطبی، ج ۱۴، ص ۵۳)

ج: یہ تو صحیح ہے کہ موسیقی روح کی غذا ہے مگر شیطانی روح کی غذا ہے انسانی روح کی نہیں، انسانی روح کی غذا ذکر الہٰی ہے۔[1]

ایک دوسرے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

ج: گانے معیاری ہوں یا گھٹیا حرام ہیں۔[2]

۴۸) صاحب المنفق کا فتویٰ

ضرب المزامیر و استماعها حرام۔

ترجمہ: بانسری بجانا اور سننا حرام ہے۔[3]

(۴۹) فتاوی کبری کا فتوی:

یحرم ضرب الطبل و استماعه لانه من الملاهي۔

ترجمہ: ڈھول بجانا اور سننا حرام ہے، اس لئے کہ یہ لہو کے اسباب میں سے ہیں۔[4]

۵۰) قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا فتویٰ

اتخاذ المعازف و المزامیر حرام باتفاق العلماء الامصار وعن الله أبي هريرة انه قال نهى رسول صلى الله عليه وسلم عن ثمن الكلب و كسب الزمارة۔

ترجمہ: ڈھول بنانا، بانسری بنانا حرام، اس پر تمام شہروں کے علماء کا اتفاق ہے اور حرمت کی دلیل حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کتوں کی قیمت سے اور بانسری کے کاروبار ہے۔[5]

دوسری جگہ قاضی ثناء اللہ ذکر فرماتے ہیں:

قالت الفقهاء الغناء حرام بهذه الاية لكونه لهو الحديث۔

مسئلہ یہ ہے عام فقہاء فرماتے ہیں کہ گانے اور موسیقی حرام ہے، اس آیت سے جو سورۃ لقمان میں ہے کہ بعض لوگ پسند کرتے ہیں لهو الحديث اور یہی گانے، موسیقی بھی لهو الحديث ہیں۔[6]

---

1 (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳۳۸/۷)
2 (آپ کے مسائل اور اُن کا حل: ۳۳۳/۷)
3 (حاشیہ تفسیر مظہری: ۲۴۷/۷)
4 (حاشیہ تفسیر مظہری: ۲۴۷/۷)
5 (تفسیر قرطبی: ۳۳۷، ۲۳۸/۷)
6 (تفسیر مظہری: ۳۳۸)

تیسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

فحملنا احادیث الغناء علی ما کان منه علی قصد اللهو داعیا الی الفسوق لالغرض مشروع۔

ترجمہ: پس ہم حمل کرتے ہیں وہ احادیث جو دلالت کرتے ہیں حرمت فناء پر اپنی جگہ جو بطریق پھو ہو اور دعوت دیتا ہو فسق و فجور کو اور جو ڈھول جائز کام کے لئے بجایا جائے جیسے غازیوں کو تو یہ جائز ہے۔[1]

(۵۱) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فتویٰ

قیل: الغناء جاسوس القلب وسارق المروءة والعقول يتغلغل في سويداء القلوب ويطلع على سرائر الأفئدة ويدب إلى بيت التخييل فينشر ماغرز فيهامن الهوى والشهوة۔

ترجمہ: کہا گیا کہ گانے، موسیقی دل کا جاسوس ہے اور چور ہے، آدمیت اور عقول اور جوش مارتا ہے دل کے بیچ میں اور دل کے رازوں پر اطلاع پاتا ہے اور آہستہ آہستہ چلتا ہے خیالات کے گھروں میں تو پھیلاتا ہے وہ عشق و شہوت بھوئے ہوئے کو۔[2]

مطلب یہ ہے کہ موسیقی اور گانوں کا ایک نقصان یہ ہے کہ دل کی بہی کرتا ہے، دل میں جو غلط خیالات ہوں جب گانے سنے تو وہ اُبھر جاتے ہیں اور ظاہر ہوتے ہیں۔

اس طرح علامہ آلوسی نے ذکر کیا ہے:

فبينماترى الرجل وعليه سيمت الوقار وبهاء العقل وبهجة الايمان ووقار العلم كلامه حكمة وسكوته عبدة فاذا ي الغناء يسمع نقص عقله وحياءه وذهبت مروته وبهاءه فيستحسن ما كان قبل السماع يستقبحه ويبدى من اسراره ما كان يكتمه۔

ترجمہ: تو تم دیکھو گے ایک آدمی کو جس پر عزت کی نشانی ہو گی، شرافت اور خوبصورتی عقل کی ہوتی ہے، تازگی ایمان کی ہوتی ہے، عزت علم کا ہوتا ہے اگر بات کرتے ہو، تو باتیں حکمت کی ہیں، اگر خاموش ہو جاؤ تو خاموش بیٹھنا عبرت ہے، جب یہ آدمی گانے سنے تو عقل کم ہوتا ہے، حیاء کم ہوتی ہے، آدمیت چلا جاتا ہے، تو بڑے عمل کو اچھا سمجھتا ہے، جسے پہلے بُرا سمجھتا اور ظاہر کرتا ہے ان رازوں کو جسے پہلے چھپاتا تھا۔[3]

پھر فرماتے ہیں:

فحكى تحريمه عن الامام ابي حنيفة رضى الله عنه والقاضى و ابو الطيب والقرطبي والماوردى والقاضى عياض۔

---

[1] (تفسیر قرطبی: ۷/۲۳۹)

[2] (روح المعانی، ج ۱۱، ص ۶۸)

[3] (تفسیر روح المعانی: ۲۱/۶۸)

ترجمہ: پس نقل کیا ہے امام اعظم ابوحذیفہ سے قاضی ابوطیت، قرطبی، ماوردی اور قاضی خان سے موسیقی کی حرمت۔[1]

صاحب فتاوی تاتار خانیہ کا فتویٰ

وفي التاتارخانية اعلم ان التغني حرام في جميع الاديان۔

ترجمہ: فتاویٰ تاتارخانیہ میں ذکر ہے کہ جان لو کہ گانے گانا اور سننا حرام ہے تمام دینوں میں۔[2]

وذكر الامام ابوبكر الطرسوسی فی كتابه في تحريم السماع۔

ترجمہ: امام ابوبکر الطرسوی اپنی کتاب تحریم السماع میں فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ حرام ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کا فتوی :

وذكر شيخ ابن تيمية ان اكثر اصحابهم علي التحريم۔

ترجمہ : شیخ ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے کہ اکثر علماء حنابلہ کا مذہب موسیقی کی حرمت پر ہے۔[3]

امام محاسبی کا فتویٰ

وقال المحاسبي في رسالة الانشاء الغناء حرام كالميتة۔

ترجمہ: امام محاسبی فرماتے ہیں کہ رسالۃ الانشاء میں کہ موسیقی اور گانے میتۃ (مردار) کی طرح حرام ہیں۔[4]

امام بغوی اور ان کے تلامذہ کا فتویٰ :

وذكر بعض تلامذة البغوی فی كتابه الذي سماه التقريب ان الغناء حرام فعله وسماعه۔

ترجمہ : امام بغوی کے بعض تلامذہ سے اس کی کتاب تقریب میں ذکر کیا ہے کہ گانے گانا اور سننا حرام ہے۔[5]

ابن صلاح کا فتوی :

وقال ابن صلاح فان هذا السماع حرام باجماع اهل الحل و العقدة من المسلمين۔

ترجمہ : ابن صلاح فرماتے ہیں کہ یہ گانوں کا سننا مسلمانوں کے اہل الحل والعقد کے اجماع پر حرام ہے۔[6]

---

1 (روح المعانی:۲۱/۶۸)
2 (روح المعانی:۲۱/۶۸)
3 (تفسیر روح المعانی:۲۱/۲۹)
4 (روح المعانی،۲۱/۶۹)
5 (روح المعانی ۲۱/۶۹)
6 (روح المعانی:۲۱/۶۹)

صاحب منہاج کا فتویٰ :

یکرہ الغناء بلا آلة۔

ترجمہ: گانے سننا بغیر آلے کے مکروہ ہیں۔[1]

یعنی جس کے ساتھ ڈھول، رباب وغیرہ نہ تب بھی مکروہ ہیں۔

عز بن عبد السلام کا فتویٰ :

کسی نے پوچھا ہے کہ محبت کے اشعار، ناچنا کیسا ہے؟

تو اس نے جواب دیا کہ:

الرقص بدعة لا یتعاطاه الا ناقص العقل۔

ترجمہ: ناچنا بدعت ہے اسے نہیں کرتا مگر ناقص عقل والا۔[2]

مشہور عالم دین حضرت جنید کا فتویٰ :

و نقل القاضي حسین عن جنید انه قال الناس في السماع اما عوام و هو حرام علیهم۔

ترجمہ : نقل کیا ہے قاضی حسین نے جنید سے اس نے فرمایا ہے کہ اس کے سننے والے یا تو عوام لوگ ہیں تو گانے اور موسیقی ان کے لئے حرام ہیں۔[3]

علامہ قشیری کا فتویٰ :

علامہ قشیری نے پہلے فتویٰ کے لئے چند شرائط ذکر فرمائی ہیں :

و به یتبین تحریم السماع علی اکثر السماع علی اکثر متصوفة الزمان۔

ترجمہ: ان شرائط سے یہ بات واضح طور پر ظاہر ہوئی کہ یہ حرام ہے گانوں کا سننا اکثر صوفیاء کے زمانے میں۔

آلاتِ موسیقی و سماع فقہاء کرام کی نظر میں

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فاما ابتدعه الصوفیة الیوم من الادمان علی سماع المغانی بالالات المطربة من الشبابات و الطار و المعازف و الاوتار فحرام۔

---

[1] (روح المعانی:۶۸/۲۱)
[2] (تفسیر روح المعانی: ۷۱/۲۱)
[3] (تفسیر روح المعانی: ۷۱/۲۱)

ترجمہ: لیکن آج کل صوفیوں نے آلاتِ موسیقی (سازوں) کے ساتھ قوالی سننے کی جو بدعت اختیار کرلی ہے اور اس کو دائمی معمول بنایا ہوا ہے، یہ حرام ہے۔[1]

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولا اعتبار کما ابدعته الجیلة من الصوفیة فی ذالک فانک اذا تحققت اقوالھم فی ذالک ورایت افعالھم وقفت علی آثارھم الزندقة منھم۔

ترجمہ: اور جاہل صوفیوں نے موسیقی میں جو بدعات اختیار کرلی ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ جب تم موسیقی میں ان کے اقوال پر غور کروگے اور ان کے افعال کو دیکھوگے تو ان میں زندیقی (بے دینی) کے آثار پاؤگے۔[2]

حضرت ملا نظام الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

السماع والقول والرقص الیہ والجلوس علیہ۔

قوالی سننا اور گانا، اور ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیوں کا ناچنا حرام ہے، وہاں جانا اور وہاں بیٹھنا جائز نہیں ہے۔[3]

حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

متصوفئ زمانہ (بناوٹی صوفی) کہ مزامیر (آلات موسیقی) کے ساتھ قوالی سنتے ہیں، اور کبھی اچھلتے کودتے اور ناچنے لگتے ہیں، اس قسم کا گانا بجانا جائز ہے، ایسی محفل میں جانا اور وہاں بیٹھنا ناجائز ہے، مشائخ سے اس قسم کے گانے کا کوئی ثبوت نہیں، جو چیز مشائخ سے ثابت ہے وہ فقط یہ ہے کہ اگر کسی نے ان کے سامنے کوئی ایسا شعر پڑھ دیا جو ان کے حال و کیف کے موافق ہے تو ان پر کیفیت و رقت طاری ہوگئی اور بے خود ہو کر کھڑے ہوگئے اور اس حال وارفتگی میں ان سے حرکات غیر اختیاریہ صادر ہوئیں اس میں کوئی حرج نہیں، مشائخ و بزرگانِ دین کے احوال اور ان متصوفہ کے حال و قال میں زمین و آسمان کا فرق ہے، یہاں مزامیر (آلات موسیقی) کے ساتھ محفلیں منعقد کی جاتی ہیں جن میں فساق و فجار کا اجتماع ہوتا ہے، نااہلوں کا مجمع ہوتا ہے، گانے والوں (قوالوں) میں اکثر بے شرع ہوتے ہیں، تالیاں بجاتے ہیں اور مزامیر کے ساتھ گاتے ہیں اور خوب اچھلتے کودتے ہیں، ناچتے تھرکتے ہیں اور اس کا نام حال رکھتے ہیں، ان حرکات کا صوفیائے کرام کے احوال سے کیا نسبت، یہاں سب چیزیں اختیاری ہیں، وہاں بے اختیاری تھیں۔[4]

---

1 (الجامع لاحکام القرآن ج14ص56)

2 (عمدۃ القاری ج6ص271)

3 (فتاوی عالمگیری ج5ص352)

4 (بہار شریعت ج16ص111)

فقہاء کرام کی عبارات سے معلوم ہوا کہ قوالی فی نفسہ حرام نہیں ہے، بلکہ جائز و مستحب ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر وعظ و حکمت پر مشتمل کلام پڑھا جاتا ہے اور اس کلام کی تاثیر یہ ہوتی ہے کہ محبت کا جو جذبہ خفتہ اور پوشیدہ ہوتا ہے وہ اس محبت کی آگ کو بھڑکا دیتا ہے، لیکن اس میں شامل آلات موسیقیہ اور دیگر خرافات و غیر شرعی حرکات اس کے ناجائز و حرام ہونے کا سبب بنتے ہیں۔

اباحتِ قوالی کے لیے شرائط

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

و مايفعله متصوفة زماننا حرام لا يجوز القصد والجلوس إليه ومن قبلهم لم يفعل كذلك وما نقل أنه عليه الصلاة والسلام سمع الشعر لم يدل على إباحة الغناء ويجوز حمله على الشعر المباح المشتمل على الحكمة والوعظ (الى قوله) إن كان السماع سماع القرآن والموعظة يجوز وإن كان سماع غناء فهو حرام بإجماع العلماء ومن إباحة من الصوفية فلمن تخلى عن اللهو وتحلى بالتقوى واحتاج إلى ذلك احتياج المريض إلى الدواء وله شرائط ستة أن لا يكون فيهم أمرد وأن تكون جماعتهم من جنسهم وأن تكون نية القول الإخلاص لا أخذ الأجر والطعام وأن لا يجتمعوا لأجل طعام أو فتوح وأن لا يقوموا إلا مغلوبين وأن لا يظهروا وجدا إلا صادقين۔ والحاصل أنه لا رخصة في السماع في زماننا لأن الجنيد رحمه الله تعالى تاب عن السماع في زمانه۔

ترجمہ: اور ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفی (محفل سماع میں) جو حرکتیں کرتے ہیں وہ حرام ہے، اسی لیے ان کے پاس جانا اور ان کے پاس بیٹھنا جائز نہیں ہے، اور ان سے پہلے لوگ ایسا نہیں کرتے تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ آلہ واصحابہ وسلم سے جو شعر سننا منقول ہے وہ غناء کے مباح ہونے کی دلیل نہیں ہے اور آپ صلی اللہ علیہ آلہ واصحابہ وسلم ایسے مباح شعر سنتے جو وعظ و حکمت (جیسے مضامین) پر مشتمل ہوتے تھے اور اگر سماع سے مراد قرآن اور وعظ و نصیحت پر مشتمل کلام سننا ہو تو جائز ہے، اور اگر اس سے مراد غناء (گانا) سننا ہو تو باتفاق علماء حرام ہے۔ اور صوفیائے کرام میں سے جس نے اس (سماع) کو مباح قرار دیا ہے تو اس شخص کے لئے جو لہو و لعب اور خرافات و نفس پرستی سے خالی ہو اور تقویٰ و پرہیز گاری سے اس کا دل مزین ہو اور سماع کی اس کو اس طرح ضرورت ہو جس طرح بیمار کو دوا کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور اس (سماع کے جواز) کے لیے چھ شرائط ہیں:

(۱) محفل سماع (قوالی) میں بے ریش لڑکے نہ ہوں۔

(۲) تمام حاضرین کا تعلق ایک ہی جنس سے ہو (ان میں کوئی فاسق و فاجر اور طالب دنیا نہ ہو اور نہ ہی کوئی عورت ہو)۔

(۳) قوال کی نیت خالص ہو، اس کی غرض حصول اجرت و نذرانہ نہ ہو۔

(۴) محفل سماع میں شریک لوگ کھانے پینے (اور لنگر وغیرہ) کی غرض سے نہ آئے ہوں (بلکہ ثواب کی نیت سے شریک ہوئے ہوں)۔

(۵) جب تک مغلوب الحال نہ ہوں)(واقعی وجد طاری ہو جائے) اس وقت تک کھڑے نہ ہوں (اور اس میں رقص وناچ اور غیر شرعی حرکات نہ ہوں)۔

(٦) اور وجد کی کیفیت طاری ہو تو حقیقتاً ہو ریاکاری اور بناوٹ نہ ہو۔ اور حاصل بحث یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں سماع (قوالی) کی رخصت واجازت نہیں ہے، کیونکہ حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ سے اپنے زمانہ میں (مذکور شرائط کے مفقود ہونے کی بناء پر) قوالی سے توبہ کرلی تھی۔

شیخ علی بن محمد جاندار علیہ الرحمہ نے، جو حضرت نظام الاولیاء کے خلفاء میں سے ہیں "درد نظامیہ" میں لکھا ہے:

شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کہتے ہیں کہ سماع کی چار قسمیں ہیں: حلال، حرام، مکروہ اور مباح۔ ان میں سے مباح کے لیے کچھ شرطیں ہیں:

(۱) مغنی مرد کامل ہو، نہ امرد (بے ریش لڑکا) ہو، نہ عورت۔

(۲) سامع (قوالی سننے والا) اللہ والا ہو، نفس پرست نہ ہو۔

(۳) (گائی جانے والی قوالی) کا مضمون فحش اور ناجائز نہ ہو۔

(۴) سماع (قوالی) کے ساتھ آلات موسیقی اور باجے نہ ہوں۔[1]

فقہاء کرام وبزرگانِ دین نے قوالی کے سنے کو جن شرائط کے ساتھ مشروط کیا ہے، حقیقت یہ ہے مروجہ قوالی میں ان میں سے ایک بھی شرط نہیں پائی جاتی، بلکہ مزید کئی برائیاں اس میں شامل ہو کر اس کا حصہ بن گئی ہیں۔ لہٰذا نتیجتاً یہ ثابت ہوا کہ موجودہ زمانہ کی قوالی سننا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر اس وقت بھی مذکور شرائط پائی جائیں تو اس کے جواز واستحباب میں کوئی شبہ نہ ہو گا۔

قوالی کے متعلق مولانا احمد رضاخان صاحب کا فتویٰ:

ایسی قوالی (جو آلاتِ موسیقیہ کے ساتھ گائی جائے) حرام ہے، اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے۔

[1] (اسلام اور موسیقی بحوالہ السنتہ الجلیہ ص ۳۳۵)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف۔

ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔

کاش آدمی گناہ کرے اور گناہ جانے، اقرار لائے اصرار سے باز آئے، لیکن یہ تو اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالے اور الزام بھی ٹالے، اپنے لیے حرام کو حلال بنالے، پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی قسمت محبوبانِ خدا، اکابر سلسلہ عالیہ چشت قدمت اسرارہم کے سر دھرتے ہیں، نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں۔

حالانکہ خود حضور محبوب الہی سیدی و مولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالی عنہ و عنہم وعنابہم فوائد الفوائد شریف میں فرماتے ہیں:

"مزامیر حرام است" (یعنی آلاتِ موسیقی حرام ہے)۔

مولانا فخر الدین زرادی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الہی رضی اللہ تعالی عنہا نے حضور کے زمانہ مبارک میں خود حضور کے حکمِ احکم سے مسئلہ سماع (قوالی) میں رسالہ "کشف القناع من اصول السماع" تحریر فرمایا اس میں صاف ارشاد ہے کہ:

ام سماع مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فبریٔ هذه التهمة و هو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرة من کمال صنعة اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ عنہم کا قوالی (اس مزامیر) سازو کے بہتان سے بری ہے، وہ صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الہی سے خبر دیتے ہیں۔

اللہ انصاف! اس امام جلیل خاندان عالی پشت کا یہ ارشاد مقبول ہو گا یا آجکل کے مدعیان خامکار کی قسمت بے بنیاد ظاہرۃ الفساد۔ لا حول و لا قوة الا باللہ العلي العظیم۔

سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور پر نور شیخ العالم فرید الحق و الدین شیخ شکر و خلیفہ حضور سیدنا محبوب الہی رضی اللہ تعالی عنہم کتاب مستطاب میر الاولیاء میں فرماتے ہیں:

حضرت سلطان المشائخ قدس سرہ العزیز می فرمود کہ چندین چیز می باید تا سماع مباح می شود مسمع و مستمع و مسموع و آلہ سماع سمیع یعنی گویند مرد تمام باشد کودک نباشد و عورت نباشد و مستمع آنکہ فی شنود از یاد حق خالی نباشد و مسموع آنچہ بگویند بخش و مسخرگی

نباشد و آلہ سماع مزامیر است چون چنگ و رباب و مثل آن می باید کہ در میان نباشد این چنین سماع حلال است۔

ترجمہ: یعنی حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے تھے کہ چند شرائط ہوں تو سماع مباح ہوگا۔ کچھ شرطیں سنانے والے میں کچھ سننے والے میں، کچھ اس کلام میں جو سنائی جائے، کچھ آلہ سماع میں یعنی سنانے والا کامل مرد ہو چھوٹا لڑکا نہ ہو اور عورت نہ ہو۔ سننے والا یاد خدا سے غافل نہ ہو۔ اور جو کلام پڑھی جائے فحش اور تمسخرانہ انداز کی نہ ہو۔ اور آلات سماع یعنی مزامیر جیسے سارنگی اور رباب وغیرہ چاہیے کہ ان چیزوں میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ اس طرح کا سماع (قوالی) حلال ہے۔

مسلمانو! یہ فتویٰ ہے سرور و سردار سلسلہ عالیہ چشت حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ عنہ کا۔ کیا اس کے بعد بھی مفتریوں کو منہ دکھانے کی گنجائش ہے؟

نیز سیر الاولیاء شریف میں ہے:

یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرضداشت کہ درین روز با بعضے از درویشاں آستانہ دار در مجمعے کہ جنگ و رباب و مزامیر بود رقص کردند، فرمود نیکو نہ کردہ اند آنچہ نہ مشروع است ناپسندیدہ است بعد ازاں یکے گفت چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیرون آمدند بالیشان گفتند کہ شما چہ کردید دران جمع مزامیر بود سماع چگونہ شنیدید و رقص کردید ایشاں جواب دادند کہ ماچناں مستغرق سماع بودیم کہ ندانستیم کہ این جا مزامیر است یا نہ۔ حضرت سلطان المشائخ فرمود این جواب ہم چیزے ایک نیست این سخن در ہمہ معصیت بابیابد۔

ترجمہ: آدمی نے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں عرض کی کہ ان ایام میں بعض آستانہ دار درویشوں نے ایسے مجمع میں جہاں چنگ و رباب اور دیگر مزامیر تھے رقص کیا۔ فرمایا انہوں نے اچھا کام نہیں کیا جو چیز شروع میں ناجائز ہے ناپسندیدہ ہے۔ اس کے بعد ایک نے کہا جب یہ جماعت اس مقام سے باہر آئی، لوگوں نے ان سے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ وہاں تو مزامیر تھے تم نے سماع کس طرح سنا اور رقص کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس طرح سماع میں مستغرق تھے کہ ہمیں یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ یہاں مزامیر (آلات موسیقی) ہیں یا نہیں، سلطان المشائخ نے فرمایا: یہ جواب کچھ نہیں، اس طرح تو تمام گناہوں کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔

مسلمانو! کیسا صاف ارشاد ہے کہ مزامیر ناجائز ہے اور اُس عذر کا کہ ہمیں استغراق کے باعث مزامیر کی خبر نہ ہوئی۔ کیا مسکت جواب عطا فرمایا کہ ایسا حیلہ ہر گناہ میں چل سکتا ہے۔ شراب پیئے اور کہہ دے شدت استغراق کے باعث ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی۔ زنا کرے اور کہہ دے غلبہ حال کے سبب ہمیں تمیز نہ ہوئی کہ جورو ہے یا بیگانی۔

اسی میں ہے:

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کردہ ام کہ مزامیر و محرمات درمیان نباشد، الخ۔

ترجمہ: حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا میں نے منع کر رکھا ہے کہ مزامیر اور دیگر محرمات درمیان نہ ہوں۔

(الی قولہ) باختصار مسلمانو! جو ائمہ طریقت اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں، وہ اور معاذ اللہ مزامیر کی تہمت اللہ انصاف کیسا ضبط بے ربط ہے۔

اللہ تعالیٰ اتباع شیطان سے بچائے اور ان کے محبوبانِ خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے۔ آمین الہ الحق آمین بجاھھم عندک آمین. و الحمدللہ رب العالمین-

کلام یہاں طویل ہے اور انصاف دوست کو اسی قدر کافی۔ و اللہ الهادي - و اللہ تعالی اعلم۔ [1]

نیز اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

خالی قوالی جائز ہے اور مزامیر (آلات موسیقیہ) حرام زیادہ غلو اب منتسبان سلسلہ عالیہ چشتیہ کو ہے۔

اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوائد الفوائد شریف میں فرماتے ہیں:

"مزامیر حرام است"۔ آلات موسیقی حرام ہیں۔

حضرت مخدوم شرف الملت والدین یحییٰ منیری قدس سرہ نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار کیا ہے۔ [2]

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذکور تفصیلی و مدلل اور محقق فتویٰ کا ماحصل یہ ہے کہ مروجہ قوالی جو آلات موسیقیہ کے ساتھ گائی جاتی ہے حرام ہے۔ ایسی قوالی گانے والے، سننے والے اور اس محفل کا اہتمام کرنے والے سب گنہگار ہوتے ہیں۔ قوالی کے جواز کے لیے چند شرائط ضروری ہیں، اگر ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو گی تو قوالی ناجائز ہو گی۔

---

[1] (فتاوی رضویہ ج ۱۰ ص ۲۰۰۹۹۹، احکامِ شریعت حصّہ اوّل ص ۷۵ تا ۸۰)

[2] (احکام شریعت حصہ دوم ص ۱۶۸)

(۱) قوالی سنانے والا کامل مرد ہو بایں صورت کہ مرد ہو، شریعت مطہرہ کا مکمل پابند ہو، گائے جانے والے کلام کو اچھی طرح سمجھتا ہو اور حلال و حرام کی تمیز رکھتا ہو۔

(۲) قوالی سنانے والا (بے ریش) لڑکا نہ ہو اور نہ ہی عورت ہو، کیونکہ ان کی طرف دیکھنا اور ان کی آواز سننا باعث فتنہ ہے۔

(۳) قوالی میں جو کلام پڑھا جا رہا ہو اس میں بیہودگی و مسخرہ پن نہ ہو اور نہ ہی محرمات کا ذکر ہو بلکہ محمود مضامین پر مشتمل ہو۔

(۴) قوالی سننے والے بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہوں بلکہ وہ شریعت کے پابند ہوں اور کلام کے مفہوم کو خوب جانتے ہوں۔

(۵) قوالی میں جو کلام پڑھا جا رہا ہو وہ بغیر آلات موسیقی کے ہو۔

چنانچہ قوالی میں اگر مذکور شرائط پوری پائی جائیں تو قوالی پڑھنا اور سننا جائز ورنہ ناجائز۔ اور بزرگان دین سے جو قوالی سنا منقول ہے وہ انہیں شرائط کے ساتھ ہے اور جن بزرگوں کی طرف مروجہ قوالی کو منسوب کیا جاتا ہے یہ غلط و بے بنیاد اور ان پر بہت بڑا بہتان ہے، کیونکہ ان کا واضح قول ہے کہ "مزامیر حرام است" یعنی آلاتِ موسیقی حرام ہے، جبکہ مروجہ قوالی میں دیگر خرافات و محرمات کے علاوہ آلاتِ موسیقی بھی شامل ہے، بلکہ اس کا لازمی جز ہے اور اس کے بغیر قوالی میں رنگینی پیدا نہیں ہوتی۔

بحث و نظر:

محدثین و فقہاء کرام اور بزرگان دین نے اپنے اپنے زمانہ میں سماع (قوالی) میں جو قباحتیں اور خرافات ملاحظہ فرمائیں ان کے پیش نظر قوالی گانے اور سننے سے منع کر دیا، اور اس کی حرمت کا فتویٰ دے دیا، حالانکہ ان کا زمانہ موجودہ دور سے کہیں بہتر تھا۔ اور قوالی میں جس قدر عصر حاضر میں بدعات و لغویات اور فسق و فجور کا جم غفیر ہے اس وقت نہ تھا اور قوالی میں دیگر قباحتوں کے علاوہ آلاتِ موسیقیہ کی قباحت سر فہرست ہے، جس کو فقہاء و بزرگان نے قوالی کی حرمت کی سب سے بڑی علت قرار دیا ہے، کیونکہ آلاتِ موسیقیہ کی حرمت پر بکثرت احادیث صحیحہ و آثار صحابہ وارد ہیں اور اس کی حرمت پر تمام امت کا اجماع و اتفاق ہے، اور اس میں (سوائے ہوا پرست کے) کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (اس کی مدلل تفصیل گزر چکی ہے)

چنانچہ فقہاء کرام نے صراحت و وضاحت فرمائی ہے کہ آلات موسیقی کے ساتھ پڑھی جانے والی نظم جو وعظ و نصیحت پر مشتمل ہو) کی وجہ حرمت و ممانعت ان سازوں کی وجہ سے ہے نہ کہ کلام محمود کی وجہ ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فتح القدیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

نعم اذاقبل ذالک علی الملاھي امتنع وان کان مواعظ وحکما للالات نفسھا لا لذالک التغنی۔

ترجمہ: ہاں جب گانے بجانے کے آلات کے ساتھ نظم پڑھی جائے تو منع ہے، خواہ اس میں وعظ و حکمت کی باتیں ہوں، اور یہ ممانعت ان آلات کی وجہ سے ہے، اس نظم کی وجہ سے نہیں ہے۔[1]

مرقومہ عبارت کی روشنی میں یہ بات بالکل عیاں ہو گئی کہ پڑھا جانے والا کلام محمود (مثلاً وعظ و حکمت اور حمد و نعت پر مبنی منظوم کلام) اگر آلاتِ موسیقی کی دھن کے ساتھ ہو گا تو اس کا پڑھنا اور سننا ان آلات کی وجہ سے ناجائز ہو گا نہ کہ نفس کلام کی وجہ سے۔

یاد رہے کہ مروجہ قوالی میں قوالوں اور سامعین و حاضرین کی کھینچی جانے والی تصویروں اور بنائی جانے والی ویڈیو فلموں کی قباحت نے اس کی حرمت کو مزید بڑھا دیا ہے۔

اور فقہاء کرام و بزرگان دین نے قوالی کے سننے کو جن شرائط کے ساتھ مشروط کیا ہے اور ان کے بغیر اس کو ناجائز و حرام کہا ہے، دور جدید کی قوالی میں وہ تمام شرائط تو کجا ایک شرط بھی نہیں پائی جاتی، بلکہ مزید کئی قبیح امور اس کا لازمی جز بن چکے ہیں۔

نیز جن بزرگانِ پشت کی طرف قوالی کو منسوب کیا جاتا ہے انہیں حضرات کا مشہور قول ہے کہ "مزامیر حرام است" (آلات موسیقی حرام ہے) جیسا کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی نفیس تحقیق سے ثابت ہے۔ (جس کی تفصیل فتاوی رضویہ کے حوالہ سے گزر چکی ہے)

الغرض ہادیانِ شریعت و طریقت (دونوں) کے نزدیک دور حاضر کی قوالی سننا ناجائز و حرام ہے۔ اور سماع و موسیقی کے دلدادہ و شوقین اربابِ علم و دانش اور روحانی پیشواؤں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

بہر کیف فرزندانِ اسلام اور خصوصاً علماء و مشائخ کو دور حاضر کی قوالی کے معاملہ میں سنجیدگی کے ساتھ سوچنا چاہیے، ہر حال میں اللہ تعالی اور اس کے رسول صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم کے واضح اور روشن احکامات و فرامین کو مقدم و قابل عمل بنانا چاہیے، اور ان روشن چراغوں (سلف صالحین) کی اقتداء و پیروی کو باعث فخر و موجب فلاح دارین سمجھنا چاہیے جن کے پاکیزہ اقوال و اعمال کی درخشانیوں اور تابانیوں کے باعث صراط مستقیم منور ہے۔

---

[1] (ردالمختار ج۵ ص ۲۴۶)

رقص وناچ وتالی بجانا اور آلاتِ موسیقیہ کا بجانا کفار کا شعار ہے:

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الرقص والسخرية والتصفيق وضرب الاوتار من الطنبور والبربط والرباب و القانون والمزمار والصبح والبوق فانها کلها مکروهة لانها زي الکفار۔

ناچنا، مذاق اُڑانا، تالی بجانا، ستار کے تار بجانا، بربط سارنگی، رباب، قانون، بانسری جھانجھن اور بگل بجانا مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ یہ کفار کا شعار ہے۔[1]

مولانا امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

ناچنا، تالی بجانا، ستارہ، ایک تارہ، دوتارہ، ہارمونیم، چنگ، طنبورہ بجانا... اسی طرح دوسری قسم کے باجے سب ناجائز ہیں۔[2]

رقص بے ہودہ اور لغو فعل ہے:

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

واضح ہو کہ شریعت وطریقت دونوں میں رقص کی کوئی اصل نہیں ہے اور عقلاء کا اتفاق ہے کہ رقص لہو اور کھیل ہے خواہ بکوشش ہو خواہ بے ہودگی سے ہو، لغو و باطل ہے۔ کوئی ایک بزرگ بھی اسے پسند نہیں کرتا، نہ اس میں کسی نے غلو کیا ہے۔ الغرض رقص شرعاً اور عقلاً تمام لوگوں کے لیے برا ہے اور یہ محال ہے کہ بزرگ لوگ ایسا کریں۔[3]

معلوم ہوا کہ رقص وناچ وغیرہ جیسی لغو وبیہودہ حرکات میں مشغول رہنا اور آلات موسیقی سے لطف اندوز ہونا، مسلمان کی شان وو قار کے خلاف ہے، اور یہ کافروں کا شعار ہے، اور ان خرافات کو مذہب و تصوف کی طرف منسوب کرنا بہت بڑا ر ظلم ہے۔

رقص و ناچ کے متعلق مولانا احمد رضاخان صاحب کا فتویٰ:

رہا رقص، اگر اس سے یہ متعارف ناچ مراد ہو تو مطلقاً ناجائز ہے، زنان فواحش کا ناچ ہے (اور متصوفہ زمانہ سے بھی بعید نہیں بلکہ معہود و معلوم و مشہور ہے) جب تو بہ نصوص قطعیہ قرآنیہ حرام ہے، وقدمونا ها في فتاونا، اب اسے مستحب و قربت جاننا درکنار مباح ہی سمجھنے پر صرافہ کفر کا الزام ہے، اور اگر کتھکوں کا ناچ تثنّی و تکسر یعنی لچکے توڑے کے ساتھ ہے جب بھی حرام

---

[1] (ردالمختار ج۵ ص ۲۷۹)

[2] (بھار شریعت ج16ص111)

[3] (کشف المحجوب (اردو) ص ۵۸۳)

ہے وموجب لعن ہے۔ اگر ایسا نہیں بلکہ صرف حرکات مضطربہ ہیں کہ خود موزوں نہ منکرات پر مشتمل نہ حالاً یا مآلاً فتنے کی طرف منجر، نہ اس کے فاعلین اہلِ ہیئات وو قار بلکہ بازاری خفیف الحرکات بوقر تو بایں ہمہ قیود بھی اس کا اقل مرتبہ یہ ہے کہ ایک قسم لہو ولغو، ردو باطل ہے۔ اور ہر باطل کا ادنیٰ درجہ مکروہ وناجائز (الی قولہ) طریقہ وحدیقہ میں ہے:

ویدخل فیھما ای فی الرقص و الاضطراب (مایفعله بعض الصوفیة) الذین ینسبون انفسھم الی مذھب التصوف وھم مصرون علی انواع الفسوق و الفجور بل ھو اشد لانھم یفعلونه علی اعتقاد العبادة فیخاف علیھم امر عظیم) وھو الکفر باستحلال الحرام۔

ترجمہ: اور اس رقص واضطراب میں وہ کام بھی داخل اور شامل ہے جو بعض صوفیاء کیا کرتے ہیں جو اپنے آپ کو طریقہ تصوّف کے ساتھ منسلک گردانتے ہیں حالانکہ وہ کئی قسم کے فسق وفجور اور زیادہ سخت قسم کے جرائم پر اصرار کرتے ہیں اس لئے کہ وہ یہ کام عبادت کے اعتقاد کے ساتھ کرتے ہیں لہٰذا (اس عقیدہ کے باعث) ان پر امر عظیم کا خطرہ اور خوف ہے اور حرام کو حلال کہنے کی وجہ سے یہ کفر ہے۔[1]

تنبیہ:

رقص کی دو اقسام ہیں ایک مبتدین اور متوسطین کیلئے ہے تو یہ محمود ہے اور دوسری قسم منتہیین اور اہلِ تمکین کیلئے ہے جس کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو بالکل غیر اختیاری ہو اور اپنے آپ پر ضبط کی طاقت نہ آئے تو یہ بھی محمود اور مناسب ہے جیسا کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رقص یا شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اکابر ائمہ دین کا رقص وغیرہ۔ دوسرا وہ جس میں ایک نوع اختیار موجود ہوتا ہے اور اپنے آپ پر ضبط کی طاقت ہو تو یہ بھی جائز ہے لیکن مشائخ عظام کے منصب ارشاد اور حالِ تمکین کے ساتھ نامناسب ہے کیونکہ ان کیلئے بقدر الامکان تحمل ضروری ہے تو اگر اپنے آپ پر قابو کر سکے تو رقص نہ کرنا بہتر ہے اور رقص کے علاوہ دوسری اقسامِ وجد وحال کی ممانعت اور کراہت نہیں جیسا کہ اقشعرار الجسد، جریان الدموع اور حرکات لطائف وغیرہ ہو گیا۔

رقص، وجد وتواجد کی اصل:

حدیث: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی میں (کہ کون پرورش کرے) باہم اختلاف کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے (سب کی اس طرح تسلی فرمائی کہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (تو یہ فرمایا کہ) تم میرے اور میں تمہارا وہ (ایک خاص ہیئت پر) رقص کرنے لگے اور

---

[1] (فتاویٰ رضویہ ج24ص152-157 کتاب الحظر و الاباحة)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میری صورت اور سیرت میں مشابہ ہو وہ بھی رقص کرنے لگے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی اور دوست ہو وہ بھی رقص کرنے لگے۔

فائدہ: اس حدیث میں اصل ہے اہل وجد کے رقص کی جو فرح یا شوق (کے غلبہ) سے ہوتا ہے اگرچہ (وہ غلبہ) بے اختیاری سے نہ ہو (اس کو تواجد کہتے ہیں) کیونکہ ہیئت مذکورہ حدیث اختیار سے تھی) بشرطیکہ کسی غرض فاسد ریا وغیرہ سے نہ ہو۔[1]

رقص ریا کی مذمت اور غیر اختیاری یا اچھی غرض کے رقص کا عذر:

حدیث: جو بتکلف رقص کرتے ہیں وہ گناہگار ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔

فائدہ: اس کے عموم میں مکار وجد کرنے والے بھی داخل ہو گئے اور ترقص میں اشارہ ہے کہ جس رقص میں انسان بے اختیار ہو اس پر ملامت نہیں پس ایسوں پر انکار واعتراض کرنے والوں کی بھی اس میں اصلاح ہو گئی اور ریا رقص کرنے والوں کی بھی اصلاح ہو گئی اور رقص بتکلف وہی مراد ہے جس سے غرض مال یا جاہ ہو ورنہ اگر تکلف میں غرض محمود ہو وہ مذموم نہیں بلکہ اس میں خود حدیث وارد ہے: فان لم تبکو اافتباکوا۔[2]

امام حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں اور عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْحُسَيْنِ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ الْوَاحِدِ بْنَ بَكْرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ أَبِي طَلْحَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ أَحْمَدَ الْجُرْجَانِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ كَمَالٍ الْجُرْجَانِيَّ يَقُولُ: سُئِلَ يَحْيَى بْنُ مُعَاذٍ عَنِ الرَّقْصِ , فَأَنْشَأَ يَقُولُ:[البحر الهزج]

دَقَقْنَا الْأَرْضَ بِالرَّقْصِ عَلَى غَيْبِ مَعَانِيكَا
وَلَا عَيْبَ عَلَى الرَّقْصِ لِعَبْدٍ هَائِمٍ فِيكَا
وَهَذَا دَقُّنَا الْأَرْضَ إِذَا طُفْنَا بِوَادِيكَا

[1] (التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ص ۶۸)
[2] (التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ص ۳۵۵)

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے رقص کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے یہ اشعار سنائے:

ہم نے رقص سے زمین کو روندا اور پامال کیا (یہ سب کچھ) تیرے معانی سے لطف اندوز ہونے کے لئے کیا، رقص کرنے میں کوئی عیب نہیں اس بندہ کے لئے جو تیری ذات میں سرگشتہ اور گم ہوا اور محو ہوا۔ اور یہ ہمارا زمین کو رقص کے ذریعے روندنا اور پامال کرنا اس لئے ہے کہ ہم تیرا ارادہ اور قصد کرنے والے ہیں۔[1]

رقص وجد و تواجد کی اصل میں:

کتاب السماع:الحدیث :اختصم علی و جعفروزید بن حارثۃ فی ابنۃ حمزۃ فقال لعلی انت منی و انا منک فحجل وقال لجعفر اشبھت خلقی و خلقی فحجل وقال لزید انت اخونا و مولانا فحجل ابو داؤد من حدیث علی باسناد حسن وھو عند البخاری دون حجل فی الاحیاء و الحجل ھو الرقص و ذلک یکون الفرح او شوق قلت لم اجدہ بھذہ اللفظ فی سنن ابی داؤد و لا مراسیلہ نعم اورد الحافظ فی الفتح باب عمرۃ القضاء مانصہ وفی حدیث علی عند احمد و کذا مرسل الباقر فقام جعفر فحجل حول النبی ﷺ دار علیہ فقال النبی ﷺ ماھذا قال ھذا شئی رأیت الحبشۃ یصنعونہ بملوکھم وفی حدیث ابن عباس ان النجاشی کان اذا رضی احدا من اصحابہ قام فحجل حولہ و حجل یفتح المھملۃ و کسرھا ای وقف علی رجل واحدۃ وھو الرقص بھیئۃ مخصوصۃ وفی حدیث علی المذکور لمن الثلاثۃ فعلوا ذلک اھ۔وفی القاموس حجل رفع رجلا و تریث فی مشیہ وفیہ نزاف فیہ اصل رقص اھل الوجد لفرح او شوق ولو من غیر اضطرار اذلم یکن من غرض فاسد من الریاء و نحوہ۔

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی کی پرورش پر باہم اختلاف کیا تو حضور اقدس ﷺ نے سب کی اس طرح تسلی فرمائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا کہ تم میرے اور میں تمہارا ہوں وہ ایک خاص ہیئت پر رقص کرنے لگے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میری صورت اور سیرت میں مشابہ ہو وہ بھی رقص کرنے لگے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی اور دوست ہو وہ بھی رقص کرنے لگے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حدیث سے اسناد حسن کے ساتھ اور یہ حدیث بخاری کے پاس بھی ہے اس میں حجل نہیں ہے اور احیاء میں ہے کہ حجل رقص کو کہتے ہیں اور یہ فرح یا شوق سے ہوتا ہے میں کہتا ہوں مجھ کو یہ حدیث اس لفظ سے نہ سنن ابی داؤد میں ملی اور نہ ان کی مراسیل میں البتہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے باب عمرۃ قضاء میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حدیث میں امام احمد کے نزدیک اور اسی طرح مرسل امام باقر میں ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور حضرت رسول

[1] (حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ،۸،دار الحدیث،القاھرہ ،الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیۃ ، الصنف التاسع فی عامۃ آفات البدن المختلفۃ ،ج،۵،ص،۱۳۴ ،۱۳۳ ،دار الکتب العلمیہ،بیروت)

اللہ ﷺ کے گرد رقص کرنے لگے اور چکر لگایا جیسے کوئی قربان ہو جاتا ہے نبی پاک ﷺ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ ایک شئے ہے جو میں نے حبشیوں کو اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے دیکھا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نجاشی (شاہ حبشہ) جب اپنے تابعین میں کسی سے خوش ہوتا تو وہ شخص اٹھ کر نجاشی کے گرد گھومتا ہوا رقص کرتا اور حجل بفتح وکسر جیم کے معنی ہیں ایک پاؤں پر کھڑا ہوا اور وہ ایک خاص ہیئت پر رقص ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ تینوں نے ایسا ہی کیا اور قاموس میں حجل کے معنی ہیں کہ ایک پاؤں اٹھالیا اور رفتار میں آہستگی کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ اچھلا تو حاصل اس رقص کی ہیئت مخصوصہ کا یہ ہوا کہ ایک پاؤں اٹھالے اور ایک پاؤں سے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے اچھلتے ہوئے چکر کاٹتے ہوئے چلے، اس حدیث میں اصل ہے اہل وجد کے رقص کی جو فرح یا شوق کے غلبے سے ہوتا ہے اگرچہ وہ غلبہ بے اختیاری سے نہ ہو اسکو تواجد کہتے ہیں کیونکہ ہیئت مذکورہ حدیث اختیار سے تھی بشرطیکہ کسی غرض فاسد اور ریا وغیرہ سے نہ ہو۔[1]

حضرت علامہ محمد امین ابن عابدین شامی، حنفی، نقشبندی، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :

قَالَ قَدْ وَقَعَ الْمَنْعُ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ زَمَانِنَا وَأَفْتَى جَدِّي بِالْجَوَازِ وَصَحَّحَ فَتْوَاهُ أَكَابِرُ الْعُلَمَاءِ مِنْ مُعَاصِرِيهِ بِبِلَادِ فَارِسَ ثُمَّ نَقَلَ فَتْوَى جَدِّهِ بِطُولِهَا وَنَقَلَ قَوْلَ الْعَارِفِينَ وَتَحْرِيمَ النَّوَوِيِّ الشَّبَّابَةَ، وَقَالَ وَلَمْ يُقِمْ النَّوَوِيُّ دَلِيلًا عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ نَقَلَ تَصْحِيحَ الْجَلَالِ الدَّوَانِي فَتْوَى جَدِّهِ ثُمَّ كَلَامَ الدَّوَانِي فِي شَرْحِ الْهَيَاكِلِ حَيْثُ قَالَ (الْجَلَالِ الدَّوَانِي) الْإِنْسَانُ يَسْتَعِدُّ بِالْحَرَكَاتِ الْعِبَادِيَّةِ الْوَضِيعَةِ الشَّرْعِيَّةِ لِلشَّوَارِقِ الْقُدْسِيَّةِ بَلْ الْمُحَقِّقُونَ مِنْ أَهْلِ التَّجْرِيدِ قَدْ يُشَاهِدُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ طَرَبًا قُدْسِيًّا مُزْعِجًا فَيَتَحَرَّكُونَ بِالرَّقْصِ، وَالتَّصْفِيقِ، وَالدَّوَرَانِ وَيَسْتَعِدُّونَ بِتِلْكَ الْحَرَكَةِ لِشُرُوقِ أَنْوَارٍ أُخَرَ إلَى أَنْ يَنْقَضِيَ ذَلِكَ الْحَالُ عَنْهُمْ بِسَبَبٍ مِنْ الْأَسْبَابِ كَمَا عَلَيْهِ تَجَارِبُ السَّالِكِينَ ۔۔۔ وَقَدْ أَفْتَى أَيْضًا مُصْلِحُ الْمَذْكُورُ بِإِبَاحَةِ الرَّقْصِ أَيْضًا بِشَرْطِ عَدَمِ التَّثَنِّي، وَالتَّكَسُّرِ، اهـ۔

ترجمہ: (جلال دوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے) فرمایا: انسان کبھی شریعت کی مقرر کردہ عبادات ادا کرنے کی وجہ سے پاکیزہ انوار کے لیے استعداد رکھتا ہے بلکہ محققین میں سے اہلِ تجرید اپنے اندر طربِ قدسی (پاکیزہ جھومنے) چیخنے، چلانے کا مشاہدہ کرتے ہیں، تو رقص کرنا اور تالیاں بجانا اور بھاگنا، دوڑنا، اس طرح کی حرکات ان سے سرزد ہوتی ہیں، اور دوسرے انوار کے نزول کی وجہ سے اس حرکت کی استعداد رکھتے ہیں، یہاں تک کہ اسباب میں سے کسی سبب سے ان کا حال ختم ہو جائے، جیسا کہ

[1] (بوادرالنوادر ص ۴۰۶)

اس پر سالکین کا تجربہ ہے۔۔اور تحقیق مصلح الدین مذکور نے اباحتِ (جواز) رقص کا فتویٰ بھی دیا ہے، بشرطیکہ تثنی اور تکسر (زنانہ فن اور ناچ) نہ ہو۔[1]

ونقل المناوی[2] علی "الشمائل" فی باب: ماجاء فی بکاء رسول اللہ ﷺ، لدی حدیث أنینه ﷺ وھو یصلی ولصدرہ أزیز[3] کأزیز المِرجَل[4] من البکاء، مانصه: "وذلک ناشیئ عن عظیم الإجلال للہ عزوّجل۔قال الإمام الحرّانی[5] رحمه اللہ ورضی اللہ عنه: ومن ھذاالحدیث ونحوہ استن أھل الطریق الوجدوالتواجدفی أحوالھم وعرفوابه فی أوقاتھم، وھذاالحال إنماکان یعرض للمصطفی ﷺ عندتجلی الصفات الجلالیة والجمالیة معاً، یعنی: الجلال المزوج بالجمال۔وأماالغیر المزوج: لایطیقه أحدمن البشرولامن الخلائق، وکان إذاتجلی بغلبة الجمال المحض: یمتلئ سروراًوملاطفةوإیناساًوبسطاً۔وکل وارث من أمته له نصیب من ھذین التجلیین؛ فتجلی الجلال: یورث الخوف والقلق والوجل المزعج وتجلی الجمال؛ یورث الأنس والسرور۔

وورد أن سیدناابراھیم الخلیل کان یُسمع لصدرہ صوت کغلیان القدرمن مسیرة میل۔فکان أثرالسماع یظھرفی کثیرمن الأنبیاءوالأولیاء!" اھ منه بلفظه۔

رقص ووجد کے سبب کو سامنے رکھنا چاہئے اگر سبب محمود ہے تو رقص ووجد وتواجد بھی محمود ہے اور اگر سبب حرام ہو تو یہ بھی حرام اور اگر سبب مباح ہو تو یہ بھی مباح۔

جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے:

"فحکمه حکم مھیجه ان کان فرحه محمودا والرقص یزیدہ ویؤکدہ فھو محمود وان کان مباحا فھو مباح وان کان مذموما فھو مذموم۔"

ترجمہ: رقص کا حکم اس کے سبب پر منحصر ہے تو اگر خوشحالی کے اچھے سبب سے ہو اور رقص سے اس میں زیادتی آتی ہو اور اسے مؤکد کرتی ہو تو یہ رقص بہتر اور محمود ہے اور اگر سبب مباح ہو تو یہ رقص بھی مباح ہے اور سبب بُرا اور مذموم ہو تو یہ رقص بھی مذموم ہے۔[6]

---

[1] (تنقیح الفتاوی الحامدیة، مسائل وفوائد شتی من الحظر والاباحة، ج۲، ص۵۵۹، ۵۵۸، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

[2] ھو العلامة الشیخ زین الدین محمد عبدالرؤف بن تاج العارفین ابن علی بن زین العابدین الحدادی ثم المناوی القاھری، ولد سنة (۹۵۲ھ)، وتوفی سنة (۱۰۳۱ھ)، انظر ترجمته فی "خلاصة الاثر" (۲/۴۱۲) و"فھرس الفھارس" (۲/۵۶۰) و"الأعلام" (۶/۲۰۴)

[3] أی: صوت وغلیان بالبکاء۔

[4] المرجل: القدر، فإنه عندغلیان الماء فیه بالنار یخرج منه صوت۔

[5] ھو العلامة المفتنن أبوالحسن علی بن احمد بن الحسن بن احمد بن ابراھیم الحرالی التجیبی أبوالحسن الاندلسی المالکی، توفی سنة (۶۳۷ھ)۔انظر ترجمته فی "سیر أعلام النبلاء" (۲۳/۴۷) و"لسان المیزان" (۵/۴۹۷) و"شذرات الذھب" (۷/۳۳۰)

[6] (احیاء العلوم: ج:۲: ص:۳۰۴)

حقیقی اہلِ تصوف کے وجد ورقص کا سبب انوارِ الٰہیہ کا ورود ہے اور یہ سبب محمود ہے لہٰذا ان کا وجد ورقص بھی محمود ہے سامری کے ساتھیوں کے رقص کا سبب امرِ الٰہی کی خلاف ورزی اور خواہشِ نفسانی کی اتباع تھا اور اسی طرح فساق متصوفہ اور ریاء کاروں کے رقص وتواجد کا سبب مذموم ہے تو اس قسم کا رقص بھی مذموم اور حرام ہے۔

حدیث شریف میں حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رقص مروی ہے سبب محمودہ کی وجہ سے جیسا کہ باب احادیث وآثار میں گزر چکا ہے۔

اور امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"فکان ھٰذا اصلاً فی رقص الصوفیۃ لما یدرکونہ من لذات المواجید وقد صح القیام والرقص فی مجالس الذکر والسماع عن جماعۃ من کبار الائمۃ منھم شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام"۔

ترجمہ: یہ حدیث صوفیاء کرام کے رقص کیلئے دلیل ہے جب وہ حضرات وجد کی لذات حاصل کرتے ہیں اور مجالسِ ذکر وسماع میں کھڑے ہونا اور رقص کرنا ائمہ کبار کے بڑے گروہ سے ثابت ہے جس میں سے ایک شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام ہیں۔[1]

اس مسئلہ میں مزید تفصیلات کے لئے تحفۃ الاحباء فی اثبات الوجد والتواجد والرقص والغشی والبکاء، ص ۲۵۴ تا ۲۵۹ تک مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

آلاتِ موسیقی، قوالی اور رقص کے متعلق مولانا محمد یوسف لدھیانوی کا فتویٰ:

ساز اور آلات کے ساتھ گانا حرام ہے، خواہ گانے والا مرد ہو یا عورت، اور تنہا گائے یا مجلس میں، اسی طرح جو اشعار کفر وشرک یا کسی گناہ پر مشتمل ہوں، ان کا گانا بھی (گو آلات کے بغیر ہو) حرام ہے۔ البتہ مباح اشعار ایسے اشعار جو حمد ونعت یا حکمت ودانائی کی باتوں پر مشتمل ہوں ان کو ترنم کے ساتھ پڑھنا جائز ہے اور اگر عورتوں اور مردوں کا (مخلوط) مجمع نہ ہو تو دوسروں کو بھی سنانا جائز ہے، اگر عورت بھی تنہائی میں یا عورتوں میں ایسے اشعار ترنم سے پڑھے (جب کوئی مرد نہ ہو) جائز ہے۔ آج کل کے عشقیہ گیت کسی حکمت ودانائی پر مشتمل نہیں، بلکہ ان سے نفسانی خواہشات ابھرتی ہیں اور گناہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے، اس لیے یہ قطعی حرام ہیں، عورتوں کے لیے بھی اور مردوں کے لیے بھی۔ حدیث میں ایسے ہی راگ گانے کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ نعتیہ اشعار کا پڑھنا سننا تو بہت اچھی بات ہے بشرطیکہ مضامین خلاف شریعت نہ ہوں، لیکن قوالی میں ڈھول، باجا اور آلات موسیقی کا استعمال ہوتا ہے یہ جائز نہیں۔ راگ کا سننا شرعاً حرام اور گناہ

[1] (الحاوی للفتاوی: ج:۲: ص:۲۲۴)

کبیرہ ہے، شریعت کا مسئلہ جو آنحضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسلَّم سے ثابت ہو وہ ہمارے لیے دین ہے۔ اور قوالی کی موجودہ صورت قطعاً خلاف شریعت اور حرام ہے، اور بزرگوں کی طرف اس کی نسبت کرنا بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ رقص حرام ہے۔ یہ لوگ خود بھی جانتے ہیں کہ رقص اور ڈانس کو "ورزش" کہہ کر اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے کوئی شراب کا نام شربت رکھ کر اپنے آپ کو فریب دینے کی کوشش کرے۔ طوائف (وغیرہ) کے ناچ اور گانے کے حرام ہونے میں کیا شبہ ہے؟ جو لوگ اس فعل کا ارتکاب کرتے ہیں اور جو لوگ قدرت کے باوجود منع نہیں کرتے وہ سب گنہگار ہیں، اہل علم کا کام زبان سے منع کرنا ہے، اور اہلِ حکومت کا کام زور اور طاقت سے منع کرتا ہے۔[1]

قوالی اور اجنبیہ عورت کا ریڈیو، ٹی وی پر حمد و نعت پڑھنے اور سننے کے متعلق جامعہ نظامیہ کا فتوی:

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مروجہ قوالی مزامیر اور آلات موسیقی کے ساتھ گانا، اس کا سننا اور ایسی مجالس میں شریک ہونا، نیز یہ کہ اجنبی عورت کی آواز میں حمد و نعت آلاتِ موسیقیہ کے بغیر جیسا کہ ریڈیو، ٹیلی وژن پر نشر ہوتی ہے ان کا سننا کیسا ہے؟ نیز ویڈیو فلم بنانا اور بنوانا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب بالصواب بتوفیق اللہ تعالی

(۱) ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں پر ہے اور قوالوں پر ہے۔ اور قوالوں کا گناہ بھی اس عرس کرنے والوں پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر گناہ کی کچھ کمی آئے یا قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قولوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ۔۔۔ الخ۔

(۲) حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ واصحابہ وَسلَّم نے ہر ذی رُوح کی تصویر بنانا، بنوانا، اعزاز اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد فرمائیں۔ جاندار کی تصویر بنانا مطلقاً حرام ہے، دستی ہو یا عکسی۔[2]

(۳) آلاتِ موسیقیہ کے بغیر اجنبی عورت کی آواز میں حمد و نعت مردوں اور عورتوں کی مجلس میں اور اسی طرح ٹی وی پر سننا ناجائز ہے، در مختار میں ہے مردوں کے سامنے جوان عورت کو چہرہ کھولنے سے منع کیا جائے گا کہ اس میں فتنہ کا خوف ہے۔[3]

اسی طرح اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھولے بغیر فقط آواز ظاہر کرنا بھی جائز نہیں۔

---

[1] (آپ کے مسائل اور اُن کا حل جلد ۷ عنوان موسیقی و ڈانس)

[2] (فتاوی رضویہ جلد نمبر 10)

[3] (فتادی رضویہ جلد ۱۰)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور عورتیں زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ معلوم ہو جائے ان کا چھپا ہو اسنگار- اس آیت کے تحت مفسرین فرماتے ہیں کہ عورت کی آواز بھی اجنبی مردوں پر ظاہر کرنا جائز نہیں جیسا کہ تفسیر مظہری، روح المعانی وغیرہ میں ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب

مفتی عبدالقیوم ہزاروی

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

(2000-7-4)

حمد وثناء اور قوالی کا آلاتِ موسیقی کے ساتھ پڑھنے کے متعلق جامعہ اشرفیہ کا فتویٰ:

باسمہ تعالیٰ: اہلِ شرع کا اس بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ کہ موسیقی کا شرعی حکم کیا ہے؟ نیز کیا حمد یا ثناء یا قوالی کے ساتھ موسیقی جائز ہے؟ نیز قوالی کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا وتوجروا، والسلام۔

الجواب حامدا و مصلیا و مسلما

موسیقی شرعاً حرام ہے اور مطلقاً حرام ہے

حمد باری تعالی یا ثناء یا قوالی کے ساتھ اس کا استعمال حرمت کو بڑھا دیتا ہے، اور توہین باری تعالیٰ کے مترادف ہے۔ بلکہ ایمان سلب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور اس کی حرمت حدیث مبارکہ میں واضح ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

الغناءيكبت النفاق في القلب كماينبت السماء الزرع۔

فتاوی بزازیہ میں ہے:

استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام۔

ایک حدیث میں ہے: باجوں کا سننا گناہ ہے اور ایسی جگہ بیٹھنا فسق ہے، اور اس سے لذت لینا خدا کی ناشکری ہے۔

قوالی کے بارے میں فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

السماع والقول والرقص الذي يفعله المتصوفة في زمانا حرام لا يجوز القصد اليه۔

یعنی قوالی گانا، سننا اور رقص کرنا جیسا کہ ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفی کرتے ہیں حرام ہے اور وہاں جانا بھی جائز نہیں ہے۔[1]

[1] (کفایہ المفتی ج ۹ ص ۱۹۶)

مذکورہ بالا عبارت سے قوالی کی حرمت بھی ظاہر ہو گئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبداللہ یاسر عفی عنہ
دار الافتاء جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور
(یکم ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ)

ریڈیو ٹی وی، وی سی آر اور سنیما کا حکم

علامہ غلام رسول سعید ی صاحب لکھتے ہیں:

آلاتِ موسیقی کا شرعی حکم معلوم ہونے کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ جن جن امور میں آلاتِ موسیقی کا دخل ہے وہ سب شرعاً حرام ہیں، مثلاً ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، سنیما ٹیپ ریکارڈر اور گراموفون کے وہ ریکارڈز جن میں آلاتِ موسیقی کی آواز ہو وہ بہ شرعاً حرام ہیں، آلاتِ موسیقی کے پروگراموں کو عملی شکل دینا، ریکارڈ کرانا، ان ریکارڈز کا کاروبار کرنا، خرید و فروخت اور ان کا مناسب شرعاً حرام ہیں۔ خاص طور پر وہ نظمیں جن میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ہو ان کو مزامیر کے ساتھ دھنوں پر گانا زیادہ مذموم ہے۔

کیونکہ اس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّى اللهُ تعالىٰ عليه وَاٰله واصحابه وَسَلَّم کا ذکر ان سازوں پر کیا جاتا ہے جن کو نہ صرف اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا ہے بلکہ آپ نے ان کو مزامیر شیطان سے تعبیر فرمایا ہے۔ (العیاذ باللہ)

اور جو لوگ اس کام کو عبادت کا درجہ دیتے ہیں ان کا حال زیادہ افسوس ناک ہے۔ ہمیں ہر حال میں آلاتِ موسیقی کی آواز سننے سے منع کیا گیا ہے اور آواز خواہ ریکارڈ شدہ ہو یا براہ راست سنی جائے بحیثیت آواز کے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن تجربہ اور مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ جس گھر میں ریڈیو، ٹی وی اور وڈیو ہو گا وہاں صرف ان جائز پروگراموں کو دیکھنے اور سننے تک معاملہ محدود نہیں رہے گا بلکہ گھر کے تمام یا بعض افراد ان پروگراموں کو بھی یقیناً دیکھیں گے اور سنیں گے جن کا دیکھنا اور سننا شرعاً جائز نہیں ہے، اور یہ بات عادتاً محال ہے کہ جس گھر میں ریڈیو یا ٹی وی یا وی سی آر ہو اور اس گھر کا کوئی فرد موسیقی پر مشتمل کوئی پروگرام دیکھے نہ سنے، اسی طرح دیگر مخرب اخلاق پروگراموں سے اجتناب بھی عادتاً محال ہے۔ الا ماشاء اللہ!۔ [1]

[1] (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۵،۲۰۴)

مذموم مضامین پر مشتمل اشعار کی اقسام:

مذموم گانوں اور اشعار کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایسے گانے اور اشعار جو موجب فسق و فجور ہوں۔

(۲) ایسے گانے اور اشعار جو باعث کفر و شرک ہوں۔

پہلی قسم کے گانے اور اشعار، گانے اور سننے والا فاسق و فاجر اور گناہ کبیرہ کا مرتب ہو گا۔ اور دوسری قسم کے گانے اور اشعار گانے اور سننے والا مرید و مشرک ہو جائے گا۔

اور یہ واضح رہے کہ کفر و شرک سے بد تر کوئی گناہ نہیں ہے، اور خصوصاً اسلام کے بعد کفر میں لوٹنا (جسے ارتداد کہا جاتا ہے) باعتبار احکام سخت ترین ہے۔۔

نوٹ: مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو ضروریاتِ دین میں سے کسی کا انکار کرے زبانی یا عملی طور پر اس کا استہزاء و تمسخر اور مذاق کرے یا حقیر جانے۔ (جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے)

اور مسلم قوم کے پاس سب سے بڑی دولت اور قیمتی سرمایہ "ایمان" ہے، چنانچہ اسلام و مسلم قوم کے سخت و بدترین دشمن ہندو بنیے نے جس طرح مسلم قوم کو نیست و نابود کرنے اور اسے صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے جدید قسم کا اسلحہ اور ایٹم بم ایجاد کیا ہے، اسی طرح اس عیار و چالاک قوم نے اپنی انتہائی عیارانہ دسیسہ کاریوں سے مسلم قوم کے "سرمایۂ ایمان" کو تباہ کرنے کے لیے کفریہ و شرکیہ گانوں کی صورت میں "ایٹم بم" تیار کیا ہے، جسے "نور ایمان" پر مسلسل برسایا جارہا ہے۔

مسلم معاشرہ کی بے حسی:

ہمارے مسلم معاشرہ میں اس حد تک بگاڑ پیدا ہو چکا ہے کہ اپنے قیمتی سرمایۂ ایمان کی پرواہ کیے بغیر دشمن قوم (ہنود و یہود وغیرہ) کی تقلید و اتباع کو قابلِ فخر سمجھا جاتا ہے، اور ایمان کی تباہی کے لیے انہوں نے کفریہ و شرکیہ گانوں کی صورت میں جو خطرناک ترین اسلحہ تیار کر رکھا ہے، اسے بڑی رغبت اور ذوق شوق سے سینے سے لگایا (گایا اور سنا) جاتا ہے۔

چنانچہ اس ظالم قوم کے کفریہ و شرکیہ گانوں کے اشعار میں سے چند اشعار کو درج کیا جاتا ہے، تاکہ ہمارے مسلمان بھائی اپنے ایمان کی فکر کریں، عیار قوم کے خطرناک عزائم سے باخبر رہیں، غضب الٰہی کا نشانہ نہ بنیں اور ضلالت و گمراہی اور کفر و شرک کے عمیق و تاریک اور تباہ کن گڑھوں میں گرنے سے محفوظ رہیں۔

نقل کفر، کفر نباشد

کفریہ و شرکیہ اشعار کے چند نمونے:

تجھ کو دی صورت پری کی دل نہیں تجھ کو دیا ملتا خدا تو پوچھتا یہ ظلم تُو نے کیوں کیا

خدا ظلم سے پاک ہے، اسے ظالم کہنا کھلا اور واضح کفر ہے۔

کسی پتھر کی مورت سے محبت کا ارادہ ہے پرستش کی تمنا ہے عبادت کا ارادہ ہے

اللہ تعالی کے سوا کسی بھی چیز کی پوجا اور عبادت کرنے والا کافر و مشرک ہوتا ہے۔

حسینوں کو آتے ہیں کیا کیا بہانے خدا بھی نہ جانے تو ہم کیسے جانیں

خدا بھی آسماں سے جب زمیں پر دیکھتا ہوگا میرے محبوب کو کس نے بنایا سوچتا ہوگا

پھولوں سا چہرہ تیرا کلیوں سی مسکان ہے رنگ، روپ تیرا دیکھ کر قدرت بھی حیران ہے

ان اشعار میں اللہ تعالی کی صفت علم کی نفی، صفت بصر (دیکھنے) کو محدود صفت تخلیق میں غیر کی شرکت و نقص اور حیرانی جیسی خامی کا ذکر کیا گیا ہے جو واضح کفر و شرک ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ ان نقائص و عیوب سے منزہ اور پاک ہے۔

او میرے ربا بارے ربا یہ کیا غضب کیا جس کو بنانا تھا لڑکی اسے لڑکا بنا دیا

بھولنا اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے، جو اللہ تعالی کے بھولنے کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔

میری نگاہ میں کیا بن کے آپ رہتے ہیں قسم خدا کی خدا بن کے آپ رہتے ہیں

اس شعر میں غیر اللہ کو واضح طور پر خدا کہا گیا ہے جس کے کفر و شرک میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

اور اس قسم کے جو بھی گانے یا اشعار ہوں ان کو دلچسپی کے طور پر گانا، سننا اور ریکارڈ کرنا، کرانا سخت حرام اور باعث کفر و شرک ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر اس گانے یا اشعار سے مکمل پرہیز کریں جو تضلیل و تفسیق کا باعث ہوں، خصوصاً جن میں کفریہ اور شرکیہ الفاظ ہوں۔ کیونکہ کفر و شرک ایسا بدترین گناہ ہے جس کی بخشش و مغفرت ناممکن و محال ہے، الاّ یہ کہ زندگی میں تائب ہو جائے۔

نوٹ: کفریہ اور شرکیہ گانوں کے اشعار نقل کرنے اور اس پر شرعی حکم مرتب کرنے سے کسی کو کافر و مشرک بنانا مقصود نہیں ہے بلکہ مقصد، مسلمان بھائیوں کو قرآن و سُنّت کی روشنی میں مسائل شرعیہ سے آگاہ کرنا، حق و باطل کی وضاحت کرنا، اور قوم و ملک و ملت کے ازلی اور حقیقی دشمن کی منافقانہ چال اور زہر بھرے میٹھے شہد جیسے قال سے باخبر کرنا ہے، تاکہ کوئی بھی

مسلمان بھائی کفر و شرک کی تاریکیوں اور ظلمتوں میں بھٹک کر شیطانی بھیڑیوں اور درندوں کا لقمہ ونوالۂ ترنہ بن جائے اور اپنے نور ایمان کی حتی الامکان حفاظت کرے۔

عرس کے نام پر خرافات:

بد قسمتی سے اکثر مزارات پر ایسے غیر متشرع افراد قابض ہوتے ہیں جو میوزک و موسیقی اور نئ تہذیب و نئے رنگ کے خوب دلدادہ ہوتے ہیں، جن کا مقصد سوائے مزار کے نذرانے کی دولت سمیٹنے اور عیاشی کرنے کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

چنانچہ عرس کے موقع پر انتظامیہ (دربار کمیٹی) کی طرف سے اگرچہ ذکر واذکار کا اہتمام کیا جاتا ہے جو (متشرع لوگوں پر حجت قائم کرنے کے لیے) برائے نام ہوتا ہے۔ مگر خرافات و لغویات اور لچریات اور ہمہ نوع کے قبیح افعال کا بڑے ذوق و رغبت کے ساتھ خصوصی طور پر انتظام و اہتمام کیا جاتا ہے۔ مزار کے پاس ڈھول کی دھن پر رقص و ناچ اور بھنگڑا وغیرہ۔ مردوں اور عورتوں کا عام میل جول-واہیات و فحش اور بے حیا قسیم کے نغمات و گانوں کی دھن پر بے ہنگم شور۔ بھنگی، چرسی اور فساق وفجار کی غیر اخلاقی حرکات کا ہجوم-مزید طرہ یہ کہ رنگ برنگے پروگراموں کا خصوصی طور پر اہتمام و وانصرام۔ جس میں اداکار و اداکارائیں اپنے فن کا خوب مظاہرہ کرتی ہیں۔ رقاصائیں آلاتِ موسیقی کی دھنوں پر خوب ناچتی اور نغمہ سرائی کرتی ہیں اور اوباش قسم کے لوگ ان ہیر وئنوں کے ساتھ انتہائی فحش اور حیاسوز مذاق و حرکات کرتے ہیں۔ چراغاں کے نام پر آگ کے چخے تیار کیے جاتے ہیں، جن کی آگ کے شعلے آسمانوں سے باتیں کر رہے ہوتے ہیں، جو فارس کے آتش کدوں کے مناظر (زبانِ حال سے) بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ مزید کچھ کیا ہوتا ہے۔ (الامان والحفیظ)

اور چونکہ اکثر مزارات مساجد کے قرب وجوار میں ہوتے ہیں اس لیے ایسے مواقع پر ان خرافات کے بے ہودہ شور و غل کی وجہ سے نمازیوں کو پنجگانہ نماز کے لیے بہت پریشانی ہوتی ہے، اس اعتبار سے یہ خرافات اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر کے لیے بہت بڑی رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں اور مساجد کا تقدس واحترام جس قدر پامال ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ مزید ظلم یہ ہے کہ ان جملہ خرافات کو عبادت کا درجہ دیا جاتا ہے اور ان اعمالِ شنیعہ و افعالِ قبیحہ اور بدعات سیئہ وضلالہ کو بزرگوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جو بہت بڑا بہتان اور افتراء ہے، حالانکہ ان کا ان برائیوں سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے (بلکہ بزرگوں کا مشن برائیوں کا خاتمہ اور دین اسلام کی سربلندی رہا ہے اور ہے اور رہے گا)۔

اور چونکہ عام طور پر ایسی قباحتوں کا اہتمام انتظامیہ (دربار کمیٹی) کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے جب علماء کرام انہیں خیر خواہانہ نصیحت کرتے ہیں، اور انہیں اس بات سے باور کراتے ہیں کہ اس قسم کے خرافات کا دینِ اسلام کے ساتھ کوئی تعلق وواسطہ نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہیں، خصوصاً مساجد اور مزارات کے پاس ایسے پروگراموں کا ہونا ان کے شعائر اللہ

ہونے کے باعث غضبِ الٰہی کو دعوت دینے اور عذابِ خداوندی کے نزول کا سبب ہیں تو وہ اپنی اصلاح کی بجائے یہ کہتے ہیں کہ ایسے پروگرام بھی عرس کا حصّہ ہیں اور جائز ہیں، اور اس کے جواز کے لیے من گھڑت و بے ہودہ اور بے بنیاد دلائل پیش کرتے ہیں، گویا کہ وہ اس چیز کو حلال جانتے ہیں جس کو شریعت نے حرام کیا ہے۔

یہ بات واضح رہے کہ جس چیز کو شریعت نے حرام کیا اس کو حلال جاننا اور جس کو حلال کیا ہے اسے حرام جاننا کفر ہے۔

دعوتِ فکر:

حقیقت یہ ہے کہ مساجد و مزارات کے پاس اس قسم کے بے ہودہ، حیا سوز اور خلافِ شرع پروگراموں کا اہتمام کرنے والے، کروانے والے، اور ان میں برضا و رغبت شرکت کرنے والے ناخلف و ناعاقبت اندیش عناصر، اہلِ سُنّت کی سفید اور صاف و شفاف چادر پر انتہائی بدنما داغ ہیں، جو اہلِ سُنّت کی بدنامی کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

کیا بزرگوں کے مقدس مزارات کا وجود انہی بے ہودہ مقاصد کے لیے ہے؟ کیا ان میں موجود بزرگوں کی یہی تعلیمات ہیں؟ اور اگر ایسا نہیں، اور یقیناً نہیں! تو پھر ان کے پاس اس قسم کے پروگراموں کا اہتمام کیوں کیا جاتا ہے؟ ان بزرگوں کے چین و سکون کو کیوں برباد کیا جاتا ہے؟ ذرا سوچیں بلکہ خوب سوچیں۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی شان میں نازیبا کلمات کہنا اگرچہ بے ادبی و گستاخی ہے جو گمراہی کا باعث ہے مگر ان کے پاس (خواہ ان کی زندگی میں یا ان کی قبر کے پاس بے ہودہ و غیر اخلاقی و غیر شرعی حرکات اور افعالِ شنیعہ و قبیحہ کا ارتکاب انتہائی بے ادبی اور گستاخی ہے جس کا لازمی نتیجہ دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی ہے۔

بہر کیف ہم مسلمانوں پر انفرادی اور اجتماعی طور لازمی اور ضروری ہے کہ مومن کی اقدار، اس کے تقدس و احترام اور وقار کو (خواہ وہ زندہ ہو یا قبر میں ہو) اسلامی تعلیمات کے مطابق قائم رکھنے اور مزارات (جو واقعی مزارات ہیں) کو ہمہ نوع کی قباحتوں اور برائیوں کی نجاست و گندگی سے صاف و پاک رکھنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

مزارات کو خرافات سے صاف ستھرا رکھنا اگرچہ ہم سب کی ذمہ داری ہے، لیکن یہ ذمہ داری ان افراد پر زیادہ عائد ہوتی ہے جو ان کے سیاہ و سفید کے مالک ہوتے ہیں اور ان کے تمام معاملات میں پیش پیش ہوتے ہیں، جنہیں عرفِ عام میں انتظامیہ یا دربار کمیٹی کہا جاتا ہے۔

عرس کا اصل مقصد:

اولیاء اللہ (بزرگانِ دین) کے مزارات پر (ان کی تاریخ وفات کی مناسبت سے) سالانہ تقریب ہوتی ہے جسے عرف عام میں عرس کہا جاتا ہے اور عرس کا اصل مقصد اور غرض وغایت یہ ہوتی ہے کہ وہاں قرآن خوانی، نعت خوانی، وعظ و نصیحت کی صورت میں ذکر واذکار اور صدقہ وخیرات کر کے ان کا ثواب صاحب مزار بزرگ کی روح کو بطور تحفہ ایصال کیا جاتا ہے اور اس کے لیے بلندی درجات کی دعائیں مانگی جاتی ہیں، ان اعمالِ حسنہ کی وجہ سے وہ خوش ہو کر زائرین کو اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازتا ہے، جس سے بڑی بڑی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ اور خرافات و لغویات کا عرس سے کوئی تعلق وواسطہ نہیں ہے بلکہ یہ مبتدعین کی گمراہ کن بدعات واختراعات ہیں جو صاحب مزار کی بے سکونی وبے زاری اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب و سبب ہوتی ہیں۔

غیر شرعی حرکات سے صاحب قبر کو تکلیف ہوتی ہے:

بزرگانِ دین کے مزارات کے پاس (خصوصاً) عرس کے موقع پر جو خرافات ناجائز وحرام افعال اور غیر اخلاقی وغیر شرعی حرکات ہوتی ہیں ان سے اہل مزارات کو تکلیف واذیت پہنچتی ہے۔

اور اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب قدس سرہ العزیز کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

عرض: حضور! بزرگان دین کے اعراس میں جو افعال ناجائز ہوتے ہیں ان سے ان حضرات کو تکلیف پہنچتی ہے؟

ارشاد: بلاشبہ اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے بھی توجہ کم فرمادی ورنہ پہلے جس قدر فیوض ہوتے تھے وہ اب کہاں ہیں۔[1]

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فلا شک أن أرواح الأموات تألم من المؤذيات وتفرح من اللذات في البرزخ كما كانت في الدنيا وقد ورد أن الموتى يعلمون أحوال الأحياء وما نزل بهم من شدة ورخاء۔

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ مردوں کی روحوں کو عالم برزخ میں ایذا دینے والی (غیر شرعی) چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے۔ اور لذت ولطف دینے والی (قرآن خوانی و دعاوغیرہ والی چیزوں سے خوشی ہوتی ہے جیسا کہ دنیا میں موذیات سے تکلیف

---

[1] (الملفوظ حصہ سوم ص ۵۹)

او راحت بخش سے خوشی ہوتی ہے، اور روایت میں ہے کہ مردے زندوں کے حالات اور ان پر نازل ہونے والی تکلیفوں و سختیوں اور آرام و آسانیوں کو جانتے ہیں۔[1]

مذکورہ عبارات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ قبر کے پاس غیر اخلاقی و غیر شرعی اور بے ہودہ حرکات سے صاحب قبر کو تکلیف واذیت پہنچتی ہے۔

تسکین قلب اور روح کی غذا کیا ہے؟

جو لوگ میوزک و موسیقی کے خوب شوقین و دلدادہ ہیں، جن کا اوڑھنا بچھونا، میوزک و موسیقی ہی ہوتا ہے وہ اسے باعث سکون قلب اور روح کی غذا قرار دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ دل کے سکون و اطمینان کا باعث اور روح کی غذا کیا ہے؟ آیا میوزک و موسیقی ہی راحت و سکونِ قلب و رُوح ہے یا کوئی اور چیز؟ یہ بات واضح رہے کہ مومن کے دل کو عرشِ رحمٰن کہا گیا۔ قلب المومن عرش الرحمن - اور عرش عظیم کو بہت بڑا کہا گیا ہے۔ وھو رب العرش العظیم - نتیجتاً مومن کے دل کو عظیم کہا گیا ہے اور دنیاوی متاع (سامان کو اس کی بے پناہ وسعتوں اور عظمتوں کے باوجود) قلیل کہا گیا ہے، قل متاع الدنیا قلیل - چونکہ دل کو عظیم اور متاع دنیا کو قلیل کہا گیا ہے، اسی لیے دل کے مقابلہ میں دنیا کی بے شمار اور ان گنت نعمتیں بہت تھوڑی ہیں، لہذا دنیا کی کوئی نعمت اور کوئی چیز راحت قلب اور رُوح کی غذا نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ دل کو اسی چیز سے سکون و راحت ہونی چاہیے جو دل کی مانند وسیع اور بڑی ہو۔ اور وہ ہے اللہ کا ذکر، ولذکر اللہ اکبر چونکہ اللہ کے ذکر کو اکبر (بہت بڑا) کہا گیا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے تسکین قلب و روح کا سبب اپنا ذکر قرار دیا ہے۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔

جب دنیا کی تمام نعمتیں قلب و روح کو سکون و راحت نہیں دے سکتیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ میوزک و موسیقی، جو متاع دنیا میں سے ایک حقیر ترین اور معمولی چیز ہے وہ قلب و رُوح کے لیے باعث تسکین ہو۔ لہذا یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ دل کی تسکین کا باعث اور رُوح کی غذا میوزک و موسیقی نہیں، بلکہ اللہ تعالی کا ذکر ہے۔ چنانچہ گانے بجانے اور میوزک و موسیقی کو باعث تسکین قلب اور رُوح کی غذا قرار دینا بہت بڑی غلطی اور گمراہی و زندیقیت ہے۔ اور ایسی بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی لذت سے نا آشنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کو (دنیاوی نعمتوں اور ہر قسم کی متاع کو سمیٹنے اور جمع کرنے کے باوجود) قلبی تسکین و راحت کبھی نصیب نہیں ہوتی، ان کی رُوح ہمیشہ بیمار اور دل مُردہ ہوتا ہے، اور قوتِ شہوانیہ، قطبیہ اور بہیمیہ کا ان پر غلبہ اور تسلط رہتا ہے، جس سے انسانیت اور احترامِ انسانیت سے وہ یکسر عاری ہوتے ہیں۔

---

[1] (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ج5ص471)

بُرائی اور حکمران طبقہ کی ذمہ داری:

عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِي عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم قَالَ مَن رای مِنكُمْ شكرًا فَلْعَيْرُهُ بِيَدِهِ فَإِن لَم تستطع قبلتايه فَإِن لَّمْ يسْتَطِعْ فَقَلبه و ذالك اضعَفُ الْإِيمَانِ۔[1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص کسی بُرائی کو دیکھے تو وہ اس (برائی) کو ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اور اگر زبان سے بھی روکنے کی طاقت نہ ہو تو دل سے اُس (بُرائی) سے نفرت کرے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔[2]

نیکی کے پھیلانے اور بُرائی سے روکنے کی ذمہ داری حسب قدرت اگرچہ امت مسلمہ کے ہر فرد پر لازم ہے، تاہم یہ ذمہ داری اربابِ اثر و اقتدار پر زیادہ عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیار و طاقت سے احکامِ شریعت پر عمل کرانے اور ہمہ نوع بُرائیوں کو روکنے کی پوری قدرت رکھتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ (الحج ۴۱)

ترجمہ: وہ لوگ کہ اگر ہم اُنہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لیے سب کاموں کا انجام۔

معلوم ہوا کہ اسلامی مملکت میں اربابِ بست و کشاد پر لازم و فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اسی کے احکام پر عمل کرانے میں اپنے تمام تر وسائل استعمال کریں، نیکی کے پھیلانے اور بُرائی کو مٹانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں اور بُرائی کی اشاعت و ترویج کے جتنے عوامل و اسباب ہیں ان پر مکمل پابندی لگائیں اور بُرائیوں و بے حیائیوں کے مرتکب افراد کو شریعت محمدیہ کے مطابق بلا امتیاز سزا دیں۔

علامہ ابو عبید اللہ محمد بن سعد البصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گورنروں کے نام فرمان جاری کیا کہ یہ عجمی لوگ ایسی چیزوں سے کھیلتے ہیں جو شیطان نے ان کے لیے خوبصورت بنا دی ہیں تم ان مسلمانوں کو جو تمہارے پاس ہیں سختی سے منع کرو میری جان کی قسم!

---

1 (صحیح مسلم ج1 ص ۵۱ کنز العمال ج۳ ص ۶۶)

2 (صحیح مسلم ج1 ص ۵۱ کنز العمال ج۳ ص ۶۶)

ان کے لیے وہ وقت آگیا ہے کہ اس کو ترک کر دیں، باوجودیکہ وہ کتاب اللہ کو پڑھتے ہیں (کھیل تماشے سے باز نہیں آتے) لہٰذا اس باطل ولہو ولعب سے جو گانا (بجانا) ہو یا اس کے مشابہ کوئی اور چیز سختی سے منع کرو، اگر باز نہ آئیں تو ان میں سے جو اس کا ارتکاب کرے اسے اس طرح سزا دو کہ حد سے متجاوز نہ ہو۔[1]

ہمارا یہ پاک خطہ جو "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کے نام سے موسوم ہے، ہمارے بزرگوں کی مخلصانہ کاوشوں، جانی و مالی قربانیوں اور خالص اسلامی جذبہ کے نتیجہ میں معرض وجود میں آیا، جس کا اصل مقصد اور غرض و غایت اس آزاد ریاست کو نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے ذریعہ مکمل اسلامی مملکت بنانا تھا۔

مگر شومیٔ قسمت کہ اسلام کے نام پر حاصل ہونے والا یہ خطہ صحیح اسلامی و مخلص قیادت سے محروم رہا، زمامِ اقتدار رنگین مزاج اور فرنگیوں کے زیر اثر افراد کے ہاتھوں میں رہی، بانیٔ پاکستان، مفکر پاکستان اور دیگر اکابرین کے اسلامی تصورات و جذبات اوراق کتب تک ہی محدود رہے۔

آج ہماری اسلامی مملکت کے مسلم معاشرہ میں عریانیوں، فحاشیوں، بے حیائیوں اور گوناگوں برائیوں وسیہ کاریوں کے قیامت خیز طوفان کے غلیظ ترین گرد و غبار نے ہماری چشم بصیرت کی حقیقی بینائی کو سلب کر دیا ہے۔ ہماری مخصوص اخلاقی، عمرانی مذہبی اور انسانی اقدار انتہائی سرعت سے رخصت ہو رہی ہیں۔ ہماری قیمتی زندگی کے قیمتی لمحات کھیل کود، جنسی خواہشات، سیر بطنی اور آرام طلبی کی نذر ہو رہے ہیں۔ سنجیدگی اور متانت کا عصر ناپید و نایاب ہوتا جا رہا ہے۔ کسی بھی قیمتی جان کو چاند ٹکوں کی خاطر تلف کر دینا ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں رہا۔ چوری، ڈکیتی، راہزنی، آبروریزی اور فتنہ و فساد اہماری بہادری و شجاعت کی علامت بن گیا ہے۔ دخترانِ اسلام کا تھیٹروں، کلبوں، سینما ہالوں اور دیگر رقص و سرود کی محفلوں کی زینت بننا ان کا حق بن چکا ہے۔ گلوکاری، اداکاری، میوزک و موسیقی اور عریانی و فحاشی ہماری تہذیب و کلچر کا حصّہ بن چکی ہیں۔ ٹی وی، وی سی آر اور سینما ہالز وغیرہ کو نسل نو کے لیے علمی، اخلاقی، مذہبی اور روحانی تربیت گاہ کا نام دیا جا رہا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ چیزیں معاشرہ کے فکری، نظری اور عملی بگاڑ و خرابیوں کے اسباب و عوامل اور ہمہ نوع بد اطواریوں کے ٹریننگ سنٹر اور تربیت گاہیں ہیں۔ کیبل نیٹ ورک میڈیا اور دیگر ذرائع سے ہر قسم کی برائیوں اور بے حیائیوں کی خوب اشاعت و تشہیر کی جا رہی ہے۔ برائیوں اور فحاشیوں کے خلاف آواز اٹھانے والوں کو بنیاد پرست کا نام دے کر ہمیشہ کی نیند سلا دیا جاتا ہے، اور یہ سب کچھ کھلے بندوں، بے روک ٹوک ہماری اسلامی ریاست میں مسلمان حکام کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے، کوئی باز پرس ہی نہیں بلکہ ان تباہ کن عوامل کو حکومت کی سرپرستی اور حکام کی حمایت حاصل ہے۔

---

[1] (طبقات ابن سعد (اردو) ج۵ ص ۳۷۱)

بُرائی کے پرچار کرنے والوں کا انجام:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (النور: ۱۹)

ترجمہ: وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بُرا چرچا پھیلے ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں۔

جو لوگ برائیوں اور بے حیائیوں کا خوب پرچار کر رہے ہیں اور ان کی اشاعت و تشہیر کے سامان و اسباب مہیا کر کے ملت اسلامیہ کے افراد کو گمراہی کے عمیق و تاریک ترین اور تباہ کن گڑھوں میں دھکیلنے میں مصروف ہیں، وہ اس آیت میں غور کریں اور اپنے انجام کی فکر کریں۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب کسی قوم میں برائیوں کو عروج ہوا اور وہ قوم اپنے حقیقی منعم و مربی کو بھول گئی، ہوا و نفس پرستی اور لذت کوشی میں مست و غرق ہو گئی تو اس جبار و قہار اور قادر مطلق نے اس قوم کو عبرت ناک سزا سے دوچار کر کے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اور دوسری قوم کو اس کا جانشین بنا دیا۔

بہر کیف امت مسلمہ کے افراد کو بالعموم اور حکمران طبقہ کو بالخصوص "نیکیوں کے پھیلانے اور برائیوں و فحاشیوں کے مٹانے" کا مقدس فریضہ سر انجام دینے میں ہرگز تامل و کوتاہی اور غفلت نہیں کرنی چاہیے۔

مرضِ غناء کا قرآن سے علاج:

خوبصورت آواز اور خوش الحانی قدرت خداوندی کی جانب سے ایک خاص عطیہ اور انعام ہے جو بعض لوگوں کو عطا کیا جاتا ہے۔ اگر اس نعمت و انعام کو گانے بجانے اور لغویات و خرافات میں استعمال کیا جائے تو یہ اس نعمت کی بے قدری اور ناشکری ہو گی۔ جو غضبِ الٰہی اور عذاب خداوندی کا باعث ہو گی۔ اور اگر یہی نعمت کلام اللہ کے پڑھنے، اذان کے پڑھنے اور حمد و نعت کے پڑھنے میں استعمال کی جائے تو یہ نہ صرف اس نعمت کا اکرام و شکر ہو گا بلکہ رضائے الٰہی کا بھی موجب ہو گا اور اس کے اچھے ثمرات و نتائج مرتب ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے مسلمانوں کو اپنی آواز گانے بجانے اور غلط و فضول کاموں میں استعمال کرنے سے منع فرمایا اور قرآن کریم پڑھنے کی تاکید فرمائی:

عن البراء بن عازب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (زينوا القرآن بأصواتكم)۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسَلَّم نے فرمایا: قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین و آراستہ کرو۔[1]

---

[1] (صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان الباب قراءۃ القرآن ج3 ص 25)

(۳) باب نمبر تین: گانے بجانے کی حرمت کے بیان میں

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ مذکور حدیث طیبہ کے تحت مختلف کتب احادیث کے حوالہ سے روایات نقل کرتے ہیں:

فإن الصوت الحسن يزيد القرآن حسنا حسن الصوت زينة القرآن لكل شيء حلية وحلية القرآن الصوت الحسن۔

ترجمہ: اچھی آواز قرآن کے حسن میں اضافہ کرتی ہے۔ اچھی آواز قرآن کی زینت ہے۔ ہر چیز کا زیور ہوتا ہے اور قرآن کا زیور اچھی آواز ہے۔[1]

اس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں ہے کہ قرآن کریم ایک بے مثل و بے نظیر کتاب ہے اور اس کے الفاظ میں ایسا لذیذ اور شیریں آہنگ ہے جو نغمات و اشعار سے کہیں زیادہ حلاوت و لطافت کا حامل ہے، اس میں وہ حُسن و خوبی ہے کہ اہلِ عرب ہی نہیں، دنیا کے ہر زبان کے لوگ اسے پڑھ کر اور سن کر غیر معمولی لذت و تاثیر محسوس کرتے ہیں، یہ ایسا معجزاتی کلام ہے کہ اسے بار بار پڑھنے سے انسان نہیں اُکتاتا، بلکہ ہر مرتبہ ایک نئی لذت و حلاوت محسوس کرتا ہے۔

اہلِ عرب کا اوڑھنا بچھونا گانا بجانا ہی تھا، سفر ہو یا حضر وہ گانے بجانے ہی سے دل بہلاتے تھے اور گانا ہی ان کا رفیق و مونس ہوتا تھا۔ جب نبی کریم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم پر قرآن کریم کا نزول ہوا جس میں ہر دکھ تکلیف کا علاج اور مرض کی دوا و شفا تھی تو آپ نے چاہا کہ لوگ گانے بجانے اور شعراء کے اشعار گنگنانے اور الاپنے کی بجائے قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھا کریں اور خوبصورت آواز جیسی نعمت کو قرآن کریم کے پڑھنے میں استعمال کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہی ان کا رفیق و مونس بن کر رہ جائے اور ہر دکھ درد کو قرآن ہی سے دُور کیا کریں۔

عن أبي هريرة أن رسول الله {صلى الله عليه وسلم} قال ليس منا من لم يتغن بالقرآن۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم نے فرمایا: جو شخص قرآن کو خوش الحانی سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[2]

مولانا محمد انور شاہ کشمیری مذکور حدیث طیبہ کے تحت لکھتے ہیں:

أنَّ المرء إذا اعتاد بالغناء يغلب عليه ولا يستطيعُ أن يتركه، ولذا ترى المُغني لا يزال يُدَنْدنُ في كلِّ وقت، فَعَلَّمه النبيُّ صلى الله عليه وسلّم أن الذي عليه أن يَكُفَّ عنه، ويجعل القرآنَ دندنته وغناءه، حتى يأخذَ القرآنُ مأخَذَه، ويغلب عليه كغلبته، ويجلو به أحزانه وهمومه، كجلائه منه۔

[1] (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح الباب في توابع الفضائل ج7 ص62)
[2] (الجمع بين الصحيحين البخاري ومسلم ج3 ص47)

ترجمہ: جو شخص گانے بجانے کا عادی ہو جائے، گانا اس پر غلبہ پا جائے اور اسے گانا چھوڑنا مشکل ہو جائے جیسا کہ گانے والے کو تم نے دیکھا ہو گا کہ وہ ہر وقت گنگناتا رہتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں نبی کریم نے فرمایا صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کہ اگر وہ رکنا چاہے تو وہ قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھا کرے، اس کی خوب تلاوت کیا کرے اور اسے اس قدر اپنے اوپر غالب کرلے کہ قرآن ہی سے سکون حاصل کرے اور اسی سے اپنے غموں اور تکلیفوں کو دھوئے۔[1]

اور یہ حقیقت واقعی ناقابل انکار ہے کہ قرآن کریم میں ایسی تاثیر و لذت اور حلاوت و برکت ہے کہ جو شخص قرآن کو پڑھنے اور سننے کو اپنی عادت بنالیتا ہے اور قرآن کو اپنے اوپر غالب کرلیتا ہے تو اس کی نگاہ میں دنیا کے خوبصورت ترین غناء و آلاتِ غناء و طرب حقیر ترین معلوم ہوتے ہیں اور ان کی دلکشی و جاذبیت اسے ذرہ بھی متاثر نہیں کرتی۔

بہر کیف احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ جو شخص میوزک و موسیقی و آلاتِ غناء کا دلدادہ و شوقین ہو اور اس کے ذوق فاسد کا مریض ہو تو اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کو خوب پڑھا اور سنا کرے۔

ایک گلوکار کا واقعہ:

حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ الغنیہ کے حوالہ سے روایت نقل کرتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کے نواح میں جا رہے تھے کہ آپ نے ایک مکان میں فساق کا مجمع لگا ہوا دیکھا وہ شراب پی رہے تھے اور ان کے پاس زاذان نامی گلوکار آلات غناء و طرب بارہا تھا اور خوبصورت آواز میں گا رہا تھا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس کی آواز سنی تو فرمایا: یہ آواز کس قدر اچھی ہے، اگر یہ آواز اللہ تعالی کی کتاب (قرآن) پڑھنے میں صرف ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا یہ کہہ کر چادر سر پر ڈالے وہاں سے چلے گئے۔ زاذان نے آپ کی آواز سن لی اور ساتھیوں سے پوچھا یہ بزرگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ بزرگ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ہیں جو رسول اللہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ واصحابہ وَسلَّم کے صحابی ہیں۔ اس نے پوچھا کہ وہ کیا کہہ گئے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ وہ یہ کہہ گئے ہیں کہ یہ آواز کتنی اچھی ہے، اگر یہ آواز اللہ تعالی کی کتاب (قرآن) پڑھنے میں صرف ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا، تو اس بات کے اثر سے اس کے دل میں ہیبت طاری ہوگئی، وہ کھڑا ہوگیا، اس نے آلاتِ موسیقی کو زمین پر مار کر توڑ دیا، پھر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور خوب رویا، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو گلے لگایا اور آپ بھی خوب روئے، پھر فرمایا میں اس شخص سے محبت کیوں نہ کروں جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہو، پھر اس نے گانے

---

[1] (فیض الباری شرح صحیح البخاری ج۷ ص ۴۶۴)

بجانے سے توبہ کرلی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی صحبت اختیار کرکے ان سے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کی اور علم دین میں مہارت حاصل کی، یہاں تک کہ وہ علم دین میں وقت کا امام ہوگیا۔[1]

کاش ہمارے گلوکار بھی حضرت زاذان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح آلاتِ طرب و غناء کو خیر باد کہہ کر اپنی خوبصورت آواز کو بجائے گانوں کے قرآن پڑھنے میں صرف کریں اور اسی سے لطف ولذت اور سکون حاصل کریں (جو رُوح کی حقیقی غذا ہے) پھر دیکھیں انوار وبرکات کی کس قدر بارش ہوتی ہے اور قرآن انہیں کن کن انعامات واعزازات سے نوازتا ہے۔

[1] (مرقات ج۴ ص ۷۰۰)